بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، تلمیذ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل و فتاویٰ کا ایمان افروز مجموعہ

رسائل مناظرے ابوالبرکات

مرتب

محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ۔ ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ

فیضانِ مدینہ پبلی کیشنز

جامع مسجد عمر روڈ کاموکے 0333-8173630

نام کتاب ——— [illegible]

مرتب ——— [illegible]

تعداد ——— 600

صفحات ——— 640

ہدیہ ——— 500

رضوان کتب خانہ ، گنج بخش روڈ لاہور

ملنے کے پتے

○ صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا
○ مکتبہ قادریہ ○ مسلم کتابوی ○ کرمانوالہ بک شاپ
○ مکتبہ بہار شریعت قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
○ شبیر برادرز ○ نعیمیہ بک سٹال ○ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور
○ مکتبہ اہلسنت ، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ○
○ شمس و قمر [illegible] ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
○ مکتبہ رضائے مصطفےٰ ○ مکتبہ قادریہ [illegible] ○ مکتبہ غوثیہ
○ مکتبہ الفرقان ○ مکتبہ غوثیہ ○ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
○ مکتبہ ضیاء السنہ ملتان ○ فیضان سنت [illegible]
○ مہریہ کاظمیہ [illegible] ○ مکتبہ فریدیہ ساہیوال
○ مکتبہ اہلسنّت [illegible] ○ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
○ جلالیہ صراط مستقیم گجرات ○ رضا بک شاپ گجرات
○ مکتبہ ضیائیہ ○ مکتبہ غوثیہ عطاریہ [illegible] راولپنڈی
○ اسلامک بک کارپوریشن [illegible] ○ امام احمد رضا [illegible] راولپنڈی

فہرست رسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَاحَبِیْبَ

القول الصواب فی مسئلة الحجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
ایں ہمہ آفت کہ بہ تن میرسد
از نظر توبہ شکن میرسد
دیدہ فرود پوش چوں درور صدف
تانشوی تیر بلا را صدف

اکبر الہ آبادی کہتا ہے:

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں
اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا؟
بولیں وہ ہنس کے، عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

ناظرین کرام!۔ چونکہ پردہ ایک ایسا زبردست شریفانہ وصف ہے کہ شریف طبقہ اسے خاص طور پر نظر وقعت سے دیکھتا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ شریعت اسلامیہ کا پابند ہو یا نہ ہو۔ اس میں شرم وحیاء نسوانی کی حفاظت کا راز مضمر ہے۔ بنابریں کوئی خاص ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کی جاتی لیکن جب کہ فضائے عالم تاریک تر ہونے لگی اور صحبت اغیار کا برا اثر ہر کہ ومہ پر اس قدر پڑا کہ تعلیم یافتہ مہذب افراد بھی اسے غیر ضروری قرار دے کر اپنے اپنے خیالات طشت ازبام کرنے لگے اور علماء کرام متبعین سید الانام کے افعال وافہام پر حملہ کرتے ہوئے یہ کہنے لگے: کہ آج تک پردہ کی حقیقت کسی نے نہ سمجھی لو آج ہم دنیا کو سمجھاتے

ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں نصوص قرآن کریم کے معانی بھی محض پاس سخن کیلئے بدل بدلا
کر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی غرض سے علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ پردہ محض جسم کا
ہے منہ، ہاتھ، پاؤں پوشیدہ رکھنے کا نام نہیں۔ آہ ع

بریں تہذیب دانش خلق را باید فغاں کردن

مجبوراً مجھے بھی اس کی تحقیق کی طرف رجوع کرنا پڑا تا کہ عوام الناس پر لائح
و واضح ہو جائے کہ شریعت اسلام پردہ کی کیا حقیقت بتا رہی ہے اور لیڈر صاحبان کا
خانہ ساز پردہ کیا ہے؟

وما توفیقی الا باللہ

خیر اندیش فقیر ابوالبرکات سید احمد قادری
ناظم مرکزی حزب الاحناف لاہور۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد والثناء لولیہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ وعلی الہ وصحبہ

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائل شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں
یہ مناسب ہے کہ لفظ عورت اور زینت کی تحقیق لغوی کر لی جائے تا کہ قارئین کرام سمجھ
سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے؟ ملاحظہ ہو!

منتہی الارب میں ہے:

عورۃ بالفتح اندام شرم مردم وہو ما بین السرۃ الی الرکبۃ وہر چہ از دیدن آں
شرم آید۔ یعنی عورت زبان عربی میں انسان کے اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جس کے
دیکھنے سے شرم و عار لاحق ہو اور اس کا پردہ کرنا اور دیکھنا دکھانا موجب ننگ و عار ہو۔

مفردات امام راغب میں ہے:

العورة سوءة الانسان و ذالك كناة و اصلها من العار و ذالك و
لما يلحق فى ظهور من العار اى المذمة و لذالك سمى النساء عورة ☆

یعنی عورت انسان کی شرمگاہ کا نام ہے، اور یہ مشتق ہے عار سے اس واسطے
کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت
کا نام عورت رکھا گیا۔ علاوہ ازیں دیگر کتب لغت بھی یہی معنی بتا رہی ہیں۔ لیکن
بخوف طوالت اسی پر اکتفاء کر کے گزارش ہے کہ بلا ظہور دلیل شرعی اتباع لغت سے
ہی ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ وللہ الحمد!

اب سمجھ لیجئے کہ عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ از سرتا پا پوشیدہ
رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمائیے اس کا چہرہ اور دست و پا کا کھلا رکھنا کیونکر گوارا
ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ

زیادہ تر موجب فتنہ وفساد ہوتا ہے۔ اسی لیے شعراء بھی چہرہ ہی کو زیادہ تر اشعار میں باندھتے ہیں۔ مثلاً وجہ کالقمر، اس کا چہرہ چاند سا ہے اس کے رخسارے گلاب کے پھول ہیں۔ اس کے بازو تلوار ہیں۔ اس کے لب تیغ آبدار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ لہذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص واجب الستر ہے۔

لفظ زینت کی تحقیق

لفظ زینت کی تحقیق بھی کر لیجئے تا کہ آگے چل کر دلائل شرعیہ کے مفہوم میں غلط فہمی نہ ہو زینت لغت میں اسباب آرائش یعنی زیور، لباس وغیرہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب مفردات علامہ امام راغب اس کو تین اقسام پر منقسم فرماتے ہیں:

(۱) زینت نفسیہ (۲) زینت بدنیہ (۳) زینت خارجیہ

زینت نفسیہ کے لئے علم واعتقاد حسن کی ضرورت ہے۔ زینت بدنیہ کیلئے حسن وجمال وخط وخال وقوۃ وقد موزوں لازمی ہے۔ زینت خارجیہ کیلئے مال وجاہ کی احتیاج ہے۔ بعینہ عبارۃ مفردات ملاحظہ ہو:

وَالزِّيْنَةُ بِالْقَوْلِ الْمُجْمَلِ ثَلَاثٌ (۱) زِيْنَةٌ نَفْسِيَّةٌ كَالْعِلْمِ وَالْاِعْتِقَادِ الْحَسَنَةِ (۲) وَزِيْنَةٌ بَدَنِيَّةٌ كَالْقُوَّةِ وَطُوْلِ الْقَامَةِ (۳) وَزِيْنَةٌ خَارِجِيَّةٌ كَالْمَالِ وَالْجَاهِ

واضح رہے کہ قرآن پاک میں لفظ زینت باختلاف صیغوں مختلف معنی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ چانچہ ملاحظہ ہو!

سورۃ اعراف میں ارشاد ہوا:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ۝

اس کے اسباب نزول مفسرین نے متعدد فرمائے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مستورات برہنہ

بدن طواف کرتی تھیں تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔

سعید بن جبیر۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں مرد لوگ دن کو برہنہ بدن طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں

فَاَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى : اَنْ يَّلْبَسُوْ وَلَا يَتَعَرَّوْا ☆

تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو برہنہ نہ ہو۔

ان کیلئے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ پھر خذوا زینتکم کا شان نزول اس امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہننا ہے۔ جس سے عورت مستور ہو سکے۔ بعینہ عبارت یہ ہے

اَلْمُرَادُ بِالزِّيْنَةِ لُبْسُ الثِّيَابِ الَّتِيْ تَسْتُرُ الْعَوْرَةَ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ سَتْرَ الْعَوْرَةِ وَاجِبٌ فِي الصَّلٰوةِ وَالطَّوَافِ وَفِيْ كُلِّ حَالٍ۔

یعنی مراد زینت سے ایسے کپڑے پہننا ہے جن سے عورۃ پوشیدہ ہو سکے اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ ستر عورت واجب ہے نماز وطواف وغیرہ ہر حالت میں۔

سیدی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلزِّيْنَةُ زِيْنَتَانِ زِيْنَةٌ ظَاهِرَةٌ وَزِيْنَةٌ بَاطِنَةٌ لَا يَرَاهَا اِلَّا الزَّوْجُ۔ فَاَمَّا الزِّيْنَةُ الظَّاهِرَةُ فَالثِّيَابُ۔ وَاَمَّا الزِّيْنَةُ الْبَاطِنَةُ فَالْكُحْلُ وَالسِّوَارُ وَالْخَاتَمُ۔ وَلَفْظُ ابْنِ جَرِيْرٍ فَالظَّاهِرَةُ مِنْهَا الثِّيَابُ وَمَا يَخْفٰى فَالْخَلْخَالَانِ وَالْقُرْطَانِ وَالسِّوَارَانِ ☆

یعنی زینت دو قسم کی ہے۔ ایک ظاہری ایک باطنی۔ کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے زینت ظاہری لباس ہے اور زینت باطنی سرمہ، زیور، انگوٹھی ہے۔ اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں، کنگن وغیرہ ہیں۔

اب آیہ کریمہ کا حکم ملاحظہ ہو

صریح لفظوں میں ارشاد ہے:

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ — یعنی نہ ظاہر کریں اپنی زینت۔

اگرچہ یہ حکم عام ہے زینت ظاہری و باطنی کیلئے مگر چونکہ آگے اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا ارشاد فرما کر زینت ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے۔ اس لیے اس حکم سے مراد زینت باطنی ہے جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جھانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نص صریح سے فرض ہے اور بموجب تاویل ابن مسعود چادر و برقعہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں۔ یہی علماء کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے اور چادر و برقعہ کے ساتھ بضرورت شدیدہ گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقعہ و چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو تکلیف مالا یطاق تھی۔

مگر آیہ مذکورہ سے یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گشت کرے الا ماظہر منھا کا استثناء صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ زینت کا اطلاق اسباب آرائش و زیبائش پر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ زینت نفسیہ ہو یا بدنیہ یا خارجیہ۔

زینت نفسیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے عقائد و اعمال کو سلک تحریر میں لا کر ظاہر کر دے۔ اب رہی زینت بدنیہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں، اور زینت خارجیہ مثل لباس و برقہ جلباب وغیرہ کے کہ جس کا اجانب سے پوشیدہ کرنا اس کیلئے متعذر ہے بناء علیہ رحیم و کریم جل وعلا نے اس کی اجازت دے دی اور الا ما ظہر منھا فرما دیا۔ مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے نقاب و بلا حجاب اجانب کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں اور اغیار و غیر محرم انہیں دیکھیں

محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصد شرع کے قطعی مخالف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورت داعیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود بعض ازواج مطہرات سرور عالم ﷺ نے نصوص قرآنیہ کا مفہوم پردہ موجودہ سمجھا۔ چنانچہ جب آیہ کریمہ۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی نازل ہوئی تو حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی ناجائز ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد حج و عمرہ اور نماز پنجگانہ کیلئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ حتی کہ عہد فاروقی میں آپ کا جنازہ ہی باہر آیا۔ جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج و عمرہ کیلئے بھی آپ گھر سے باہر تشریف نہیں لاتیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ہے۔

تفسیر روح البیان کی بعینہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اَلْمَعْنٰی اَلْزِمْنَ یَانِسَاءَ النَّبِیِّ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَاثْبُتْنَ فِیْ مَسَاکِنِکُنَّ وَالْخِطَابُ وَاِنْ کَانَ لِنِسَاءِ النَّبِیِّ فَقَدْ دَخَلَ فِیْهِ غَیْرُھُنَّ۔ رُوِیَ اَنَّ سَوْدَۃَ بِنْتَ زَمْعَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْھَا مِنَ الْاَزْوَاجِ الْمُطَھَّرَۃِ مَاخَرَجَتْ مِنْ بَابِ حُجْرَتِھَا لِلصَّلٰوۃِ وَلَا حَجٍّ وَلَا عُمْرَۃٍ حَتّٰی اُخْرِجَتْ جَنَازَتُھَا مِنْ بَیْتِھَا فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقِیْلَ لَھَا لِمَ لَا تَحُجِّیْنَ وَلَا تَعْتَمِرِیْنَ فَقَالَتْ قِیْلَ لَنَا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ○

ناظرین کرام اس عبارت کو ذرا غور سے پڑھیں

ازواج مطہرات جو ام المومنین ہیں، ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازہ حجرہ

تنگ قدم نہیں رکھتیں اور حج وعمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو مگر موجب ثواب ضرور تھا۔لیکن اس کیلئے نکلنا بھی انہوں نے گوارہ نہ فرمایا،اور جب صحابہ نے عرض کیا تو فرمادیا۔

قِيْلَ لَنَا وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

یعنی کیسے نکلیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں؟

اس جواب سے ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا یہ فعل بالکل مطابق حکم الٰہی تھا،اور اس غرض سے اس کی پابندی تھی کہ عوام اس سے سبق لیں۔

افسوس!آج فضائے عالم اس قدر تنگ وتاریک ہے۔آزادی کی آندھیاں ہر طرف سے چل رہی ہیں۔شعار مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریفات کی بارانی ہے۔اللہ کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے۔

برادران اسلام

ام المومنین جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کیلئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ماوشما کو کتنی پابندی کی ضرورت ہے؟ بیت

زبیگانہ نگاں چشم زن کور باد   چو بیروں شد از خانہ در گور باد

دلائل قرآنیہ سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنا فرض ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ ○

اے ایمان والو!ہمارے محبوب کے کاشانہ اطہر میں بغیر اجازت حاصل

کیے نہ داخل ہو

اس آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا ضروری نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا۔مگر چونکہ گھر میں کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے پوشیدہ کرنا ضروری ۔بنابریں حکم ہوا کہ ،،اجازت لے کر گھروں میں آؤ تاکہ عورتیں مستور ہو جائیں'' آگے چل کر اس سے بھی زیادہ تصریح فرمائی:

فَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ○

اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔

برادران اسلام!وراء حجاب کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بتارہا ہے۔آیا بے نقاب وبلا حجاب اجانب سے دوبدو گفتگو کی اجازت دے رہا ہے یا پردہ کی۔اس سے زیادہ صاف وصریح اور کیا حکم ہوگا۔صاحب تفسیر احمدی ونورالانوار حضرت مولانا ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْاٰيَةُ هِيَ الْاٰيَةُ الَّتِيْ يُفْهَمُ مِنْهَا اَنْ يَّحْتَجِبَ النِّسَآءُ مِنَ الرِّجَالِ ☆

یعنی یہی وہ آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار واجانب غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں۔

اگرچہ اس آیہ کریمہ کا نزول ازواج مطہرات کی شان میں ہے لیکن بموجب قاعدہ مسلمہ اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ الْاَلْفَاظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ
حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورات پر حاوی

تفسیر احمدی میں ہے۔

لِاَنَّ مَوْرِدَهَا وَاِنْ كَانَ خَاصًّا فِيْ حَقِّ اَزْوَاجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لٰکِنَّ الْحُکْمَ عَامٌّ لِکُلٍّ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَیُفْهَمُ مِنْهُ اَنْ تَحْتَجِبَ جَمِیْعُ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَ لَا یُبْدِیْنَ اَنْفُسَهُنَّ عَلَیْهِمْ ☆

یعنی اس آیت کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے ازواج مطہرات سرور عالم ﷺ میں مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کیلئے عام ہے۔ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔

اور لیجئے! قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ○

اے ایمان والو سوائے اپنے مکانوں کے کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو۔ جب تک سلام کر کے اجازت نہ حاصل کرلو۔

تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تَسْتَاْذِنُوْا ہیں اور قراءت ابی ابن کعب میں تَسْتَاْذِنُوْا ہی آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم نے عرض کیا حضور استیناس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حصول اجازت کیلئے: سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کبیرا کہے یا کھنکارے (گلے سے آواز نکالے) تا کہ گھر والے اجازت دیں۔

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِیْنَاسُ قَالَ یَتَکَلَّمُ الرَّجُلُ بِالتَّسْبِیْحَةِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّحْمِیْدِ اَوْ یَتَنَحْنَحُ یُؤْذِنُ اَهْلَ الْبَیْتِ ○

دوسری حدیث میں بھی اس کی تائید ہے:

اَلتَّسْلِیْمُ اَنْ تَقُوْلَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَاَدْخُلُ؟ قُلْتُ مَرَّاتٍ فَاِذَا اُذِنَ لَهٗ دَخَلَ وَاِلَّا رَجَعَ ○

یعنی تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس پر اگر اسے اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ واپس لوٹ جائے۔

ان شرائط سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا مجاز نہیں، اور اس کی علت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ گھر میں مستورات بے پردہ ہاتھ پیر منہ کھولے بے حجاب رہتی ہیں، اور اجنبی سے پردہ واحتجاب لابدی ولازمی ہے۔

اور ملاحظہ ہو۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○

یعنی اے محبوب! مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کریں اور اپنے اندام خاص کی حفاظت رکھیں۔ یہ ان کیلئے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں۔ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اجنبیہ کا بلا اجازت شرعی منہ ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے خاص کر اس پر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ وفساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی نظر فتنہ سے خالی ہو۔

پھر جس طرح مرد کو اجنبیہ کی طرف دیکھنا منع فرمایا اسی طرح عورت کو حکم ہوا:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى

عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

یعنی اے محبوب! ایمان والی خواتین سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں مگر بضرورت جو ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں (یعنی پوشیدہ رہیں) مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے مملوکوں لونڈی وغلامان شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو۔ (جیسے خواجہ سرا یا شیخ فانی) یا ان کمسن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اے مسلمانو اللہ کی طرف رجوع کرو کہ فلاح دارین حاصل ہو۔

آیات متذکرہ میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی باستثناء مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے۔ بالخصوص سر، سینہ، کان، چہرہ گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔

یہی سبب ہے کہ الا ماظہر منھا فرما کر استثنا فرما دیا۔ اس لیے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا، عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی، لباس فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حسن وجمال بشرہ وخط وخال جسم سے۔

ظاہری زینت وہ ہے

جس کے پوشیدہ کرنے میں وقت ضرورت مشکل ہو۔ جیسے انگوٹھی چادر برقعہ جس کے ظاہر ہونے میں بوقت ضرورت مانع شرعی نہیں۔

باطنی زینت جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے

وہ چہرہ ہاتھ گٹوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقاً بیان ہو چکے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں وہ محض لباس ہے۔

بنابریں واضح لائح اور روشن ہو گیا کہ باتفاق علماء کرام وصحابہ عظام چہرہ، ہاتھ، لباس ملبوسہ اجانب (اجنبیوں) کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے لیکن وقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے۔ بشرطیکہ اس اظہار سے خوف فتنہ وفساد نہ ہو ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں

ناظرین کرام! غور فرما کر انصاف کریں کہ شریعت مطہرہ پردہ کو کس قدر مہتم بالشان بتا رہی ہے۔ علماء فقہاء اور مفسرین کرام کی اکثریت اسی طرف ہے۔

ہاں بعض اس طرف گئے ہیں کہ چہرہ ہاتھ قدم چھپانا اس وقت غیر ضروری ہے جبکہ نظر بد سے امن ہو، لہٰذا اس جماعت کی تجویز سے بھی اب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے اس لیے کہ نظر بد سے امن نہیں۔ چنانچہ اخیارین حضرات کو اس کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تجربہ ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

وَاِلَى الْحُرَّةِ الْاَجْنَبِیَّةِ مُطْلَقًا اِنْ لَّمْ یَاْمَنْ مِنَ الشَّهْوَةِ وَمَا سِوَى الْوَجْهِ وَالْكَفِّ اِنْ اَمِنَ مِنْهَا☆

یعنی چہرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو اگر شہوت سے امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے۔ باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا اس پر نظر کرنا حرام ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ فی زمانہ عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا

موجب سخت فتنہ وفساد کا، آج کوئی خوش فہم سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہ فساق وفجار سے محفوظ رہیں گی اور کوئی نظر بدان پر اثر نہ کرے گی۔

بنا براں بموجب اصول اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ

بعض علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتے۔ کتب فقہ وتفاسیر میں تمام تر روایات وعبارات اجازت، قید عدم شہوت وعدم فتنہ کے ساتھ مقید ہیں کہیں بھی مطلقا اجازت ورخصت نہیں ہے۔ چنانچہ ذیل میں چندوہ عبارتیں نظر ناظرین ہیں جن میں اجازت ہے کہ چہرہ، ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رہے، اور آج کل اخباروں میں انہی روایتوں سے رفع حجاب پر سند لاتے ہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ذخیرۃ اور ینابیع سے ہے:

اَلنَّظْرُ اِلَی الْاَجْنَبِیَّاتِ فَنَقُوْلُ یَجُوْزُ النَّظْرُ اِلٰی مَوَاضِعِ الزِّیْنَۃِ الظَّاهِرَۃِ مِنْهُنَّ وَ ذَالِكَ الْوَجْهِ وَالْكَفِّ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَۃِ كَذَا فِی الذَّخِیْرَۃِ وَاِنْ غُلِبَ عَلٰی ظَنِّهٖ اَنَّهٗ یَشْتَهِیْ فَهُوَ حَرَامٌ (كَذَا فِی الْیَنَابِیْعِ)

مطلب یہ ہے کہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ مواضع زینت ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کف دست ہے، اور اگر ظن غالب ہو شہوت کا تو دیکھنا دکھانا حرام ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوف شہوت فتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمان شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے کہ اجازت مطلق نہیں ہے۔

فتاوی سراجیہ میں ہے:

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ الْاَجْنَبِیَّۃِ اِذَا لَمْ یَكُنْ عَنْ شَهْوَۃٍ لَیْسَ بِحَرَامٍ لٰكِنَّهٗ

مَكْرُوْهٌ (كذا فی السراجیه)

یعنی اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے۔

اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوف شہوت ونظر بد ہو تو اظہار حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

قہستانی میں ہے:

یَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الْحُرَّۃِ الْاَجْنَبِیَّۃِ اِلَی الْوَجْهِ وَ هٰذَا فِیْ زَمَانِهِمْ وَ اَمَّا فِیْ زَمَانِنَا فَمُنِعَ مِنَ الشَّابَّۃِ☆

یعنی مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانہ صحابہ وتابعین میں تھی مگر ہمارے زمانہ میں جوان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ قہستانی اپنے مبارک زمانہ کی نسبت فرما رہے ہیں:

فِیْ زَمَانِنَا فَمُنِعَ مِنَ الشَّابَّۃِ۔

یعنی ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔

تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریق اولی ممنوع ہوا۔ اللہ توفیق عمل دے اور انصاف عطا کرے! آمین بجاہ سید المرسلین۔

شامی میں ہے:

وَشَرْطُ لِحِلِّ النَّظْرِ اِلَیْهَا اَلْاَمْنُ بِطَرِیْقِ الْیَقِیْنِ عَنِ الشَّهْوَۃِ☆

یعنی اجنبیہ کے چہرہ کی طرف اس شرط سے دیکھنا جائز ہے کہ امن شہوت سے یقینی ہو۔ یعنی نظر بد اور خیال فاسد کا شائبہ بھی نہ ہو۔ تو کیا آج کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم صاف باطنی سے دیکھتے ہیں۔

ہدایہ میں ہے:

اِنْ کَانَ لَا یَأْمَنُ الشَّھْوَۃَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی وَجْھِھَا اِلَّا لِحَاجَۃٍ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ نَظَرَ اِلٰی مَحَاسِنِ امْرَاَۃٍ اَجْنَبِیَّۃٍ عَنْ شَھْوَۃٍ صُبَّ فِیْ عَیْنَیْہِ الْاٰنُکُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاِذَا خَافَ الشَّھْوَۃَ لَمْ یَنْظُرْ مِنْ غَیْرِ حَاجَۃٍ تَحَرُّزًا عَنِ الْمُحَرَّمِ ☆

مطلب یہ ہے کہ اگر شہوت سے بے خوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف ہرگز نہ دیکھے مگر کسی خاص حاجت سے کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے جس نے اجنبیہ کے محاسن وخوبی کی طرف نظر شہوت سے دیکھا اس کی آنکھوں میں بروز قیامت سیسہ گلا کر ڈالا جائے گا۔

اس سے بھی ہمارا دعوی ثابت ہے۔

شامی بحوالہ تاتارخانیہ فتاوی تاتارخانیہ سے صاحب شامی ایک اور عبارت نقل کرتے ہیں۔ جو ما نحن فیہ کی موید ہے وھو ھذا:

فِی التَّاتَارْخَانِیَّۃِ وَفِیْ شَرْحِ الْکَرْخِیِّ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْاَجْنَبِیَّۃِ الْحُرَّۃِ لَیْسَ بِحَرَامٍ وَلٰکِنَّہٗ یُکْرَہُ بِغَیْرِ حَاجَۃٍ وَظَاھِرُہُ الْکَرَاھَۃُ وَلَوْ بِلَا شَھْوَۃٍ وَاِلَّا فَحَرَامٌ اَیْ اِنْ کَانَ عَنْ شَھْوَۃٍ حَرُمَ وَاَمَّا فِیْ زَمَانِنَا فَمُنِعَ مِنَ الشَّابَّۃِ لَا لِاَنَّہٗ عَوْرَۃٌ بَلْ لِخَوْفِ الْفِتْنَۃِ ☆

یعنی تاتارخانیہ اور شرح کرخی میں ہے کہ اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے، اور ظاہر ہے کہ مکروہ تب ہے جبکہ بلا شہوت ہو ورنہ حرام ہے یعنی اگر بہ شہوت ہو تو حرام ہے لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف بوجہ خوف فتنہ کے دیکھنا ممنوع ہے۔

ناظرین نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں!

وَاَمَّا فِیْ زَمَانِنَا فَمُنِعَ مِنَ الشَّابَّۃِ

اور ہمارے زمانہ میں بوجہ خوف فتنہ جوان عورت کو دیکھنا منع ہے۔

بحرالرائق شرح کنز الدقائق

بحرالرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

حَرُمَ النَّظْرُ اِلٰی وَجْھِھَا وَوَجْہِ الْاَمْرَدِ اِذَا شَکَّ فِی الشَّھْوَۃِ قَالَ مَشَائِخُنَا تُمْنَعُ الْمَرْاَۃُ الشَّابَّۃُ مِنْ کَشْفِ وَجْھِھَا بَیْنَ الرِّجَالِ فِیْ زَمَانِنَا لِلْفِتْنَۃِ ☆

اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے اگر خوف شہوۃ ہو۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔

حضرات! مندرجہ بالا نصوص قرآنیہ واحادیث نبویہ وعبارات فقہیہ سے کشف وجہ نساء (عورتوں کے کھلے منہ پھرنے) کی حرمت وممانعت ظاہر وباہر ہو چکی اور ان کے منہ چھپا رکھنے کی غرض بھی معلوم ہو گئی اور حق وباطل کا امتیاز بوجہ احسن ہو گیا اب فیصلہ آپ کے ہاتھ یا ضمائر پر ہے انصاف کیجئے۔ خوف الٰہی فرمایئے اور بالآخر اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے!

مندرجہ بالا تحقیق تو مسئلہ نظر میں تھی جبکہ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کو نظر الی وجہ العورۃ میں مخصوص رکھا جائے۔ اب ذرا علامہ بیضاوی کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو!

وہ فرماتے ہیں کہ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کا حکم محض نماز کیلئے ہے اور نظر الی الغیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ انتہی۔ ملاحظہ ہو بعینہ عبارت حاضر ہے:

اَلْاَظْھَرُ اَنَّ ھٰذَا فِی الصَّلٰوۃِ لَا فِی النَّظْرِ فَاِنَّ کُلَّ بَدَنِ الْحُرَّۃِ عَوْرَۃٌ وَلَا یَحِلُّ لِغَیْرِ الزَّوْجِ وَالْمَحْرَمِ النَّظْرُ اِلٰی شَیْءٍ مِنْھَا اِلَّا لِضَرُوْرَۃٍ کَالْمُعَالَجَۃِ وَتَحَمُّلِ الشَّھَادَۃِ ☆

یعنی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے۔ یہ نظر کا حکم ہی نہیں۔ اس لیے کہ حرہ از سرتا پا واجب الستر ہے اور سوائے خاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر بضرورت شدیدہ مثل معالجہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔

یعنی جب شاہد کی ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔ (۲) تحقیق کی بناء پر شرط حفظ امن وعدم شہوت بھی بیکار ہے۔ بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت از سرتا پا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر میں ہے:

مِنَ الزِّيْنَةِ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ هِيَ الثِّيَابُ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: هِيَ الْكُحْلُ وَالْخَاتَمُ وَالْخِضَابُ فِي الْكَفِّ۔

فرماتے ہیں زینت ظاہرہ سے مراد کاجل، سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

فَمَا كَانَ مِنَ الزِّيْنَةِ الظَّاهِرَةِ يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ الْاَجْنَبِيِّ النَّظَرُ اِلَيْهِ لِلضَّرُوْرَةِ مِثْلَ تَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ وَنَحْوِهٖ مِنَ الضَّرُوْرِيَّاتِ اِذَا لَمْ يَخَفْ فِتْنَةً وَّ شَهْوَةً فَاِنْ خَافَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَّ الْبَصَرَ ☆

مطلب یہ ہے کہ جو ظاہری زینت ہے (یعنی بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کپڑا ہے اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ) کاجل، مہندی، انگوٹھی جو زینت ظاہرہ

میں ہے۔ اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورۃ دیکھ سکتا ہے مثل تحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت وفتنہ کا خوف نہ ہو اور اگر دیکھنے میں فتنہ وشہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے۔ اور زینت ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے۔

(از بحرالرائق)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَلْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اِحْدٰى عَيْنَيْهَا۔ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْمُرَادُ مِنْهَا خُفُّهَا وَمَلَابِسُهَا وَاسْتَدَلَّ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ بِهِنَّ يَصِيْدُ الرِّجَالَ۔ وَقَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ ۝

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

آیہ کریمہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد زینت ظاہرہ ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے (یعنی بضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم وچہرہ وپیر کو پوشیدہ کر کے دیکھیں اس لیے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد زینت سے آیہ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے (یعنی موزے اور اوپر کی چادر) اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعہ مردوں کا شکار کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کیلئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا۔ یعنی عورتیں محل فتنہ ہیں اور اجانب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے لہٰذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً محجوب ومستور رکھنا چاہئے تاکہ فتنہ رکا رہے۔

اب ناظرین کرام ذرا غور فرمالیں!

کہ حضور سید یوم النشور ﷺ تو یوں ارشاد فرمائیں اور ہم اپنی بہن، بیٹی، ماں، بہو، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جائیں۔ باوجودیکہ فقہاء کرام نماز پنجگانہ کیلئے مومنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی حرام فرماتے ہیں۔

چنانچہ بدائع جلد اول صفحہ 157 میں ہے:

وَلَا يُبَاحُ لِلشَّوَابِّ مِنْهُنَّ الْخُرُوْجُ إِلَى الْجَمَاعَاتِ بِدَلِيْلِ مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ نَهَى الشَّوَابَّ عَنِ الْخُرُوْجِ وَلِأَنَّ خُرُوْجَهُنَّ إِلَى الْجَمَاعَةِ سَبَبُ الْفِتْنَةِ وَالْفِتْنَةُ حَرَامٌ وَمَا أَدَّى إِلَى الْحَرَامِ فَهُوَ حَرَامٌ ○

یعنی جوان عورتوں کو جماعت مسلمین میں نکلنا جائز نہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا۔ اس لیے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف مؤدی ہو وہ حرام ہے۔

لہٰذا عورت کا مسجد میں ادائے جماعت کو بھی آنا حرام ہے۔

کفایہ میں ہے۔

وَجَرٰى فِيْ مَجْلِسِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَوْمًا مَا خَيْرٌ مَا لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا خَيْرٌ مَا لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ فَلَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ إِلٰى بَيْتِهٖ أَخْبَرَ فَاطِمَةَ فَقَالَتْ خَيْرُ مَا لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ أَنْ لَا يَرَوْنَهُنَّ وَخَيْرُ مَا لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ أَنْ لَا يَرَيْنَهُمْ فَلَمَّا سَمِعَ أَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِذٰلِكَ قَالَ هِيَ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ ○

برادران اسلام یہ حدیث ایک تنہا ایسی جامع ہے کہ اگر خدا انصاف دے اور سخن پروری سے بچائے تو اس کے بعد کسی دلیل کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کا

ترجمہ ملاحظہ فرما کر غور کریں اور انصاف فرمائیں۔

ترجمہ۔ ایک روز نبی کریم ﷺ کی مجلس اقدس میں یہ بحث تھی کہ مستورات سے مردوں کے لئے کس طرح بہتری مل سکتی ہے۔ اور مردوں سے مستورات کو کس طرح؟ اس کو حضرت سیدی ومولائی اسد اللہ شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا: مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورت کے حق میں اس میں بہتری ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے دربار رسالت میں کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا هِيَ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ ایسا کیوں نہ فرماتیں وہ میری لخت جگر ہے۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے محجوب ومستور رہنے میں دارین کی فلاح وبہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پسند فرمایا۔ انہی حدیثوں کی بنا پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور الا ما ظہر منھا سے چہرہ وہاتھ مراد نہیں لیے بلکہ صاف طور پر فرمادیا کہ مستثنیٰ زینت ظاہرہ یعنی برقعہ وچادر وغیرہ ہے۔

اس کے بعد صاحب کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں:

فَدَلَّ أَنَّهُ لَا يُبَاحُ النَّظَرُ إِلٰى شَيْءٍ مِنْ بَدَنِهَا وَلِأَنَّ حُرْمَةَ النَّظَرِ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ وَعَامَّةُ مَحَاسِنِهَا فِيْ وَجْهِهَا فَخَوْفُ الْفِتْنَةِ فِي النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِهَا أَكْثَرُ مِنْهُ إِلٰى سَائِرِ الْأَعْضَاءِ ☆

یعنی احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورت اجنبیہ کے کسی حصہ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں کیونکہ حرمت نظر کی علت فتنہ وفساد ہے اور تمام حسن وجمال اور کمال خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضاء کے زیادہ

موجب فتنہ وفساد کا ہوا۔ لہٰذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

وَبِنَحْوِ هٰذَا اِسْتَدَلَّتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلٰكِنَّهَا تَقُوْلُ هِيَ لَا تَجِدُ بُدًّا مِنْ اَنْ تَمْشِيَ فِي الطَّرِيْقِ وَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ تَفْتَحَ اِحْدٰى عَيْنَيْهَا لِتُبْصِرَ الطَّرِيْقَ فَيَجُوْزُ لَهَا اَنْ تَكْشِفَ اِحْدٰى عَيْنَيْهَا لِهٰذِهِ الضَّرُوْرَةِ وَالثَّابِتُ بِالضَّرُوْرَةِ لَا تَعْدُ وَمَوْضِعَ الضَّرُوْرَةِ

یعنی اسی قسم احادیث سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشف وجہ کی حرمت پر استدلال کیا لیکن آپ فرماتی ہیں کہ بعض وقت عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کیلئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہٰذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلے تاکہ راستہ نظر آ جائے۔ پس قطع طریق کیلئے ام المومنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت اجازت عطا فرمائی۔ اور جو چیز کسی خاص ضرورت کیلئے جائز قرار دی گئی ہو اس کو قدر ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ ان صاف وصریح ارشادات فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانکنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور در حقیقت اگر ہٹ دھرمی اور سخن پروری کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جائے گا کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجب فساد اور محل فتنہ اور وجہ فریفتگی ہے ہاتھ، پاؤں قد وقامت کتنے ہی موزوں ہوں، رفتار وگفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو لیکن آنکھ ناک بھنکتے ہی پھٹکار برستی ہے کو کوئی عضو بھی جیلا نہ ہو مگر چہرہ زیبا جاذب نظر ہو پھر دیکھئے ہجوم نگاہ سے پیچھا چھڑانا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ عورت سرتاپا مرصع ہو لیکن ناک نہ ہو یا چشم نرگسیں نہ ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذب نظر ہے صراحی دار گردن ہے، نمکیں دہن ہے خندہ پیشانی ہے تو اس کو دیکھ کر راہ

چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چہرہ پر تھیلا چڑھا کر عورت برہنہ ہو جائے تو ہر عضو اس کا مکروہ نظر آئے گا اور تمام جسم پر دھجیاں لپٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش ونگار قابل پرستش نہیں لیکن حسن پرست چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا وفریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پر فتن زمانہ میں نمائشی لیڈر تو لیڈر بعض نام نہاد خوشامد پسند ملا بھی لیڈروں سے دب کر خود غرض مطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی غلط کاریوں کو بھی مطابق شریعت ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی تک کا زور صرف کر رہے ہیں اور روایات فقہیہ کی قطع وبرید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں، بقید عدم شہوت وعدم فتنہ سے اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ وفساد چہرہ دیکھنے سے وابستہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شعار نظر بازی کے سبب کہتے ہیں کہ بعض مدرسین کو مدارس سے معطل ہونا پڑا۔ (العاقل تکفیہ الاشارہ) (عقل مند کو اشارہ کافی ہے)

وہ احادیث

جن میں عورت کیلئے چہرہ چھپانے کا صاف حکم ہے

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ○

یعنی جو شخص اجنبی عورت کو دیکھے اس پر اور جو عورت بے حجاب رہ کر غیر مرد کو دیکھنے کا موقع دے ان دونوں پر خدا کی لعنت۔

ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ ○

عورت قابل پردہ ہے (چاہیے کہ غیروں سے پوشیدہ رہے) وہ جب گھر سے نکلتی ہے۔ شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے اور اس کو اغواء کرنے اور اس کے ذریعہ مردوں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اجنبیہ کی طرف دیکھنے والے مرد کو شیطان فرمایا ہو۔

بخاری و مسلم میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ ○

تم اپنے آپ کو عورتوں میں داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دیور، جیٹھ وغیرہ؟ یعنی ان لوگوں کیلئے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر سے رشتہ دار ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا حم (دیور) موت ہے۔ یعنی اس سے پردہ اور پرہیز بہت ضروری ہے۔ (حم عربی زبان میں شوہر کے آباؤ ابناء کے بغیر باقی رشتہ داروں کو کہتے ہیں)

حضور ﷺ نے مخنثوں تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔

بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ ○

یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں۔

ترمذی و ابوداؤد میں انہی سے مروی ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ جناب ابن ام مکتوم جلیل القدر

صحابی (نابینا) حرم نبوی میں تشریف لائے تو سرکار نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ بیبیو! پردہ کرلو۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور ابن مکتوم تو نابینا ہیں وہ ہمیں کیا دیکھیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

کہ کیا تم بھی نابینا ہو اور انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةُ اِذْ قبل ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ ○

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد نامحرم خواہ عورت کو دیکھے یا نہ دیکھے اس پر عورت کو نظر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا واقعہ اس مسئلہ کا عملی پہلو ظاہر کرتا ہے اور یہ گمان کرنا کہ ان کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہوگا یا (معاذ اللہ) ازواج مطہرات ان کو غور سے دیکھتی تھیں۔ یا یہ تاویل کرنا کہ حضور ﷺ نے نظر بند کرنے کا حکم دیا محض پادر ہوا باتیں ہیں۔ اس لیے کہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے کہ وہ بارگاہ رسالت میں خلاف لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ نیز اگر ان کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی تو حضور بھی رخ انور پھیر لیتے یا آنکھیں بند کر کے ان کو ہدایت فرماتے، اور اگر نامحرم کو دیکھنا جائز ہوتا تو آقائے نامدار ﷺ بیبیوں پر حجاب کی تاکید نہ فرماتے۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے حبشیوں کی تلواروں کا تماشا دیکھا اور خود حضور ﷺ نے دکھایا۔ اس واقعہ سے بعض ملاؤں نے اپنے دعوی کی تائید میں جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بھی اجانب (نامحرم) کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ

ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے تماشے یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں۔

بخاری شریف میں ہے:

اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِهٖ اَنْظُرُ اِلٰی لَعِبِهِمْ ○

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَ اٰلَاتِهِمْ لَا اِلٰی ذَوَاتِهِمْ اِذْ نَظَرُ الْاَجْنَبِیَّةِ اِلَی الْاَجْنَبِیِّ غَیْرُ جَائِزٍ ☆

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور انور ﷺ کو ایک روز اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی لوگ تلواروں سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے مجھے چھپالیا اور میں ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

یعنی ان کے آلات (تلوار وغیرہ) کی طرف دیکھتی تھی۔ ان کے جسم کی طرف نہیں۔ اس لیے کہ عورت اجنبیہ کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ناجائز ہے۔ جو لوگ تلواروں کے کرتب دکھاتے ہیں یا پھری، گتکہ، بنا لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں اور اطراف بدن پر ہوتی ہیں اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکات و آلات کی طرف بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ ام المومنین لہو ولعب میں کیوں مصروف تھیں اس کا جواب امام قسطلانی نے دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعت وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو۔ بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرتب

تھے۔ اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ تلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

لَعَلَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَرَکَهَا تَنْظُرُ اِلٰی لَعِبِهِمْ لِتَضْبِطَهٗ وَتَنْقُلَهٗ لِتُعَلِّمَهٗ بَعْدُ

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

فِیْهِ جَوَازُ اللَّعِبِ بِالسِّلَاحِ لِلتَّدْرِیْبِ عَلَی الْحَرْبِ وَالتَّنْشِیْطِ عَلَیْهِ وَجَوَازُ نَظَرِ النِّسَاءِ اِلٰی فِعْلِ الْاَجَانِبِ وَ اَمَّا نَظَرُهُنَّ اِلٰی وَجْهِ الْاَجْنَبِیَّةِ فَاِنْ کَانَ بِشَهْوَةٍ فَحَرَامٌ اِتِّفَاقًا وَ اِنْ کَانَ بِغَیْرِهَا فَالْاَصَحُّ التَّحْرِیْمُ وَقِیْلَ کَانَ هٰذَا قَبْلَ نُزُوْلِ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ○

یعنی اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو تلوار وغیرہ آلات حرب سے کھیلنے کا جواز تاکہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔

ثانیاً عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلاشہوت بھی بنا بر قول اصح حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ قبل نزول حجاب کا ہے اس قول کی بنا پر تو مخالفین پردہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے اور امام قسطلانی کے قول کو اختیار کیا جائے تو مانا جائے کہ یہ واقعہ بعد نزول حجاب کا ہے تب بھی مخالف کو اصلا مفید نہیں جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے۔

بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

کَانَ الْفَضْلُ رَدِیْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَءَةٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْهَا وَتَنْظُرُ اِلَیْهِ فَجَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْرِفُ

وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ○

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پس پشت سواری پر سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر ہوئی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے تھے اور وہ ان کی طرف تو حضور نے فضل کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔ اگر اجانب مرد و زن کو چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور ﷺ کیوں فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ پھیرتے؟

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا:

اِحْتَجِبِیْ مِنْهُ لِمَا رَاٰی مِنْ شِبْهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَعَ اَنَّهٗ كَانَ اَخَا سَوْدَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ○

یعنی آپ ﷺ نے حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اپنے بھائی سے پردہ کیا کرو کیونکہ وہ عتبہ کے مشابہ ہیں۔ اس وقت سے انتقال کے وقت تک آپ نے اپنی بہن کو نہیں دیکھا، باوجودیکہ بھائی تھے۔ لیکن ادنیٰ شبہ سے کہ مبادا اجنبی ہوں حضور ﷺ نے حجاب کی تاکید فرمائی۔

العبد المذنب سید احمد الکنی بابی البرکات سنی حنفی قادری
ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا حَبِيْبَ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْبَانُ شَهْرِیْ

شعبان المعظم کے فضائل اوراس کے متعلق ہدایات

پروردگارعالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے حبیب اکرم نبی محترم، سلطان دوعالم فخربنی آدم، رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں ہم کو بیشار نعمتیں، بے انتہاء رحمتیں اپنی نعمائے گوناگوں سے عطا فرما کر سرفراز وممتاز فرمایا۔ منجملہ ان کے شعبان ورمضان وہ بابرکت مہینے ہم کو عطا کیے جن کی عبادت تمام مہینوں کی عبادت وریاضت سے افضل ہے۔ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اور تمام امت مرحومہ کو توفیق عمل عطا فرمائے اوراس مبارک مہینہ کی برکات سے مستفیض فرمائے۔

شعبان کا روزہ اور پندرہویں شب شعبان کے فضائل

حدیث نمبر1۔ طبرانی وابن حبان سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور انور سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

شعبان کی پندرہوں شب میں اللہ عزوجل تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے مگر کافر اور عداوت والے کو۔ پس جن دو شخصوں میں کوئی دنیوی عداوت ہو تو اس رات کے آنے سے پہلے انہیں چاہیے کہ ہر ایک دوسرے سے مل جائے اور ہر ایک دوسرے کی خطا معاف کردے تاکہ مغفرت الٰہی انہیں بھی شامل ہو۔

حدیث نمبر3.2۔ بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی:

حضور دوعالم ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا: یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے، جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں، مگر کافر اور عداوت والے کو اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور

والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کی مداومت کرنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔

احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی اس میں قاتل کا بھی ذکر ہے۔

حدیث نمبر4۔ ابن ماجہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی ہیں:

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو اس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو، کہ رب تبارک وتعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخش دوں۔ ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اسے روزی دوں، ہے کوئی مبتلا کہ اسے عافیت وشفا دوں، ہے کوئی ایسا ہے کوئی ایسا اور یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہوجائے۔

حدیث نمبر5۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے میں نے نہ دیکھا۔

حدیث نمبر6۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں حضور ﷺ کو روزہ رکھتے نہ دیکھا۔

آپ نے فرمایا:

یہ مہینہ رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے، لوگ اس سے غافل ہیں اس میں بندوں کے اعمال جناب باری تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش ہوں۔

مسند ابو بکر بن ابی شیبہ وابن زنجویہ اور مسند ابو یعلی اور ابن ابی عاصم اور ماوردی سے یہ حدیث منقول ہے۔

حدیث نمبر 7۔ شیخ عبدالحق محقق رضی اللہ عنہ ماثبت بالسنۃ میں بروایت ابن ابی الدنیا عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

حضور ﷺ نے فرمایا:

جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے (جو چودہ تاریخ کے بعد آتی ہے) اس شعبان سے اگلے شعبان تک مرنے والوں کا دفتر حضرت ملک الموت کو دیا جاتا ہے۔ کہ اس سال فلاں کی روح فلاں وقت میں قبض کرنا۔ پھر یہاں آدمی شادی کرتا ہے، مکان تعمیر کرتا ہے، حالانکہ اس سال کے مرنے والوں میں سے ہوتا ہے۔

نزہۃ المجالس میں ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا:

شب برات یعنی پندرھویں شب شعبان کو میرے پاس جبرائیل آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد رسول اللہ ﷺ اس رات عبادت میں زیادہ کوشش کیجئے، اس لیے کہ اس رات میں حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ مصروف عبادت ہو گئے کہ پھر جبرائیل بارگاہ حضور انور میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اپنی امت کو خوشخبری دے دیجئے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ عزوجل سوائے مشرک کے آپ کی تمام امت کو بخش دیتا ہے۔

پھر عرض کی کہ آسمان کی طرف ملاحظہ فرمایئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

میں نے جنت کے دروازے کھلے دیکھے۔ ایک روایت میں ہے آسمان کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور اول دروازہ پر ایک منادی یہ ندا کر رہا تھا کہ اس رات میں رکوع کرنے والوں کو خوشخبری ہو اور دوسرے دروازے پر یہ آواز بلند تھی کہ اس

رات میں سجدہ کرنے والوں کو بشارت ہو اور تیسرے دروازے پر یہ ندا تھی کہ اس رات میں دعا مانگنے والوں کو مبارک باد اور چوتھے دروازے پر یہ صدا تھی کہ اس رات میں خوف خدا سے رونے والوں کو بشارت ہو اور پانچویں دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اس رات میں نیک عمل کرنے والوں کو مژدہ اور چھٹے دروازے پر صدائے کرم تھی کہ ہے کوئی سائل جس کا سوال پورا کیا جائے۔ اور ساتویں دروازے پر ندائے مغفرت تھی کہ ہے کوئی طالب مغفرت کہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں۔ میں نے کہا:

جبرائیل یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟

عرض کی طلوع فجر تک۔

پھر فرمایا:

اس رات میں جو جہنم کے مستحق ہیں ان کو آتش دوزخ سے بنی کلب کی بکریوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ آزاد فرماتا ہے۔

(عرب میں بنی کلب ایک قبیلہ ہے جن کی بکریاں بکثرت ہوتی ہیں)

مسلمانوں سے عاجزانہ التماس

تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ 15 شعبان المعظم قبل غروب آفتاب اپنے تمام گناہوں سے تائب و مستغفر ہوں جن دو شخصوں میں دنیوی رنج وعداوت ہو مرد ہوں یا عورتیں باہم صلح وصفائی کرلیں اور شیر وشکر کی طرح یک جان ہو جائیں اور اپنے آئینہ قلب کو حقد وحسد بغض وعداوت سے بے غبار اور پاک صاف کرلیں اور اس مقدس وبابرکت رات کے فیوض وبرکات سے محروم نہ رہیں، معلوم نہیں اگلے شعبان تک زندہ رہیں یا نہ رہیں۔ پس خوش نصیب اور سعادت مند وہ ہیں جو اس مبارک شب میں نعمت الٰہی اور رحمت غیر متناہی سے حصہ لیں اور اپنے اوقات زندگی عبادت الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی ﷺ میں صرف کریں۔

چونکہ بموجب تفاسیر معتبرہ وروایات صحیحہ اس رات میں ترقی رزق اور تنگی قحط وارزانی صحت وتندرستی موت وزیست جو کچھ اس سال میں مقدر ہے، سال تمام کے احکام ان ملائکہ کے سپرد کردیے جاتے ہیں جو ان کاموں پر معین ہیں۔لہٰذا اس مقدس شب میں اپنے اپنے محلوں کی مسجدوں یا گھروں میں عبادتِ پروردگارِ عالم میں مشغول رہیں اور اپنے اور تمام مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کیلئے دعائے مغفرت وعافیت دارین کریں اور بکمالِ تضرع وزاری سے اپنے لیے، خویش واقارب اور مسلمانانِ عالم کیلئے دعا مانگے، اور جس قدر ہوسکے فقراء ومساکین کو خیرات دیں اور بکثرت یہ دعاء ماثورہ پڑھتے رہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا!

اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے ہمیں معافی عطا فرما!

اس شب میں نوافل پڑھنے کا بیان

پندرھویں شب شعبان میں دو دو رکعت کی نیت سے سو رکعت پڑھنا چاہیے، ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ، گیارہ گیارہ مرتبہ "قل ھو اللہ احد" یا پانچ سلام کے ساتھ دس رکعت پڑھیں، ہر رکعت میں دو مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھیں، دونوں طریقے سلف صالحین سے مروی وماثور ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تین اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شب برات یعنی پندرھویں شعبان میں یہ سو رکعت یا دس رکعت پڑھتا ہے، اس کی طرف ستر بار اللہ تعالیٰ رحمت سے دیکھتا ہے اور ہر نگاہ رحمت میں اس کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے جس میں سے ادنی مغفرت ہے اور سلف وخلف صالحین سے یوں بھی منقول ہے کہ

شب برات میں بعد نماز مغرب چھ رکعت نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ چھ چھ مرتبہ "قل ھو اللہ احد"، اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر ایک بار سورہ یٰسین شریف اور بعد قراءت سورہ یٰسین اول دو رکعت کے بعد کثرت سے یہ دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

اس کے بعد برکت عمر کی دعا مانگے، پھر دوسری رکعت کے بعد سورہ یٰسین پڑھ کر ترقی رزق کی دعا کرے، پھر آخری دو رکعت کے بعد سورہ یٰسین پڑھ کر حسن خاتمہ کی دعا مانگے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔

جو شخص چھ رکعت اس طرح پڑھ کر دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو وہی عطا فرماتا ہے جو مانگے

خلاصہ یہ ہے کہ اس مقدس رات کو کھیل کود، لہو ولعب، آتشبازی واسراف مال وغیرہ میں ضائع نہ کریں۔

آتش بازی حرام ہے

اس مقدس رات یعنی شب برات میں آتش بازی، انار، پٹاخے، پھلجھڑی چکر وغیرہ لہو ولعب میں مشغول ہونا کمال اسراف اور انتہاء درجہ کی فضول خرچی ہے۔ایسوں کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا بھائی فرمایا۔لہٰذا حرام وناجائز ہے اور اس ناجائز کام میں مشغول ہونے والے سخت گناہ گار ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ماثبت بالسنۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَمِنَ الْبِدَعِ الشَّنِیْعَۃِ مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِیْ اَکْثَرِ بِلَادِ الْھِنْدِ مِنْ اِیْقَادِ السُّرُجِ وَوَضْعِھَا عَلَی الْبُیُوْتِ وَالْجُدْرَانِ وَتَفَاخُرِھِمْ بِذَالِکَ

وَاجْتِمَاعِھِمْ اللَّھْوَ وَاللَّعْبَ بِالنَّارِ وَاِحْرَاقِ الْکِبْرِیْتِ☆

یعنی یہ جو ہندوستان (پنجاب) کے اکثر شہروں میں رواج ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو مکان کے درودیوار پر روشنی کرتے اور اس میں فخر کرتے ہیں اور آتش بازی وغیرہ لہو ولعب کے لئے جمع ہوتے اور گندھک شورہ یعنی انار پٹاخے پھونکتے ہیں بدعت شنیعہ ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس بدعت شنیعہ سے باز رہیں، بچوں کو اس کام کیلئے ایک پیسہ بھی نہ دیں، کہ علاوہ مال ضائع کرنے کے جسمانی وروحانی تکالیف کا باعث ہوتا ہے۔ اہل پنجاب کو چاہئے کہ اس امر میں مسلمانان دہلی کی تقلید کریں کہ انہوں نے کئی سال سے اس بدعت شنیعہ کو ترک کر دیا ہے اور جو روپیہ آتش بازی میں خرچ کرتے تھے وہ اب مصارف خیر میں صرف کرتے ہیں پس اہل پنجاب کو بھی چاہئے کہ جس قدر روپیہ وہ حرام کام میں صرف کرتے تھے، وہ سب روپیہ اپنے بچوں اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی ضروریات میں صرف کریں اور ثواب دارین کے مستحق بنیں۔

ہدایات: معلوم ہوا کہ پنجاب کی عورتوں میں یہ رسم جاری ہے کہ شعبان کے روزہ افطار کرنے کیلئے اپنا گھر چھوڑ کر غیروں کے یہاں سے کھانا مانگ کر روزہ افطار کرتی اور اسے موجب ثواب سمجھتی ہیں۔ لہٰذا واضح رہے کہ شریعت مطہرہ میں اس رسم کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اس کو ضروری اور لازمی تصور کرنا بدعت ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا باعث گناہ ہے۔ یونہی بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ماہ شعبان کی پندرہویں شب میں حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کا دندان مبارک شہید ہوا اور اسی تاریخ میں حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور آپ نے حلوہ تناول فرمایا تھا اس لیے حلوہ ہی پکانا ضروری وواجب ہے، یہ بھی عقیدہ قطعی لغو وبے بنیاد

ہے۔ کیونکہ باتفاق مورخین غزوہ احد 7 یا 11 شوال کو واقع ہوا تھا لہٰذا اس عقیدہ کے ساتھ حلوہ کا پکانا ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ البتہ یہ سمجھ کر حلوہ یا عمدہ چیز پکا کر ایصال ثواب کیا جائے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام شیریں چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ سمجھ کر میٹھی چیز حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پسند تھی خود بھی میٹھی چیز اختیار کرے تو سنت ہے۔

ترمذی میں ہے:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ○

یعنی آنحضرت ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ بحکم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ○

تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

ہر فعل میں آپ کے اسوہ حسنہ کو معمول بہ بنائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(حررہ العبد الراجی رحمہ اللہ القوی ابوالبرکات سید احمد غفرلہ)

روشنی مساجد ومجالس کے متعلق ضروری فتوے

حضرت عزت جل وعلا تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ○

اے کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہ نکالو۔

یعنی اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ امور دینیہ میں افراط وتفریط نہ کرو، بلکہ بے کم وکاست احکام الٰہی بندگان خدا تک پہنچا دو، اس کے بعد روشنی کے

متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قنادیل وشموع کی روشنی مساجد ومحافل میں موجب زینت ہے یا نہیں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۝

ہم نے آسمانِ دنیا کو روشنی سے مزین فرمایا۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے چراغوں کا روشن کرنا موجب زینت ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ اس زینت (روشنی) کی ممانعت وحرمت میں بندوں کیلئے کوئی نص شرعی وارد ہے یا نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ زینت روشنی کی نہی بخصوص شرعیہ ثابت نہیں، ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہرگز ایسا نہ کرتے اور عندالمفسرین یہ بات بطور اصول مقرر ہو چکی ہے کہ جس زینت کی نہی شرع سے ثابت نہیں وہ خالص مباح ہے اور تحت آیہ کریمہ داخل ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ ۝

آپ فرما دیجئے کہ کس نے وہ زینت حرام کی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا فرمائی۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کے تحت فرماتے ہیں:

اَلْقَوْلُ الثَّانِيْ اَنَّهٗ يَتَنَاوَلُ جَمِيْعَ اَنْوَاعِ الزِّيْنَةِ فَيَدْخُلُ تَحْتَ الزِّيْنَةِ جَمِيْعُ اَنْوَاعِ التَّزْيِيْنِ وَيَدْخُلُ تَحْتَهَا تَنْظِيْفُ الْبَدَنِ مِنْ جَمِيْعِ الْوُجُوْهِ وَيَدْخُلُ تَحْتَهَا الْمَرْكُوْبُ وَيَدْخُلُ تَحْتَهَا اَيْضًا اَنْوَاعُ الْحُلِيِّ لِاَنَّ كُلَّ ذَالِكَ زِيْنَةٌ وَلَوْلَا النَّصُّ الْوَارِدُ فِيْ تَحْرِيْمِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْاِبْرَيْسَمِ عَلَى

الرِّجَالِ لَكَانَ ذَالِكَ دَاخِلًا تَحْتَ هٰذَا الْعُمُوْمِ ☆

یعنی آیہ کریمہ میں مفسرین کرام علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو قول ہیں۔ قول ثانی یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں زینت سے مراد یہ ہے کہ انواع واقسام کی زینت مراد ہے، پس جس قدر اقسام انواع زینت کے ہیں وہ سب آیت کریمہ میں داخل ہیں۔ بدن کی صفائی بھی اس میں داخل ہے تمام وجوہ سے (یعنی خواہ صابن کے ساتھ ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ) سواریاں بھی اس میں داخل ہیں (خواہ موٹر ہو یا سائیکل ٹمٹم ہو یا یکہ وغیرہ) اور زیورات کے کل اقسام بھی آیہ میں داخل ہیں۔ کیونکہ یہ سب چیزیں زینت ہیں، حتیٰ کہ اگر چاندی، سونا، ریشم مردوں پر شرعاً حرام نہ ہوتا اور ان کی حرمت میں کوئی نص وارد نہ ہوتی ہے تو وہ بھی مردوں پر حلال ہوتے۔ لیکن چونکہ سونا چاندی، ریشم مردوں پر حرام ہے اس لیے وہ آیہ کریمہ سے مستثنیٰ کر دیے گئے، اس بیان سے معلوم ہوا کہ آیہ کریمہ میں جملہ اقسام کی زینت مراد ہے اور جب تک شارع کی جانب سے کسی خاص قسم زینت کی نہی وارد نہ ہو اس وقت تک وہ خالص مباح ہے اور اس کو حرام وبدعت کہنا شریعت میں تصرف ودست اندازی کرنا ہے۔

پھر یہی امام ہمام ایک طویل حدیث نقل فرما کر ارقام فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ هٰذِهِ الشَّرِيْعَةَ الْكَامِلَةَ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّ جَمِيْعَ اَنْوَاعِ الزِّيْنَةِ مُبَاحٌ مَاذُوْنٌ فِيْهِ اِلَّا مَا خَصَّهُ الدَّلِيْلُ فَلِهٰذَا السَّبَبِ اَدْخَلْنَا الْكُلَّ تَحْتَ قَوْلِهٖ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ ۝

یعنی جان لو کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت کاملہ میں تمام انواع زینت مباح خالص ہیں۔ ان کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن وہ ہی قسم زینت ممنوع وناجائز ہے جو کسی دلیل شرعی کے ساتھ خاص ہو گئی ہے۔ پس اسی وجہ سے تمام اقسام زینت (یعنی ہر قسم کی سواریاں ہر قسم کے اسباب صفائی بدن

کے ہر قسم کی کھائے جانے کی چیزیں جو منجانب شریعت ممنوع نہیں ہیں) ماتحت آیہ کریمہ داخل ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

آپ فرمادیجئے کہ کس نے وہ زینت حرام کی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا فرمائی۔

پس تقریر بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ کل انواع واقسام زینت مباح وجائز ہیں، لیکن جس قسم زینت کو شارع نے حرام کردیا اور حرام وناجائز ہے اور جن کو شارع نے حرام نہیں کیا وہ بیشک آیہ کریمہ میں داخل اور بندوں کو اس کے اختیار کرنے کی اجازت ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ روشنی کرنا اقسام زینت ہے۔ پس روشنی کرنا آیہ کریمہ مذکورہ میں داخل ہو کر مسلمانوں کیلئے مباح قرار دی گئی اور نہ صرف مباح، بلکہ مستحسن ومندوب ہے، جب کہ غرض صحیح کیلئے کی جائے۔

چنانچہ یہ امر حدیث سے ثابت ہے۔ سیرۃ حلبی جلد۲ میں امام علی بن برہان حلبی تحریر فرماتے ہیں۔

صدر اول میں اصحاب رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔

اِنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ اِذَا جَاءَتِ الْعَتَمَةُ يُوْقَدُ فِيْهِ سَعَفُ النَّخْلِ فَلَمَّا قَدِمَ تَمِيْمُ الدَّارِيُّ الْمَدِيْنَةَ صَحِبَ مَعَهُ قَنَادِيْلَ وَحِبَالًا وَزَيْتًا وَعَلَّقَ تِلْكَ الْقَنَادِيْلَ بِسَوَارِي الْمَسْجِدِ وَاَوْقَدَتْ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوَّرْتَ مَسْجِدَنَا نَوَّرَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ لِيْ اِبْنَةٌ لَاَنْكَحْتُكَهَا○

یعنی جب عشا کا وقت ہوتا کھجور کی شاخیں جلا کر اجالا کرلیا کرتے تھے۔

جب تمیم داری رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، تو اپنے ساتھ قنادیل اور رسیاں اور روغن زیتون لائے اور مسجد نبوی کے ستون شریف سے وہ قنادیل لٹکائیں اور روشن

کیں۔ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے تمیم داری کو دعا دی، کہ تو نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تجھ کو روشنی بخشے۔ خدا کی قسم! اگر میری کوئی صاحبزادی (غیر شادی شدہ) ہوتی تو میں تیرا اس کے ساتھ نکاح کردیتا۔

غنیۃ الطالبین جلد دوم میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

جس میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام روشنی کی طرف رغبت دلاتے ہیں:

رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ عَلَّقَ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى قِنْدِيْلًا نَزَلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ وَتُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَهُمْ سَبْعُوْنَ مَلَكًا حَتّٰى يُطْفَأَ ذٰلِكَ الْقِنْدِيْلُ○

یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول سے مروی ہے کہ جس نے اللہ کے گھروں سے کسی گھر میں قندیل روشن کی جب تک وہ قندیل روشن رہے گی ستر ہزار فرشتے قندیل روشن کرنے والے پر مغفرت ورحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ روشنی جو زینت کی قسم سے ہے۔ شرعاً ممنوع نہیں۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں خود حضور کے سامنے تمیم داری رضی اللہ عنہ نے قنادیل روشن کیں اور اس پر حضور انور ﷺ نے تمیم داری کو دعا دی اور اظہار خوشنودی کیا اور فرمایا اگر میری لڑکی ہوتی تو تجھ سے نکاح کردیتا اور غنیہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ یہ فعل پسندیدہ محبوب خدا ﷺ ہے کہ آپ مساجد میں روشنی کرنے کی ترغیب فرماتے ہیں۔

اب آثار صحابہ سے ثبوت لیجئے!

سیرۃ حلبی جلد دوم میں ہے:

وَالْمُسْتَحَبُّ مِنْ بِدَعِ الْاَفْعَالِ تَعْلِيْقُ الْقَنَادِيْلِ فِيْهَا اَيِ الْمَسَاجِدِ وَاَ

وَأَوَّلُ مَنْ فَعَلَ ذَالِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَمَّا جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ عَلَّقَ الْقَنَادِيْلَ فَلَمَّا رَآهَا عَلِيٌّ ...... قَالَ نَوَّرْتَ مَسَاجِدَنَا نَوَّرَ اللهُ قَبْرَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ ○

مساجد میں قادیل لٹکانا مستحب ہے۔ اور سب سے پہلے یہ کام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا، جب لوگوں کو نماز تراویح کیلئے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کر کے جمع کیا اس وقت مسجد میں بہت سی قندیلیں لٹکا دیں، جس وقت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا اس طرف سے گزر ہوا دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ تو یہ دعا فرمائی کہ تو نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا ہے اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن کرے اے عمر بن خطاب ارضی اللہ عنہ

اور غنیۃ الطالبین جلد دوم میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بروایت خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس طرح نقل فرماتے ہیں:

أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اجْتَازَ بِالْمَسَاجِدِ وَهِيَ تَزْهَرُ بِالْقَنَادِيْلِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ التَّرَاوِيْحَ فَقَالَ نَوَّرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا ○

یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مساجد میں تشریف لائے جب کہ مساجد روشنی میں جگمگا رہی تھیں۔ اور لوگ نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل عمر کی قبر منور فرمائے۔ جیسا کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کیا ہے۔

اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تنبیہ میں اور حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے غنیۃ میں لکھا ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا دی اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی دعا دی۔

پس خلفاء راشدین یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل اور خوش ہونا اور دعا دینا مساجد میں روشنی کرنے کی کس قدر محبوبیت ظاہر کر رہا ہے۔ اور یہ مذکور ہو چکا ہے کہ اول تمیم داری نے قنادیل روشن کیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت فرمایا، لیکن یہاں یہ شبہ گزرتا ہے کہ روایت سابقہ میں سب سے اول قنادیل روشن کرنا تمیم داری سے ثابت ہوتا ہے اور پچھلی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول قنادیل روشن فرمائیں۔ اس کی تطبیق علامہ حلبی نے سیرۃ حلبیہ جلد دوم میں اس طرح کی ہے کہ اولیت حقیقی اس فعل کی تمیم داری رضی اللہ عنہ سے عہد رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی بعد ازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جو اول قرار دیا اولیت اضافی ہے یعنی کثرت سے قنادیل روشن کرنا، اول آپ سے واقع ہوا کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی قنادیل جو شام سے لائے تھے۔ اگرچہ متعدد تھیں مگر کثیر نہ تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قنادیل کثیرہ روشن کیں۔

حَيْثُ قَالَ وَلَعَلَّ الْمُرَادَ تَعْلِيْقُ ذَالِكَ بِكَثْرَةٍ فَلَا يُخَالِفُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ ☆ نیز تفسیر روح البیان جلد اول میں تحت آیہ کریمہ

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔

(کنزالایمان سورۃ التوبہ آیت 18)

شیخ کامل علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ در بارہ تزئین مساجد تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَنٰى مَسْجِدَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَبَالَغَ فِي تَزْيِيْنِهٖ حَتّٰى نَصَبَ الْكِبْرِيْتَ الْأَحْمَرَ عَلٰى رَأْسِ الْقُبَّةِ وَكَانَ ذَالِكَ أَعَزَّ مَا يُوْجَدُ فِي ذَالِكَ الْوَقْتِ وَكَانَ يُضِيْئُ مِنْ مِيْلٍ وَكَانَتِ

الْغَزَّالَاتُ يَغْزِلْنَ فِي ضَوْئِهٖ مِنْ مَسَافَةِ اثْنَيْ عَشَرَ مِيْلًا وَكَانَ عَلٰى حَالِهٖ حَتّٰى خَرَّبَهٗ بُخْتَ نَصَّر

یعنی حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے مسجد بیت المقدس تعمیر فرمائی اور اس کے خوبصورت بنانے میں مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ مسجد کے قبہ کے سرے پر کبریت احمر نصب فرمایا۔ حالانکہ اس وقت کی عمارات میں سے یہ نہایت عزیز الوجود تھا اور اس کی روشنی زمین سے منتہائے نظر تک معلوم ہوتی تھی اور چرخہ کاتنے والی عورتیں اس کی روشنی میں بارہ میل کی مسافت سے کاتا کرتیں تھیں اور اسی طرح بخت نصر کے عہد تک رہا، پھر اس نے اس کو خراب کردیا۔

اور اسی میں ہے کہ منجملہ اسباب تزئین قنادیل روشن کرنا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وَمِنْهَا تَعْلِيْقُ الْقَنَادِيْلِ فِي الْمَسَاجِدِ وَالسُّرُجِ وَالْمَصَابِيْحِ وَالشُّمُوْعِ ☆

یعنی اسباب زینت سے ہے قنادیل کا مساجد میں لٹکانا اور مساجد میں چراغ روشن کرنا اور موم بتی جلانا۔

ان روایات معتبرہ سے واضح ہوگیا کہ مساجد میں بہ نیت ثواب روشنی اور قندیل کے ساتھ مسجد کو زینت دینا پسندیدہ محبوب خدا ﷺ ہے۔ اسی بنا پر علمائے کرام نے استحباب واستحسان کا قول کیا۔ اب غور کرو کہ جس فعل کو حضور پسند فرمائیں اور خلفائے راشدین بنفس نفیس اس کا ارتکاب کریں وہ کیونکر ممنوع وبدعت ہوسکتا ہے اور مانعین ذرا سوچ کر بتائیں کہ تزئین مساجد کیونکر بدعت وحرام ہوا۔ علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں بعد نقل کرنے ان روایات کے جن کو ہم سیرۃ حلبی سے نقل کر آئے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُهُمْ لٰكِنْ زِيَادَةُ الْوُقُوْدِ كَالْوَاقِعِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَيُقَالُ لَهَا لَيْلَةُ الْوُقُوْدِ يَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ كَتَزْيِيْنِ الْمَسَاجِدِ وَنَقْشِهَا ☆

یعنی بعض علماء نے فرمایا کہ زیادہ روشنی کرنا جس طرح نصف شعبان یعنی 15 رات شعبان کو کرتے ہیں اور اس شب کو لیلۃ الوقود کہتے ہیں، اس کا حکم بھی ایسا ہونا چاہئے جیسا تزئین مسجد کا اور نقش ونگار کا۔

قَدْ كَرِهَهٗ بَعْضُهُمْ

اور بعض علماء نے پندرہویں رات شعبان کو روشنی مکروہ مانی ہے۔

ایسا ہی سیرۃ حلبی میں ہے۔

اس عبارت سے یہ شبہ نہ ہو کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ بعض کے نزدیک مستحب اور بعض کے نزدیک مکروہ، کیونکہ ان دونوں قولوں میں بہ آسانی تطبیق ہوسکتی ہے اور وہ اس طرح کہ جو علماء استحباب روشنی کے قائل ہیں ان کی غرض روشنی سے یہ ہے کہ مساجد میں بہ نیت ثواب قنادیل وغیرہ روشن کرنا مستحب ہے اور صحابہ کرام نے مساجد میں ہی روشن کی۔

اور جو علماء کراہیت کے قائل ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ وہ علاوہ مساجد کے بلا غرض صحیح مثلاً بازاروں وغیرہ مقامات پر روشنی نہ کرنا چاہیے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، محض مال کا ضائع کرنا ہے، جس طرح ہمارے زمانہ میں لیڈران قوم کے جلوس میں بازار سجائے جاتے اور چراغاں کیا جاتا ہے، اور وہ بھی نہ صرف مسلمانوں کے جلوس میں بلکہ گاندھی اور دیگر کفار ومرتدین کے جلوس کی روشنی میں مبالغہ کرتے بازار سجاتے ہیں۔ یہ بیشک اسراف ہے جو بحکم قرآن عظیم حرام ہے۔ مگر افسوس ان نام نہاد علماء جو گاندھی وغیرہ کے جلوس میں شرکت کریں اور بازاروں میں روشنی کرائیں اور کرتے دیکھیں اور حرام وبدعت ہونے کا حکم نہ سنائیں کہ کہیں لیڈران قوم ناراض نہ

ہو جائیں اور حضور انور ﷺ کے غلام نے مساجد میں روشنی کی تو وہ گمراہ بدعتی ہو گیا۔ اور فتویٰ بھی فوراً لگا دیا کہ روشنی کرنا حرام و بدعت ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حالانکہ تفسیر روح البیان میں علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کی کتاب کشف النور عن اصحاب القبور سے تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّ الْبِدْعَةَ الْحَسَنَةَ الْمُوَافِقَةَ لِمَقْصُوْدِ الشَّرْعِ تُسَمّٰى سُنَّةً فَبِنَاءُ الْقِبَابِ عَلٰى قُبُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصُّلَحَاءِ وَوَضْعُ السُّتُوْرِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلٰى قُبُوْرِهِمْ أَمْرٌ جَائِزٌ إِذَا كَانَ الْمَقْصَدُ بِذٰلِكَ التَّعْظِيْمَ فِيْ أَعْيُنِ الْعَامَّةِ حَتّٰى لَا يَحْتَقِرُوْا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ وَكَذَا إِيْقَادُ الْقَنَادِيْلِ وَالشَّمْعِ عِنْدَ قُبُوْرِ الْأَوْلِيَاءِ وَالصُّلَحَاءِ مِنْ بَابِ التَّعْظِيْمِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالْإِجْلَالُ أَيْضًا لِلْأَوْلِيَاءِ فَالْمَقْصَدُ فِيْهَا مَقْصَدٌ حَسَنٌ وَنَذْرُ الزَّيْتِ وَالشَّمْعِ لِلْأَوْلِيَاءِ يُوْقَدُ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ تَعْظِيْمًا لَّهُمْ وَمَحَبَّةً فِيْهِمْ جَائِزٌ أَيْضًا لَا يَنْبَغِي النَّهْيُ عَنْهُ الخ

یعنی جو بدعت حسنہ موافق ہو مقاصد شرح کے وہ سنت ہے۔ اس بدعت کو سنت کہا جائے گا پس علماء کرام و اولیاء ذوالاحترام و صلحاء عظام کی قبور پر قبہ بنانا اور قبر پوشی یعنی غلاف وغیرہ ڈالنا امر جائز ہے جب کہ مقصود اس سے نظر عوام میں صاحب قبر کی توقیر و تعظیم پیدا کرنا ہو۔ وہ صاحب قبر کی تحقیر و توہین نہ کریں اور اسی طرح اولیاء و صلحاء کی قبور کے پاس قنادیل روشن کرنا باب تعظیم و تکریم سے ہے۔ پس اس میں بھی نیک مقصد ہے اور اولیاء کی محبت و تعظیم کی وجہ سے تیل وغیرہ کی نظر ماننا بھی جائز ہے اس سے لوگوں کو روکنا نا مناسب ہے۔ (از تفسیر روح البیان جلد اول ص 879)

ان تصریحات علماء سے ارباب بصیرت پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ہر کام میں نیت کا اعتبار ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

پس جو روشنی بہ نیت تزئین مسجد کی جائے گی وہ ضرور محبوب و پسندیدہ نظر سے دیکھی جائے گی اور جو روشنی محض لہو و لعب اور بے دینوں کی عظمت و تعظیم کے لیے ہو گی، ضرور بدعت قبیحہ اور حرام ہو گی۔ جیسے جلوس کفار و مشرکین و مرتدین و فسقاء و مبتدعین پر روشنی کرنا، بازار سجانا، دوکانات آراستہ کرنا، دروازے بنانا، جھنڈیاں لگانا یہ سب ناجائز و ممنوع اور خالص اسراف و تبذیر ہے۔

اب عہد خلفاء عباسیہ سے سند لیجئے یہی علامہ حلبی اپنی سیرۃ حلبیہ میں ایک جلیل الشان عالم سے نقل فرماتے ہیں:

اس عالم نے فرمایا: کہ مجھ کو خلیفہ مامون الرشید نے حکم دیا کہ تم یہ حکم نامہ لکھ دو کہ ہماری سلطنت و مملکت میں مسجدوں میں بکثرت روشنی کی جائے، لیکن میرے کچھ خیال میں نہ آیا کہ کس طرح لکھ دوں، چنانچہ اسی روز مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ روشنی کثیر کے واسطے لکھ دے، اس لیے کہ اس میں تہجد گزاروں کا دل لگتا ہے اور مساجد خانہ خدا ہیں۔ پس خانہ خدا سے وحشت و ظلمت دفع ہو گی۔ یہ بشارت دیکھتے ہی میں ہوشیار ہوا اور روشنی کا حکم لکھ دیا۔

سیرۃ کی عبارت یہ ہے:

وَعَنْ بَعْضِهِمْ قَالَ أَمَرَنِي الْمَأْمُوْنُ أَنْ أَكْتُبَ بِالْاِسْتِكْثَارِ مِنَ الْمَصَابِيْحِ فِي الْمَسَاجِدِ فَلَمْ أَدْرِ مَا أَكْتُبُ لِأَنَّهُ شَيْءٌ لَمْ أُسْبَقْ إِلَيْهِ فَأُرِيْتُ فِي الْمَنَامِ اُكْتُبْ فَإِنَّ فِيْهَا أُنْسًا لِلْمُتَهَجِّدِيْنَ وَنَفْيًا لِبُيُوْتِ اللّٰهِ عَنْ وَحْشَةِ الظُّلَمِ فَانْتَبَهْتُ وَكَتَبْتُ بِذٰلِكَ ☆

یہ دستور العمل تو خلفاء عباسیہ کا مذکور ہوا۔ اب بعض صلحائے امت و اولیائے

طریقت کا بھی حال سنئے!

حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مولف تذکرۃ الاولیاء سیدی احمد خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں تحریر فرماتے ہیں:

جو خراسان کے معتبر مشائخ اور مشہوران فتوت، سلطانان ولایت اور مقبولان قربت میں سے تھے اور ریاضات وکلمات عالی میں مشہور اور صاحب تصانیف تھے، اور آپ کے ایک ہزار مرید ایسے تھے جو ہوا میں اڑتے اور پانی میں بے تکلف چلتے تھے کہ ایک بار ایک درویش آپ کے یہاں مہمان آیا تو آپ نے ستر شمعیں روشن کیں۔ درویش نے کہا: مجھے یہ کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ کہ تکلف تصوف سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ کہا جاؤ اور جو چراغ میں نے خدا کیلئے نہیں جلایا، اسے بجھا دو اس درویش نے رات سے صبح تک پانی اور مٹی ان چراغوں پر ڈالی، مگر ایک بھی بجھ نہ سکی۔ دوسرے دن ستر نصاری ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اس کا حال اس طرح لکھا ہے کہ احمد خضرویہ نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

تو نے ہمارے واسطے ستر شمعیں روشن کیں۔ تو ہم نے تمہارے لیے ستر دل نور ایمان سے منور کر دیے (تذکرۃ الاولیاء ص 277)

اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے تا کہ موافقین کے دل منور ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکا چوند سے جلیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں۔

حَکٰی اَبُوْ عَلِیٍّ الرُّوْذْبَارِیُّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ عَنْ رَجُلٍ اِتَّخَذَ ضِیَافَۃً فَاَوْقَدَ فِیْہَا اَلْفَ سِرَاجٍ فَقَالَ الرَّجُلُ قَدْ اَسْرَفْتَ فَقَالَ لَہٗ اُدْخُلْ فَکُلَّمَا اُوْقِدَ مِنْہُ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَاَطْفِئْہُ فَدَخَلَ الرَّجُلُ فَلَمْ یَقْدِرْ عَلٰی اِطْفَاءِ وَاحِدٍ

مِنْہَا فَانْقَطَعَ☆

یعنی امام اجل عارف اکمل سند الاولیاء حضرت سیدنا امام ابو علی روذباری رضی اللہ عنہ (کہ اجل اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے ہیں) 322ھ میں آپ کا وصال شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں ان کی نسبت فرمایا: اَظْرَفُ الْمَشَایِخِ وَاَعْلَمُہُمْ بِالطَّرِیْقَۃِ

حکایت فرماتے ہیں:

ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی، اس میں ہزار چراغ روشن کیے کسی نے کہا اسراف کیا: صاحب خانہ نے فرمایا اندر آئیے۔ جو چراغ میں نے غیر خدا کیلئے روشن کیا ہو اسے گل کر دیجئے۔ معترض صاحب اندر گئے ہر چند کوشش کی۔ ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے۔ آخر قائل ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نیک نیتی سے کیا جائے نام ونمود اور فخر مدنظر نہ ہو تو پھر وہ کام ہرگز ممنوع نہیں اور جو کام لوگوں کے دکھلانے اور تفاخر کرنے کیلئے ہو وہ بیشک ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ روشنی کے تین درجے ہیں، ایک بقدر حاجت ضروری لابدی، وہ اس قدر میں حاصل ہے کہ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم شروع امر میں کھجور کی شاخیں جلا کر اپنی حاجت پوری کر لیا کرتے تھے۔ اس میں مسجد کا فرش اور جائے سجدہ اور نمازی لوگ ایک دوسرے کو نظر آ جاتے تھے۔

دوم! زینت کیلئے وہ فعل حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا کہ تمام مسجد کثرت قنادیل سے چمک اٹھی۔ جیسا کہ قنیۃ کی عبارت سے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ جیسا کہ تنبیہ فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

رَاَی الْقَنَادِیْلَ تَزْہَرُ فِی الْمَسَاجِدِ☆

اسی طرح حلبی وغیرہ میں ہے:

غرض یہ کہ روایتوں میں لفظ تزہر صیغہ مضارع موجود ہے اور وہ مشتق ہے زہور سے اور معنی اس کے صراح میں لکھے ہیں۔ زہور روشن شدن آتش وبلا گرفتن آں۔ بنابریں ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بلاشبہ قدر حاجت ضروری سے زیادہ تھا، لیکن یہ بھی ہے کہ قدر حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا۔

سوم ایہ کہ زینت مکان تو متعدد قنادیل سے حاصل ہو سکتی تھی، مگر بلاغرض صحیح خواہ مخواہ فخر ونمود ونمائش کیلئے روشنی میں مبالغہ کیا تو بیشک یہ اسراف ہے اور جس کسی نے منع کیا ہے از قسم ثالث کیا ہے، نہ کہ قسم اول ودوم سے۔ وَلَا یَخْفٰی ذٰلِكَ عَلَی الْفَقِیْہِ

پس جو لوگ قسم اول ودوم سے بلالحاظ نیت حرام وبدعت کہہ دیتے ہیں وہ بہت بڑی کج فہمی کے مرتکب ہوتے ہیں ان کو چاہئے کہ حضرت تمیم داری اور حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما وغیرہم کے معمول بہ کا ادب کریں، کہ پہلے پہل بغرض زینت مساجد یہ فعل انہوں نے کیا جو قدر حاجت ضروریہ سے یقیناً زیادہ تھی۔

حیرت ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہوں گے اور روضہ نورانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگر جھاڑ اور فانوس اور ہزارہا قنادیل دیکھتے ہوں گے تو ان کی جگمگاتی ہوئی روشنی سے آنکھیں بند کر لیتے ہوں گے یا کیا اور بوجہ غیظ وغضب روضہ اطہر کی کماینبغی زیارت بھی کرتے ہوں گے یا نہیں۔

(حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی ابوالبرکات سید احمد، عفی عنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا حَبِیْبَ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

خُطبۂ جمعہ اور نمازِ جمعہ کے ضروری احکام ومسائل

مسئلہ۔ خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے ساتھ ہو جو جمعہ کیلئے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سن سکیں۔ اگر کوئی امر مانع نہ ہو۔ تو اگر زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا یا نماز کے بعد پڑھا یا تنہا پڑھا یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا۔ تو ان صورتوں میں جمعہ نہ ہوا۔ اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا۔ یا حاضرین دور ہیں کہ سنتے نہیں یا مسافر یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں۔ تو ہو جائے گا۔ (درمختار ردالمحتار)

مسئلہ۔ خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے۔ اگرچہ صرف ایک بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا سُبْحَانَ اللّٰہِ یا لَآ اِلٰـــــہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا۔ اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا۔ مگر اتنے پر ہی اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ۔ خطبہ و نماز میں اگر زیادہ فاصلہ ہو جائے۔ تو خطبہ کافی نہیں (درمختار)

مسئلہ۔ سنت یہ ہے کہ دو خطبہ پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں۔ اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے۔ خصوصاً جاڑے کے دنوں میں (درمختار، غنیہ)

مسئلہ۔ خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔

خطیب کا پاک ہونا۔ کھڑا ہونا۔ خطبہ جمعہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ خطیب کا منبر پر کھڑا ہونا۔ سامعین کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کرنا۔ بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو۔ حاضرین کا متوجہ بہ امام ہونا۔ خطبہ سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا۔ اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔ الحمد سے شروع کرنا۔ اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔ حضور پر درود بھیجنا۔ کم از کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔ پہلے خطبہ میں وعظ

نصیحت کرنا۔ اور دوسرے میں حمد وثنا شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔ اور مسلمانوں کیلئے دعا کرنا۔ دونوں خطبے ہلکے ہونا۔ دونوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔ مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے کے پست ہو اور خلفائے راشدین اور عمین مکرمین حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہو۔ بہتر یہ ہے کہ دوسرا خطبہ اس سے شروع کریں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ○

مرد اگر امام کے سامنے ہو تو امام کی طرف منہ کرے۔ اور داہنے بائیں ہو تو امام کی طرف مڑ جائے۔ اور امام سے قریب ہونا افضل ہے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کیلئے لوگوں کی گردنیں پھلانگے۔ البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جا سکتا ہے۔ اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا۔ تو مسجد کے کنارے پر ہی بیٹھ جائے۔ خطبہ سننے کی حالت میں دو زانو بیٹھے۔ جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔ (عالمگیری درمختار۔ غنیہ وغیرہا)

مسئلہ۔ بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے۔ مثلاً مالک رقاب الامم کہ یہ محض جھوٹ اور حرام ہے۔ (درمختار)

مسئلہ۔ خطبہ میں آیت نہ پڑھنا یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا یا اثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا یا بری بات سے منع کیا۔ تو اسے اس کی ممانعت نہیں (عالمگیری)

مسئلہ۔ غیر عربی میں خطبہ پڑھنا۔ یا عربی کے ساتھ دوسری زبان میں خطبہ خلط کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے۔ یوہیں خطبہ میں اشعار پڑھنا بھی نہ چاہئیں۔ اگرچہ عربی ہی

کے ہوں۔ہاں دو ایک شعر عربی پند و نصائح کے اگر پڑھ دیئے جائیں تو حرج نہیں۔

مسائل ضروریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو قرات غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے: وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، خاکساری وغیرہ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں۔رضی اللہ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن عاص وابوموسیٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انہیں کے قریب ہے۔فاسق معلن مثلاً: داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً۔وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والا۔ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے۔جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت یا نفرت کرتے ہوں۔اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سے سب سے زائد مسائل نماز وطہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ

ہے۔بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں کے اگرچہ عالم تبحر ہو۔وہی حکم کراہت رکھتا ہے۔مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہیں۔اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے۔اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو۔وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لئے جائیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم کہ نہ ان کی نماز نماز نہ ان کے پیچھے نماز نماز بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو۔اور کوئی مسلمان امامت کیلئے نہ مل سکے۔تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے۔جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عید کا کچھ عوض نہیں۔امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت اور صحیح القراءۃ ہو۔مسائل نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو اور اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب نہ ہو۔جس سے لوگوں کو نفرت ہو۔(احکام شریعت ص 72 حصہ اول)

بغیر اذان کے جماعت سے نماز مکروہ ہوگی۔اور اذان اگر ایسی غلط ہوئی کہ شرعاً اذان نہ ٹھہری تو وہ بھی بغیر اذان ہے۔

نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہوسکتی۔اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو۔

نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان اذان سمجھی جائے۔تو حرج نہیں۔

اگر اس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں۔نفل گمان کریں گے۔تو لوٹائی جائے۔تکبیر بیٹھ کر سنے۔کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔(احکام شریعت ص 102)

فضائل روز جمعہ

۱۔ حدیث: مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ بہتر دن کہ آفتاب نے اس پر طلوع کیا۔جمعہ کا دن ہے۔اسی میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے

گئے۔اور اسی دن جنت سے اترنے کا انہیں حکم ہوا اور قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہو گی۔

۲۔ حدیث: ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وبیہقی اوس بن اوس رضی اللہ عنہم سے راوی، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔اسی میں آدم علیہ الصلوۃ والسلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں نفخہ ہے (دوسری بار صور پھونکا جانا) اور اسی میں صعقہ ہے (پہلی بار صور پھونکا جانا) اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس وقت حضور پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جائے گا؟ جب حضور انتقال فرما چکے ہوں گے۔فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ہے۔کہ فرماتے ہیں ﷺ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو درود پڑھے گا پیش کیا جائے گا۔ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔میں نے عرض کی اور موت کے بعد فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے۔اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے۔

۳۔ حدیث: طبرانی اوسط میں بسند حسن انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ جمعہ کے دن بے مغفرت کیے نہ چھوڑے گا۔

۴۔ حدیث: احمد وترمذی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مرے گا اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے بچالے گا۔

۵۔ حدیث: ترمذی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔

ان کی خدمت میں ایک یہودی حاضر تھا۔اس نے کہا۔یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری جمعہ اور عرفہ کے دن یعنی ہمیں اس دن کو عید منانے کی ضرورت نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس دن یہ آیت اتاری۔اس دن یہ دونوں عیدیں جمع تھیں کہ جمعہ کا دن تھا اور نویں ذی الحجہ۔

فضائل نماز جمعہ

حدیث: مسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے راوی۔حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنا اور چپ رہا اس کیلئے مغفرت ہو جائے گی۔ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں۔اور تین دن اور۔اور جس نے کنکری چھوئی اس نے لغو کیا۔یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لغو میں داخل ہے کہ کنکری پڑی ہوا سے ہٹا دے۔

حدیث۔ابن حبان اپنی صحیح میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ: پانچ چیزیں جو ایک دن میں کرے گا۔اللہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا۔جو مریض کو پوچھنے جائے۔اور جنازے میں حاضر ہوا اور روزہ رکھے اور جمعہ کو

جائے اور غلام آزاد کرے۔

جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں

حدیث: مسلم ابوہریرہ وابن عمر سے اور نسائی وابن ماجہ ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں گے۔ یا اللہ ان کے دلوں پر مہر کردے گا۔ پھر غافلین میں ہوجائیں گے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جو تین جمعے سستی کی وجہ سے چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کردے گا۔ اس کو ابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ ودارمی وابن خزیمہ۔ وابن حبان وحاکم وابو الجعد ضمری سے اور امام مالک نے صفوان بن سلیم سے اور امام احمد نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

حدیث: صحیح مسلم شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

میں نے قصد کیا ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے ان کے گھروں کو جلادوں۔

جمعہ کے دن نہانے اور خوشبو لگانے کا بیان

حدیث۔ صحیح بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس طہارت کی استطاعت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو ملے پھر نماز کو نکلے اور دو شخصوں میں جدائی نہ کرے یعنی

دو شخص بیٹھے ہوئے ہوں۔ انہیں ہٹا کر بیچ میں نہ بیٹھے۔ اور جو نماز اس کیلئے لکھی گئی ہے پڑھے اور امام جب خطبہ پڑھے چپ رہے اور اس کیلئے ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں مغفرت ہوجائے گی۔ اور اسی کے قریب قریب ابوسعید خدری وابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی متعدد طرق سے روایات آئیں۔

حدیث: ابن ماجہ بسند حسن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اس دن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے عید کیا تو جو جمعہ کو آئے اور نہائے اور اگر خوشبو ہو تو لگائے۔

حدیث۔ طبرانی کبیر میں بروایت ثقات ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

جمعہ کا غسل بال کی جڑوں سے خطائیں کھینچ لیتا ہے۔

جمعہ کیلئے اول جانے کا ثواب اور گردن پھلانگنے کی ممانعت

حدیث۔ بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ومالک ونسائی وابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں جائے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی۔ اور جو تیسری ساعت میں گیا۔ گویا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی نیک کام میں خرچ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا انڈا خرچ کیا۔ پھر جب امام خطبہ کو نکلا۔ ملائکہ

ذکر سننے حاضر ہو جاتے ہیں۔

حدیث: احمد وابوداؤ دونسائی عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے راوی:
ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئے۔ حضور ﷺ خطبہ فرما رہے تھے۔ فرمایا بیٹھ جا۔ تو نے ایذا پہنچائی (بہار شریعت حصہ چہارم)

آدب خطبہ

نبی پاک سید الانبیاء ﷺ کا ارشاد پاک ہے:
اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ ○
امام جب خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھ جائے تو نہ بات کرنا جائز اور نہ نماز کی اجازت۔

خطبہ کی اذان خطیب کے روبرو بیرون مسجد دی جائے۔ مسجد کے اندر مطلقا اذان مکروہ ہے۔ (عالمگیری)
پھر شامی میں ہے:
يُكْرَهُ الْاَذَانُ فِى الْمَسْجِدِ
اذان پنجگانہ ہو یا اذان خطبہ مسجد کے باہر دی جائے۔
حدیث پاک میں ہے کہ اذان خطبہ مسجد نبوی شریف کے دروازے پر ہوتی تھی۔ اس اذان کے الفاظ کا جواب بھی نہ دینا چاہیے کہ سرکار دو عالم سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے مطلقا کلام کرنے سے منع فرمایا۔
یوں ہی اذان خطبہ میں نام پاک سن کر انگوٹھوں کو نہ چوما جائے اور دعا اختتام اذان خطبہ بھی مقتدیوں کیلئے جائز نہیں اسی طرح دوران خطبہ میں نام پاک سن کر آواز سے درود شریف نہ پڑھا جائے۔ اور کلمات دعائیہ پر آمین بھی آواز سے نہ کہی جائے۔ آیت کریمہ جو وجوب درود شریف بیان فرماتی ہیں۔ اگر تلاوت کی

جائے تو بھی زور سے درود شریف نہ پڑھیں۔ بلکہ دل میں بغیر زبان کے ہلائے صیغہ درود پڑھ لیا جائے۔

خطبہ کا سننا فرض ہے باادب دوزانو بیٹھ کر سنیں۔ پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھ لیں اور دوسرے میں ہاتھ اپنے زانو پر رکھیں۔ دونوں خطبوں کے درمیان دعا ہاتھ اٹھا کر نہ کریں دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے اگر دعا کرلیں تو ہرحرج نہیں۔

جب دونوں خطبے ہو چکیں تو بیٹھ رہیں۔ اور اقامت کے دوران میں کھڑے نہ ہوں جب اقامت کہنے والا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر پہنچے تو کھڑے ہوں اقامت کے وقت کھڑا ہونا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی عالمگیری میں ہے۔
پھر بہار شریعت حصہ سوم میں ہے۔
مسجد میں جب داخل ہوں اور خطبہ ہوتا ہو یا اقامت کہی جاتی ہو تو وہیں بیٹھ جائیں اور خطبہ وہیں سے سنیں اگرچہ آگے جگہ موجود ہو کہ آداب خطبہ کے خلاف ہے۔ یوں کسی بیٹھے ہوئے آدمی کے اوپر سے پھلانگنے کی ممانعت ہے۔ جب خطبہ ختم ہو جائے۔ اور اقامت کہنے والا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر پہنچ جائے اٹھ کر صف میں شامل ہوں۔ اقامت کے بارے میں لوگ بہت سستی برتتے ہیں۔ حالانکہ سنت سید الانبیاء سنت صحابہ سنت آل پاک اور سنت آئمہ دین یہ ہے کہ اقامت میں باادب بیٹھے رہیں۔

فقہائے کرام نے ارشاد فرمایا:
ولیسن للامام والقوم القیام عند حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
امام اور قوم کیلئے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر کھڑا ہونا مسنون ہے۔ اور اذان وخطبہ کے آداب میں یہ بات بھی لائق خیال ہے کہ امام اور مقتدیوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ امام کو چاہیے کہ خطبہ سے پیشتر لوگوں کو بتادے کہ دوران خطبہ سنتیں نہ پڑھی

جائیں۔ یوں ہی امام تابع شریعت ہو۔ فاسق فاجر جس کی داڑھی حد شرعی یکمشت سے کم ہو اور وہ داڑھی کو کترا تا ہو یا داڑھی منڈا تا ہو یا عقیدہ کے اعتبار سے بد عقیدہ وہابی وغیرہ ہو تو اسے امام بنانا حرام و گناہ ہے۔ جو ایسے کو امام بنائے گا گنہگار ہوگا۔

ناواقفیت کی بنا پر اگر کسی فاسق فی العمل یا فاسق فی العقیدہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو اس کا اعادہ واجب ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ یَاحَبِیْب

صدقۂ فطر اور عید الفطر کے احکام و مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید آئی کھل گئے ابواب رحمت برملا
آرہی ہے فَادْخُلُوْهَا خَالِدِیْن کی خوش صدا
ہے دعا اپنی الٰہی عید کا یہ نیک دن
سنیوں کو ہو مبارک بہر ختم الانبیاء

حدیث:۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃِ فطر ایک صاع فرمایا۔ جو غلام و آزاد مرد و عورت چھوٹے اور بڑے مسلمانوں پر مقرر کی۔ اور یہ حکم فرمایا کہ نماز کو جانے سے پیشتر ادا کردیں۔

حدیث:۔ ترمذی شریف میں بروایتِ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کردے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔

حدیث:۔ دیلمی و خطیب ابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے۔ جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔

مسئلہ۔ صدقہ فطر واجب ہے۔ عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کردے اور نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا۔ نہ اب ادا کرنا قضا ہے۔ بلکہ اب بھی ادا ہے۔ اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کردینا ہے۔

مسئلہ۔ صدقہ فطر شخص پر واجب ہے۔ مال پر نہیں۔ لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کردیں تو ہوسکتا

ہے۔لیکن ان پر جبر نہیں۔اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا۔اگرچہ ورثاء اجازت نہ دیں۔

مسئلہ۔ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے لہذا جو شخص صبح ہونے سے پیشتر مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا۔یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا۔یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا۔تو واجب نہ ہوا۔اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا۔یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا۔یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کی نصاب حالت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔لہذا نابالغ یا مجنون اگر مالک نصاب ہیں۔تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے۔ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے۔اور اگر ولی نے ادا نہ کیا۔اور نابالغ بالغ ہو گیا۔یا مجنون کا جنون جاتا رہا۔تو اب یہ خود ادا کر دیں۔اور اگر یہ خود مالک نصاب نہ تھے۔اور ولی نے ادا نہ کیا۔تو بالغ ہونے یا ہوش آنے پر ان کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۔ صدقہ فطر واجب ہونے کیلئے روزہ رکھنا شرط نہیں۔لہذا اگر کسی نے عذر ،سفر یا مرض وغیرہ کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔یہ جو جہلاء میں مشہور ہے کہ جو روزہ رکھے وہ صدقہ فطر ادا کرے۔اور جو نہ رکھے اسے صدقہ فطر ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔محض باطل ہے۔

مسئلہ۔ باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر و یتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔

مسئلہ۔ ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ۔ اپنی عورت اور اولاد بالغ عاقل کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں۔اگرچہ اپاہج ہو اور اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔

مسئلہ۔ عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اجازت ادا کر دیا۔تو ادا ہو گیا۔بشرطیکہ اولاد اس کی عیال میں ہو۔یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو۔ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اذن ادا نہ ہوگا۔اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا۔ادا نہ ہوا۔

مسئلہ۔ ماں باپ،دادا،دادی،نابالغ بھائی،اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔

صدقہ فطر کی مقدار

صدقہ فطر کی مقدار ''گیہوں،، یا اس کا ''آٹا،، یا ''ستو،، نصف صاع اور ''کھجور،، یا ''منقی،، یا ''جو،، یا اس کا ''آٹا،، یا ''ستو،، ایک صاع۔

مسئلہ۔ گیہوں،جو،کھجوریں،منقی دیے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں۔مثلا نصف صاع عمدہ ''جو،، جن کی قیمت ایک صاع جو کے برابر ہے۔یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہے۔یا نصف صاع کھجوریں دیں۔جو ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کی ہوں۔یہ سب ناجائز ہے۔جتنا دیا اتنا ہی ادا ہوا۔باقی واجب الاداء ہے۔

مسئلہ۔ گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے۔اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دے دے۔خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا افضل ہے۔اور اگر خراب گیہوں یا جو کی قیمت دے۔تو اچھے کی قیمت سے جو کمی واقع ہو پوری کرے۔

مسئلہ۔ ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے۔مثلا

چاول، جوار، باجرایا اور کوئی غلہ یا میوہ یا مٹھائی یا کپڑا وغیرہ دینا چاہے۔ تو قیمت کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو۔ یہاںتک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا۔ اگرچہ گیہوں جو کی ہو۔

مسئلہ۔ اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن 351 روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو ساڑھے پچہتر روپیہ بھر (سوا دو سیر) (351 روپے سے مراد 351 تولے ہیں۔ 351 ÷ 80 = 4.3875 سیر ہوئے یعنی چار سیر اور پونے 39 تولے، اس کا نصف 2 سیر 18 تولے اور ساڑھے چار ماشے، اسے احتیاطاً سوا دو سیر کہہ دیا جاتا ہے، کیونکہ سوا دو سیر سے ایک تولہ ساڑھے 7 ماشے کم ہے' یہ وضاحت مصنف کی تحریر کے مطابق ہے۔

مسئلہ۔ ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے۔ اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے۔ اسی طرح ایک مسکین کو چند شخصوں کا فطرہ دینا بھی بلاخوف جائز ہے۔ اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔

صدقہ فطر کس کو دیا جائے اور کس کو نہ دیا جائے؟

صدقہ فطر کے مصارف چھ ہیں:

(۱) فقیر (۲) مسکین (۳) رقاب (۴) غارم (۵) فی سبیل اللہ (۶) ابن السبیل

مسئلہ۔ فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے۔ یا نصاب کی مقدار ہو۔ تو اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو۔ مثلاً رہنے کا مکان پہننے کے کپڑے۔ خدمت کیلئے لونڈی، غلام، علمی مشاغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں یونہی اگر مدیون ہے اور دین نکالنے کے بعد نصاب

باقی نہ رہے۔ تو فقیر ہے۔ اگرچہ اس کے پاس ایک تو کیا کئی نصاب ہوں۔

مسئلہ۔ فقیر اگر عالم ہو تو اسے دینا جاہل فقیر کو دینے سے افضل ہے۔

مسئلہ۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ کھانا کھانے کیلئے بدن چھپانے کیلئے محتاج ہے۔ سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے۔ اور وہ فقیر کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو۔ اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔

مسئلہ۔ غارم سے مراد مدیون ہے۔ یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ وہ نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔

مسئلہ۔ فی سبیل اللہ یعنی راہ خدا میں خرچ کرنا۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً کوئی شخص محتاج ہے اور حج کو جانا چاہتا ہے۔ سواری اور زادِ راہ اس کے پاس نہیں۔ تو اسے مال زکوٰۃ دے سکتے ہیں کہ یہ راہ خدا میں دینا ہے۔ لیکن اسے حج کیلئے سوال کرنا جائز نہیں۔ یا طالب علم مال زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ سوال کر کے بھی لے سکتا ہے۔ جبکہ اس نے اپنے آپ کو اس کام کیلئے فارغ کر رکھا ہو۔ اگرچہ کسب پر قادر ہو۔ یونہی ہر نیک کام میں صدقہ فطر اور مال زکوٰۃ صرف کرنا فی سبیل اللہ ہے جبکہ بطور تملیک ہو کہ بغیر تملیک زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ۔ ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا ہو زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اگرچہ اس کے گھر مال موجود ہو مگر اس قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے۔ زیادہ کی اجازت نہیں۔

مسئلہ۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرنے میں یہ ضرور ہے۔ کہ جسے دیں مالک بنا دیں اباحت کافی نہیں لہٰذا مالِ زکوٰۃ اور صدقہ فطر نذر و کفارہ مسجد میں صرف کرنا۔ یا اس سے میت کو کفن دینا۔ یا میت کا دین ادا کرنا۔ یا پل۔ سرائے۔ سقایہ۔ سڑک بنوا دینا۔ نہر یا

کنواں کھدوا دینا یا کتاب وغیرہ خرید کر وقف کر دینا کافی ہے۔

مسئلہ۔ اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے اور اپنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہم کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اسی طرح زکوۃ، نذر اور کفارہ بھی نہیں دے سکتے۔ رہا صدقہ نافلہ وہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ۔ بہو، داماد، سوتیلی ماں یا سوتیلے باپ یا زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر صاحب نصاب پر اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے دو سیر چار چھٹانک گندم واجب ہے۔ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے۔ (۲) نابالغ اور مجنون مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سرپرست ان کے مال سے ادا کرے (۳) صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو خلل واقع ہو اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ (۴) عورت مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

عید سے متعلق ہدایات

نماز عیدین: ہر عاقل بالغ مسلمان آزاد مرد تندرست مقیم پر 6 چھ تکبیروں کے ساتھ واجب ہے۔

نماز عیدین کیلئے اذان کی ضرورت نہیں۔

جن شرطوں کی موجودگی میں نماز جمعہ فرض ہو جاتی ہے۔ انہیں کے ہوتے عیدین کی نماز واجب ہوتی ہے۔

جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے فرض ہے۔ اور عیدین کا خطبہ بعد نماز کے سنت۔

عید کے دن صبح اٹھ کر اول غسل کرے۔ مسواک کرے۔ عمدہ کپڑے نئے

خواہ دھلے ہوئے پہنے۔ خوشبو لگائے۔ اور کوئی میٹھی چیز کھائے۔ کھجور افضل ہے۔

صدقہ فطر ادا کرنے کے بعد نماز کیلئے جائے۔ اور راستہ میں آہستہ آہستہ کہتا جائے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ○

ایک راستے سے آئے دوسرے راستے سے واپس جائے یہ سب مستحب ہے۔

نیتِ نمازِ عید

نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی ساتھ چھ (6) تکبیروں واجب کے پیچھے اس امام صاحب کے منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر اس کے بعد زیر ناف ہاتھ باندھے اور یہ قاعدہ یاد رکھو۔ کہ جس تکبیر کے بعد کچھ پڑھا جائے۔ دونوں ہاتھ باندھ لئے جائیں اور جس تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے اس تبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیے جائیں۔ لہٰذا چاہئے کہ اول نیت کرکے تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر سب ہاتھ باندھ لیں۔ اور فقط سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ امام کے ساتھ بغیر اعوذ اور بسم اللہ کے پڑھ کر امام کے ساتھ دو (2) تکبیروں میں رفع یدین کرکے ہاتھ چھوڑے رکھیں۔ اور پھر امام کے ساتھ تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر چپ کھڑے رہیں۔ اور امام الحمد اور سورت پڑھے پھر دوسری رکعت میں جب امام قراءت سے فارغ ہو کر تکبیر کہے تو تینوں تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک لے جا کر چھوڑے رکھے اور ہاتھ چھوڑے ہوئے چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔ اور باقاعدہ نماز ختم کریں۔ بعد اختتام نماز سکون واطمینان کے ساتھ خطبہ سنیں۔ جب خطبہ ختم ہو جائے تو نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ خلوص قلب سے بارگاہ الٰہی میں دعا کریں۔ کہ الٰہی

اپنے حبیب لبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں مسلمانوں پر رحم فرما۔ اور ابن سعود نا مسعود کو سرزمین حجاز سے خائب وخاسر خارج فرما۔ اور کسی خالص سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو حرمین شریفین کی خدمات تفویض کر دے۔ تمام گمراہ فرقوں کو ہدایت دے۔ یا نیست ونابود کر دے۔ اور اہلسنت وجماعت کو توفیق دے کہ وہ صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ اور کسی گمراہ فرقہ کے دامِ تزویر میں نہ آئیں۔

شش عید کے روزوں کے فضائل

نسائی اور ابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے عید کے بعد چھ روزے رکھے۔ گویا کہ اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔ کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی۔ تو ماہِ رمضان کا روزہ دس مہینہ کے برابر اور ان چھ دنوں کے بدلے دو مہینے۔ تو سال کے روزے برابر ہو گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ یَا حَبِیْبَ

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی محبوب قربانی کی سالانہ یادگار عید قربان

مسلماں اس لئے اس عید کی تعظیم کرتے ہیں
کہ قرباں اپنے لخت دل کو ابراہیم کرتے ہیں

جب حضرت حق جل جلالہ نے امتحاناً اپنے خلیل کو حکم فرمایا کہ سب سے محبوب ترشے ہمارے راہ میں نثار کرو۔ تو آپ اس لاڈلے اور اکلوتے بیٹے کو قربانی کے لئے تجویز کرتے ہیں جس کی عمر ابھی اٹھارہ سال کی اور اپنی ۵۵ سالہ عمر میں سوائے اس بہار جانفزا اور گل یکتا کے جس کے کھلنے کا آغاز ہے کوئے بہار نہ دیکھی تھی اور آنکھیں منتظر تھیں کہ اس کبر سنی اور ضعیفی میں کوئی ہمدردی کرنے والا پیدا ہو۔ لیکن حکم الٰہی ان سب سے بالاتر تھا فوراً بی بی صاحبہ کو امر فرماتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل کو غسل دے کر سرمہ وغیرہ لگا کر اور سجا بنا کر ہمارے ہمراہ روانہ کرو بی بی صاحبہ بعجلت اپنے نونہال کو دولہا بنا کر حضرت خلیل کے ساتھ کرتی ہیں اور حضرت چھری وغیرہ تمام سامان سے تیار ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہوتے ہیں اثناء راہ میں شیطان لعین جو اپنی کمیٹی میں قربانی بند کرنے کا ریزولیشن پاس کر کے آتا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام سے کہتا ہے کہ تمہارے باپ تم کو ذبح کرنے لے جاتے ہیں لیکن اس لخت جگر نور بصر

سعادت مند پسر کو کوئی چیز راہ حق سے متزلزل نہ کر سکی۔ بلکہ یہ خبر سننے کے بعد تو ہر ایک قدم نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ آگے بڑھتا گیا تا آنکہ عین موقع پر پہنچ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری تیز کر کے اس نور نظر کو زمین پر لٹا کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر نازنین گلی پر چھری پھیری لیکن اس نے اپنا کام نہ کیا دو مرتبہ ایسا ہی ہوا تیسری مرتبہ جب قصد کیا تو فوراً جبرائیل علیہ الصلاۃ والسلام بحکم رب جلیل ایک دنبہ جنت سے لائے اور بجائے حضرت اسمٰعیل کے اس دنبہ کو چھری کے نیچے رکھ دیا اب جو چھری پھیرتے ہیں تو وہ اپنا کام کرتی ہے آنکھوں سے پٹی کھولی تو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو الگ کھڑا دیکھا منظور الٰہی تو یہ تھا کہ حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ایک ایسی انقلاب کرنے والی ہستی اور دنیا کو رذائل سے پاک کرنے والی ذات کا ظہور ہو جس کے غلاموں میں قیامت تک اس قربانی کا سلسلہ جاری رہے۔

احکام قربانی

قربانی واجب ہے تمام کتب فقہ میں اس کے وجوب کی تصریح ہے، ہدایہ وغیرہ میں ہے۔

اَلْاُضْحِيَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى مَالِكِ مِقْدَارِ النِّصَابِ

قربانی عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت مقیم مالک نصاب پر واجب ہے۔

یہ کسی مصلحت وغیرہ کی وجہ سے بند نہیں ہو سکتی جس کے پاس ساڑھے باون (۵۲.۱/۲) تولہ چاندی یا سوا سات (۷.۱/۴) تولہ سونا ہو خواہ اس پر سال گزرے یا نہ گزرے صرف اپنی طرف سے قربانی واجب ہے۔

شہر والوں کے لئے قربانی کا وقت نماز عید اضحیٰ کے بعد ہے قبل نماز جائز نہیں ونی کے لئے دسویں کی صبح صادق ہے، اخیر وقت سب کے لئے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے تین روز میں پہلا دن سب سے افضل ہے پھر دوسرا پھر تیسرا۔

قربانی کا جانور

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، دنبہ ہے

ان کے سوا کسی دوسرے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

نر و مادہ کا ایک حکم ہے۔

لیکن خصی کی قربانی افضل ہے۔

جانور تندرست سالم الاعضاء ہونا ضروری ہے۔

مریض، بہت دبلا کہ مذبح تک نہ پہنچ سکے، یا لنگڑا، اندھا، کانا، ناک تھن کوئی عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو۔

جس کے کان یا دانت سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئے ہوں۔

یا بکری کا ایک گائے بھینس کے دو تھن نہ ہوں

یا علاج سے خشک کردیئے ہوں کہ دودھ نہ اتر سکے۔

قربانی درست نہیں۔

اونٹ گائے بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ سب کی نیت کی قربانی کی ہو۔

اور ایک حصہ سے کم کا کوئی شریک نہ ہو۔

پانچ برس کامل کا اونٹ۔

دوسال کی گائے، بھینس۔

ایک سال کامل کی بکری بھیڑ۔

دور سے دیکھنے میں سال بھر والوں میں مل جانے والا شش ماہہ دنبہ قربانی کے
کام آسکے کہ اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں۔

قربانی کے جانور کے پیٹ سے اگر زندہ بچہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کرنا چاہئے

قربانی کے جانور کو اس شرط سے خریدنا کہ گوشت قربانی والے کا اور کھال
قصاب کی حرام ہے۔

قربانی کے گوشت میں یا کھال میں یا سری یا کلیجی میں قصاب یا سقہ یا حجام یا
دائی وغیرہ کسی کا حق نہیں ہے۔

اپنی خوشی سے جس کو چاہے دے۔ قربانی کے جانور کی اون یا دودھ سے نفع
اٹھانا مکروہ ہے،

یہ سب صدقہ کرنا چاہئے جو شخص قربانی کرے وہ چاند ہونے کے بعد سے
قربانی کے وقت تک نہ حجامت بنوائے اور نہ ناخن تراشے۔

ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح کرنا

پاؤں باندھ کر گھسیٹنا۔

کند چھری سے ذبح کرنا۔

ٹھنڈے ہونے سے پیشتر کھال اتارنا۔

سر جدا کرنا مکروہ ہے۔

گوشت کے تین حصے برابر کیے جائیں۔

دو حصے اپنے لئے اور اپنے اعزاء کے لئے

اور ایک حصہ کامل فقراء پر تقسیم کر دینا مستحب ہے۔

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو نہ دیا جائے۔

کھال کی قیمت اپنے مصرف میں لانا۔

یا قصاب کی اجرت میں دینا حرام ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے:

جو ایسا کرے اس کی قربانی بارگاہِ قبول سے محروم ہے۔

قربانی کے وقت

جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رو لٹائیں!

اور داہنا پاؤں اس کے شانہ پر رکھیں

اور اَللّٰھُمَّ لَکَ وَ مِنْکَ، بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ...... کہہ کر تیز چھری سے ذبح
کریں۔

جانور پکڑنے والا بھی تکبیر کہتا جائے۔

ذبح اگر اپنی طرف سے ہو تو کہے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ
رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور اگر دوسرے کی جانب سے ہو تو بجائے مِنِّیْ مِنْ کہہ کر اس کے بعد اس

شخص کا نام لے۔

اور اگر اس آیہ شریفہ کی تلاوت کریں تو افضل ہے یا کم از کم معنی کو ذہن میں حاضر رکھیں۔

﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

بے شک میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

ذبح میں

زخرا، مری یعنی کھانے پینے اور سانس لینے کی دونوں نالیاں اور دو جاں یعنی شہ رگیں جوان دونوں نلیوں کے دائیں بائیں دوران خون کی رگیں ہیں کاٹنی چاہئیں۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک تین رگوں کا کٹ جانا کافی ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاروں کا قطع لازمی ہے اس کے خلاف صورت میں ذبیحہ حلال نہیں۔

تکبیر تشریق

نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک

جماعت مستحبہ کے بعد

ہر مکلف مرد پر ایک مرتبہ یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

نماز عید کا وقت

آفتاب کے بقدر نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے۔

ترکیب نماز عید اضحیٰ

نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز واجب عید اضحیٰ کی مع چھ تکبیروں واجب کے اللہ جل جلالہ کے واسطے کعبہ رو ہو کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔

اور پورا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کر امام کے ساتھ ہاتھ اٹھائیں!

اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں!

اسی طرح تین تکبیریں کہیں! پھر ہاتھ باندھ لیں!

امام قرائت شروع کرے مقتدی چپکے سنیں!

دوسری رکعت میں قرائت کے بعد اسی طرح تین تکبیریں کہیں!

اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں!

چوتھی مرتبہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور ہاتھ نہ اٹھائیں!

باقی نماز حسب معمول ہے۔

جس مسجد میں ہوتی ہو وہاں پہلے سے پہنچ کر اول صف میں بیٹھنا چاہئے۔

صف پوری کرنے اور سیدھی کرنے کی بہت تاکید ہے۔

متفرق طور پر یا درمیان صف کے ہرگز نہ بیٹھنا چاہئے۔

نماز عید سے پہلے نفل وغیرہ نہ پڑھیں!

تسبیح الٰہی اور درود شریف میں مشغول رہے مسجد میں لغو اور بے ہودہ باتیں نہ
کرے کہ سخت ممنوع ہیں۔

نماز سے قبل اذان اور اقامت بھی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص اس وقت نماز میں شریک ہو جب امام نے قرائت شروع کر دی
ہو تو اس کو چاہئے کہ تکبیرات ادا کرے۔

اور اگر کوئی شخص رکوع میں ملے اور وقت ملنے کے امید ہو کہ رکوع میں مل
جائے گا تو تکبیرات ادا کرے ورنہ رکوع میں شریک ہو جائے!

اور بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیرات کہہ لے!

اگر اس نے تکبیرات نہیں کہیں اور امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا تو بقیہ
تکبیرات چھوڑ دے۔

جو شخص دوسری رکعت میں شریک ہو تو وہ ایک رکعت امام کے ساتھ اور بعد
سلام کے اپنی فوت شدہ رکعت کو باقاعدہ ادا کرے۔

عید گاہ کو جاتے وقت اور عید گاہ سے لوٹتے وقت راستہ میں بہ آواز بلند تکبیر
کہنا چاہئے۔

اور ایک راستہ سے جائے اور دوسرے سے واپس آئے۔

خطبہ

نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے!

لوگ خاموشی کے ساتھ سنیں دونوں خطبوں کا سننا واجب ہے۔

دعا

خطبہ کے بعد سب مل کر دعا مانگیں کہ ذکر و عبادت کے بعد دعا قبول ہوتی ہے
آج جیران رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وساکنان بیت اللہ الحرام گوناگوں
مصائب وآلام میں گرفتار ہیں۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے لئے بہ تضرع وزاری دعا کریں کہ
مولا تعالی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں حرمین طیبین کو ابن
سعود کے ناپاک وجود سے پاک فرمائے!

اور کسی خالص اہل سنت وجماعت کو حرمین کی خدمت تفویض فرمائے! آمین

کھال قربانی کا مصرف

آج کل کھال قربانی کا بہترین مصرف علم دین پڑھنے والے طلباء ہیں۔
جو علم دین حاصل کرنے کی غرض سے گھربار چھوڑ کر
وطن سے بے وطن اور والدین وعزیز و اقارب سے جدا ہو کر
ہر قسم کی مصائب اور تکالیف برداشت کر کے علم دین پڑھتے ہیں۔
اور پڑھ کر قوم کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور دین سکھاتے ہیں، علم
دین دوسروں کو پڑھاتے ہیں۔

خدا کے فضل وکرم سے برادران احناف کی دینی خدمات کے لئے مدارس
منتظر ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَاحَبِیْبَ

انتباہ المنکرین
من
تصرف سید المرسلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) زید حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے جسمِ اطہر کو جسم کثیف کہتا ہے۔ اور بکر جسم لطیف۔

(۲) زید حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو حاضروناظر سمجھنے والے کو مشرک وکافر قرار دیتا ہے اور بکر مسلمان سمجھتا ہے۔

(۳) زید انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء کرام سے امداد طلب کرنا کفروشرک قرار دیتا ہے اور بکر جائز سمجھتا ہے۔

زید اور بکر اپنے آپ کو حنفی المذہب قرار دیتے ہیں، لہٰذا علماء کرام اس مسئلہ میں روشنی ڈالیں کہ ان ہردوفریق میں سے سچائی پر کون ہے اور جو شخص جھوٹا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ قرآن اور احادیث نبوی سے جواب عنائت فرمائیں!

الجواب

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ۔

بیشک بکر کا دعوی صحیح ہے اور زید کا خیال خام اور وہم ومالیخولیا کا زکام ہے۔ مسئلہ واضح ولائحہ ہے۔

اس لئے کہ اس مہر سپہر اصطفاء ومنیر اجتباء صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جسد اطہر والطف کا سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث واقوال علماء سے ثابت ہے۔

حکیم ترمذی نے ذکوان سے تحریر کیا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِی الشَّمْسِ وَلَا فِی الْقَمَرِ۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ ابن جوزی محدث رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی ہیں:

قَالَ: لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ الشَّمْسِ اِلْاَغْلَبَ ضَوْءُہٗ عَلٰی ضَوْئِھَا وَلَا مَعَ السِّرَاجِ اِلْاَغْلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَہٗ۔

رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور آپ کبھی آفتاب کے سایہ میں کھڑے نہ ہوئے مگر آپ کا نور عالم افروز ضوء خورشید پر غالب آگیا اور کبھی چراغ کی روشنی میں رونق افروز نہ ہوئے مگر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے تابش نور نے اس کی چمک کو مغلوب کر دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی علیہ خصائص کبری میں اس معنی کے لئے باب وضع فرما کر اس میں حدیث مذکور کو نقل فرما کر فرماتے ہیں:

قَالَ: اِبْنِ سبع مِنْ خَصَائِصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّ ظِلَّہٗ کَانَ لَا یَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا فَکَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یُنْظَرُ لَہٗ ظِلٌّ۔

ابن سبع نے کہا:

حضور کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نور محض تھے تو جب دھوپ یا چاندنی میں آپ چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔

مولانا معنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں، دفتر پنجم میں ہے:

چوں خفاش از فقر پیرایہ ءشود او محمد وار بے سایہ شود

مولانا بحر العلوم شرح میں فرماتے ہیں:

(در مصرع ثانی) اشارہ بمعجزہ آں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ، آں سرور را سایہ نمی افتاد واللہ الہادی مختصراً اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اگر واضح دلائل درکار ہوں تو اس بحث میں مکمل بسیط رسالہ مدون ہو سکتا ہے۔

جواب۲) مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز اپنی تقریر میں تحت آیت وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کے تحریر فرماتے ہیں:

وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بر نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا، اخلاص ونفاق شمارا۔

لہٰذا شہادت در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل است، و آنچہ او از فضائل ومناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ واز واج واہل بیت یا غائباں از خود مثل اویس وصلہ ومہدی ومقتول دجال یا معائب ومثالب حاضران وغائبان میفرمائد اعتقاد براں واجب است۔

شیخ محقق علامہ مدقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا نفحہ اولی بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او از اول تا آخر معلوم گردید و یاران خود را نیز بعضے از اں احوال خبردار۔

یعنی آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ سے نفحہ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب حضور پر روشن وظاہر ہے۔

یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو معلوم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بھی اس میں سے خبر دی۔

مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر مروی ہے۔

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَفَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا.

یعنی حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:

اللہ جل جلالہ وتبارک وتعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اور تا قیامت جو اس میں ہوگا سب اس طرح دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا، جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

مشکوۃ شریف میں اسی معنی کی حدیث ہے از باب فضائل سید المرسلین میں)

ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا...... الخ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے سمیٹی میری لئے زمین، پس میں نے مشرق اور مغرب تک سب کچھ دیکھا ہے۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ زید بکر کو بلا وجہ مشرک وکافر کہہ کر خود کس لئے کافر بنتا

چاہتا ہے؟

صحیح مسلم شریف میں ہے:

مَنْ قَالَ لِاَخِیْهِ الْمُسْلِمِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا اِنْ کَانَ کَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَیْهِ.

جس نے اپنے بھائی مسلم کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ٹھہرے گا جس کو کافر کہا گیا اگر وہ فی الواقع کافر ہے ورنہ وہ کفر کہنے والے پر لوٹتا ہے۔

جواب نمبر ۳) اس کا جواب ہم نے، احادیث شریف واقوال فقہاء سے اپنے رسالہ النداء لغیر اللہ میں مفصل لکھ دیا ہے اس سے ملاحظہ کریں۔

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رضوی چشتی الوری

خطیب مسجد وزیر خاں لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۳۲ء

تائیدات

۱) حضور پرنور سیدنا ومولانا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جسدِ اطہر ومنور کو کثیف جاننے والا اور آپ کے علم شریف میں نقص ثابت کرنے والا حالانکہ آپ کی دعاء۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات عطاء فرمائے جس کی حد خداوند کریم کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا۔

عَلِمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ تمام کائنات کے ذرہ ذرہ تمام حالات ابتدائی وانتہائی ہر آن میں حضور مالک یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر شریف

ہیں یہی معنی ہیں حاضر وناظر کے اس کے متعلق علماء کرام ایدھم اللہ تعالی فی الدنیا ویوم القیام نے ہزاروں ہزار بے شمار رسائل تحریر فرمائے اور شائع کئے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے حاضر وناظر جاننے والے کو کافر ومشرک جاننے والا اور حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ السلام اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے استمداد اور استعانت چاہنے والے کو مشرک وکافر جاننے والا حقیقۃً وہ آپ کافر اور مشرک ہے جو ہمارے مولانا سید وحافظ وقاری حکیم وخطیب مسجد وزیر خاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے جواب تحریر فرمایا ہے وہ حق ہے، والحق احق ام یتبع خداوند کریم زید مذکور کو راہ راست کی ہدایت عطاء فرمائے! آمین ثم آمین ہذا ما عندی واللہ اعلم۔

العبد المفتقر طالب العفو والکرم المسمیٰ محمد اکرم کان اللہ لہ ولوالدیہ وللمومنین

امام مسجد حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ علیہ لاہور ۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

۲) عقیدہ بکر مطابق مذہب مہذب اہل سنت والجماعت حق ہے والحق احق بالاتباع کما کتب مجیب اللبیب زید کے پیچھے نماز اہل سنت والجماعت کی درست نہیں، دیکھو فتح المبین وجامع الشواہد فی اخراج الوھابین عن المساجد جس میں ۴۲۶ علمائے کرام شرق وغرب شمال وجنوب کے مواہیر موجود ہیں۔

نیز حمایۃ المقلدین وسیف المقلدین میں تفصیل موجود ہے۔

مَنْ شَاءَ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْهَا وَاَنَا الْعَبْدُ الْمُفْتَقِرُ

ابوالرشید محمد عبدالعزیز عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد مزنگ لاہور ۱۳ ربیع الاول ۵۱ھ

۳) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو خداوند کریم نے سراجاً منیراً فرمایا ہے آپ کی نورانیت کواکب مضیئہ سے فوق الفوق ہے، آپ محض نور تمام عالم پر محیط ہیں

ھٰذَا نُبَذٌ مِمَّا اَدْرِیْهِ وَاَعْتَقِدُهٗ وَمَا خَالَفَهٗ اِلَّا مَنْ هُوَ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔

مفتی عبدالقادر

مدرس مدرسہ غوثیہ عالیہ مسجد سادھواں لاہور۔

۴) ذالک کذالک

بے شک بکر کا دعوی درست ہے اور عقیدہ میں قرآن واحادیث کے مطابق ہے اور زید کا خیال خام اور فاسد اور باطل ہے اللہ تعالی اس کو راہ راست کی ہدایت فرمائے آمین! بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

فقیر خادم العلماء والاولیاء

غلام مصطفی عفا اللہ عنہ

امام مسجد وخطیب مسجد بیگم شاہی لاہور پنجاب

۵) صاحب سیرۃ شامیہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم یعنی حقیقت محمدیہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے یوسف نبہانی اپنی کتاب حجۃ اللہ العلی العالمین فی المعجزات سید المرسلین میں لکھتے ہیں: میں نے اس کا خلاصہ کر دیا۔ مصر میں طبع ہو گیا ہے آیت کریمہ لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔

جب آپ نور ہیں تو حضوری میں کیا شک رہا۔

حقیقت محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وبارک وسلم ہر ایک مومن کے دل میں حاضر ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان احب الی المومن من نفسہ النبی بین جنبیہ واولی منھا واقرب وکانت الحقیقۃ الذھنیۃ ومثالہ العلی موجودا فی قلب بحیث لایغیب عنہ الاشخصہ ومن کان بھذہ الحال فھو الحاضر حقا. صفحہ ۱۹۱ جلد ۲۔

بدائع الفوائد لابن قیم حنبلی:

اقول: النبی اولی بالمومنین من انفسھم اولی بمعنی اقرب

اہل مقال جن کی نظر ظواہر عبارات تک محدود ہے مذکورہ بالا عقائد کو نہ صرف غیر مثبت خیال کرتے ہیں بلکہ ان کے معتقد کو اہل ضلال میں شمار کرتے ہیں اور روایات مندرجہ جواب پر اصول حدیث کے رو سے تنقیدا نظر ڈالتے ہیں مگر اہل مقام بحکم فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ. علم کے لئے کوئی حد معین نہیں کرتے۔

جب عارف کامل کے لئے کوئی حد معین نہیں کر سکتے تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مقام بدرجہ اولی تعین حد سے برتر ہے خصوصا جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے علم کی حد طوق بشری سے خارج ہے گو بہ نسبت ذات باری وہ محدود ہو مگر بہ اضافت دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس کی حد معین نہیں ہو سکتی دلائل کا میدان بہت وسیع ہے مگر افسوس کہ یہ موقع اس سے زیادہ کا متحمل نہیں برخلاف اس کے منکر کو بھی ہر ایک مقام پر انکار کا حق حاصل ہے کیوں کہ وہ اپنے مبلغ علم سے باہر نہیں جا سکتا لہذا وہ معذور ہے اور بجز قائل کو گمراہ کہنے کے کوئی چارہ نہیں دیکھتا۔ فقط

خاکسار

اصغر علی روحی کان اللہ لہ (۱۲/۸/۳۲)

۶) حضرت مولانا مخدومی معوان حسین صاحب رامپوری دام ظلکم

خطیب مسجد شاہی لاہور

محمد معوان حسین احمدی المجددی خطیب مسجد شاہی لاہور رامپوری

انتباہ المنکرین

من تصرف سید المرسلین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداو مصلیا

منکرین کا اعتراض کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو غائب ہیں ان کو حاضر و ناظر اعتقاد کرنا شرک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے:

بیشک عالم الغیب بالذات حاضر وناظر خدا تعالیٰ ہی ہے، زمین وآسمان میں اس کے بغیر اور کوئی نہیں جو بغیر اللہ تعالیٰ کے یہ خطاب غیر کو بالذات خدا تعالیٰ کی طرح خود بخود بلا ذریعہ واعطاء ایسا سمجھے کہ خدا تعالیٰ کی طرح وہ بھی..........

..........الہام وکشف کردینے کی قدرت رکھتا ہے اور عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر مکان اور ہر زمان اور ہر آن میں تمام جگہوں میں مثل خدا تعالیٰ عزاسمہ اگر اپنے فضل وکرم سے کسی اپنے برگزیدہ محبوب کو کچھ عطاء فرمائے تو وہ شرک اور وہ خدا تعالیٰ سے مقابلہ ہے حالانکہ محدثین جیسے قسطلانی وزرقانی آپ کے خصائص میں لکھتے ہیں:

ومنها ان المصلی یخاطبه بقوله: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَالصَّلٰوۃُ صَحِیْحَۃٌ وَّلَا یُخَاطِبُ غَیْرَہٗ.

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ نمازی بھی خطاب حاضر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو سلام عرض کرتا ہے کہ سلام ہو اور پر تیرے اے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم اور اس کی رحمتیں اور برکات اور اس خطاب کرنے سے نماز صحیح ہے اور اگر دوسرے کو اس طرح نماز میں خطاب کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اگر منکرین کہیں کہ یہ ہم نقل کرتے ہیں قصہ معراج کی کہ اس میں مراد خطاب آپ کو نہیں تو اس کا یہ کہنا یخاطبہ سے رد ہو گیا علاوہ ازیں شامی نے قول منکرین کو رد کر دیا ہے کہ

لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج.

یعنی نمازی اخبار اور حکایت معراج کا قصد نہ کرے۔

اور درمختار میں فرمایا:

سیقصد بالفاظ التشهد الانشاء کانه یسلم علی نبیه.

یعنی الفاظ تشہد میں نمازی ارادہ یہ کرے کہ میں اب حضور پر سلام کر رہا ہوں کیوں کہ اپنی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو سلام کرنا مقصود تھا لقولہ تعالیٰ:

وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

پس اگر اس نے قصہ معراج کی حکایت کی اور خود سلام ادا نہ کیا تو تعمیل امر الٰہی سے محروم اور بے نصیب رہا۔

اور حدیث تشہد کی شرح میں بھی محقق عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

دعاء خیر وسلامت بر تو اے پیغمبر الی قولہ آنحضرت نصب العین مومنان است وجمیع احوال واوقات خصوصا در حالت عبادت ونیز آنکہ وجود او را انوار وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است۔

دیکھو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نظر سے غائب ہیں مگر خطاب حاضر کا ہو رہا ہے اور بخاری شریف جلد اول کتاب الجنائز باب ما جا فی عذاب القبر فرماتے ہیں:

ہر ایک کی قبر اگرچہ لاکھوں لوگ ایک ہی ساعت میں مریں منکر نکیرین ہر ایک موتی سے سوال کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فیقولانِ ما تقول فی ھذا الرجل یعنی اس مرد کے حق میں تو کیا کہتا ہے اور رجل کامل مرد بمعہ جسم و روح کو کہا جاتا ہے، نہ فقط روح کو کیوں کہ دیکھنے والا کامل شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھتا ہے تو ایک ہی آن میں کئی لاکھ مردے ہوتے ہیں ساری خدائی میں اور آپ ہر جگہ ہر قبر میں دکھلائی دیتے ہیں بخاری پر عمل کریں اور انکار سے باز آئیں اور اس خطاب کا جواز عموما ہے، منکرین کو لازم ہے کہ اس کے عدم جواب میں کوئی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت کریں، مگر من گھڑت باتیں نہ ہوں جب کہ نماز میں کسی کو شریک کرنے میں حکم نہیں تاہم اسی نماز میں خطاب آپ کا شریک کیا گیا ہے جب نماز میں آپ شریک ہیں تو باہر نماز کے اس خطاب کے شرک ہونے کی کون سی دلیل ہے آپ پر جو نازل ہوئی ہے یہ آیت ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔

آؤ اور سنئے کتاب الشفاء فی حقوق المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم، جلد دوم صفحہ ۵۷ میں فرماتے ہیں۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ قَالَ اِنْ لَمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس کی شرح، جلد دوسری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۶۴ میں فرماتے ہیں:

ای لان روحہ علیہ السلام حاضرة فی بیوت اھل الاسلام

یعنی اگر کوئی گھر میں نہ ہو تو کہے سلام ہو آپ پر اے نبی اور رحمت خدا کی اور اس کے برکات اس لئے کہ آپ کا روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے یہ دلیل ہے باہر نماز آپ پر سلام کی بخطاب حاضر۔

اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی عوارف المعارف کے ترجمہ مسمی بہ مصباح الہدایت مطبوعہ نور لکشور کے صفحہ ۴۵ چھٹے باب کی فصل تیسری میں ہے:

چنانکہ حق تعالی را پیوستہ بر جمیع احوال ظاہرا و باطنا واقف ومطلع بیند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم را نیز بر ظاہر و باطن خود حاضر ومطلع داند۔

یعنی صاحب طریقہ سہروردیہ فرما رہے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو بھی حاضر ومطلع اپنے تمام احوال ظاہری وباطنی پر جانیں!

اب وہابی فتوی ان کے حق میں کیا فرماتا ہے، اور حضرت ملک الموت علیہ الصلاۃ والسلام کے نزدیک تمام زمین مثل طشت کے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مثل کف دست کے اور جیسے حضرت ملک الموت تمام مخلوقات کی ارواح قبض کرتے ہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ہر ایک قبر میں حاضر کئے جاتے ہیں۔

اور فاضل نبہانی قدس سرہ العزیز انوار محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم خلاصہ مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸۱ فرماتے ہیں:

اذلا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم نیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذالک عندہ جلی لاخفاء بہ

مواہب لدنیہ جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸۷ میں عبارت مذکورہ نقل کر کے

فرماتے ہیں:

فان قلت: هذه الصفات مختص بالله تعالى.

فالجواب: ان من انتقل الى عالم البرزخ من المومنين بعلم احوال الاحياء غالبا وقد وقع كثير من ذالک كماهو مسطور في مظنة ذالک من الكتب وقد روى ابن المبارک عن سعيد ابن المسيب:

ليس من يوم الاوتعرض على النبي صلى الله عليه وآله واصحابه وبارک وسلم اعمال امته غدوة وعشيافيعرفهم بسيماهم واعمالهم فلذالک يشهدعليهم.

زرقانی شرح مواہب کی آٹھویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۰۵ میں فرماتے ہیں:

والامر الى الله تعالى لهم كما في الحديث تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ كُلُّ يَوْمِ الْخَمِيْسِ وَالاثْنَيْنِ عَلَى اللهِ تَعَالٰى وَتُعْرَضُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيَعْرِفُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَيَاضًا وَاِشْرَاقًافَاتَّقُوا اللهَ وَلَاتُؤْذُوْا مَوْتَاكُمْ.

رواہ الترمذی الحکیم، امام ابن حجر کی ہیثمی قدس سرہ العزیز فتوی حدیثیہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۱۳ میں فرماتے ہیں:

اور شیخ اکبر محی الدین قدس سرہ العزیز نے نقل کیا فرماتے ہیں:

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم بمعہ روح وجسم بعد انتقال کے دکھائی دیتے ہیں یا نہیں؟

فرمایا: دکھائی دیتے ہیں اور عالم علوی وسفلی میں نصرت فرماتے ہیں اور ایک آن میں اکثر لوگوں کا دیکھ لینا ممکن ہے کیوں کہ آپ مثل آفتاب کے ہیں ہر جگہ ظہور

فرماتے ہیں۔

اور صفحہ ۱۱ میں ہے اور انہیں سے سوال کیا گیا کہ کیا بیداری میں حضور سے اجتماع ممکن ہے؟

تو فرمایا ہاں آپ سے ملاقات ہوتی ہے بیداری میں۔

اس کی تصریح کی ہے غزالی اور بارزی وتاج اور سبکی وامام یافعی شافعیہ میں سے اور قرطبی اور ابن ابی جمرہ نے مالکیوں سے انہوں نے ایک ولی کی حکایت کی ہے کہ وہ ایک فقیہ کی مجلس میں گئے تو اس فقیہ نے ایک حدیث بیان کی۔

تو ولی نے فرمایا:

یہ حدیث باطل ہے۔

فقیہ نے کہا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟

فرمایا: تیرے سر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ فرمارہے ہیں:

میں نے یہ حدیث نہیں کہی اور خود اس فقیہ پر کشف ہوگیا اور آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو دیکھا۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی حیات اور وفات ایک جیسی ہے اور اس میں فرق نہیں۔

اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے احوال ان کی نیتیں اور ان قصدوں کے خیال وخطرات یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن ہیں کچھ مخفی نہیں، اگر تو کہے کہ یہ صفات خدا تعالیٰ عزاسمہ سے مخصوص ہیں تو جواب یہ ہے۔

کہ جو شخص اس جہان سے عالم برزخ کی طرف انتقال کرتا ہے، تو وہ زندوں کے احوال اکثر جانتا ہے۔

تعلیم الٰہی حضرت عبداللہ ابن مبارک نے روایت کی سعید ابن مسیّب سے:

کوئی رات دن نہیں گذرتا مگر پیش کی جاتی ہے اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امت آپ کی صبح اور شام تو آپ ان کے چہروں سے ان کو اور ان کے اعمال پہچان جاتے ہیں۔

اور زرقانی نے روایت کی:

ہر ایک پنجشنبہ اور دوشنبہ کے دن اللہ جل جلالہ پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں نیز پیش کیے جاتے ہیں انبیاء پر ان کے چہروں میں سفیدی اور بشاشت بڑھتی ہے پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اپنے فوتوں کو ایذا اور تکلیف نہ دو! روایت کیا اس حدیث کو حکیم ترمذی نے اور قولہ تعالیٰ:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یعنی باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر تبیت ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ کدام است پس او می شناسد گناہان شمار را و درجات ایمان شمارا اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا و لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است و آنچہ فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس و مہدی و مقتول دجال یا را معائب و مثالب حاضران و غائبان می فرماید اعتقاد براں واجب است و ازیں است کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتان خود مطلع سازند کہ فلانے امروز چنیں می کند و فلانے چنیں تا روز قیامت ادائے شہادت تواں کرد۔

پس علماء اہل بیت قطع نظر از اعمال جوارح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ

وبارک وسلم کا مطلع وخبردار ہونا اوپر افعال قلوب یعنی دلوں کے اعمال پر آیت وحدیث سے ثابت کرتے ہیں، اور اعتقاد آپ کے ان تمام معلومات پر واجب ہے۔

پس حضور کا حاضر ہونا اور نیات قلبی واخلاص ونفاق ہر ایک امتی کا جان لینا خدا تعالیٰ کے مطلع کرنے سے ہے نہ خود بخود اپنی ذات سے۔

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا جان لینا بذریعہ خدا تعالیٰ ہے نہ بغیر اس کے ذریعہ کہ اس کے صفات قدیم اور بندے کے حادث پس آپ کو یہ تصرف خدا تعالیٰ کی عطاء اور فضل سے عطیہ سمجھنا اس کو کون عقل کا اندھا شرک کہتا ہے۔

کیا حضرت ملک الموت علیہ الصلاۃ والسلام ایک آن میں لاکھوں کا ارواح قبض کرتے ہیں اور اپنے مکان میں ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا حال ملائکہ سے افضل واکمل ہے۔

مواہب لدنیہ میں جلد دوم کے آخرابی طالب کا شعر نقل کیا ہے۔

كَالشَّمْسِ فِيْ وَسْطِ السَّمَاءِ وَنُوْرُهَا
يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقَ وَمَغَارِبَا

یعنی آفتاب آسمان کے درمیان میں ہے اور اس کا نور مشرقوں اور مغربوں کو ڈھانپ رہا ہے۔

فاضل قصوری تحفہ دستگیریہ میں مرقات سے نقل فرماتے ہیں:

عمدة الفقهاء و المحدثين مولانا حضرت علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُمَا كُنْتُمْ.

کہا قاضی نے: کہ نفوس زکیہ قدسیہ جب وہ بدنی علاقوں سے مجرد ہو جاتے

ہیں تو عروج کر کے ملائکہ ملأ اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان سے حجاب دور ہو
جاتے ہیں تو ہر چیز کو دیکھتے ہیں بنفسہا یا ساتھ خبر دینے فرشتہ کے۔

یہ خلاصہ ہے، اصل عبارت صفحہ ۱۱۳ کا

اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ انموذج میں فرماتے ہیں:

وان روحه القدسية لما تجرد عن العلائق البدنية صار لها قوة
الاتصال بالملأ الاعلى وارتفع جميع حجبها خير الى ما يصل اليه من
الامة من سلام وصلوة وغيرهما كالمشاهد وتبليغ الملك مع ذالك
انما هو لمزيد التشريف والتكريم۔ تحفہ دستگیریہ صفحہ ۱۱۴۔

اگر منکرین کا اطمینان نہ ہوا ہو تو سورۃ توبہ پارہ یازدہم میں قولہ تعالیٰ:

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ.

کہہ دیں کہ عمل کرو پس جلدی دیکھے گا عمل تمہارے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اور مومنین۔

یعنی اولیاء اللہ تعالیٰ اور شیخ محقق محدث شاہ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد ثانی
مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۷۸۶ کے نوع ثانی میں فرماتے ہیں:

درود بفرست بروی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وباش در حال ذکر گویا کہ تو حاضر
است پیش وی در حالت حیات وے بینی تو او را متادب با جلال وتعظیم وہیبت وحیاء
بدانکہ وی صلی اللہ علیہ وسلم مے بیند ومی شنود کلام ترا زیرا کہ وی متصف است بصفات
اللہ تعالیٰ ویکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی، مر پیغمبر را صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نصیب وافر است ازیں صفت۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور اس وقت سمجھ کہ تو حاضر ہے، آپ
کے پاس حالت حیاتی میں ادب وتعظیم واجلال اور ہیبت وحیاء کے ساتھ اور جان تو کہ

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ کو دیکھ رہے ہیں، اور تیری کلام سن رہے ہیں،
اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم خدا تعالیٰ کی صفتوں سے
متصف ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی صفات سے ایک صفت یہ بھی ہے۔
کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں اس شخص کا ہم مجلس ہوں جو میرا ذکر کرے اور
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو خدا تعالیٰ کی اس صفت مذکورہ سے وافر
حصہ نصیب ہوا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا
جہاں ذکر خیر ہو وہاں آپ حاضر ہیں اور اگر آپ کے ذکر ولادت میں قیام تعظیمی
حضور کو حاضر سمجھ کر کیا جائے تو ادب اور تعظیم کا تقاضا ہے۔

اور جو اس کو شرک کہے وہ خود بے نصیب ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
دشمن ہے۔

جو تعظیم کو شرک قرار دے رہا ہے، اور شہید وشاہد میں اور شواہد گواہان وحاضر
شدگان میں فرق نہیں سمجھتا، کشف اللغات جلد اول صفحہ ۵۳۷ مطبوعہ نولکشور۔

صراح صفحہ ۲۲۷ شہید وحاضر وگواہ وکشتہ شدہ نقیب بالفتح گواہ مردم جلد ۲ بعد
صفحہ ۴ کے ایضا، صفحہ ۲۳۵ جلد ۲ منتخب اللغات علی غیاث اللغات مطبوعہ کانپور صفحہ ۵۰۰
مہتر قوم ودانندہ، شہید حاضر وگواہ منتہی الارب جلد ۲ صفحہ ۵۰۷۔

نماز عصر وفجر مشہود کہتے ہیں کہ ان وقتوں میں ملائکہ کاتبان حاضر آن ہوتے
ہیں۔ صفحہ ۵۰۷ اور صراح نولکشوری صفحہ ۹۹ جلد اول۔

نقیب مہر ودانندہ قوم اور نور اور شہید اور نقیب صفات باری تعالیٰ سے ہیں۔

اور تفسیر عرائس البیان میں تحت قولہ تعالیٰ وَكُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ کے فرماتے

ہیں:

امر من الحق تعالی لانبیائہ واولیائہ ان کونوا موصوفین بصفتی، کما قال رسول الله صلی الله علیه وآله واصحابه وبارک وسلم: تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ الرَّحْمٰنِ.

یعنی کونوا ربانیین کا امر خدا تعالی کی طرف سے انبیاء واولیاء کو ہوا کہ تم میری صفت کے ساتھ موصوف ہو جاؤ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ الرَّحْمٰنِ رحمن کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو جاؤ!

اور حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز نے اپنی تفسیر علی العرائس میں فرمایا، قولہ تعالی:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ.

یعنی بے شک ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیات مثانی، علماء رسوم ترجمہ میں بیان فرماتے ہیں کہ سات آیات مثانی سورۃ فاتحہ ہے کہ سات آیات ہیں۔

اور علماء اشارت نے فرمایا کہ سات آیات سے مراد سات صفات باری تعالی ہیں۔

یعنی حیات وعلم وقدرت وارادت وسمع وبصر وتکلم اور یہ مثانی اس طرح ہیں کہ ان صفات کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے لئے مکرر ہوا۔

اولا مقام قلب میں جب آپ متخلق باخلاق اللہ اور متصف باوصافہ ہوئے ثانیا بعد از مقام بقاء میں جب پہنچے تو موصوف بوجود حقانی ہوئے تو دوبارہ بوجہ اتم واکمل واسطے آپ کے عطاء ہوئیں۔

والقرآن عظیم اور قرآن بھی تم کو دیا مراد قرآن عظیم سے ذات موصوف بہ صفات ہوئے، چنانچہ عبارت شیخ اکبر حسب ذیل ہے۔

ان الصفات السبع ثبتت لله تعالی وهی الحیوة والعلم والقدرة والارادة والسمع والبصر والتکلم والمثانی التی روی ثبوتا لک اولا فی مقام وجود القلب عند تخلقک باخلاقه واتصافک باوصافه ان کانت لک وثانیا فی مقام البقاء بالوجود الحقانی بعد الفناء فی التوحید.

اور یاد رہے کہ خدا تعالی کے عطیہ سے کوئی چیز شرک نہیں ہوتی جیسے فرشتہ کو سماع جمیع الخلائق اور دور سے سن لینا ساریہ کا آواز عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور اخبار الغیب دینا اور بیماروں کو صحت اور تخلیق عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کو عطاء ہوئے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا شان وراء الوراء ہے۔

لہذا آپ کو یہ سات صفات عطا ہوئے پھر تمام مخلوق حضور کے نور اطہر سے پیدا ہوئی تو اپنا نور اپنے نبی نور سے کیسے پوشیدہ ہو سکتا ہے؟

اس لئے محققین نے فرمایا ہے کہ حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوۃ والتحیہ تمام مخلوقات کے ذوات میں حاضر اور ناظر ہے۔

مولانا شہاب الدین الخفاجی اور حاشیہ پر ملا علی قاری شرح شفاء کی جلد ثالث مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۰۳ میں حدیث نقل فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاءَ الْخَلَائِقِ ......الحدیث.

اور شفاء شریف کی اسی جلد کے صفحہ ۳۹۶ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

واجب علی کل مومن۔

خصه لان الکافر لایجب علیه ذالک فقیل انه یجب علیه ایضا بناء علی انه مخاطب ففروع الشریعت والوجوب علیه بمعنی

مطالبه فی الآخرة وعقابه علیه متی ذکر صلی الله علیه وسلم او ذکره عنده وسمعه ان یخضع ان یبدی ویتذلل والاستکانة وخفض الجناح والخضع یکون لازما الی قوله (بما کان یاخذنفسه) اویکلفها ویلزمها (لو کان بین یدیه صلی الله علیه وآله واصحابه وبارک وسلم) حاضرا فی مجلسه فیفرض ذالک یلاحظه ویتمثله فکانما عنده، صفحه ۹۳۶ جلد ۳.

ملا علی قاری نے فرمایا:

(لو کان) ای فرض (بین یدیه) ای امام عینیه.

حدیث بخاری جس میں ہے کہ بعد وفات، پس ملا علی قاری یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت: ان ثبت عنده انه اراد هذا فی الصلاة فاذا مذهبه مختص به جمع الاربعة علی ان المصلی یقول: السلام علیک ایها النبی وان هذا من خصوصیاته علیه السلام ولو خاطب.

نیز ملا علی قاری شرح شفاء شریف جلد ثالث علی النسیم الریاض مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲۷ تحت قولہ لا یرفع فیه الصلوۃ کے فرماتے ہیں:

ای لما ورد من قوله تعالی:

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، ایضا

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مامن احد یسلِّمُ علیَّ الا ردَّ اللهُ علیَّ رُوحِیَ حتّٰی اَرُدَّ علیهِ) ای علی مَن سلَّمَ علیَّ السّلامَ مفعول ارد والحدیث رواه ابو داؤد واحمد وبیهقی وحسنوه حسن وظاهرة الاطلاق الشامل لکل مکان وزمان ومن

خص بوقت الزیارة فعلیه البیان۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا

رَئَیتُ فِی مَقَامِیْ هٰذَا کُلَّ شَیْءٍ۔

یعنی دیکھا میں نے اپنے اس مقام میں ہر چیز کو۔

نسائی مطبوعہ نظامی صفحہ ۲۳۳ کے حاشیہ،

امام جلال الدین سیوطی علامہ اکمل حنفی کے تحت شرح ہدایہ میں مشارق سے منقول ہے قولہ فی مقامی ہذا

یکون المراد به المقام المعنوی وهو مقام المکاشفة والتجلی عن حضرة الملک والملکوت والارواح والغیب الاضافی فانه البرزخ الذی به التوجه الی الکل کنقطة الدائرة بالنسبة الی الدائرة علیه الصلاة الله وسلامه.

خلاصہ اس کا یہ ہے، کہ مقامی ہذا سے مراد وہ مقام معنوی اور مکاشفہ اور تجلی ہے، ملک، ملکوت، ارواح اور غیب اضافی سے گویا کہ آپ وہ برزخ ہیں جس کی توجہ تمام کائنات کی طرف ایسی حاصل ہے کہ جیسے دائرہ میں نقطہ نسبت رکھتا ہے دائرہ سے تو آپ ایمان سے بتائیں کیا یہ خدا تعالی کا فضل ہے یا شرک ہے۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے نزدیک تمام دنیا نقطہ کی دائرہ میں طرح ہے، اور حضرت ملک الموت علیہ الصلاۃ السلام کے نزدیک تمام دنیا طشتری کی طرح ہے، اور وہ اپنی جگہ خدا تعالی جل جلالہ کی عبادت میں بھی مصروف ہیں اور جس خدمت پر معین ہیں، یعنی ہر ذی روح کی جان بھی قبض کرتے ہیں خواہ کہیں ہو، دور نہ جائیں، کہ شیطان لعین ہر جگہ حاضر ہوسکتا ہے مگر حضرات دیوبندیہ کا شیطان لعین پر تو ایمان واثق ہے کہ اس کو یہ وسعت علمی حاصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک

وسلم کو وسعت علمی ثابت کرنا شرک ہے۔

چنانچہ خلیل انبٹھوی اور رشید گنگوہی نے کتاب براہین قاطعہ میں تحریر کر دیا حالانکہ ان کے بڑے پیر اسماعیل مقتول دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم مطبوعہ فاروقی دہلی کے صفحہ ۱۲و۱۳ میں ملاحظہ ہو، آگ اور لوہے کی مثال لکھ کر ثابت کرتا ہے:

،وہم چنیں ایں امواج جذب وکشش رحمانی نفس کاملہ ایں طالب را در قعر لجج دربحار فرومی کشد۔

زمزمہء انا الحق ولیس فی جبتی سوی اللہ ازاں بر میزند کہ کلام ھدانت التیام کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصر الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا. ودرروایتے ولسانہ الذی یتکلم بہ.

حکایتے است: انہ آل داؤد قال اللہ علی لسان نبیہ سمع اللہ لمن حمدہ ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما شاء.

آیتے است ازاں وایں مقالیت بس باریک ومسئلہ ایست پس نازک باید کہ دراں نیک تامل کنی وتفصیل بر مقام دیگر تفویض نمائی، شعر

وراء ذالك فلا اقوله لانه یسر لسان النطق عنہ واخرس

وزنہار بریں معاملہ تعجب نہ نمائی وبانکار پیش نیائی، زیرانکہ چوں از وادی مقدس ندائے اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ، بر برزد اگر از نفس کاملہ کہ اشرف موجودات ونمونہ حضرت ذات است آواز انا الحق، یعنی میں خدا ہوں، برآید محل تعجب نیست از جملہ لوازم ایں مقام صدور خوارق غیبیہ وظہور تاثیرات قویہ استجابت دعوات ودفع بلیات کہ وَلَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ مصرح است بہ ایں معنی واز جملہ لوازم آں ظہور نکبت ووبال بر عدو بدسگال ایں صاحب حال است:

من عادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ مفید ہمیں مضمون است۔

دیکھا وہابیوں کے بڑے پیر نے اولیاء اللہ کا انا الحق اور لیس فی جبتی سوی اللہ یعنی میں خدا ہوں اور میرے جبے میں خدا ہے۔

پھر بھی ان کے بڑے پیر صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں:

از جملہ آں شدت تعلق قلب است بمرشد خود استقلالا یعنی نہ بہ آں ملاحظہ کہ ایں شخص رادوان فیض حضرت حق وواسطہ ہدایت اوست بہ حیثیتے کہ متعلق عشق ہماں نگردد چنانکہ یکے از اکابر ایں طریق فرمودہ کہ اگر حق جلشانہ، در غیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہر آئینہ مرا باو التفات درکار نیست۔

یعنی میرے مرشد کے لباس کے سوا اور لباس میں اگر خدا تعالی بھی ظہور فرمائے، تو میری توجہ بغیر اپنے مرشد کے اس کی طرف نہ ہوگی،

دیکھا یہ ہے پیر پرستی اب خود ہی انصاف فرمائیں کہ کیا کبھی منکرین نے اپنے پیروں کو بھی کبھی مشرک وکافر کہا ہے، ہر گز نہیں یہ شرک وبائی مسلمانوں کے لئے ایجاد ہوئے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی ذات بابرکات رحمۃ للعالمین ہے، لقولہ تعالی:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ..........

اور رحمت الہی ضرور محسنین کے قریب وہمراہ ہے، اگر چہ منکرین اس نعمت عظمی سے محروم ہوگئے ہوں۔

نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع الوجوہ حق تبارک کی مثل نہیں، کیوں کہ اس کا حاضر وناظر ہونا ازلی ابدی ذاتی خدا تعالی کی طرح نہیں، بلکہ ہم بذریعہ مانتے ہیں اور خدا تعالی اس سے منزہ ہے۔

چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے منقول ہو چکا ہے کہ آپ نور نبوت

سے سب کچھ دیکھتے ہیں،

پس یہ بذریعہ ہوا تو شرک نہیں،

مولوی وحید الزمان شارح صحاح ستہ غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب عقائد اہل حدیث مطبوعہ میور پریس دہلی کے صفحہ ۲۹ میں مطلق ندا غیر اللہ کو شرک نہیں لکھا، بلکہ جائز قرار دیا ہے، اگر یہ اعتقاد ہو کہ منادی کو دیکھنا سننا تمام اطراف زمین واقطار وبلاد، کا حاصل ہے ان کو حق تعالیٰ نے عطاء فرمایا ہوا ہے اپنے فضل سے نہ ذاتی وبالاستقلال اور صفحہ ۳۵ و۳۶ میں، مولوی اسمٰعیل مقتول دہلوی کی تردید میں لکھتا ہے:

قال الشيخ اسمعيل من اصحابنا لو تصور الشيخ وظن انه كلما يتصور صورته يطلع عليه ولا يخفى عليه شيء من احوالی كالصحة والمرض وبسط الرزق وقبضه والهم والسرور والموت و الحياة واذاتكلمت بكلام و خطرت شيئا بالبال فهو يطلع عليه ويسمعه صار مشركا وهذا الكلام يبتغي تفصيلا وهوا ن علم الخاص باعلام الله سبحانه،ليس بمستبعد من اولياء الله تعالى فان ابن صياد ومع كونه اعداء الله اخبر النبي بما كان في قلبه وقال هو الدخ وقال عيسىٰ عليه الصلاة السلام و انبئكم بماتاكلون وما تدخرون في بيوتكم وقال يوسف عليه الصلاة والسلام لا ياتيكماطعام ترزقانه الانبتكمابتاويله قبل ان ياتيكما ويمكن ان يؤتي الله بعض اولياء من العلم الذى اعطا انبيائه اذمايصلح معجزة يصلح كرامة وقال النبى صلى الله عليه و آله واصحابه وبارك وسلم:

فعلمت ما في السماوات والارض فعلم الشيخ باقوال مريده وتلميذه ماهو عجب.

خلاصہ ترجمہ: کہا اسمٰعیل نے ہمارے یاروں سے اگر تصور کیا مرید نے اور گمان کیا کہ جب وہ اپنے مرشد کا تصور کرتا ہے تو اس کا مرشد اس کے حال پر مطلع اور خبردار ہو جاتا ہے، اور کوئی چیز اس پر مخفی نہیں رہتی احوال مرید سے، جیسے صحت بیماری فراخی رزق اور تنگی، غم، سرور، مرنا، جینا اور جب مرید کو کوئی کلام کرے یا اس کے دل میں کوئی خطرہ گزرے تو مرشد اس کا اسی وقت اس پر مطلع اور واقف ہو جاتا ہے اور اس کو سن لیتا ہے تو اسی عقیدہ سے مشرک ہو جاتا ہے اب اس کی تردید کرتا ہے)

یہ کلام اسمٰعیل کی تفصیل طلب ہے، اور وہ البتہ علم خاص ہے، خدا تعالیٰ عز اسمہ کے معلوم کرانے سے اس کے اولیاؤں سے بعید نہیں ہو سکتا۔

کیوں کہ ابن صیاد باوجود دشمن خدا ہونے کے خبر دی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو آپ کے دل میں تھا، اور کہا وہ دہواں ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو کچھ کہ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں اور حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا میں تم کو تمہارے کھانا آنے سے پہلے خبر دوں گا اس کی تاویل کی اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاؤں کو وہ علم عطاء فرمائے جو اس نے اپنے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو عطاء فرمایا۔

نیز جو چیز صلاحیت معجزہ کی رکھتی ہے وہ خبر صلاحیت کرامت کی بھی رکھتی ہے.........اور جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا:

ہم نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور روایت میں ہے، کہ جان لیا میں نے ہر چیز کو۔

پس علم شیخ کا اپنے مرید اور شاگرد کے متعلق ہو جانا کچھ تعجب کی بات نہیں، اور مولوی اسمٰعیل نے خود بھی صراط مستقیم میں یہ وسعت اولیاء اللہ تعالیٰ سے ثابت کر

دی ہے، چہ جائیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نمونہ حضرت حق جل وعلی ہیں پھر بھی محدث وحید الزماں اسی کتاب کے صفحہ ۲۵و۲۶ میں لکھتا ہے، وروی الدیلمی فی مسند الفردوس وابو یعلی مرفوعا:

فاللہ وکل مؤکلا عند قبری فاذا صلی علیّ رجل من امتی قال الملک یامحمد ان ابن فلان صلی علیک الساعة.

وروی العقیلی والبخاری فی تاریخہ مرفوعا:

ان اللہ اعطی ملکا من الملئکة اسماء الخلائق فی سندہ علی ابن قاسم ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولہ شواھد اخرجھا ابن ابی شیبة والطبرانی ولفظہ الطبرانی اعطاہ اسماء الخلائق کلھا وتابع علی بن القاسم قبیصة بن عقبة وعبد الرحمن بن صالح الکوفی فالحدیث حسن وفی روایة ان اللہ تعالی جعل الارض کلھا کصفحة عند ملک الموت وھو یلتفت الارواح من کل ناحیة .

خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ ایک فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے روضہ مقدسہ پر خدا تعالی نے قائم کیا ہوا ہے، جب کوئی آپ پر درود شریف بھیجتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ حضور آپ پر فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے اس وقت درود شریف بھیجا ہے، اور کہا محدث مذکور نے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور ملک الموت کے آگے تمام دنیا ایک طشت کے مانند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے نزدیک تمام دنیا کف دست کی مثل ہے، جیسے حدیث سے گذرا ہے: "قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ" تمام دنیا کا علم خدا تعالی کے علم سے نہایت درجہ کا قلیل ہے، حق تبارک وتعالی کے علم محیط ذاتی استقلالی ازلی ابدی کے مقابلہ میں،

مسئلہ: دوسرا غائب کو دور سے پکارنا بخطاب حاضر اس کا جواز بھی محدث نے عقائد اہل حدیث کے صفحہ ۲۳ میں لکھ دیا ہے:

وھو ھذا النداء، فیجوز لغیر اللہ تعالی مطلقا سواء کان حیا او میتا وثبت فی حدیث الاعمی یامحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ وفی حدیث آخر یَاعِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حُسَيْنَ زَلَّ قَدَمُهٗ وَامُحَمَّدَاهُ دینادعاملک الروم الشھداء الی النصرانیة فقالوا یامحمداہ رواہ ابن الجوزی من اصحابنا وقال اویس قرنی بعد وفات عمریا عمراہ یا عمراہ رواہ ھرم بن حیان وقال السعید فی بعض التولیعة:

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے، ابن قیم مددے، قاضی شوکاں مددے،

اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی صفیہ نے آپ کے فراق میں اشعار فرمائے ہیں منجملہ جن کے یہ شعر ہے۔

الایا رسول اللہ کنت رجاء نا وکنت بنا برًّا ولم تک جافیا

آگاہ ہو جئے یا رسول اللہ آپ ہمارے امید گاہ تھے اور ہم پر احسان کرنے والے۔

امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں:

محمد بن زین ایک مداح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم تھا، اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو حالت بیداری میں زیارت کرتا تھا، ایک بار اس سے ایک آدمی نے اپنے لئے سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا تو اسی دن سے حضور صلی علیہ وسلم کو دیکھنا منقطع ہو گیا اس مقام پر خاص عبارت

میزان کی یہ ہے۔

فلم یزل یطلب من رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم الرؤیۃ حتی قرء لہ شعرا فرآہ من بعید فقال تطلب رؤیتی مع جلوسک علی بساط الظَّلَمَۃِ فلم یبلغنا انہ راہ بعد ذالک حتی مات.

یعنی پھر ہمیشہ وہ مداح رسول سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک دکھادیجئے یہاں تک کہ ایک دفعہ اس نے ایک شعر پڑھا تب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور سے زیارت کرائی اور فرمایا تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کے فرش پر پھر ہم کو خبر نہیں ملی کہ اس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کبھی نظر آئے ہوں یہاں تک کہ وہ مداح آپ کا فوت ہو گیا (انوار ساطعہ صفحہ ۱۸۲)

پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر وہ آدمی جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی درخواست کریں اور کہیں!

چہرہ سے پردہ کو اٹھادو یار سول اللہ مجھے دیدار تم اپنا دکھادو یارسول اللہ

تو صحیح اور جائز ہے، اگر نیم ملا خطرہ ایمان، اس کو شرک بنادے اور یہ کہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو عالم الغیب جاننے والے ہو تو کہو! اصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ رسول کو غیب کی خبر دیتا ہے، اور اس کو خبر ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز کی عبارت تفسیر عزیزی کی جواز پر مذکور ہے:

ملاحظہ ہو، کہ آپ ہر امتی کے ایمان کے درجہ اور نیت قصد اخلاص نفاق سب کو جانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر اور اس کے مطلع کرنے سے غیب دان اور متصرف ہیں نہ خود بخود تو اس کو کون عقل کا اندھا شرک کہتا ہے؟

ذرا اپنے امام الزمان کی کتاب صراط مستقیم اور رسالہ امت خلافت دیکھ بھال

کر بات کریں ورنہ شرمائیں! دیکھو! ہرقل روم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا جو بخاری شریف میں موجود ہے: جس کے یہ الفاظ ہیں:

اَمَّابَعْدُفَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَۃِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ!

حالانکہ وہ روم میں تھا، اور آپ مدینہ منورہ میں اور ہرقل صاحب کشف بھی نہ تھا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب وہاں سے معلوم کر لیتا اور ادعو کے معنی ہیں، میں تم کو پکارتا ہوں موافق حضرات وہابیہ کے کہ یہ لوگ یدعوا کے معنی پکارنے کے ہی کرتے ہیں، تو اب بتائیں کہ کیا یہ شرک تھا، اس کو خطاب حاضر پکارنا لیکن بات یہ تھی کہ جب قاصد اس کے ہاتھ میں خط دے دے گا تو خطاب صحیح ہو جائے گا پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن صبح شام ہمارا ہر قول وفعل خدا تعالیٰ کے معلوم کرانے سے جانتے ہیں تو آپ مثل حاضر کے ہیں اگر چہ ہماری نظروں میں وہ جمال نہیں آتا ورنہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بھی حاضر نہ جانتے ہوں گے کیوں کہ وہ بھی نظر نہیں آتا۔

ہاں...... مولوی اسمعیل سر دفتر وہابیہ اپنی رام پتری کی تقویت الایمان میں لکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے دینے سے بھی ماننا شرک ہے یہ اس کا قول تمام اہل اسلام کے خلاف ہے مولوی رشید احمد گنگوہی دیو بندی کی اس پر تقریظ ہے کہ یہ کتاب عمل کے لائق ہے، فقیر حلوائی۔

نیز انوار ساطعہ کے صفحہ ۱۸۱ میں حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ کا جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب مصنف تحذیر الناس اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی مدرس دیو بند وغیرہم چند علماء کے پیر و مرشد ہیں وہ اپنی کتاب ضیاء القلوب مطبوعہ مجتبائی کے صفحہ ۴۹ میں واسطے حصول زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے لکھتے ہیں:

بدیں عبارت کہ بعد نماز عشاء با طہارت کاملہ وجامہ نو واستعمال خوشبو

ادب تمام رو بسوئے مدینہ منورہ بنشیند و بنجی از جناب قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلباس بسیار سفید عمامہ سبز وچہرہ منورہ مثل بدر بر کرسی نور تصور کند والصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ راست والصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ چپ الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ در دل خود ضرب کند الخ۔

اور نیز یہی حاجی صاحب سلمہ اللہ نے ایک قصیدہ اردو زبان میں لکھا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

ذرا چہرا سے پردے کو اٹھادو یا رسول اللہ
مجھے دیدار اپنا دکھادو یا رسول اللہ

مولوی محمد قاسم نانوتوی کے اشعار بھی وہاں نقل کئے گئے ہیں جن میں یا نبی اللہ وغیرہ خطاب موجود ہیں، انتہی۔

علماء دیوبند نے مولوی رشید احمد وغیرہ کے فراق میں ایک قصیدہ طبع کرایا جس میں خطاب حاضر ہے ان کو پکارا گیا ہے، وہ قصیدہ فقیر کے پاس موجود ہے، علاوہ ازیں اور کتابوں میں بزرگان دین کا خطاب ثابت ہے، کیا یہ لوگ خدانخواستہ سب کے سب غلطی پر تھے، اگر کوئی منکر کسی آیت یا حدیث سے دکھادے کہ اعطاء الہی سے مذکورہ امور شرک ہیں تو اس کو ایک ۱۰۰ صد روپیہ انعام دیں گے، وہ اشعار یہ ہیں۔

میرے ہادی میرے مرشد میرے ماوی میرے ملجا
میرے آقا میرے مولی میرے سلطان دونوں
ہے نہاں خانہء دل گر چہ خراب خستہ
جلوہ فرما ہیں مگر اس میں یہ مہمان دونوں
لوگوں پر ہیں شفیق اور غلاموں پہ فدا

عام ہیں سب کے لئے رحمت رضوان دونوں
ان کی الفت میں مروں ان کے غلاموں میں اٹھوں
سینہ صد چاک ہو اور آنکھیں ہوں گریان دونوں
قبر سے اٹھ کر پکاروں جو رشید و قاسم
بوسہ دیں لب کو میرے مالک ورضوان دونوں
ہادی خلق رہیں ان کے غلام و خدام
اور فساد عدو غول بیابان دونوں

یہ قصیدہ مولوی محمد حسین دیوبندی شوقی کا ہے، اور نواب بھوپال کا ابن قیم و قاضی شوکانی ان شعروں میں مردوں کو دور سے پکارنا بخطاب حاضر ہو چکا ہے۔

نیز ان شعروں میں شعر اول و دوم میں دیوبندیوں کے پیروں و مرشدوں کا دل میں حاضر ہونا مصرح ہے، کہ وہ خستہ خطرات والے خواہ ہزار ہا ہوں سب کے دلوں میں جلوہ فرمایا کرتے ہیں۔

اور شعر تیسرے، چھٹے سے ان کی غلامی کا ثبوت ہے ان دونوں کے لئے اور قبروں سے اٹھتے ہی غیر خدا کو پکارنا ثابت ہے۔

پس ناظرین انصاف فرمائیں کہ جو باتیں ہمارے لئے شرک بدعت ٹھہریں اور ان کو یہ حضرات عین توحید سمجھیں تو کیا یہ خانہ ساز انصاف وخانگی فیصلہ دے یا نہیں اگر کوئی مسلمان محبت سے یا رسول اللہ و یا شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہما کہہ بیٹھے تو اسی وقت ان کو مشرک بنادیں اور خود سب کچھ ہضم کر جائیں اور تشہد میں سلام بخطاب حاضر صحابہ کا یہ عمل کرنا خلافت حضرت عثمان ذوالنورین میں ثابت ہے کیا قاسم ورشید خدا کی رحمت ہو کر ان کے قریب ہو گئے اور وہ رحمت للعالمین قریب نہ ہوئے حالانکہ قولہ تعالی:

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ.

یعنی خداتعالی کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔

ہاں شاید یہ حضرات قاسم اور رشید کے سوا حضور کو بھی رحمتِ الٰہی نہ سمجھتے ہوں پس ایسے گمراہوں کے پیچھے اگر کسی نے اہل سنت والجماعت سے سہواً بھی نماز پڑھی ہو تو بھی وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔

مسئلہ نور

سورہ مائدہ میں خداتعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا اور تفاسیر معتبرہ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دیکھو تفسیر جلالین، خازن، مدارک، سراج المنیر اور روح المعانی جلد۲ مطبوعہ مصر کے صفحہ۲۷ میں فرمایا:

قَدْجَآئَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ عَظِيْمٌ وَهُوَنُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد تیسری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۷۱ میں:

وقال الاشعری: نُوْرٌ لَيْسَ كَالْاَنْوَارِ.

یعنی وہ نور عظیم نبی مختار نور الانوار۔

وہ دوسرے نوروں کی مثل نہیں۔

وقال ابن عباس عند ابن مردویہ وابن سعید وابن جبیر و کعب الاحبار قولہ تعالی: مثل نورہ کمشکوۃ المراد بالنور ھنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

یعنی ان چاروں محدثوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کیا:

مثل نورہ سے مراد نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حضور جب نماز تہجد کے لئے اٹھتے، تو دعا مانگتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا.

صفحہ۷۶ حصن حصین مطبوعہ لکھنو اس کی شرح میں میرک شاہ لکھتے ہیں:

واجعل لی نورا، بگرداں مرا نور.

یعنی نورانیت خود آنچناں نصیب کن کہ ظاہر و باطن وجسم وروح وزبر وزیر وپیش وپس مرا در گیرد بلکہ عین نور گردد وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ" اور وہ نور مبارک محیط اور گھیرنے والا ہوا تمام اشیاء کو اور وہ نور مبارک ہر شئی پر محیط ہے، اس زیادتی کو نسائی اور حاکم نے نقل کیا۔

چونکہ خداتعالی کا نام پاک بھی نور ہے اور حضور کا بھی نور تفسیر وانی میں مولانا رءوف احمد نقشبندی لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وجہ اس نام رکھنے کی یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نور آپ کا پردہ عدم سے باہر لایا پھر تمام علم اس نور سے ظاہر فرمایا:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَخَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُّوْرِیْ.

اسی لئے حقیقت محمدی حقیقۃ الحقائق ہے، صفحہ ۳۶۹۔

مواہب لدنیہ میں آپ کے اسماء شریف کے بیان میں فرمایا:

آپ کا اسم شریف نقیب بھی ہے۔

وَالنَّقِيْبُ هُوَشَاهِدُ الْقَوْمِ وَنَاظِرُهُمْ وَضَمِيْنُهُمْ.

اور شرح زرقانی جلد۳ صفحہ۱۷۲ مطبوعہ مصر میں اس کے تحت میں فرمایا:

لانہ صلی اللہ علیہ وسلم شھید علی امتہ ناظر لما عملوا الی قولہ اصلہ النقب، النقب الولع، فنقب القوم ھو الذی ینقب عن احوالھم

لیعلم ما خفی منهما.

صلات الصفائی نور المصطفی مطبوعہ بریلی میں فرماتے ہیں:

امام مالک کے شاگرد اور احمد بن حنبل کے استاد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز امام بخاری ومسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث عبد الرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ.

قَالَ: قَدْ خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ فَجَعَلَ ذَالِکَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بالقدرۃ حیث شاء اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَمْ یکن ذالک الوقت لوح والقلم ولا جنۃ ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا الانس فلما اراد اللّٰہ تعالی ان یخلق الخلق قسم ذالک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملئکۃ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من اول السماوات ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنارثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المؤمنین ومن الثانی نور قلوبھم وھی معرفۃ باللہ ومن الثالث نور الفھم وھو التوحید لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، فالعرش والکرسی من نوری والکروبیون والروحانیون من الملئکۃ من نوری وملائکۃ السماوات السبع من نوری والجنۃ وما فیھا النعیم من نوری الی .....الحدیث.

یعنی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں! مجھے بتادیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

جابر بیشک اللہ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

پھر وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا اور اس وقت لوح قلم جنت دوزخ فرشتے آسمان زمین سورج چاند جن وانسان کچھ نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے پہلے سے قلم دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا۔

پھر چوتھے حصے کے چار حصے کئے پہلے حصے سے فرشتگان حاملین عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے، چوتھے کے چار حصے فرمائے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے بہشت ودوزخ بنائے پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے نور ابصار مومنین دوسرے سے ان کے دلوں کا نور اور وہ معرفتِ الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کی جانوں کا نور توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پس عرش اور کرسی میرے نور سے ہیں اور ملائکہ کروبیون روحانی میرے نور سے اور ملائکہ آسمانوں اور زمینوں کے میرے نور سے، جنت اور جو کچھ ان میں نعمتیں ہیں سبھی میرے نور سے ہیں آخر حدیث تک۔

اور یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے اس کی مثل اور امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور امام حجر مکی نے افضل القری میں اور علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں علامہ دیار بکری نے خمیس میں اور شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اس حدیث سے استشہاد کرکے اس

پر اعتماد فرماتے ہیں تو بلا شبہ یہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی العلماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی اور سید عبد الغنی نابلسی قدس سرہ العزیز حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شئی من نور صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد به الحدیث الصحیح ذکرہ فی الحدیث الثانی بعد النوع الستین من آفات اللسان فی مسئلة ذم لطعام صفحہ ۳۰۴، پوری حدیث شرح قصیدہ بردہ میں منقول ہے۔

نیز آصف بن برخیا نے ایک آن سے پہلے تخت بلقیس اس قدر مسافت بعید سے حاضر کر دیا اور حضرت شیر خدا نے تختہ در خیبر اکھاڑ کر ڈھال بنالی یہ قوۃ خدا تھی یا اور کوئی؟ نہ اور کچھ، قولہ تعالی:

فَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ. التوبہ/ ۱۰۵

تو آپ فرمادو! دیکھتا ہے اللہ عمل تمہارے نیک وبد اور پیغمبر اس کا اور مومنین دیکھتے ہیں۔

موضع القرآن اور تفسیر روح المعانی میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو خدا تعالی مطلع کرتا ہے ان کے اعمال پر، صفحہ ۲۷۷ جلد ۳۔

مدارک علی الخازن میں ہے:

ای فان عملکم لا یخفی کان خیرا او شرا علی اللہ وعبادہ.

عمل اچھے ہوں یا برے اللہ تعالی اور اس کے بندوں پر مخفی نہیں۔

خازن کے صفحہ مذکورہ میں فرمایا:

ان رؤية رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فباطلاع الله اياه على اعمالكم.

اور دیکھنا حضور کا تمہارے اعمال کو اللہ تعالی کے مطلع کرنے سے ہے۔

فائدہ: پس فرق بین ہو گیا کہ اللہ تعالی کا علم بلا ذریعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بالذریعہ ایسا ہی اولیاء اللہ کا چنانچہ ابن کثیر نے روایت کی ہے:

بندوں کے اعمال ان کے خویش واقارب کے پیش کئے جاتے ہیں۔

تفسیر تنویر البیان صفحہ ۴۰۵ دیکھے گا۔

اللہ عمل تمہارے نیک ہوں یا بد بعد صادر ہونے کے اور دیکھے گا پیغمبر خدا اور مومنین اس لئے کہ خدا تعالی پیغمبر کو اور مومنین کو خبر دے گا، کہ وہ بھی جانتے ہوں گے۔

تفسیر روح البیان مطبوعہ استنبول صفحہ ۹۴۷ میں فرمایا:

فالله تعالى يراه بنور الوهيته وروح الرسول عليه الصلاة والسلام يراه بنور نبوته وارواح المؤمنين بنور ايمانهم.

یعنی اللہ تعالی نور الوہیت سے دیکھتا ہے، اور حضور نور نبوت سے اور مومنین نور ایمان سے۔

اور تفسیر عرائس البیان کے صفحہ ۳۸۳ میں ہے:

مراتب العلوم الالاهية على ثلاثة اقسام استاثر قسما لنفسه وقسما لرسوله وقسما لاوليائه وقسما استاثر لنفسه فهو العلم القديم واحاطت نظره القديم على كل محدث ولا يخفى الضمائر ومايجرى به في السرائر علما وبغير علة الاكتساب ثم استاثر لانبيائه بنور منه يرون به فيرى قلوبهم به اعمال الخلائق في الخلوات ومافى قلوبهم

من العینیات عیانابالفراسۃ الصادقۃ وذالک نور الصفات الخ .

تفسیر کبیر بیضاوی، نیشا پوری، تاج التفاسیر، جلالین، کلبی، عباسی، جامع البیان خلاصہ رواتی حسینی، سراج المنیر ، درمنثور، ابن جریر، صاوی حاشیہ جلالین وجمل وغیرہا سب مفسر اس کے قائل ہیں:

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے علم کا عطف خدا تعالیٰ کے علم پر ہے، اب یہ مشرک قرآن سے کہاں نکال سکتے ہیں؟

تفسیر کبیر میں تحت قولہ تعالیٰ:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ الْمُنَافِقُوْنَ وعن السدی عن انس ابن مالک فقال اخرج یا فلاں فانک منافق اخرج یا فلاں فانک منافق فاخرج من المسجد ناسا وفضحھم. تفسیر کبیر جلد ۴ مطبوعہ مصر۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۱ جلد سوم میں ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكَ مِنَ الْأَعْرَابِ...... الآیہ اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاسط وابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فی قولہ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ ...... الآیہ قال: قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم جمعۃ خطیبا فقال: قُمْ يَا فُلَانُ فَاخْرُجْ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ فَأَخْرَجَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَفَضَحَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شَهِدَ تِلْكَ الْجُمُعَةَ لِحَاجَتِهٖ كَانَتْ لَهٗ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَبَأَ مِنْهُمْ اسْتِحْيَاءً أَنَّهٗ لَمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ وَظَنَّ النَّاسُ قَدِ انْصَرَفُوْا وَاخْتَبَئُوْا مِنْ عُمَرَ وَظَنُّوْا أَنَّهٗ قَدْ عَلِمَ بِأَمْرِهِمْ فَدَخَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا النَّاسُ لَمْ يَنْصَرِفُوْا فَقَالَ الرَّجُلُ: أَبْشِرْ يَا عُمَرُ فَقَدْ فَضَحَ اللّٰهُ

الْمُنَافِقِيْنَ الْيَوْمَ فَهٰذَا الْعَذَابُ الْأَوَّلُ وَالْعَذَابُ الثَّانِيْ فِي الْقَبْرِ. ایضاصفحہ ۲۷۲.

واخرج ابو الشیخ عن ابی مالک رضی اللہ عنہ فی قولہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يُعَذِّبُ الْمُنَافِقِيْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِلِسَانِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ.

مسئلہ استمداد

منکرین اپنے مردہ پیشواؤں سے امکنہ بعیدہ سے بخطاب حاضر استمداد کرتے ہیں اور مومنین اگر یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، یَا شَیْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ کہدیں تو جھٹ ان پر فتوی شرک لگادیتے ہیں، اور یہ ان کا خانہ ساز انصاف ہے۔

دوسرا منکرین نفی استمداد وندا بخطاب حاضر وغیرہا کو جن فقہاء کے قول سے ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ قرآن واحادیث واجماع مشائخ کے خلاف ہے چنانچہ شیخ محدث محقق عبدالحق قدس سرہ العزیز ترجمہ مشکوۃ شریف جلداول مطبوعہ نول کشور کے صفحہ ۳۴۷ میں فرماتے ہیں:

وَاَمَّا اسْتِمْدَادُ واھل قبور وغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام منکر شدہ اندآنرا بسیار از فقہاء الی قولہ واثبات کردہ اند آنرا مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم وبعضے فقہاء رحمہم اللہ اجمعین وایں امرے محقق ومقرر است نزد اھل کشف وکمال از ایشان تا آنکہ بسیار را فیوض وفتوح از ارواح رسیدہ وایں طائفہ دراصطلاح ایشان اویسی خوانند وچہار کس از مشائخ تصرف میکنند در قبور خود نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازان است کہ حصر واحصاء کردہ

شود ویافته نمی شود در کتاب و سنت واقوال سلف که منافی ومخالف ایں باشد و رد کندایں را،و تحقیق ثابت شده است بآیات واحادیث که روح باقیست اوراعلم وشعور بزائراں واحوال ایشاں ثابت است وارواح کاملاں راقرب ومکانت در جناب حق ثابت است چنانکه در حیات بود یا بیشترازاں واولیاء کرامات وتصرف در اکوان حاصل است وآں نیست مگرارواح ایشاں را بقااست،

در متصرف حقیقی نیست مگر خدا عز شانه وهمه بقدرتِ اوست وایشاں فانی اند درجلال حق در حیات وبعدازممات پس اگر داده شود مراحدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان حق ومکانتے که نزد خدا دارد،دور نه باشدچنانکه در حالت حیات بود ونیست فعلفعل وتصرف در هر دو حالت حق را جل جلاله وعم نواله بقدر الحاجت ۔

علامہ ابن حاج مدخل کے جلد اول صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں:

ولا یخیب من قصده ولا من ینزل ساحته ولا من استعان او استغاث به .

یعنی نامراد نہیں جاتا جو حضور کی طرف قصد کرے اور آپ سے مدد چاہے، آپ کی جناب سے فریادرسی چاہے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز تکمیل الایمان شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

ومشائخ صوفیاء قدس اللہ اسرارہم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء اللہ را در برزخ دائم وباقی است توسل واستمداد ثابت ومؤثر،

نیز منکرین حضرت عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فقط منافقانہ مانتے ہیں، اگر

ل سے مانتے تو ان کے تصرفات سے انکار نہ کرتے چنانچہ آپ اپنی کتاب فتوح الغیب کے مقالہ چہارم میں بعد بیان کرنے فناءِ کلی کے فرماتے ہیں:

فحیننذ تستحیی حیوةً لاتموت بعد ها وتغنی غناء لافقر بعده وتراح براحة لاشقابعدهاوتنعم بنعیم لایوس بعده وتومن امنالا یخاف بعده وتسعد فلا تشقی وتعزفلا تذل وتقرب فلا تبعد وترفع فلا توضع وتعظم فلا تحقر وتطهرفلا تدنس فتحقق فیک الامانی وتصدق الاقاویل فتکون کبریتاًاحمرفلاتکاد تری وعزیزا فلا تماثل وفریدا فلا تشارک ووحیدا فلا تجانس فرد الفرد وتر الوتر غیب الغیب سر السر فحیننذ تکون وارث کل رسول ونبی وصدیق بک تختم الولایة والیک تصدالابدال وبک تنکشف الکروب وبک تسقی الغیوث وبک ترفع البلایاوالمحن عندالخاص والعام واهل الثغورورعایا والائمة والامة وسائرالبرایافتکون شحنة البلاد والعباد فتنطلق الیک الرجال بالسعی والرجال والایدی بالبذل والعطاء والخدمة باذن فالق الاشیاء فی سائرالاحوال السن با کرالطیب والحمد والثناء فی جمیع المحال ولایختلف فیک الاثنان من اهل الایمان یاخیرمن سکن البراری والعمران وحال ذالک فضل الله والله ذوالفضل العظیم ملخص.

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب تو اپنی خواہش سے فنا ہو جائے گا تو زندگی ایسی دی جائے گی جس کے بعد موت نہیں، اور تونگری دیا جائے گا جس کے بعد محتاجی نہیں عطا کیا جائے گا جس کے بعد ممانعت نہیں، خوش وخرم کیا جائے گا جس کے بعد غم نہیں علم دیا جائے گا جس کے بعد جہل نہیں، عزت دیا جائے گا جس کے بعد ذلت نہیں

قریب کیا جائے گا جس کے بعد دوری نہیں بزرگ کیا جائے گا جس کے بعد حقارت نہیں، آرزوئیں ثابت ہوں گی یعنی جو کوئی آرزو خواہش جس مدعاء کی کرے گا وہ تیرے سے پائے گا اور لوگوں کی باتیں تیرے حق میں درست اور راست آئیں گی تو گندھک سرخ ہو جائے گا جس سے مس سونا ہو جاتا ہے، اور تکمیل کے مرتبہ کو پائے گا، اور دور پڑوں کو نزدیک کرے گا اور مہجوروں کو واصل کرے گا، عزیز ہو جائے گا، کہ تیری شرکت اور برابری نہ کی جائے گی اور نہ کوئی تراہم جنس کیا جائے گا۔

چنانچہ آپ نے مرض موت میں فرمایا:

مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، میں تمہاری عقلوں سے دور ہوں یگانہ اور طاق ہوگا غیب یعنی تو قطب الاقطاب ہو جائے گا، اور تیرا مقام سب سے اونچا ہوگا اور تو اس وقت تمام رسولوں اور صدیقوں کا جانشین اور وارث ہوگا اور تیرے اوپر ولایت ختم ہوگی اور تیری طرف ابدالوں کی بازگشت ہوگی، تیری ہمت سے غم واندوہ اور مصیبتیں کھولی جائیں گی اور تیری برکت سے بارشیں ہوں گی اور تیری مدد سے سختیاں اور بلائیں دور ہوں گی خاص اور عام سے صاحب سرحدوں اور پیشواؤں اور ان کے گروہوں سے اور شہروں کی مہمات اور مشکلات حل کرنا تیرے سپرد ہوں گے تو تیری طرف لوگوں کے قدم جلدی جلدی چلیں گے اور تیرے سے مقصود حاصل کریں گے اور لمبے ہوں گے تیری طرف ہاتھ بذل مال، عطا، خدمت سے اور تیری حمد وثناء میں زبانیں گویا ہوں گی اور یہ فضل ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

یہ خلاصہ ہے ترجمہ شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز کے ترجمہ فارسی کا دیکھو صفحہ ۲۰ سے ۲۵ تک مطبوعہ نولکشور اور تفسیر عزیزی صفحہ ۸۰ جلد اول مطبوعہ محمدی لاہور تحت قولہ تعالیٰ ایاک نستعین کے فرماتے ہیں:

دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد براں غیر باشد واورا مظہر

عون الٰہی ندانستہ حرام است واگر التفات محض بجانب حق است واورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بہ کارخانہ اسباب وحکمت اللہ تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید و دور از عرفان نخواہد بود ودر شرع نیز جائز وداده است وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔

یعنی اولیاء اللہ کو اگر مدد الٰہی کے ظہور کی جگہ سمجھ کران سے مدد مانگی جائے اور کارخانۂ حکمت الٰہی اس میں سمجھ کر استعانت ان سے کی جائے تو یہ مدد مانگی غیر سے نہیں کہلاتی بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہوتی ہے اور اس طرح نبی ولی مدد غیر سے مانگتے رہے یہ معرفت سے دور نہیں۔

یہ خلاصہ اس عبارت کا ہے۔

صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ فقیر صانہ القدیر محمد نبی بخش حلوائی

مولف تفسیر نبوی شریف

بیرون دہلی گیٹ متصل کوتوالی جدید مسجد گھاس منڈی لاہور

حامدا ومصلیا ومسلما

امابعد زید پُر کید عقیدۂ ناپاک اور نہایت بے باک ہے قرآن مجید میں قولہ تعالیٰ ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

حضور پر نور شفیع یوم النشور کو نور سے تعبیر کیا ہے، اور سراج منیر سے ملقب فرمایا ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ جسدِ مبارک اطہر وانور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاند میں کما قالوا ثابت ہے۔

ما جر بظل احمد اذيال في الارض كرامة له كما قالوا
وهذا عجب وكم من عجب والناس في ظله قالوا

خراماں سرور آں از سایہ آزاد جہاں در سایہ آں سرور آزاد

نور دو قسم ہے: حسی ومعنوی۔

حسی بھی دو قسم ہے: حسی باطنی، حسی ظاہری

حسی ظاہری، جیسے: آفتاب کا نور چاند کا نور چراغ کا نور

حسی باطنی، جیسے: حجر اسود شریف ومصلی ابراہیم کا نور جب یہ آسمان سے اترے جہاں تک ان کی روشنی پھیلی حد حرم قرار پائی

حسی معنوی جیسے وضو کا نور نماز کا نور قرآن مجید کا نور

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف تلاوت کرے پڑھنے والے کی جگہ سے لے کر خانہ کعبہ تک دوسرے جمعہ اور تین دن زائد تک نور رہتا ہے حضور پر نور منبع انوار معدن کل انوار اور جامع جمیع قسم کے انوار تھے۔

صلى الله تعالى عليه وسلم امام الائمة كاشف الغمة سراج الامة حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ ندائیہ میں فرماتے ہیں۔

انت الذی من نورک البدر اکتسی
والشمس مشرقة بنور بهاکا

ترجمہ: آپ وہ ذات مبارک ہیں کہ آپ کے نور سے چاند نے نور کا لباس پہنا اور سورج نے آپ کے جمال مبارک کی ضیاء سے چمک پائی۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کلیمے کہ عرش فلک طور او ست
ہمہ نور ہا پرتو نور او ست صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] علیہ زید عقیدۂ نہ سنی ہے نہ حنفی۔

(۲) روئے زمین پر مسلمانوں کے بیوت میں حاضر ہونا خاصہ خدا نہیں ملک الموت اور ابلیس لعین کے لئے مخالفین یہ بروئے نص شرعی تسلیم کرتے ہیں، اگر یہ شرک ہے تو کیا ابلیس اور ملک الموت علیہ السلام وہابیہ مذہب میں خدا کے شریک ہو سکتے ہیں عرش سے فرش اور شرق سے غرب تک یہ حدیں ہیں اس محدود علم کو مختص بہ خدا جاننا خود کفر ہے، کیوں کہ خدا تعالیٰ کا علم بے حد بے نہایت ہے۔

علماء فرماتے ہیں:

كالشمس في وسط السماء ونورها
يغشى البلاد مشارق ومغارب

مثل سورج کے جو بیچ آسمان کے ہو اور اس کی روشنی تمام مشرق ومغرب کے بلاد پر پڑتی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا کیا تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مستنیر ہوئے، تو کوئی چیز حضور کے نور سے مخفی نہیں بلکہ حدیث قدسی ہے: بی یسمع وبی یبصر حضور کے غلاموں کے لئے یہ منزلت ثابت کرتی ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، یا ساریة الجبل مسافت بعیدہ سے ساریہ کو دیکھنا اور اس کو اپنی آواز پہنچانا مشہور ومعروف ہے، جس سے انکار نہ کرے گا مگر عقل سے مجانب یا دین میں مداہن۔

(۳) حضور پر نور علیہ الصلاۃ والسلام الی یوم النشور سے استغاثہ وتوسل حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر الی یومنا ہذا تمام مشائخ عظام وعلماء

کرام میں شائع وذائع ہے اس پر آیت:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا...... الآیہ

شاہد عدل ہے۔

جو کچھ مولانا خطیب جامع مسجد وزیر خان ومولوی نبی بخش صاحب حلوائی نے تحریر کیا ہے منصف حق کے لئے کافی وافی ہے اور متعصب باطل ملحد کے لئے ایک دفتر بھی کافی نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فقیر محمد یعقوب سلامت پوری

ہے کلکِ رضا خنجرِ خوں خوار برق
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ

بہر رنگ کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

اَلسَّهْمُ الشِّهَابِيْ عَلٰى خِدَاعِ الْوَهَّابِيْ

ملقب بہ عَشْرَةْ كَامِلَةْ

ایک غیر مُقلِّدہ وہابیہ عورت کا پُوری شریعت پر مزہ دار عمل

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِفَضْلِہٖ تعالےٰ یہ نافع رسالہ ہدایت قبالہ اصلی حَنفِیّت وہابیّت کا فرق بتانے والا مُسمّٰی بہ اَلسَّہْمُ الشِّہَابِیْ عَلٰی خِدَاعِ الْوَہَابِیْ ملقب بہ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ ہے۔ جسمیں مولوی احمد علی دروازہ شیرانوالہ لاہور کے رسالہ اصلی حَنفِیّت کا مُکمّل رَدّ اور مولوی صاحب کا حنفیت نُما وہابیت فروش ہونا ثابت کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ

(۱) ہر بدعت بدعتِ سیۂ نہیں۔

(۲) اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

(۳) نیک کام بُرے کام کی مقارنت سے بُرا نہیں ہو جاتا۔

(۴) تعامل اہلِ حرمین باعثِ حُجّت ہے۔

(۵) تقلید کی صحیح حقیقت۔

(۶) قول امام اذا صح الحدیث فهو مذهبی کا مطلب۔

(۷) ایصالِ ثواب، تیجہ، دسواں، گیارہویں۔

(۸) مجلسِ میلاد و قیام۔

(۹) اِستمداد از اولیاء کرام۔

(۱۰) حضور عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی عبدیّت و بشریّت کی حقیقت وغیرہ بیان کر کے اِن اُمور کے کرنے کو واضح کر دیا گیا ہے اور اِس میں احمد علی کا مُثبت اور علمی رَدّ کر

دیا ہے تا کہ عوام اُن کے جال سے بچیں اور اپنے اِیمان کی حفاظت کریں۔ اللّٰہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اہلِ حق کے لئے انکشافِ حق کا سبب بنائے، آمین!

مولوی ابو البرکات سید احمد صاحب قادری رضوی الوری

اصلی حَنفِیّت کا مُکمّل جواب

مولوی احمد علی مہاجر ہندی ساکن دروازہ شیرانوالہ لاہور نے "اصلی حنفیت" نام سے ایک ۳۸ صفحہ رسالہ عرصہ ہوا کہ شائع کیا تھا اور انجمن ہٰذا نے مختصر جواب اپنے رسالہ نمبر ۶ مُسمّٰی بہ "اثبات قبہ جات" میں دیا تھا۔ لیکن اکثر احباب نے درخواست کی کہ اِس رسالہ کا مُکمّل اور مُدلّل جواب لکھا جائے۔ چنانچہ اُن کے اصرار پر یہ رسالہ لکھ کر ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

مہاجر ہندی صاحب نے زیرِ عنوان "اِسلام پنجاب کے ضروری ارکان" مُسلمانانِ لاہور کو بالخصوص اور باشندگانِ پنجاب کو بالعموم مُندرجہ ذیل اُمور کو ارکانِ اِسلام ماننے کا الزام لگایا ہے اور اپنے زُعمِ باطل سے اُن کو بدعتی بے دین بتایا ہے ہمیں اِس کی شکایت نہیں کہ اُنھوں نے یہ کیوں لکھا اِس لئے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں یہ عام وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کا قدیمی شیوہ ہے کہ وُہ اپنی تحریرات میں نہ صرف عامہ مُسلمین بلکہ انبیاء کرام اور اولیاء ذوی الاِحترام کو بُرا بھلا کہتے، توہین و تحقیر کرنے میں دریغ نہیں کرتے پس اگر ہم غریب سُنیوں کو بُرا بھلا لکھ کر دل آزاری کریں تو کیا تعجب ہے لیکن یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے علم میں پنجاب میں بھی اِسلام کے وہی ارکان ہیں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ زاد اللّٰہ لہما تعظیما و تشریفا میں اِسلام کے ارکان

مانتے جاتے ہیں اور جو کتبِ عقائد میں مذکور ہیں اِس دل آزار رسالہ میں مولوی صاحب نے عالمانہ طریقِ تحریر کو ترک کر کے حنفی مسلمانوں بالخصوص وابستگانِ صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم کی طعنہ زنی سے کام لیا ہے کاش! آپکو معلوم ہوتا کہ

طعنہ زنی شیوہ جہلاء زمان است علماء را

مردانہ وار بدلائل شرعیہ باید پرداخت

تو ایسا نہ کرتے جن امُور کا اِس رسالہ میں ذکر ہے وہ کوئی آپ ہی کی جدّت طرازی اور آفرینی طبع کا نتیجہ نہیں بلکہ فرقہ وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ ہمارے صُلحاء کرام کے اذکار و وظائف مُستحسنہ پر اپنی شقاوتِ قلبی کے باعث ہمیشہ ہچوقسم اعتراضات کرتے چلے آئے ہیں۔

چنانچہ تقویۃ الایمان مُصنّفہ اسمٰعیل دہلوی اِسی قسم کے فوائدِ فساد آمیز سے مملُو ہے جن کے صد ہا دندان شکن جواب حنفی علماء کرام نے لکھے مگر چند روز گزرنے پر جب وہ باتیں عوام کو فراموش ہو جاتی ہیں تو فرقہ وہابیہ اور اُن کے وظیفہ خوار معاونین کسی دوسرے لباس میں عیسائیوں کی طرح از سرِ نو اُس فتنہ کو تازہ کرنے کیلئے کوئی رسالہ یا اشتہار چھاپ کر مفت تقسیم کر دیتے ہیں تا کہ اسلام سے بے خبر عوام بہ آسانی دامِ تزویر میں پھنسیں چنانچہ مولوی صاحب کا یہ رسالہ ''اصلی حنفیت،، بھی اِسی قسم کے صیاد کیاد کے دامِ تزویر کا ایک دانہ ہے۔

بہر رنگ کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدت رامی شناسم

اُمید ہے کہ مولیٰ عزّوجلّ مولوی صاحب کے اصلی حنفیت کے مغالطات سے

عوام مسلمانوں کو اسی رسالہ کے ذریعہ ہدایت اور مولوی صاحب کو توفیقِ رجوع الی الحق عطا فرمائے۔ یقین ہے کہ مسلمان اِس رسالہ کو شروع سے آخر تک بغور مطالعہ فرمائیں گے۔

والسّلام

حررہ العبد الراجی رحمتہ ربہ القوی

ابو البرکات سید احمد سنی حنفی الوری

صحیح تقلید اور سچا اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الروف الکریم لیلا ونہارا والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی حبیبہ الوجیہ العطوف الرحیم محمد والہ سرا وجہارا

امابعد! ان ارید الاّ الاِصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ
حتّی المقدور حسبِ ہمّت وطاقت میرا قصدِ اصلاح کا ہے اور نہیں ہے توفیق میری مگر اللہ تعالیٰ سے!

محترم سنی بھائیو! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَامُ ...... وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۞

اللہ کے نزدیک دِین پسندیدہ اِسلام ہے...... جو کوئی اِس کے سوا دین تلاش کرے گا ہرگز اُس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانیوالوں سے ہوگا۔

دین کی باریکیوں کا سمجھنا ہر کس و نا کس کا کام نہیں ورنہ یہ ارشاد نہ ہوتا کہ
ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۞
آیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔

وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۞
یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم واسطے آدمیوں کے اور نہیں سمجھتے اسے مگر علم والے
فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞
اہلِ ذِکر علماء سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے
فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ
اے بصیرت والو عبرت پکڑو! وغیر ذلک من الایات

اور علماء کو ورثۃ الانبیاء ہادی و مرشد قرار نہیں دیا جاتا۔ استخراجِ احکامِ قرآن وحدیث سہل نہیں۔ فہمِ لطائف ونکاتِ شرعیہ منصبِ علماءِ دین ہے استنباطِ احکام مخصوص بائمہ مجتہدین کہ اُن کی خطاء فی الدّین پر بھی ثواب مترتب اور منصبِ عوام اُن ائمہ کی تقلید و پیروی میں منحصر جیسا کہ قرآن وحدیث اور اجماعِ اُمّت سے ثابت ہوا۔ جو مسائل مجتہدینِ اُمّت نے بعد غور وخوضِ کامل باستقراءِ ادلۂ شرع و مواضع اجماع ورعایت وجہ ترجیح وتطبیق ودفعِ تعارض وتمیز ناسخ ومنسوخ وعلم اقسام نظم ومعنی وانواع حدیث ودریافت مورد و مقتضٰی وشانِ نزول وعلمِ تقدیم وتاخیر وغیر ذالک من العلوم الفنون استنباط کیلئے وہ واجبُ القبول ہے۔ ہر دانشمند جانتا ہے کہ صرف زبان دانی فہم مُراد اور تعیینِ مطلب شارع کیلئے کافی نہیں۔ ورنہ یہ ارشادِ شارع علیہ السلام نہ ہوتا

رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ
بہت سارے پہنچانے والے سُننے والوں سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں
اور مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

جو قرآن کی تفسیر بغیر علم کرے وُہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔

رہا اختلاف ائمہ فرعیات میں وہ باعث رحمت ہے۔ اصُول میں اختلاف رُونما کرنا اور پھر مُدّعی تقلید بننا اور یہ کہنا کہ عین کتاب وحدیث پر عمل پیرا ہونا چاہئے پھر اجماع وتقلید کی طرف نظر کرنا۔ عوام کو شتر بے مہار بنانا دین میں رخنہ ڈالنا ہے۔

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ۞

اِس وقت ہمارے پیشِ نظر ایک رسالہ ہے جس کا نام "اصلی حنفیت" رکھا گیا ہے۔ اور در حقیقت اِس میں گندم نمائی جوفروشی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ تقلید وحنفیت اصلی یہ ہے کہ ہر عامی قرآن وحدیث پر عمل کرے اُن سے مسئلہ نکالے اور اگر بالفرض اپنی کوتاہ نظری وکم فہمی سے وہاں سے مسئلہ سمجھ نہ آئے تو پھر غیر مجمع علیہ مسئلہ میں امام صاحب یا اُن کے مقدس شاگردوں میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے

مجلسِ میلاد شریف اُس میں قیام

نمازوں کے بعد آواز سے درُود شریف پڑھنا

گیارہویں شریف کرنا

وظیفہ یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِرِ جِیْلَانِیْ شَیْئًا اور وظیفہ امداد کُن پڑھنا

تیجہ، چالیسواں کرنا (جیسا صدہا سال سے اہلِ اسلام دیارِ عرب وعجم میں یہ تجویزِ علماء ربانیین سے مستحسن سمجھ کر کرتے چلے آئے ہیں) سب بدعات اور خلافِ حنفیت اور ہر بدعت بدعتِ سیئہ ہے۔ اور گویا اِس کے ارتکاب سے ترکِ سنّت لازم ہوتا ہے۔ اور اِنہیں اُصول پر حنفیت کا دارومدار ہے۔ مقلّدین اہلِ اسلام جانتے ہیں۔ کہ یہ وہی باتیں دُہرائی جارہی ہیں جن کو محمد ابن عبد الوہاب شیخ رئیس قرن

شیطان نے ایجاد کیا تھا۔ اور تقلید کی آڑ لے کر تمام مسلمانانِ عالَم کو جو اِس کے ہم نوا وہم عقائد نہ تھے مُشرک ٹھہرایا تھا اور اب بھی اِس کے چیلے ہم نوالے وہم پیالے اِسی دُھن میں لگے ہوئے ہیں جیسا کہ تصنیفاتِ وہابیہ اور اُن کی تردیدی کُتب سے ظاہر وباہر ہے۔ اگرچہ یہ مسائل ایسے نہیں کہ اِن پر علماء حقانی مقلّدین ائمہ اربعہ روشنی نہ ڈال چکے ہوں لیکن بغرضِ احقاقِ حق ونفعِ مُسلمین چند ضروری باتیں عرض کرنا ضروری ہیں، واللّٰہ المعین

(۱) ہر بدعت بدعتِ سیئہ نہیں مع تعریفِ بدعت واقسامِ بدعت

(۲) اصل اشیاء میں اباحت ہے

(۳) نیک کام بُرے کام کی مقاربت سے بُرا نہیں ہوتا

(۴) تعامُلِ اہلِ حرمین باعث حجّت ہے

(۵) تقلید کی صحیح حقیقت وکیفیت

(۶) قولِ امام اذاصح الحدیث فھو مذھبی کا مطلب

(۷) ایصالِ ثواب، تیجہ، دسواں، گیارہویں

(۸) مجلسِ میلاد شریف وقیام

(۹) طلب امداد از اولیاء وحکم وظیفہ یا شیخ عبدالقادر...... رحمہ اللّٰہ تعالی

(۱۰) رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی بشریت وعبدیت کی حقیقت

(تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ)

تعریفِ بدعت واقسامِ بدعت

لفظِ بدعت اِصطلاحِ شریعت میں دو معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ایک معنی یہ کہ حضور نبی کریم عَلَیہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلام نے نہ خود اس فعل کو کیا ہو، نہ اس کی اجازت دی ہو۔

یا بمعنی دیگر یہ کہ حضور کے عہدِ مبارک میں نہ پایا گیا ہو۔ دوسرے معنی یہ کہ افعالِ صحابہ و اقوالِ مجتہدین کے خلاف ہو۔ بدیں وجہ اس کی دو قسمیں قرار پائیں

ایک اصلاً بدعتِ حَسَنَہ

ایک بدعتِ قبیحہ سیئہ

علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں فرمایا:

بدعٌ وبدعةٌ بکسر الباء فی الشرع هی احداث مالم یکن فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وهی منقسمة الی حسنة وقبیحة۔

یعنی بدعت وہ امر ہے جو عہدِ رسالت میں نہ بنا۔ اور وہ دو قسم پر ہے حسن اور قبیح

علامہ بیہقی نے مناقبِ شافعی میں فرمایا:

کہ امام شافعی نے فرمایا: اُمورِ بدعیہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو مخالف کتاب یا سُنَّت یا اَثر یا اجماع کے ہوں۔ اور یہ بدعتِ ضالہ ہے۔

دوسرا وہ امرِ جدید کہ خیر جس میں کسی کو خلاف نہیں یہ بدعتِ محدثہ و غیر مذمومہ ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارہ تراویح و جماعت تراویح نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ فرمایا ہے۔

نیز حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ لِعُمَرَ: کَیْفَ نَفْعَلُ شَیْئًا لَمْ یَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؟

فَقَالَ عُمَرُ: ھٰذَا وَاللّٰہِ اَخَیْرٌ ...... الحدیث

یعنی جب حضرت عمرؓ نے جمع قرآن کو فرمایا:

میں نے کہا: ہم ایسا امر کیسے کریں کہ جس کو حضور نے نہ کیا؟

پس حضرت عمرؓ نے فرمایا: قسم بخدا یہ امر خیر ہے۔

پھر بدعات سے بعض واجب ہیں بعض حرام، بعض مندوب و مستحب، بعض مکروہ بعض مباح، جیسا کہ سیرت شامی وغیرہ میں ہے کہ بدعت اُمورِ دینی و شرعی میں ہوتی ہے۔ اور اُمورِ دنیاوی میں امرِ جدید بدعت نہیں اور بدعت حسن و قبیح کی طرف منقسم ہے۔ پس بعض بدعات سے واجب ہیں بعض محرمہ بعض مندوبہ بعض مکروہ بعض مباحہ۔

اور اُمورِ جدید محدثہ دینیہ اگر کتاب یا سُنَّت یا اجماع یا اَثر کے مخالف ہونگے بدعتِ ضلالت ہونگے اور مردود اور اگر ان کے خلاف نہ ہونگے پس وہ مردود نہیں۔ اور جو ان میں سے خیر ہوں گے پس وہ بدعتِ محمودہ ہے۔ اور بدعتِ حسنہ کے استحباب پر اتفاق ہے۔

پس وہ امر جس کو کہ ہمارے زمانہ کے بدعتیوں نے اختراع کیا کہ ہر امرِ جدید اُمورِ دین و دنیا میں بدعتِ ضلالت و قبیح ہے۔ اس کا منشا جہل اور اعجاب بالرائے ہے اور اللہ و رسول پر جراءت کرنا جَلَّ جَلَالُہٗ و صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

اسی بنا پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فتوی جوازِ عرس میں تحریر فرمایا:

دوم آنکه بهیئت اجتماعیه مردم کثیر جمع شوند

ختم کلام اللہ کنند وفاتحہ برشیرینی یا طعام نمودہ
تقسیم درحاضرین نمایند.ایں قسم معمول درزمانہ پیغمبر
خداصلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین نہ بود.اگر کسے
بایں طور کند باک نیست.زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست
بلکہ فائدہ احیاء واموات راحاصل میشود۔

"دوم یہ کہ اجتماعی حالت میں بہت سارے لوگ جمع ہوکر قرآن پاک اللہ
کے کلام کی تلاوت مکمل کرکے قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ
پڑھ کر حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں، یہ صورت اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
خلفاء راشدین کے زمانہ میں نہ تھی، البتہ کوئی شخص اس طرح کرے تو کوئی خوف ڈر
نہیں کیونکہ اس میں کسی طرح کی کوئی برائی نہیں بلکہ زندوں اور مرے ہوؤں کو فائدہ
حاصل ہوتا ہے۔"

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں فرمایا:

قائل کا یہ قول کہ یہ بدعت ہے۔اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں
نہ تھا۔غیر صحیح ہے۔اس لئے کہ ہر مباح امر جو صحابہ سے منقول نہ ہو۔بدعت نہیں ہو
سکتا۔بلکہ محذور اس صورت میں ہے۔جبکہ سنت ماثورہ کا مزاحم ہو۔

پس یہ خیال کرلینا کہ جو امر مباح غیر منہی عنہ بعد خیر القرون جاری
ہوا ہو اس میں خیر نہیں اور وہ قبیح ومذموم ہے، خلاف اجماع بلکہ خلاف قول رسول اللہ
کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

کہ حضور نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَ
مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا.

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا پس اس کو اس کا ثواب اور اس پر تمام
عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے برا طریقہ نکالا اس پر اس کا گناہ
اور اس پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا۔

نیز فرمایا:

مَثَلُ اُمَّتِیْ كَمَثَلِ غَيْثٍ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهَا خَيْرٌ اَوْ اَوْسَطُهَا اَوْ آخِرُهَا.

میری امت کی مثل مانند مینہ کے ہے نہیں جانا جاتا کہ اس کا اول خیر ہے یا
اوسط یا آخر

نیز فرمایا:

مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ

اور جس امر کو مسلمان مستحسن سمجھے۔پس وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں فرمایا:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

اور یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اس سے علیحدہ ہوا وہ دوزخی ہوگا۔

اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، جو الگ ہوا دوزخی ہے۔

شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

مقصود یہ ہے کہ جس جانب میں اکثر علماء ہوں اس کی پیروی کرو۔کسی پلید کا

یہ کہنا کہ سوادِ اعظم ایک فرد بھی ہو سکتا ہے۔ جہالت وسفاہت پر مبنی ہوگا۔ تحریر بالا سے مختصراً یہ امر بھی ظاہر ہو گیا کہ ہر وہ امرِ دینی جو بعد قرون ثلثہ نکلا عموماً مذموم نہیں ہو سکتا۔ اور اب کہنے والا احدیث واقوالِ سلف سے بے خبر ہے، یا باخبر ہے یا معاند ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

میری اُمّت مرحومہ گمراہی پر اجتماع نہ کرے گی۔

علّامہ قاری نے بذیل حدیث مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَۃَ ضَلَالَۃً فرمایا:

اس حدیث میں اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو امر کتاب وسنّت کے مخالف نہ ہوں اُس کا نکالنا مذموم نہیں۔

ہدایۃ المرید شرح جوہرۃ التوحید میں فرمایا:

وہ لوگ جاہل ہیں کہ جو ہر اُس امر کو جو زمانہ صحابہ میں نہ تھا بلا قیامِ دلیل بدعتِ مذمومہ ٹھہراتے ہیں۔

شرح مقاصد میں فرمایا:

ہم اِس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ مجرد ایسا فعل کرنا جس کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہ کیا ہو وہ حنفیوں کی مخالفت اور اتباعِ نبوی کا ترک ہے اور ایسا جب ہو کہ منہی عنہ کو کیا جائے اور مامور بہ کو ترک کیا جائے۔ اور یہی مطلب حدیث فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ کا ہے۔ یعنی وہ نئی چیز ایجاد کرنا جو خلافِ دین وخلاف اجماع مسلمین ہو۔ مامور بہ یا منہی عنہ کے خلاف ہو۔ اور اگر بدعت کے یہ معنی لئے جائیں کہ جو چیزیں رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خود نہ کیں، خود نہ فرمائیں بعد

کی بنائی ہوئی ہوں،

تو سب سے اوّل قرآنِ مجید کو جو بہیئت اجتماعی مَوجُود ہے بدعت کہا جائے گا۔

تمام کتبِ حدیث بدعت ٹھہریں گی۔

تقلیدِ ائمہ ممنوع ہوگی۔

تراویح کا بجماعت رمضان میں بہیئت موجودہ پڑھنا بدعتِ سیّئہ ہوگا۔

مسجدوں کا پختہ بنانا وغیرہ وغیرہ بہت وہ اُمور جو بزمانہ نبوّت بہیئت موجودہ حال نہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے یا اُس کے بعد رائج ہوئے۔ بدعتِ سیّئہ ہو گئے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اگر خوفِ خدا و شرم رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہوتی۔ اقوال وافعالِ نبویّہ پر نظر ہوتی تو کبھی ایسی جر[illegible]ت نہ ہوتی جیسے وہابیہ بیدین تقلید کا نام بدنام کر کے کہہ رہے ہیں اُمّتِ مرحومہ کو اُمّتِ ملعونہ قرار دے رہے ہیں۔ اور حنفیت کا نام لیتے ہیں بردرانِ اسلام، اِسلام کا صحیح راستہ اتباع نبی کریم وپیروئی اصحاب واہلِ بیت اور تقلید ائمہ اربع میں ہے جس کی صحیح تعلیم وتلقین عُلماء ربانیین اہلسنت نے فرمائی۔ اور ہمارے لئے اسلاف کرام جمہور اہلسنت کا اتباع مطابق ارشادات نبی کریم لازم وضروری ہے جو اس سوادِ اعظم سے علیحدہ ہوا دوزخی بنا۔

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ حکم صریح ہے علی ھذا عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ۔

اور اِنَّ اُمَّتِیْ لَنْ تَجْتَمِعَ عَلَی الضَّلَالَۃِ فَاِذَا رَاَیْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ

بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔

اور سوادِ اعظم کا اجماع کہ وُہ بدعت بدعتِ سیئہ نہیں، تقلید ائمہ لازم، اقوالِ اَسلاف قابلِ حجت ہیں۔ کما لا یخفی

حدیث صحیح میں وارد ہے:

مَنْ خَالَفَ الْجَمَاعَةَ قَیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ۔

جس نے جماعت کی بالشت برابر مخالفت کی اُس نے اسلام کے عہد کو اپنی گردن سے علیحدہ کر دیا۔

اصل اشیاء میں اباحت ہے نہ کہ حُرمت

جس عمل کے فعل و ترک میں کچھ حرج شرعی نہ ہو اور دلیل حسن و قبح مفقود ہو وہ شرعاً عند الجمہور مباح و جائز ہے۔ اور اسی کا نام اباحت اصلیہ شرعیہ ہے۔ جس کے فعل و ترک کا اختیار ہے۔

مسلم الثبوت میں فرمایا:

اباحت حکم شرعی ہے اس واسطے کہ وہ خطاب شرع بالتخییر ہے اور اباحت اصلیہ اس کی ہی ایک قسم ہے۔

ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَمَا سَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ۔

حلال وہ چیز ہے اللہ نے جس کو حلال کیا اور وہ حرام ہے جس کو اللہ نے اپنی

کتاب میں حرام کر دیا۔ اور جس سے سکوت ہو وہ معاف ہے، یعنی مباح ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے بذیل حدیث فرمایا:

وایں دلیل است بر آنکہ اصل در اشیاء اباحت است۔

اور یہ دلیل ہے اس پر کہ چیزوں میں مباح ہونا اصل ہے۔

اسی بنا پر فتح الباری میں فرمایا:

کہ جو بدعت کسی امر مستحسن شرعی کے ماتحت مندرج ہو، پس وہ بدعتِ حسنہ ہے اور جو بدعت کسی امر مستقبح شرعی کے ماتحت ہو وہ قبیح ہے اور جو ایسی نہ ہو وہ قسم مباح سے ہے (کہ اصل مسکوت عنہ میں اباحت ہے)۔

نیز علامہ نسفی علیہ الرحمۃ نے تفسیر آیت کریمہ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ میں فرمایا:

کہ اس حکم میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ کسی شئے کی حُرمت وحی و شرع سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ ہواءِ نفس سے۔

نیک کام مقارنت فعل قبیح سے قبیح نہیں ہوتا

جن اہلِ بصیرت نے کتاب و سنّت کو سمجھا اُنہوں نے حکم دیا کہ نیک کام مجاورت و مقارنت فعل قبیح سے اگر حسن اُس کا اس فعل کے عدم سے مشروط نہ ہو قبیح نہیں ہوتا حسن ہی رہتا ہے۔ حدیث ولیمہ میں طعام ولیمہ کو شر الطعام فرمایا۔ قبول ضیافت کی تاکید اور انکار پر اعتراضِ شدید فرمایا۔

ردالمحتار میں در باب زیارتِ قبور لکھا: ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

زیارتِ قبور اس وجہ سے کہ وہاں منکرات ومفاسد ہوتے ہیں ترک نہ کی جائے اس لیے کہ قربت ایسے امور کی وجہ سے ترک نہ کی جائے گی بلکہ انسان پر قربت کا کرنا اور امرِ مذموم کا انکار اور بصورت امکان اس کا دور کرنا لازم ہے۔

اگر کسی میت کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتیں ہوں تو یہ حکم نہیں کہ میت مسلم کے ہمراہ ہی نہ جاؤ۔ اصل اس باب میں یہ ہے کہ مسلمان امر مستحسن کو مستحسن جانے اور قبیح کی ممانعت کرے۔ اگر ممانعت پر قادر نہ ہو دل سے برا سمجھے۔ لیکن برائی کی وجہ سے امرِ خیر کو ترک کرنا موجبِ شر ہوگا نہ کہ باعثِ خیر۔

تعامل وتوارث اہلِ حرمین محترمین باعثِ حجت ہے

زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِذَا رَأَيْتَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى شَيْءٍ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ سُنَّةٌ۔

جب مدینہ والوں کو دیکھو۔ کہ وہ کسی شے پر مجتمع ہو گئے تو جان لو کہ وہ سنت ہے

فقہاء کرام نے توارث وتعامل اہلِ حرمین کو بہت سے مسائلِ دینیہ کے استخراج پر سند جواز وعدم جواز قرار دیا۔

کہیں فرمایا:

لِعَادَةِ اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ یہ حرمین والوں کی عادت کی وجہ سے مستحب وغیرہ ہے۔

کہیں فرمایا:

لَا يُسْتَحَبُّ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ مُخَالِفُ عَمَلِ اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ۔

یہ مستحب نہیں کیونکہ حرمین والوں کے عمل کے خلاف ہے۔

فتاوے مجمع البرکات میں ہے:

زیارتِ قبور روز جمعہ خصوصاً دوپہر سے پہلے افضل اور وہی متعارف اہلِ حرمین ہے کہ نماز سے پہلے بقیع اور معلےٰ کی زیارت کرتے ہیں۔

اور امام نووی علیہ الرحمۃ نے تو مطلق غریب کے رسم ورواج اور عمل وعادت کو بھی معتبر رکھا ہے۔ اور در باب حلت وحرمت اسے بھی ایک معیار قرار دیا ہے۔

علامہ قرطبی بہ ذیل حدیث:

اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا

ایمان مدینہ کی طرف ایسا سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔

فرماتے ہیں کہ اس میں مدینہ والوں کی صحت مذہب اور ان کی بدعت سے سلامتی اور ان کے عمل پر ہمارے زمانہ میں حجت ہونے کی تنبیہ ہے۔

یہی وجہ ہوئی کہ جب کسی بدمذہب ناہنجار نے حرمین محترمین پر تغلب کیا تھوڑی مدت میں ذلیل وخوار ہو کر نکلا اور وہاں کا تعامل پھر جاری رہا۔

تقلید کی صحیح حقیقت وکیفیت

تقلید کے معنی ہیں قبول کرنا غیر کے قول کا بلا معرفت دلیل کے۔ اور تقلید شخصی عام آدمی پر بہ اجماع واجب ہے اور اس کا انحصار چار مذہبوں میں ہے۔ حنفی شافعی مالکی

حنبلی جس نے اِن چار سے اعراض کیا وہ حق سے دُور ہو گیا جو کوئی ان کو چھوڑ کر اپنی ہوا کا مُطیع ہوا، اُس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں اور اگرچہ یہ چاروں مذہب باعث ہدایت ہیں۔ مگر مُقلِد کو اِن میں سے ایک مذہب تعیُّن کے ساتھ اختیار کرنا ضروری ہے۔ اگر دو تین راہوں کو اختیار کرے گا۔ صراطِ مُستقیم سے دُور پڑ جائے گا۔ اور ہمیشہ پریشانی وَتفَرقہ میں رہے گا۔ پس جو شخص کہ اُس کو سرمایہ اجتہاد تمام حاصل نہ ہو نہ ناسخ وَمنسُوخ کو جانے نہ احوال تقدیم وتاخیر سے واقف ہو نہ لُغات محاورہ عرب کو سمجھے نہ لیاقت ترجیح اقوال اور معرفت قوت وضعف ادلّہ رکھے۔ نہ فنونِ اُدَب کو جانے نہ وجُوہ مخاطب کو پہچانے نہ مواقع تعارُض واسباب ترجیح کو سمجھے۔ بلکہ مُجرد ہواءِ نفس سے کسی ایک حدیث وقول کو دیکھ کر اُس پر عمل کرے کبھی دوبارہ اس کے مخالف ومعارض حدیث وقول کو دیکھ کر اُس پر عمل پیرا ہو۔ کبھی ایک آیت کو دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ٥ ۔تُمہارے لیے تُمہارا دین میرے لیے میرا دین۔ اور سب دینوں کو اچھا سمجھے اور کبھی کُفّار کے قتل وبے دینی کی آیات پڑھ کر اُن کو بے دین کہے۔ اور اپنے آپ کو دیندار تسلیم کرے۔ تو بالضرور مجموعہ احوال اعمال اُس کے ایسے ہوں گے۔ کہ چاروں مذہبوں میں سے کسی پر منطبق نہ ہوں گے اور مذہب ایک مُعجُون مُرکّب بن جائے گا۔ اور ایسا شخص غیر سبیل مومنین کا متبع بن جائے گا۔

عَلّامہ شُعرانی نے میزان میں حضرت ذکریا انصاری علیہ الرحمۃ سے نقل کیا:

خبردار مجتھد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعتِ مُطہّرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو جب تک تمام لُغتِ عرب پر جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو جب تک ان کے معانی ان کے راستہ جان نہ لو۔ بھلا کہاں تم اور

کہاں یہ احاطہ۔ لہٰذا کسی مُدعی حنفیّت کا یہ کہنا کہ ہر عام آدمی قُرآن وحدیث پر عمل کرے اس سے مسائل نکالے۔ اور اگر بالفرض اپنی کوتاہ نظری وکم فہمی سے وہاں سے مسئلہ سمجھ میں نہ آئے۔ تو پھر غیر مجمع عَلَیہ مسئلہ میں امام صاحب یا اُن کے مُقدّس شاگردوں میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے۔ مُقلّدِین کو دھوکہ دینا اور غیر مُقلّدِی کی تعلیم ہے۔ اور تمام عُلَمائے سَلف مقلدین کو کوتاہ نظری وکم فہم بتانا۔ فاعتبروا یااولی الابصار.

فتاوٰے حمادیہ میں فرمایا:

بے شک عام آدمی ایک ایسے امام کی رائے پر عمل کرے جو اس کے نزدیک اعلم ہو۔ اور کسی شے میں اپنی خواہشِ نفسانی سے اُس کا خلاف نہ کرے!

اسی وجہ سے حضرت مُجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مبدا ومعاد میں فرمایا:

کہ اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ کر دُوسرے امام مذہب کے مذہب کو اختیار کرنا مُلحد بننا ہے۔

کیمیائے سَعادت میں فرمایا:

ھر کہ بخلاف اجتہاد خود یا بخلاف اجتہاد صاحب مذھب خود کارے کند او عاصی است. پس ایں بحقیقت حرام است.

مُجدّد صاحب نے مکتُوب ۳۱۲ مکتوبات جلد اوّل میں فرمایا:

ما مقلداں را مجال نہ رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرات در اشارت نمائیم۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس شخص کو کسی قسم کے اِجتہاد کی قُوّت حاصل نہ ہو (جو صدہا

سال سے مفقود) تو وہ مقلد صرف اور عام آدمی محض ہے اگرچہ عالم ہو اس پر باجماع واتفاق محققین مذاہب اربعہ کے ایک امام معین کا اتباع وتقلید لازم ہے۔ اگر غیر مجتہد حدیث پر عمل کرے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ باتباع کسی امام کے ائمہ اربعہ سے ہوگا۔ یا بغیر اتباع وتقلید کے، بر تقدیر اول حدیث پر عمل بالذات نہ ہوا بلکہ بواسطہ قول مجتہد کے ہوا۔ تو یہ شخص عامل بالحدیث قرار نہ اور دعوی حدیث باطل ہوا۔ پس ایسے عمل بالحدیث سے وہ شخص صرف حنفیت ہی سے خارج نہ ہوا۔ بلکہ قولاً وفعلاً واعتقاداً تمام اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوا۔

اِذَاصَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ

اہل اسلام جانتے ہیں کہ امام صاحب کا یہ قول کمال دیانت اور تقوٰی پر دال ہے اور اپنے مسائل مستنبطہ پر کمال وثوق کی بنا پر ارشاد فرمایا ہے اور یہ حکم واذن انہیں افراد احناف کے واسطے ہے۔ جن کو ملکہ اجتہاد حاصل ہو۔ صحیح وغیر صحیح ناسخ ومنسوخ مقدم ومؤخر کو پہچانتے ہوں۔ مطلق ومقید کو جانتے ہوں اور نصوص شرعیہ میں اہل نظر ہوں۔

شامی میں فرمایا:

ولا یخفی ان ذالك (ای العمل علی قول الامام اذاصح الحدیث) لمن کان اھلا للنظر فی النصوص ومعرفة محکمھا من منسوخھا۔

نہ جیسا کہ رسالہ ''اصلی حنفیت'' میں اعلان فرمایا گیا:

ہر عامی قرآن وحدیث پر عمل کرے اھ

مسلمانو! یہ منصب عوام کا نہیں خواص امت مجتہدین کا ہے جس کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ علم قرآن پر سات معنی لغوی وشرعی اور اس کے وجوہ خاص وعام اور اوامر ونواہی نص ظاہر خفی مشکل وغیرہ وغیرہ اور علم حدیث کو ان کے طریق سے اور وجوہ قیاس اور اس کے شرائط منصوصہ پر حاوی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی فرد جماعت حنفیت نے یہ نہیں فرمایا کہ میں عامل بالحدیث یا عامل بالقرآن ہوں۔ اور یہ میرا عمل ومذہب خلاف مذہب ودلیل امام ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو اس اجماع کی ضرورت نہ ہوتی کہ انحصار مذہب چار فرقوں میں ہے۔ انہیں میں سے ایک کی تعین کے ساتھ تقلید ضروری ہے اور ہر مقلد کو اپنے امام کے مذہب ودلیل پر عمل لازم اور جو ان چاروں مذہب سے علیحدہ ہو وہ دائرہ حقانیت سے خارج ہے۔ جیسا کہ طحطاوی وغیرہ میں تصریحا موجود اسی بنا پر فقہا کرام نے حکم دیا کہ قاضی مقلد کا حکم اگر خلاف اس کے مذہب متعین کے ہوگا۔ جائز ونافذ نہ ہوگا۔

امام ربانی جناب مجدد صاحب نے مکتوب ۳۱۲ میں فرمایا:

اگر کسے گوید که ما علم بخلاف آں دلیل داریم گویئم که علم مقلد در اثبات حل وحرمت معتبر نیست دریں باب ظن مجتہد معتبر است ،احادیث را ایں اکابر واسطه قرب عهد ووفور علم وحصول ورع وتقوٰے از ما دور افتادگاں بهتر مے دانستند وصحت وسقم ونسخ وعدم نسخ آنہارا بیشتر ازما می شناختند البته وجه موجه داشته باشند در ترك عمل بمقتضاء حدیث علی

صاحبہا الصلوۃ والسلام وآنچہ از امام اعظم منقول است کہ اگر حدیث مخالف قول من بیابید مرحدیث عمل نمائید مراد ازاں حدیثے است کہ بحضرت امام نہ رسیدہ است وبنا برعدم علم ایں حدیث حکم بخلاف آں فرمود است۔

"اگر کوئی کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں۔

توہم کہتے ہیں: کہ مقلد کا علم حلال وحرام کے ثابت کرنے میں معتبر نہیں ہے ،اس باب میں مجتہد کا ظن معتبر ہے، احادیث کو یہ اکابر حضرات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ کے قرب کی وجہ سے اور علم کی زیادتی کی وجہ سے اور تقوی وورع کے ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادگاں سے بہتر جانتے ہیں، صحیح، وغیر صحیح، منسوخ وغیر منسوخ کو وہ ہم سے بہت پہلے جانتے پہچانتے ہیں البتہ وہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتضا پر عمل ترک کرنے میں یقیناً ایک واضح سبب رکھتے ہیں اور جو کچھ امام اعظم سے منقول ہے کہ اگر میری بات کے خلاف حدیث رسول ہو تو حدیث پر عمل کرو! اس سے مراد وہ حدیث ہے جو آپ تک نہ پہنچی ہو اور اس حدیث کا علم نہ ہونے کی صورت میں آپ نے اس کے خلاف حکم فرمایا،

ایصال ثواب

ایصال ثواب اہل سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے شرح عقائد میں فرمایا:

مُردوں کیلئے زندوں کی دعا وصدقہ میں دونوں کیلئے نفع ہے۔

اعمال بدنی ہوں یا مالی دونوں کا مُردوں کو نفع پہنچتا ہے۔

زیلعی میں فرمایا:

اصل اس باب میں یہ ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچائے۔ نماز ہو یا روزہ حج ہو یا صدقہ قراءت قرآن واذکار اور اس کے سوا جتنے ابواب بر وخیر ہیں۔ اور اس کا ثواب مردہ کی طرف پہنچتا ہے اور اس کو نفع ہوتا ہے۔

ایسا ہی عینی، عالمگیریہ، بحرالرائق، ہدایہ وغیرہ میں ہے۔

اور مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے بھی مائۃ مسائل میں لکھا ہے:

دوم آنکہ ثواب اعمال بدنی باشد یا مالی ہر دو بالموات مے رسد۔ ایں مذہب امام اعظم واحمد وجمہور است۔

دوسرے یہ کہ بدنی اعمال کو ثواب ہو یا مالی دونوں مُردوں کو پہنچتے ہیں، یہ مذہب امام اعظم واحمد اور جمہور کا ہے۔

البتہ معتزلہ اس کے مخالف ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں فرمایا:

اجماع اس امر پر قائم ہوگیا ہے کہ زندوں کے صدقہ سے میت کا نفع ہوتا ہے

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کہ ایک مرد نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا۔ کہ میری ماں مرگئی اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اس کو نفع دے گا؟

فرمایا: ہاں۔

ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حضور نے فرمایا:

اگر میت مسلم ہو پس تم اس کی طرف سے آزاد کرو یا صدقہ دو اس کی طرف سے حج کرو ! اس کو یہ پہنچے گا۔

طبرانی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:

جو قبرستان میں گزرے، گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے پھر اس کا ثواب اموات کو ہبہ کرے تو اس پر پڑھنے والے ایصال ثواب کرنے والے کو بعدد اموات اجر ملے گا۔

فوائد ابو القاسم زنجانی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو قبرستان میں داخل ہو پھر الحمد اور قل ھو اللہ احد اور الھکم التکاثر پڑھے پھر کہے کہ میں نے اے خدا تیری کلام کا ثواب جمیع اہل مقابر مومنین و مومنات کو بخشا تو وہ سب اللہ تعالیٰ سے اس پڑھنے والے کے شفیع ہونگے۔

اس تحقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ایصال ثواب خواہ بقراءت قرآن ہو یا کھانا کھلائے یا آزاد کرے یا نماز، روزہ، حج کر کے ثواب بخشے وغیرہ سے منجملہ امور مسنونہ و اعمال خیر ہے۔ اور امور مسنون و خیر کیلئے تعین اوقات و تخصیص اوقات شرع مقدس میں ممنوع نہیں بلکہ بہت جگہ وارد اور فعل شارع علیہ السلام سے ثابت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کو مسجد قبا میں تشریف لاتے۔

ہر شروع سال میں شہداء احد کی زیارت کو آتے۔

عورتوں کی درخواست پر ایک دن خاص وعظ کیلئے مقرر فرمایا دیا۔

استسقاء کے واسطے اجتماع مسلمین کا وقت خاص مقرر فرمایا۔

وغیر ذالك من التعینات الشرعیه۔

جس طرح تعیین و تخصیص اوقات موافق اپنے مصالح کے شادی نکاح ختنہ وغیرہ اور دیگر امورات و عبادات مطلقہ میں مسلمانوں کو جائز اسی طور سے اگر کوئی مسلمان ایصال ثواب کے واسطے اگر کوئی دن وقت خاص بنا پر اس مصلحت کے کہ بوقت خاص مسلمان جمع ہو کر بہت مجتمعہ ایصال ثواب کریں مقرر کریں۔ تو وہ بلاشبہ جائز ہوگا اس تعیین و تخصیص کی وجہ سے جو واجب یا موقوف علیہ ایصال کا نہیں سمجھا جاتا امر خیر ممنوع نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً یوم وفات انبیاء و اولیاء کہ ان کا روز وصال محبوب حقیقی ہے اور اس وجہ سے اس یوم کو یوم العرس و یوم العید کہا جاتا ہے اور حصول نعمت کے دن کو عید بنانا اور خوشی کرنا سنت ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۤءَ فَعَلَيْهَا وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰى

البتہ اگر کوئی تعیین کو فرض و لازم سمجھے تو یہ فعل قابل اعتراض ہو سکتا ہے اور جہاں تک دیکھا گیا کوئی عامی سے عامی بھی اس کا معتقد نہیں۔

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے ایسے ہی طعن کے بارہ میں فرمایا:

ایں طعن مبنی است بر جہل به احوال مطعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره راهیچکس فرض نمے دانند زیارت وتبرك بقبور صالحین وامداد ایشان به امداد ثواب وتلاوت قرآن ودعاء خیر وتقسیم طعام

وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں مے باشد ازدارالعمل بدار الثواب والآ ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات وخلف راالازم است، کہ سلف خودرابایں نوع برو احسان نماید۔

یا لعن جس پر طعن کیا جارہا ہے اس کے احوال سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ سوائے فرائض شرعیہ مقررہ کے کوئی شخص کسی فرض کو نہیں جانتا، قبور صالحین کی زیارت سے، ان سے تبرک وان کی امدادثواب وتلاوت قرآن پاک، دعاءِ خیر، کھانا ومٹھائی تقسیم کر کے کرنا ایک خوب صورت اور اچھا کام ہے، علماء کے اجماع سے عرس کے دن کو مقرر کرنا اس لئے ہے کہ یہ دن ان کے دارالعمل سے دارثواب کی طرف انتقال کی یاددلانے والا ہے، ورنہ جس دن میں بھی یہ عمل واقع ہو موجب فلاح ونجات ہے اور پس ماندگاں کے لئے لازم ہے کہ اپنے آگے جانے والوں کو کسی نہ کسی قسم کی نیکی واحسان کا ثواب پہنچاتے رہیں!

اب اگر کسی مدعی اسلام کے پاس اس امر کا ثبوت ہو کہ تعیین وتخصیص ممنوع ہے اور ہر بدعت سیءہ ہی ہے اور اصل اشیاء میں اباحت نہیں ہے۔ اور نیک کام مقارنت فعل قبیح سے قبیح ہو جاتا ہے اور ایصال ثواب بہ تعیین حرام وممنوع تو پیش کرے حنفیت کی آڑ میں شکار کرنا ٹھیک نہیں۔

من خوب مے شناسم پیران پارسارا

تیجہ دسواں چالیسواں سب بہ نیت وغرض ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ اور تعیین

تخصیص یوم موجب حرمت وبدعت سیءہ نہیں بلکہ بموجب فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مَارَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ۔

مستحسن ومستحب ہے اور اس کو بدعت ورسم بد کہنے والا قبیح نجدیہ ومعتقد دیوبندیہ وغیر مقلدین ہے۔

گیارہویں شریف

گیارہویں شریف بھی بغرض ایصال ثواب کی جاتی ہے۔ تعیین کو لازم نہیں سمجھا جاتا لیکن تعیین محض اس غرض صالح سے ہے کہ خاص تاریخ آنے پر یاد ہو جاتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں، کہیں کہیں مناقب پڑھتے ہیں ایصال ثواب کیا جاتا ہے تعیین کے ساتھ اگر ایصال ثواب یا کوئی کام کرنا منع ہو تو پیش کیا جائے ہم مسلمان حق کے سامنے سر جھکانے کو تیار ہیں۔ نیز یہ بھی ارشاد ہو کہ یہ حکم کس کلیہ کے ماتحت جاری ہوا کہ اگر کسی کو حاجت روا اور کارساز سمجھ کر دیا جائے تو شرک ہے۔

افعال وعقائدِ مسلمین کو شرک بتا کر کیوں شرک اپنے سر لیتے ہو؟

اور مدعی حنفیت بنتے ہو۔ شرم! شرم!

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ باذن اللہ وبہ عطاالٰہی کارساز حاجت روا ہیں اگر احادیث پر ہی نظر ہوتی تو بھی نظر آجاتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللهِ!

کہنے کا حکم دیا ہے۔ مگر آپ کیا کریں؟

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔

وہابی ہو کر حنفیت کا ادعاء اچھا نہیں!

مجلس میلاد و قیام

محفل مولود شریف کا منعقد کرنا باعث نجات وحصول برکات ومشعر محبت حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام ہے۔ سلفا خلفا علماء دیار وامصار نے اس کو خود کیا اور مستحب ومستحسن جانا اور دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔ صدہا مسائل درمسائل اس بارہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ حرمین طیبین زادھما اللہ شرفا وتعظیما میں اکثر خصوصا ماہ ربیع الاول شریف میں بہ تعیین یوم ووقت پہ محفل منعقد کی جاتی ہے، ذکر پاک پڑھا جاتا ہے شیرینی وغیرہ ماحضر تقسیم ہوتا ہے چراغاں بھی ہوتے ہیں جو بغرض زینت محفل وقرءت ذکر جلائے جاتے ہیں اور بمطابق حکم آیہ کریمہ۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اس کو حلال ومباح سمجھتے ہیں ایسی روشنی کو اسراف اور حرام قطعی قرار دینا شریعت پر افتراء ہے۔

مولود شریف میں بوقت ولادت جو قیام کیا جاتا ہے اس میں علاوہ تعظیم ذکر بہ تعیین خاص تشبہ بہ ملائکہ کی بھی نیت ہوتی ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ پر نظر رکھنے والے اس کو اپنے لئے باعث اجر سمجھتے ہیں۔ ذکر کیلئے شرع مقدس میں کوئی تخصیص نہیں کہ بیٹھ کر ہی ہو کھڑے ہو کر بھی ہو سکتا ہے۔ اذکروا اللہ قیاما وقعودا پھر اس کو بدعت بتانا حرام ٹھہرانا سوائے ضلالت کیا ہو سکتا ہے۔ داڑھی منڈوں کے

پڑھنے، گانے، کھیل کرنے سے نفس مجلس میلاد بری نہیں ہو سکتی کہ اقتران فعل قبیح فعل حسن کو قبیح نہیں کرتا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔

داڑھی منڈوانا ضرور گناہ ہے۔ مگر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ داڑھی منڈے کی نماز اعمال صالحہ، ذکر وشغل سب بے کار ہیں۔ اس پر ثواب مترتب نہ ہوگا، ایسا کہنا شریعت پر جرأت کرنا اور فقہ، حدیث، قرآن، تقلید وحنفیت کی کچھ پرواہ نہ کرنا ہے یا نہیں۔ اور اس پر ادعاءِ حنفیت فاعتبروا یا اولی الابصار. نیز اگر تعیین باعث عیب وخرابی ہے تو ارشاد ہو کہ فلاں قول سے تعیین حرام ہے اور اس کو شارع علیہ السلام نے منع کیا۔

مولود شریف میں ذکرِ خدا وذکرِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔

لوگ جمع ہو کر بغرض عظمت ذکر سراً وجہراً درود شریف پڑھتے ہیں۔

نظماً ونثراً ذاکرین مناقب حضور سید السادات علیہ افضل التحیات والصلوات پڑھتے اور سناتے ہیں۔

اس سے فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔

اس خوشی میں مجتمعین کو بغرض ایصال ثواب حضور پرنور کھانا کھلاتے ہیں۔

شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔

بغرض زینت ونظر محفل کو سجاتے ہیں۔

خوشبو سلگاتے ہیں۔

چراغاں کرتے ہیں۔

ہم نہیں سمجھتے کہ اس مجموعہ یا اس کے افراد میں کونسا عیب اور کیا خرابی ہے اور

کس اصول شرعی کے خلاف ہے؟ اور اگر محض سنہ ایجاد ۶۰۴ باعث خرابی ہے تو اس کا ثبوت درکار ہے۔

رہا نمازوں کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا،

اس کے جواز میں کیوں شک ہے کیا درود شریف پڑھنے کیلئے کسی وقت خاص کا حکم ہے یا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا عموم پر دال ہے یا امر ائمہ اربع کے زمانہ میں نہ تھا وے بے میں ایجاد ہوا کیا عرفاً شرعاً کسی امام کے قول سے عدم ثبوت کی دلیل ہو سکتا ہے۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ.

کیا علامہ شامی کی عبارت پیش کردہ

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا وَخَلَفًا عَلٰى اسْتِحْبَابِ ذِكْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا اِلَّا اَنْ يُّشَوِّشَ جَهْرُهُمْ عَلٰى نَائِمٍ اَوْ مُصَلٍّ

درود شریف کے جہراً پڑھنے سے مانع ہے؟

کیا درود شریف داخل ذکر نہیں ہے؟

کیا مطلقاً ذکر جہری کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے؟

نیز یہ بھی ارشاد ہو کہ استفتاء مولوی عبدالحی صاحب نے جناب کو کیا فائدہ دیا؟ وہ تو ذکر جہری کو اگر بمصلحت دینی ہو حد سے زیادہ بلند آواز سے بھی جائز ٹھہراتا ہے

حنفیت کا ادعا ہے، تو اقوال احناف دیکھو!

وظیفہ یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِرِ جِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ

اور وظیفہ امداد کن کا حکم

انبیاء کرام واولیاء عظام علیہم السلام والرضوان سے بعد انتقال ظاہری مثل حالت حیات وسیلہ پکڑنا مدد چاہنا ان کو قریب اور بعید سے پکارنا اور ان کی طرف توجہ کرنا ان کو دربار خدا میں شفیع بنانا ہر طرح جائز ہے۔

حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ: ہر کس کہ استمداد کردہ مے شود بوے درحیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ گفتہ است دیدم چہار کس راز مشائخ تصرف مے کنند درقبور خود مانند تصرفہا درحیات ایشاں

حجۃ الاسلام امام غزالی نے فرمایا: جوکوئی ایسا ہو کہ اس سے اس کی حیات ظاہری میں مدد طلب کی جاتی ہو اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے،

کسی شیخ سے منقول ہے کہ چار مشائخ کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جیسے وہ اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے۔

یا بہ تشریح حواشی مشکوٰۃ المصابیح میں مندرج کہ امام شافعی نے فرمایا:

خصوصاً اجابت دعا کیلئے قبر حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی تریاق مجرب ہے

صاحب سیرۃ شامی نے عقود الجمان میں فرمایا:

ہمیشہ سے علماء اور حاجتمند لوگ قبر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کی زیارت

کرتے ہیں اوران کو اپنی قضاءِ حاجات میں وظیفہ بناتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ الموتے میں فرمایا:

اولیاء اللہ دوستان ومعتقدان رادر دنیا وآخرت مدد گاری مے فرمانید دشمناں راھلاك نمایند۔

فرقہ وہابیہ وعلماء اہل سنت میں ہمیشہ یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے مفصل کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ وظیفہ یا شیخ ووظیفہ امدادکن میں اولیاء کرام کی ندااوران سے طلب مدد ہے ایسے وظائف پڑھنے والا ان حضرات کرام کو متصرف حقیقی مالک اصلی نہیں سمجھتا مظہر عون الٰہی ومقرب بارگاہ سمجھ کران کو دربار الٰہی میں مطابق فرمان الٰہی وَابۡتَغُوۡٓا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ وسیلہ بناتا ہے۔ان سے مدد طلب کرتا ہےاور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقرب بندے ہیں محبوب ہیں ان کو یہ مرتبہ ملا ہے کہ خدا کے حکم سے اس کے پریشان بندوں کی مدد کریں اپنی ہمت روحانی وتوجہ قلبی صرف کریں اس کے مطلب کی دعا کریں کہ یہ سب امور اسباب کار برآری ہوتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں صریح حکم موجود ہے:

اَعِيۡنُوۡنِىۡ يَاعِبَادَاللهِ! اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

جیسا کہ حصن حصین میں درج ہے۔

فتاوے خیریہ میں ہے:

یاشیخ عبد القادر فهو نداء اذا اضيف اليه شيء لله فهو طلب الشيء اكبر امالله تعالى فما الموجب لحرمته؟

ایسا ہی دیگر کتب حنفیہ میں مصرح اور خود حضرت شیخ المشائخ حضور غوث اعظم

رضی اللہ عنہ سے زبدۃ الاسرار میں منقول ہے:

اذاسألتم الله فاسئلوه بی وقال من استغاث بی فی كربة كشفت عنه و من نادى باسمی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی الله عزو جل فی حاجته قضيت له۔

جب خدا سے سوال کروتو میرے وسیلہ سے سوال کرواور جو مصیبت میں مجھ سے فریاد چاہتا ہے میں اس کی مصیبت کو دفع کر دیتا ہوں اور جو مجھ کو شدت میں نام لے کر پکارتا ہے میں اس کو کھول دیتا ہوں اور جو حاجت میں میرا اللہ کی طرف وسیلہ پکڑتا ہے میں اس کی حاجت روائی کرتا ہوں۔

کہیے! حضور غوث الاعظم نے اس وظیفہ کی کیسی اجازت دی، قرآن وحدیث وائمہ نے امدادکن کہنے کو کہاں منع فرمایا خدااور رسول وائمہ واکابر پر افتراء کرتے شرماؤ! جائز امور کو ناجائز نہ ٹھہراؤ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر اور بندہ کہنے والے کافر ہیں

سنی حنفی بھائیو! وہابیوں کے دھوکہ میں نہ آنا!

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ جیسا بندہ وبشر کہتے ہیں۔

حضور کو بڑا بھائی بتاتے ہیں۔

ایلچی وڈاکیہ ٹھہراتے ہیں جو قطعی کفر اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ خالق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہیں۔

اللہ تعالےٰ معبود یہ عابد وعبد ہیں۔

وہ بھیجے والا یہ رسول ہیں۔

اور اللہ تعالے نے ان کی بشر پیدا فرمایا بندہ بنایا۔

مگر وہ ایسے بندہ و بشر ہیں کہ شریک سے منزہ ہیں۔

ذات وصفات میں ان جیسا مجموعہ خوبی نہ کوئی ہوا نہ ہو سکتا ہے۔

خود صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا اَیُّکُمْ مِثْلِیْ، کون تم میں میرا مثل ہے
یعنی کوئی میرا مثل نہیں۔

وہ محبوب خدا ہیں۔

وہ افضل رسل اور انبیاء ہیں

وہ محمود، محمد، حامد و احمد ہیں۔

وہ اول و آخر ظاہر و باطن ہیں۔

وہ رءوف و رحیم عزیز و حمید ہیں۔

مظہر ذات و مظہر صفات الٰہی ہیں۔

وہ اول شافع و اول مشفع ہیں۔

وہ باعث تخلیق آدم و عالم ہیں۔

وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

وہ اسود و احمر کے حاکم ہیں۔

وہ کارخانہ الٰہی کے خزانوں کے مالک ہیں۔

وہ قاسم نعم الٰہی ہیں۔

ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

ان کی ایذاء خدا کی ایذاء ہے۔

انہیں دنیا میں ظاہری آنکھوں سے رویت الٰہی ہوئی۔

وہ آگے پیچھے سے یکساں دیکھتے ہیں۔

تمام علوم غیبیہ پر بعطاء الٰہی ان کی نظر تھی اور ہے۔

وہ سمیع و بصیر ہیں۔

وخبیر مظہر ہیں۔

اب بھی زندہ ہیں۔

پکارنے والوں کی پکار کو سنتے ہیں۔

ان کے سامنے ہر ہفتہ میں دوبار اعمال امت پیش ہوتے ہیں۔

وہ اب بھی سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔

ان کی مرضی پر عالم کا فیصلہ ہوگا۔

خدا تعالے ان کی مرضی چاہتا ہے۔

وہ مختار و مالک ہیں۔

ان سے عالم کو نفع پہنچتا ہے۔

اور ان کا ذکر خدا کا ذکر ہے۔

اذان نماز میں ان کا ذکر شامل ہے۔

ان کا تصور ہر دم نفع رساں ہے۔

ان کے فضلات طیبات طیب و طاہر تھے۔

ان کی چاہنے والے محبت رکھنے والے خیر البریہ ہیں۔

جس کو جنتی بنایا جنتی ہوا۔

ان کی شفاعت پر بروز قیامت تمام عالم کا فیصلہ ہوگا۔

ان کی موت وحیات دونوں ہمارے لئے خیر ہیں۔

ان کے مزار مقدس کی زیارت موجب شفاعت۔

ان کے آثار کریمہ کی تعظیم باعث نجات وسعادت۔

ارواحنالہ الفداء صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم الف صلوۃ و تسلیم فی کل لحظۃ وحین!

منزہ عن شریک فی محاسنہ　　وجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

رخ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب کوئی دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

لیکن دیوبندیہ وفرقہ نجدیہ وہابیہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بشر و بندہ کہتا ہے۔ کہ

وہ مثل دیگر بندوں کے عاجز ہیں۔

عجز میں برابر،

عدم قدرت وعدم فریادرسی میں نبی، جن، شیطان، بھوت، پری میں کچھ فرق نہیں ا۔

ان کی نذر ونیاز شرک ہے۔

ان کی زیارت کو دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا شرک ہے۔

ان کے مزار مقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ان سے مراد مانگنا ان کا پکارنا

شرک ہے۔

یہ اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چمار سے بھی ذلیل ہیں۔

ان کو علم غیب نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

وہابیہ کے نزدیک چوڑا چمار نبی ولی بندہ ہونے میں ایک حیثیت رکھتے ہیں

ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں تصور گاؤ۔خر کے تصور سے بدرجہا بدتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بالوجاہت نہ ہوگی۔

جو ان کو اپنا ولی سمجھے وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔

انبیاء ہمارے بھائی ہیں ان کی تعظیم مثل بڑے بھائی کی تعظیم کے ہے۔

پس ان کو غیر کی حمایت ووکالت کی طاقت کہاں ہے؟

پس کسی کی حمایت پر اعتماد نہ کرو۔

میری لکڑی محمد سے مجھے زیادہ نافع ہے۔

پیغمبر کے آثار ومشاہد ومجالس وذکر کی تعظیم مثل بت پرستی ہے۔

جو کوئی بوقت حاجت بجائے یا اللہ یا محمد کہے اگرچہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ بندہ غیر متصرف ہیں تو بھی مشرک ہوجائے گا۔

جو عند اللہ ان کی شفاعت کی امید رکھے وہ مجنون ہے۔

یا محمد اغثنی للہ کہنا شرک ہے۔

ان کے نزدیک پیغمبر قبر میں مٹی ہوجاتے ہیں۔

رسول اللہ پر سید کا اطلاق جائز نہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سوائے عبداللہ اور رسول اللہ کے منع ہے۔

انبیاء ناکارہ ہیں ہو غیر ذالک من الکفریات

مسلمانو! سوچو! غور کرو!

جو کوئی ایک نبی علیہ السلام خصوصاً محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بندہ و بشر کہے۔

اور ان حضرات کرام علیہم السلام کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے۔

وہ کیسا مسلمان ہے۔

کیا قرآن وحدیث صحابہ واہل بیت ائمہ امت نے رسول اللہ کو بشر وعبد بنا کر ان کے ساتھ انہیں عقائد کا حکم دیا ہے؟

کیا یہ انبیاء کرام خصوصاً حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و توہین نہیں؟

اور ایسا کہنے والا کیا مسلمان ہوسکتا ہے؟

اور یہ اقوال کفریہ اقوال ہیں یا نہیں؟

جو مولوی عالم ان کفریہ اقوال سے روکے وہ عالم ربانی ہے یا نہیں۔

سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بشر کہنے والا اور پھر قرآن وحدیث واقوال ائمہ سے سند لانے والا خدا اور رسول خدا اولیاء وصلحاء قرآن حدیث سب پر افتراء کرنے والا ہے اسلام سے اسے کچھ علاقہ نہیں۔

خدا اور رسول و دین ومذہب سب اس سے بیزار ہیں

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بشر وبندہ سمجھے وہ ایسا ہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) خدا کہے۔ بشر وبندہ نہ سمجھے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

جو ایسوں کو کافر نہ کہے۔ وہ خود کافر و مستحق لعنت واللہ الھادی!

مگر وہابی اسماعیلی باتباع پیشوایان خود ایسا کہنے کرنے پر مجبور۔

ان کے مذہبی اصول کا مبنی ہی توہین الٰہی وتوہین کلام الٰہی وتوہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء واصفیاء سلام اللہ علیہم وتکفیر مسلمین اہل دین اور قیاس اور اجماع امت کو لغو ومہمل سمجھنا ہے۔

ادعاء اتباع کتاب وسنت کرتے ہوئے خاص درودوں اور استعانت وتوسل غیر اللہ کو شرک بتانا ہے۔

قصد زیارت نبی رحمت علیہ الصلاۃ والتحیہ سفر مدینہ باطلہ کو حرام بتانا۔

مقابر وآثار ومشاہد کی تعظیم کو بت قرار دینا۔

ان کی اہانت کرنا توڑنا پھوڑنا۔

آیات متشابہات کو ان کے معنی لغوی ظاہری پر محمول کرنا۔

اور کافہ اہل اسلام مقلدین کو مشرک واجب القتل مباح الدم ومال سمجھنا ہے جیسا کہ شیاطین النجد کے اقوال وافعال سے ظاہر ہوا اور ہو رہا ہے۔

اگر حالات موجودہ ابن سعود اور اس کے اتباع ہی کو دیکھا جائے تو یہ معمہ حل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ وہابیہ شر الخلیقہ اور ان کے علماء علماء سوء ہیں۔

دور نہ جائیے!

ابھی جو مجموعۃ التوحید نامی رسالہ مطبع ام القریٰ مکہ میں ۱۳۴۳ھ میں امیر عبد العزیز نے طبع کرایا ہے اور اس کی تعلیم دی جارہی ہے اس میں صاف طور سے مداح نبی کریم علامہ بوصیری صاحب قصیدہ بردہ کو بربنا مدحت یہ کہہ کر کہ اس نے شرک فی الربوبیت والالوہیت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم وملک الٰہی میں شریک ٹھہرایا کافر ومشرک ٹھہرایا ہے۔ نیز لکھا کہ بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل جائز نہیں۔

اللہ تعالے سے یہ دعا مانگنا کہ اے مالک بِفُلَان اَوْبِاَنْبِیَائِکَ مکروہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت کو بعد وفات نبی اللہ پسند نہیں فرماتا۔

اور محبوب نہیں رکھتا۔

علامہ فخر رازی اور ابو معتر بلخی وغیرہ سب توحید سے جاہل تھے (یعنی مشرک) ساری کتاب انہیں خرافات سے پر ہے۔

حال میں علماء مکہ کو دبا کر فتوئی دیا ہے کہ یا رسول اللہ کہنا شرک اور کہنے والے مشرک۔

امیر عبد العزیز نجدی کی جماعت کے سوا تمام اہل عالم مشرک ہیں۔

اور کتاب مجموعۃ التوحید کا مکہ میں درس لازم کر دیا ہے۔

اس کو بھی چھوڑیئے!

دہلی، لاہور وامرتسر کے مولویوں اور مولوی فاضل وظفر صاحب ہی کو دیکھیے کہ کیا کیا اسلام سوز شرافشانیاں فرمارہے ہیں۔

تمام مزارات ومقامات متبرکہ ومشاہد مکہ معظمہ بت اور سومنات بتا رہے ہیں اور اس کے جواز کے فتوے دیئے جارہے ہیں۔

اور جو ابن عبد العزیز کو سلطان وغازی اور رھنماءِ اسلام نہ مانے اور اس کے عقائد باطلہ کو سچ نہ کہے وہ طاغوت پرست بت پرست مشرک ہے۔

اعاذنا الله و جميع المسلمين من هذه الهفوات ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم!

مسلمانو! یہ وہابیوں کے عقائد کا نمونہ مشتے از خروارے ہے یہ مولود شریف، قیام، درود شریف، ایصال ثواب وردواذکار سب کو بدعت سیئہ بتا کر تم سے تمہارے اسلاف کو برا کہلوانا

تمہیں اجر وثواب سے محروم رکھنا۔

تمہارے علماء کو علماء سوء خلاف کتاب وسنت کہلوانا چاہتے ہیں

اور اصلی مقصد ان کا وہی نجدی مذہب پھیلانا ہے۔

تم صاف کہو کہ ہم رسول اللہ کو بشر وبندہ جانتے ہوئے ان کو محبوب خدا شافع روز جزا بعد از خدا بزرگ ومستحق ہر صفت وثناء امکانی جانتے ہیں۔

خدا نہیں خدا نما ہیں۔

ان کے ذکر کو خواہ بحالت قعود ہو۔

خواہ بحالت قیام ذکر الٰہی سمجھتے ہیں۔

درود شریف کو افضل اذکار اور باعث قرب در بار رسالت سمجھتے ہیں۔

خواہ سرا ہو یا جہرا ایصال ثواب سے مردوں زندوں سب کو فائدہ ہے۔

تعیین خاص کو لازم نہیں سمجھتے ہیں۔

مگر تمہاری طرح حرام اور موجب حرمت بھی نہیں ٹھہراتے۔

اس وجہ سے مولود و نیاز بلا تعیین ہی اکثر کراتے ہیں۔

تیجہ، دسویں، چالیسویں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔

انبیاء اولیاء کو دربار الٰہی میں وسیلہ و ذریعہ سمجھ کر ان سے استعانت چاہتے ہیں مدد مانگتے ہیں۔

اور ہماری شریعت نے اسے حرام نہیں بتایا۔

بلکہ اعانت کے طلب کا حکم دیا۔

ہم بدعات حسنہ کو مستحسن سمجھتے ہیں۔

فرض واجب سنت نہیں جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و برزخ و محشر میں شافع و نافع جانتے ہیں۔

انہیں کی محبت میں جینا، مرنا، اٹھنا چاہتے ہیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ،واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

كتبه عبده المذنب

سید ابوالبرکات سید احمد،،،

حفظه عن شر كل حاسد اذا حسد

حررہ محمد ابراہیم حنفی القادری البدایونی غفرلہ

خویدم الطلبہ فی مدرسہ العلوم الکائنہ فی بلدۃ بدایون

ربیع الثانی شریف ۱۳۳۵ھ

میں نے اول سے آخر تک اس رسالہ و تحریر کا مطالعہ کیا میرے علم ناقص میں اہل السنت والجماعت اور احناف کے عقیدہ کے موافق ہے۔ حنفی بھائیوں کو چاہیے لفظ حنفیت دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں اوہ حقیقت میں حنفیت نہیں ہے بلکہ حنفیت سے علیحدہ کرنا اور غیر مقلد بنانا ہے لہٰذا ایسی کتابوں اور ایسے حضرات سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور بچائیں! اور خدا سے امید ہے کہ مجھ کو اور کل حنفی بھائیوں کو اس قسم کے دھوکہ اور وساوس سے محفوظ رکھے گا و بہ الاعتصام۔

حررہ مشتاق احمد غفرلہ

خویدم الطلبہ فی مدرسہ شمس العلوم

بدایون

غیر مقلدہ وہابیہ عورت کا پوری شریعت پر مزہ دار عمل

امام غیر مقلداں مولوی نذیر حسین صاحب آنجہانی کے ایک معتقد خاص قربان علی بانسوی نے ان کے اور حیدر علی و عبدالحق قنوجی وغیرہم وہابیہ کے اقوال و فتاوی پر مشتمل ایک رسالہ تحفۃ المومنین لکھا کہ مطبع نولکشور لکھنؤ میں بعد نظر ثانی مولف چھپا اس کے صفحہ ۷ پر ایک فتوے میں صاف لکھدیا کہ پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے۔

جامع الشواہد میں ایک دوسرے غیر مقلد صاحب کا فتوے منقول کہ سوتیلی خالہ سے نکاح حلال ہے۔

خود نذیر حسین صاحب دہلوی نے ایک وقت فتویٰ دیا تھا کہ دودھ کے چچا کو بھتیجی روا۔

کلکتہ سندر یا پٹی سے ۱۳۱۷ھ میں سوال آیا تھا کہ ایک غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کے فتوے سے اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کر لیا اور واقعی

گر ہمیں مفتیان ہمیں افتاء دختر و مادر حلال خواہد شد

اب فرض کیجئے کہ انہیں فتووں پر عمل کر کے ایک غیر مقلد عورت وہابیہ نحلت نے صبح کے وقت اپنے سگے بھتیجے یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی کی طرح غیر مقلد وہابی تھے جنہوں نے اسے حلال و شیر مادر سمجھ لیا یا جانے دیجئے یہ فتوے نئے ہیں۔ تو غیر مقلد صاحبوں کے پرانے پیشوا اور ظاہری کے نزدیک تو جورو کی بیٹی حلال ہے جب کہ اپنی گود میں نہ پلی ہو۔

یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفت جاں سے فرمایا:

کہ یہ نکاح باجماع ائمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کر لے غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے اس پر وہابی مولوی صاحب نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک ہی مذہب پر جمنا نہ چاہیے اس پر شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کہ ساری شریعت پر عمل حاصل ہو غیر مقلدہ بولی کہ اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت کہاں؟ کہا اے نادان

لڑکی امذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں ہے، میں اور تو اس پر عمل کر کے نکاح کر لیں! پھر بعد کو اعلان کر دیں گے، چنانچہ یہ دوسرا نکاح ہو گیا۔

دوپہر کو تیسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاح ہی ہے ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔ حدیث میں ایسیوں کو زانیہ فرمایا میں دو گواہ لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کر لے اس نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں وہابی مولوی صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی ہے کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب حنفی کا اتباع کرتے ہیں۔ اس پارسا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا تھا لہٰذا یہ تیسرا نکاح کر لیا۔

تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھمکے کہ بیٹی تو اب بھی بے شوہر ہے حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا۔ اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت ائمہ کا ہے میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں۔ کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے اس نے کہا تم میرے کفو نہیں نسب میں بہت گھٹ کر ہو۔ کہا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا! تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔ اسے تو پوری شریعت پر چلنا تھا۔ غرض چوتھا نکاح ان سے کیا۔

نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچواں غیر مقلد صاحب بڑی تزک سے چمکے کہ بیٹی تو اب بھی کواری ہے ہمارے بڑے گرو ابن عبد الوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمیہ صاحبان سب حنبلی تھے۔ حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدہ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں مذہب کی پیروی دے کر ساری شریعت

پر عمل کروادیا یہ کہہ کر پانچویں یار ان سے نکاح کرلیا۔

اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جورو ہے یا پانچوں کی اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا حدیث صحیح نے مجبور کیا ہے وہ کیوں نہیں؟ مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کیلئے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی جورو نہیں سمجھ سکتے اور وہ بچاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے رد کی جارہی ہے؟

اور اگر ہاں اجازت ہے کہ لامذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اسے اپنی جورو جانیں اور وہ پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری مالکی حنفی شافعی حنبلی پانچوں مذہب پر عمل کرتی کراتی رہے۔

تو ہم کیا عرض کریں؟ مگر اپنے ہی ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مستزاد یاد کر لیجئے کہ

دروپدی رانی مہا بھوانی ارجن جی کی ناری   پانچوں پنڈے تکو بھوگیں اپنی اپنی باری

کہو یہ کون دھرم ہے؟

نمقه الفقير

ابوالبرکات سید احمد سنی حنفی الوری
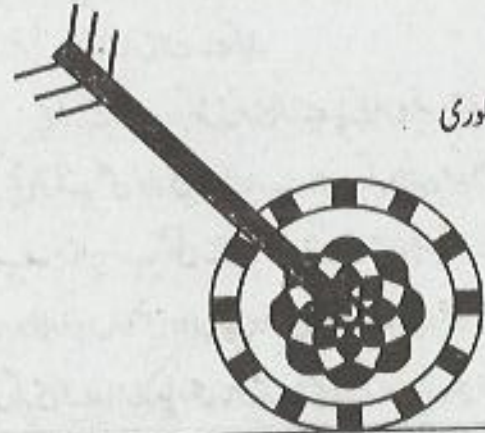
بسم اللہ الرحمن الرحیم

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

مسمّٰی بنام تاریخی

جس میں مناظرہ منعقدہ مابین اہل سنت وجماعت وفرقہ وہابیہ دیوبندیہ واقعہ قصبہ تلون کی مفصل روئیداد درج ہے۔

مرتبہ

حضرت مولانا علامہ محمد فضل کریم عامر چشتی نظامی آمدی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ جس وقت آفتاب عالمتاب افق مشرق سے طلوع کر کے بزم کائنات کو اپنی شعاعوں سے روشن ومنور کرتا ہے تو عالم کون و مکان کی ہر ایک چیز خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، مادی ہو یا نوری۔ سیاہ ہو یا سفید اپنی قابلیت واستعداد کے مطابق آفتاب سے اکتساب فیض کرتی ہے۔ لیلائے شب جس وقت محمل عدم میں روپوش ہو جاتی ہے اور خورشید عالمتاب اپنی تابانیوں سے عالم ارضی وسماوی کو منور کرتا ہے تو عالم موجودات کی ہر ایک چیز اپنے ظرف کے مطابق آفتاب سے مستفیض ہوتی ہے۔ طلوع شمس کے ساتھ ساتھ ہی باغ عالم میں ایک ایسا انقلاب عظیم رونما ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ جس سے چمن کی ہر پتی اور گل ولالہ کی ہر پنکھڑی سے وہ عطر بیزی ہوتی ہے جس سے ہزار ہا مشام دماغ معطر ہو جاتے ہیں لیکن آفتاب جس وقت ناپاک اور گندی اشیا پر اپنی ضیا پاشیاں کرتا ہے تو اُن سے ایسی عفونت اُٹھتی ہے جو ہزار ہا مہلک بیماریوں کا پیش خیمہ اور باعث ہوتی ہے۔

آفتاب محمدی نے جس وقت مشرقستان قدس سے طلوع کر کے خارزار عالم کو روکش گلزار ارم بنا دیا اور ظلمت کدہ جہان اور خاکدان گیتی کو مطلع خورشید خاور بنا دیا تو چمنستان سفلی وعلوی کا ہر باشندہ بیساختہ بول اُٹھا ہے۔

نظر آتا ہے ہر گل زر بکف بہر خریداری
چمن میں تم کہ یوسف مصر کے بازار میں آئے

عالم کون و مکان کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ نے اُس سلطانِ عرب و عجم کا شاندار
استقبال کر کے اپنی خوش ذوقی کا ثبوت دیا۔ طائرانِ قدس محبوب لم یزلی کی آمد آمد پر
خوشیوں کے شادیانے بجانے لگے۔ شاہدانِ پاکباز اُس کی خاکِ پا کو کحل البصر بنانا
جادہ محبت کی شرطِ اوّل جاننے لگے۔ کیوں نہ ہو

؎ بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

زمزمہ پردازانِ بزمِ طرب نے فرطِ انبساط سے وہ نغمہ سنجی کی کہ مرغ لاہوتی تک رقص
کناں نظر آنے لگا۔ اگر ایک طرف ساکنانِ فرش اُس محبوب دو عالم کا طوقِ غلامی اپنے
گلے میں ڈال کر اترانے لگے تو دوسری طرف حاملانِ عرش اُس کے آستانہ عالیہ پر جبیں
سائی کرنے کو باعث صد نازش و افتخار جان کر کہنے لگے

؎ ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغِ شوقِ سجود
جبیں رہے نہ رہے آستاں رہے نہ رہے

الغرض ہر کسی نے بمقدار چشم و گوش اُس ماہِ نبوت کی تجلیوں اور تابانیوں کے
انوار سے فیض حاصل کیا لیکن ناپاک اور خبیث روحیں ماہِ نبوت کی ضیا باریاں دیکھ کر "عو
عو" کے آوازے کسنے لگے بقول رومی:

ع ...... مہ فشاند نور و سگ عوعو کند

اُن بدبخت اور نا سعید روحوں نے آفتابِ نبوت و رسالت مدنی تاجدار سرکار ابد قرار کی
شانِ اقدس گھٹانے میں ایڑی چوٹی کی ہمت صرف کر دی۔ کہیں حضور اقدس کے علم
پاک کو (نعوذ باللہ) گدھے اور کتے کے علم سے تشبیہ دی اور کہیں شیطان اور ملک

الموت کے علم سے گھٹانے کی ناپاک کوشش کی۔ (العیاذ باللہ) لیکن وہ منہ کی کھائی کہ
ابد الآباد تک نہ بھولیں گے۔ جب خدائے لایزال اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمائے
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ تو یہ بدبخت کون جن کو شانِ رسالت میں مجال اور موزون ہو۔

؎ مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا (اعلیٰ حضرت)

ان گستاخانِ دربارِ رسالت کو جب بھی اُن کی ان رذیل حرکات پر لعنت ملامت کی گئی تو
یہ دریدہ دہن زیادہ شوخ اور دلیر ہوتے گئے اور اپنے تمام بکواسوں کو سچا ثابت کرنے
کیلئے نئی نئی تاویلیں گھڑنی شروع کیں اور انہی باتوں پر مناظرے منعقد کئے تاکہ ہماری
زبان اور قلم سے نکلے ہوئے توہین آمیز الفاظ وحی آسمانی سمجھ کر ان کی پیروی کی جائے۔

ع ...... چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

چنانچہ موضع تلون ضلع جالندھر کا زیرِ قلم مناظرہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسبابِ انعقادِ مناظرہ

قبل اس کے کہ ہم تلون کے معرکۃ الآرا مناظرہ کے واقعات قلمبند کریں
ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مناظرہ کے اسباب انعقاد معرض تحریر میں لائیں۔
جالندھر کے ضلع میں تلون نام ایک مشہور اور پرانا قصبہ ہے۔ یہاں کے
باشندے سیدھے سادے سادہ لوح سنی حنفی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ چند سال سے
ایک دیوبندی مولوی نے یہاں آ کر وہابیت کی ایمان سوز تبلیغ کرنی شروع کر دی اور
اپنے ہم خیال چند جدت پسند چھوکروں کو لے کر مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا۔ بات

بات پر بے چارے قدیم عقائد کے مسلمانوں کو کافر مشرک اور بدعتی کے خطاب دیئے جانے لگے اور زیارت قبور، گیارھویں شریف اور مولود و فاتحہ خوانی کو بدعت اور اس کے مجوز کو بدعتی کے لقب سے ملقب کرنا شروع کیا۔ ندائے یارسول اللہ اور استمداد انبیاء و اولیاء کو شرک اور اُن کے مثبت کو مشرک کافر اور جہنمی کے خطاب سے مخاطب کیا

بے چارے مسلمان حیران کہ یاالٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ بلائے ناگہانی ہم پر کہاں سے آ نازل ہوئی اور کیوں ہم موردِ عتاب ٹھہرائے گئے۔ پہلے تو کچھ دنوں مسلمانوں نے خاموشی اختیار کی کہ شاید یہ لوگ اپنی مفسدانہ و موذیانہ حرکات سے باز آ جائیں اور مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے سے رُک جائیں لیکن:

ع...... ''خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم''

روز بروز ان کے حوصلے بڑھتے گئے اور ہر صحیح العقیدہ معزز مسلمان کو مشرک و بدعتی بنانا شروع کیا۔ مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حد سے تجاوز کر گئے ہیں اور ہماری خاموشی اور شرافت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اپنے معاندانہ پروپیگنڈا کی آگ سے تلون کے خرمن امن کو خاک سیاہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو تلون کے چند معزز اور با رسوخ مسلمان اُن کے پاس گئے اور جا کر انہیں سمجھایا کہ تم ان مفسدانہ و فتنہ انگیز حرکات سے باز آ جاؤ اور مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا کر اُن کے اندر تشتّت و افتراق نہ پیدا کرو لیکن دیوبندی مولوی بجائے اس کے کہ اس معقول بات کو شکریہ کے ساتھ تسلیم کرتا اُلٹا اُن پر برس پڑا اور انہیں کہنے لگا کہ تم اپنے مولویوں کو بلا کر ہمارے ساتھ مناظرہ کراؤ تا کہ ان اختلافی مسائل کا تصفیہ ہو جائے۔ بے چارے سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان مناظرے کے اصول و آئین سے ناواقف اُن کے جھانسے

میں آ گئے اور جو انہوں نے کہا مان لیا۔ چنانچہ دیوبندی مولوی نے اپنی مرضی کے مطابق ایک تحریر لکھی اور اس پر اپنے دستخط کیے اور تلون کے ایک معزز مسلمان حکیم حافظ رحمت اللہ صاحب سے بھی دستخط کرا لیے۔ اُس تحریر کی نقل درج ذیل ہے:

''مناظرہ منعقدہ بمقام تلون مسجد صوبیداراں۔ مورخہ ۱۰۔۱۱ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰۔۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ یوم جمعۃ المبارک و ہفتہ بوقت صبح ۹ بجے''

موضوعات مناظرہ:

(۱) مسئلہ علم غیب کلی
(۲) ندائے یارسول اللہ باعتقاد حاضر و ناظر
(۳) استمداد لغیر اللہ نبیاً کان او ولیاً
(۴) پختہ قبور و گنبد بنانا و چراغ جلانا
(۵) فاتحہ مروجہ یعنی ختم علی الطعام
(۶) جو شخص علم غیب کلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہ ہو اس کے مسجد میں آنے سے مسجد پاک یا ناپاک؟

نوٹ: ہم تحریر دیتے ہیں کہ اگر وقت مناظرہ پر حاضر نہ ہوئے تو جھوٹے متصور ہوں گے

دستخط: مسکین رحمت اللہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ حنفی چشتی نظامی تلونی

دستخط: افقر محمد حبیب اللہ عفی اللہ عنہ حنفی دیوبندی چشتی مقیم رائے پور

۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

حافظ رحمت اللہ صاحب یہ تحریر لے کر حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب چشتی نظامی محسم پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کو تمام واقعات سے آگاہ کیا

حکیم صاحب نے سن کر فرمایا کہ دیوبندی مولویوں پر تو تمام علماء عرب وعجم نے کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ لہٰذا پہلے وہ اپنا ایمان ثابت کریں۔ بعد اس کے باقی مسائل پر مناظرہ کریں گے۔ اصل اصول مسئلہ تو کفر اور اسلام کا مسئلہ ہے۔ جب ہم انہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو اُن کے ساتھ ان مسائل پر گفتگو کرنا لاحاصل ہے۔ سب سے پہلے ان کو اپنا اسلام ثابت کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد جس موضوع پر مناظرہ کریں ہم تیار ہیں چنانچہ حکیم صاحب موصوف کے مشورہ سے حافظ رحمت اللہ صاحب نے یہ تحریر مولوی حبیب اللہ دیوبندی کو روانہ کی۔

مکرمی مولوی حبیب اللہ!

چونکہ آپ کے اکابر علمائے دیوبند پر تمام علمائے عرب وعجم نے کفر کے فتوے دیئے ہیں اور تمام مسلمان تمہیں کافر سمجھتے ہیں۔ اس لئے مناظرہ میں سب سے پہلے آپ کو اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد باقی مسائل پر مناظرہ ہوگا۔ جب تک آپ اپنا مسلمان ہونا ثابت نہیں کریں گے باقی مسائل میں آپ کی جماعت کے ساتھ گفتگو کرنا عبث ہے۔ یاد رہے کہ سب سے پہلا مسئلہ جس پر مناظرے کے دن گفتگو ہوگی۔ کفریات علمائے دیوبند ہے۔ فقط: حافظ رحمت اللہ عفا اللہ عنہ

دستخط ''اہالیان تلون''

چنانچہ یہ تحریر مولوی حبیب اللہ دیوبندی کے پاس بھیجی گئی جو انہوں نے حاصل تو کرلی مگر جواب کسی مصلحت سے نہ دیا۔ آخرش حافظ رحمت اللہ صاحب نے بفحوائے السکوت فی معرض البیان بیان ان کی خاموشی کو رضامندی پر محمول کیا۔ چنانچہ حکیم محمد حسن صاحب محسم پوری نے اپنے دو آدمی رئیس الحکماء والمتکلمین شیخ

العلماء والمحدثین حضرت علامہ ابوالبرکات مولانا مولوی سید احمد صاحب مفتی پنجاب و ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی خدمت میں روانہ کئے۔ جنہوں نے آپ کو تمام واقعات سے آگاہ کیا اور آپ کو تلون تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضرت مولانا نے بکمال خندہ پیشانی اُن کی دعوت کو منظور کیا اور مناظرے کی تاریخ نوٹ کرلی چنانچہ دوسرے دن آپ نے مولانا ابوالمنظور نظام الدین صاحب ملتانی وزیر آبادی کو خط لکھا کہ آپ ۸ یا ۹ جولائی کو موضع تلون میں تشریف لے جائیں۔ ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تاریخ مقررہ پر وہاں پہنچ جائیں گے۔ مولانا مولوی عبدالقیوم صاحب ہزاروی فاضل حزب الاحناف کو حضرت مولانا نے اُسی دن اُن آدمیوں کے ساتھ تلون روانہ فرمادیا تاکہ وہاں جاکر وہابیت کے رد میں تقریریں کریں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل علمائے کرام کو تلون میں تشریف لے جانے کی دعوت دی۔

(۱) فاضل نوجوان واعظ خوش بیان حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب رامداسی

(۲) حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب سیالکوٹی

(۳) حضرت مولانا مولوی سید عبداللہ شاہ صاحب کاشمیری چشتی

(۴) حضرت مولانا سید سیف الدین صاحب مفتی زادہ کشمیر

(۵) حضرت مولانا مولوی مفتی نور محمد صاحب چتوڑی

(۶) حضرت مولانا مولوی غلام ربانی صاحب رامداسی

(۷) مولوی محمد فضل کریم عامر یعنی راقم الحروف کو بھی تلون میں شمولیت مناظرہ کیلئے ارشاد فرمایا۔

چنانچہ حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب بموجب اُن کی دعوت کے مع ان تمام علمائے کرام کے مورخہ ۸ جولائی ۱۹۳۶ء بروز چہار شنبہ (بدھ) لاہور سے ۴ بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر ۸ بجے شام کے قریب پھلور اسٹیشن پر اُترے۔ چوہدری مولا نا بخش صاحب سیکنڈ ماسٹر سکول پھلور آپ کی آمد کی خبر سن کر اسٹیشن پر تشریف لائے اور باصرار مولانا صاحب کو اپنے دولت کدہ پر ساتھ لے گئے۔ چنانچہ مذکورالصدر علماء نے وہیں قیام فرمایا۔ علی الصبح موضع تلون کے اہلسنت علمائے کرام کو لینے کیلئے پھلور پہنچے۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب مع جمیع علمائے کرام اور مع ان اشخاص کے جو آپ کو لینے آئے تھے گاڑی پر سوار ہو کر بگا اسٹیشن پر اُترے اور وہاں سے بذریعہ تانگہ تقریباً دس بجے دن کے رونق افروز تلون ہو کر غازی عبدالمجید صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے آپ کی آمد کی خبر بجلی کی طرح تمام قصبہ میں پھیل گئی۔ قصبہ کے تمام صغیر وکبیر برنا و پیر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے۔ حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی ایک روز قبل تشریف فرما تھے جب انہوں نے حضرت قبلہ شاہ صاحب کی تشریف آوری کی خبر سنی تو وہ بھی فرطِ شوق سے علامہ ممدوح کی ملاقات کیلئے تشریف لائے۔

اُدھر وہابیوں کے گھروں میں حضرت قبلہ شاہ صاحب کی آمد نے ہل چل مچا دی اُن کو اس بات کی اُمید نہ تھی کہ شیر بیشہ اہلسنت و جماعت حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب اتنے کثیر التعداد علماء کے ساتھ خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ جس وقت اُنہیں حضرت قبلہ شاہ صاحب کی آمد کی خبر موصول ہوئی اُن کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی اور اُن کو یقین ہو گیا کہ اب قبلہ شاہ صاحب ہمارے آباؤ اجداد ملت کے

کفریات تمام لوگوں پر ظاہر کر دیں گے اور ہمارا رہا سہا وقار خاک میں مل کر عرصہ حیات ہم پر تنگ ہو جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے اپنی ابلیسانہ اور کمینہ حرکات سے لوگوں کو ہر طرح مشتعل کرنے کی کوشش شروع کر دی اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح یہ مناظرہ نہ ہونے پائے لیکن چونکہ اُن کی قسمت میں شرمناک شکست لکھی ہوئی تھی اس لئے اُن کی تمام مساعی بے کار ثابت ہوئیں۔ سب سے پہلے اُنہوں نے ایک اشتہار بہ عنوان ''تلون ضلع جالندھر میں عظیم الشان مناظرہ'' دیواروں پر چسپاں کیا۔ جس کا مضمون حد درجہ کا اشتعال انگیز اور مفسدانہ تھا اور اس میں علمائے اہلسنت و جماعت کو خوب جی بھر کر کوسا گیا تھا لیکن الحمدللہ کہ اہالیان تلون پر اُن کی ان اشتعال انگیزیوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور وہ نہایت صبر اور سکون سے کام لیتے ہوئے مناظرہ کی تیاریاں میں مشغول رہے اور ان کی ہیچ قسم شر انگیز حرکات کی طرف اصلاً التفات نہ کیا۔ اُس روز یعنی ۹ جولائی ۱۹۳۶ء بروز پنجشنبہ چونکہ اہلسنت و جماعت کی طرف سے ایک جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا اور مقام جلسہ مسجد صوبیداراں تجویز کیا گیا تھا۔ اس لئے وہابیہ دیوبندیہ کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے اور انہوں نے ہر ممکن کوشش اس میں صرف کی کہ کسی طرح اہلسنت و جماعت کا جلسہ نہ ہونے پائے کیونکہ اُنہیں اندیشہ تھا کہ اگر سنیوں کا جلسہ ہو گیا۔ تو اُن کے علماء ہمارے پیشواؤں کے کفریات تمام لوگوں پر ظاہر کر دیں گے اور ہمیں یہاں سے بوریا بستر سمیٹنا پڑے گا۔

چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد جس وقت علمائے اہلسنت و جماعت جلسہ گاہ میں جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ وہابیوں کی طرف سے ایک رقعہ موصول ہوا جس کا

مضمون درج ذیل ہے:

مکرمی حافظ رحمت اللہ وغازی عبدالمجید صاحبان!

السلام علیکم! چونکہ کل صبح مناظرہ منعقد ہوگا اس لئے اگر میں آپ سے یہ مطالبہ کروں کہ اس وقت بقیہ شرائط مناظرہ طے ہو جانے چاہئیں تو غالباً آپ اس معقولیت سے انکار نہیں کریں گے۔ آپ ازراہ نوازش دو نمائندے منتخب کر کے کسی مکان پر بھیج دیں اور حامل رقعہ کے ہاتھ اس مکان کا پتہ لکھ بھیجیں تاکہ ہمارے دو نمائندے بھی وہاں پہنچ جائیں اور طرفین باہمی سمجھوتے سے شرائط مناظرہ کا تصفیہ کر لیں۔ اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ جائے مقررہ پر آپ کے اور ہمارے نمائندوں (چار اصحاب) کے علاوہ اور کسی کو وہاں نہ آنے دیں۔

(۲) دوسری بات نہایت اہم یہ ہے کہ آپ جائے مناظرہ (مسجد صوبیداران) میں آج شام جلسہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں آپ کے جلسہ پر چراغ پا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن جو میدان مناظرہ مقرر ہو چکا ہے اس میں قبل از مناظرہ جلسہ کرنا سراسر خلاف قاعدہ اور شرارت کا پیش خیمہ ہے۔ آپ کسی دوسری جگہ جلسہ کر سکتے ہیں لیکن وہاں (مسجد صوبیداران) جلسہ کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس لئے اگر اس بات پر فساد وغیرہ ہو جائے تو اس کی ذمہ داری آپ کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت پر ہوگی"۔

(۳) تیسرا امر یہ ہے کہ آپ لوگ کئی روز سے انہی امور کے متعلق تقاریر کر رہے ہیں جن پر مناظرہ ہوگا۔ یہ بھی خلاف قاعدہ ہے لہٰذا اگر آپ کسی دوسری جگہ جلسہ کریں تو مناظرہ سے پہلے ان امور کا تذکرہ نہ ہونا چاہیئے۔ گویا جب انہی امور کا مناظرہ میں

طے کرنا مقصود ہے تو "قبل از مرگ واویلا" لایعنی ہے۔ امید ہے کہ آپ معقولیت سے کام لیتے ہوئے امور بالا پر کاربند ہونگے اور تصفیہ شرائط کیلئے اپنے نمائندے اور جگہ کا انتخاب کر کے فوراً اطلاع دیں گے۔ کم از کم اس امر میں تساہل نہ ہونا چاہیئے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۶ء امیر حبیب اللہ خاں صدر جمعیت الاحناف تلون قلعہ

چنانچہ حافظ رحمت اللہ صاحب نے ایک رقعہ پر یہ تحریر لکھ کر واپس بھیج دیا اور دوسرا خود رکھ لیا۔

"پرچہ نمبر اول مل گیا۔ بقلم خود حافظ رحمت اللہ۔ مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۶ء تین بج کر ۱۰ منٹ"

اس کے بعد مشورہ کیا گیا کہ چونکہ وہابیہ مناظرہ گاہ میں قبل از مناظرہ تقاریر ہونے سے خائف ہیں۔ لہٰذا جلسہ کسی اور مقام پر منعقد کر لیا جائے۔ مبادا اُن کی ناراضگی اُن کیلئے فرار کا بہانہ ہی بن جائے چنانچہ ایک دوسری مسجد میں جلسہ کا اعلان کیا گیا اور وہابیہ کو اُن کی تحریر کا جواب دے دیا گیا جو مندرجہ ذیل ہے:

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

جناب امیر حبیب اللہ خاں صاحب!

بعد ما ہو المسنون۔ آنکہ آپ کی تحریر نمبر ایک آج تین بج کر ۱۰ منٹ پر موصول ہوئی۔ یہ بات آپ کی نہایت مناسب ہے کہ شرائط مناظرہ اور بحث مناظرہ قبل از مناظرہ طے کر لئے جائیں۔ لہٰذا آپ اپنی جماعت کے پانچ آدمی منتخب کر کے مکان عبدالمجید صاحب پر پانچ سے چھ بجے تک بھیج دیں۔ دو آدمی بہت کم ہیں۔ جب

مناظرہ کرنا ہے تو کلیہ میں گڑ کیوں پھوڑا جاتا ہے؟ آپ ہی خیال فرمائیے کہ دو دو آدمی تخلیہ میں بیٹھ کر شرائط وغیرہ طے کریں گے تو عوام کو خواہ مخواہ بدگمانی ہوگی کہ تخلیہ میں بیٹھ کر دونوں فریق مل گئے ہیں۔ لہٰذا پانچ پانچ آدمی ضرور ہونے چاہئیں اور آپ کی خاطر سے ہم جلسہ وعظ مسجد میں نہیں کرتے ہمیں آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ تبلیغ واشاعت اور وعظ ونصیحت کا ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ حق بات کے اظہار پر کسی کو چراغ پا ہونے کا حق نہیں امید ہے کہ آپ بلا کسی پس وپیش وتامل کے وقت مقررہ پر اپنے نمائندے بھیج کر شرائط وغیرہ کا تصفیہ فرمائیں گے۔ فقط: ۹ جولائی ۱۹۳۶ء

چوہدری عطا محمد رکن حزب الاحناف ازتلون

حضرت مولانا قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب مع مولانا نظام الدین صاحب ملتانی وہیں ٹھہرے کہ اگر وہابیہ کے نمائندے آجائیں تو اُن کے ساتھ گفتگو کریں اور باقی تمام مولوی صاحبان جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب رامداسی نے ایک زبردست ولولہ انگیز اور وہابیت شکن تقریر کی اور دیوبندیہ کی عبارات کفریہ لوگوں کو سنائیں۔ جلسہ بڑا کامیاب اور پرلطف رہا۔ عصر کی اذان ہونے پر حضرت مولانا نے اپنی تقریر ختم کی اور جلسہ برخاست ہوا۔

اُدھر حضرت مولانا شاہ ابوالبرکات صاحب وہابیہ کے نمائندوں کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ آئیں تو اُن کے ساتھ شرائط کا تصفیہ کیا جائے لیکن بجائے اس کے کہ وہابیہ کے نمائندے آتے ہمارا رقعہ واپس آگیا جس کے ایک کونے پر لکھا ہوا تھا:

''تمام خط وکتابت کے ذمہ دار حافظ رحمت اللہ ہیں۔ ہمارے رقعہ

کا جواب انہیں کی طرف سے ہونا چاہیے یا کم از کم میری تحریر پر اُن کے دستخط ہونے چاہئیں''۔

ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ کس طرح وہابیہ نے مناظرے سے بچنے کیلئے حیلے بہانے تراشنے شروع کئے۔ اگر حافظ صاحب کی عدم موجودگی میں چوہدری عطا محمد صاحب نے رقعہ کا جواب دے دیا تو کیا حرج ہو گیا۔ حالانکہ اُن کے رقعہ میں بھی بجائے مولوی حبیب اللہ کے (جن کے ساتھ پہلے خط وکتابت شروع تھی) امیر حبیب اللہ کا نام تھا لیکن ہم نے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اس رقعہ بازی میں وقت زیادہ خرچ ہوگا اور نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ رقعہ حاصل کر کے دستخط کر دیئے اب اگر حافظ صاحب کی بجائے چوہدری عطا محمد صاحب نے رقعہ پر دستخط کر دیئے تو کون سا اتنا بڑا حرج ہو گیا چنانچہ دوبارہ چوہدری عطا محمد صاحب نے مندرجہ ذیل تحریر مع اس پہلی تحریر کے ایک آدمی کے ہاتھ روانہ کی۔

جناب حبیب اللہ صاحب!

''ہمارے محترم حافظ رحمت اللہ صاحب تو رحل گئے ہوئے ہیں اور اپنی عدم موجودگی میں مجھے اپنا قائم مقام کر گئے ہیں۔ لہٰذا جب تک وہ نہ آئیں اُن کی جگہ مجھے تصور کیجئے''۔ چوہدری عطا محمد بقلم خود ۹ جولائی ۱۹۳۶ء

کافی دیر کے بعد وہابیہ کی جانب سے یہ جواب موصول ہوا:

''آپ کا رقعہ بجواب رقعہ نمبر ۱ ساڑھے پانچ بجے موصول ہوا۔ ہم پانچ آدمی شرائط بتایا طے کرنے کو ابھی آتے ہیں''۔ (امیر حبیب اللہ خاں، ۹ جولائی ۱۹۳۶ء)

چنانچہ شام کو چھ بجے کے قریب دیوبندی جماعت کے پانچ نمائندے

(۱) مولوی محمد علی جالندھری (۲) امیر حبیب اللہ خاں وغیرہم غازی عبدالمجید صاحب کے گھر آئے۔ اُن کے آتے ہی تمام لوگوں کو باہر کر دیا گیا۔ اہلسنت و جماعت کی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے مندرجہ ذیل پانچ نمائندے منتخب کیے گئے:

(۱) حضرت مولانا قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی پنجاب و ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور۔

(۲) حضرت مولانا مولوی نظام الدین صاحب ملتانی وزیر آبادی۔

(۳) جناب چوہدری عطا محمد صاحب رئیس تلون و سیکرٹری حزب الاحناف تلون۔

(۴) حضرت غازی عبدالمجید خاں صاحب۔

(۵) حضرت حکیم رحمت اللہ صاحب۔

جب فریقین کے نمائندے ایک کمرے میں بیٹھ گئے تو سلسلۂ گفتگو اس طرح شروع ہوا:

محمد علی دیوبندی۔ ''میں کچھ عرض کر سکتا ہوں''

قبلہ شاہ صاحب۔ ''فرمائیے''

محمد علی دیوبندی۔ ''یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ہم پانچ آدمی شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے آئیں ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اس کا جلدی تصفیہ فرمالیں۔ سب سے پہلے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کل مناظرہ میں کس مبحث پر گفتگو ہوگی اور اس کیلئے کتنا ٹائم رکھا جائے گا؟''۔

قبلہ شاہ صاحب۔ ''بس یا اس سے زیادہ کچھ فرمانا چاہتے ہیں''

محمد علی دیوبندی۔ جی بس۔ ''آپ پہلے اُس کا جواب عنایت فرمائیں''

قبلہ شاہ صاحب۔ یہ تو آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی جماعت پر علمائے عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور تمام دنیائے اسلام کے نزدیک تمہاری جماعت کافر ہے۔ اس لئے کل سب سے پہلے آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ مسلمان بھی ہیں۔ یا نہیں؟ بعد ازاں باقی مسائل پر بحث کی جائے گی کیونکہ کفر اور اسلام کا مسئلہ موقوف علیہ ہے اور باقی تمام مسائل موقوف ہیں۔ جب تک موقوف علیہ مسائل کا پورا پورا تصفیہ نہ ہو جائے موقوف مسائل پر مناظرہ کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ اس لئے سب سے پہلے جس مسئلہ پر مناظرہ ہونا چاہیے وہ یہ مسئلہ ہے کہ آیا دیوبندی مسلمان ہیں یا کافر ہیں؟ جس وقت آپ اپنا اسلام ثابت کر چکیں گے تب باقی مسائل پر مناظرہ کیا جائے گا''۔

محمد علی دیوبندی: ''پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کو تلون میں کس نے بلایا ہے اور کیوں بلایا ہے''؟

قبلہ شاہ صاحب: ''مجھے حکیم محمد محسن صاحب محسم پوری نے بلایا ہے اور دیوبندی جماعت کے ساتھ مناظرہ کرنے کیلئے آیا ہوں''۔

محمد علی دیوبندی: ''اور غالباً آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ کن مسائل پر مناظرہ مقرر ہوا ہے''

قبلہ شاہ صاحب: ''جی ہاں مجھے بتایا گیا ہے کہ سات مسائل پر مناظرہ ہونے کا فیصلہ ہوا ہے۔ جن میں سے سب سے پہلا مسئلہ کفریات علمائے دیوبند ہے''۔

محمد علی دیوبندی: ''آپ کو غلط بتایا گیا۔ یہ مسئلہ کوئی طے شدہ مسئلہ نہیں جس پر مناظرہ کیا جائے۔ طے شدہ چھ مسائل ہیں۔ جو فریقین کے دستخطوں کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں (ایک کاغذ نکال کر) یہ دیکھئے یہ ہے وہ تحریر جس میں چھ مسائل درج ہیں اور یہ ہیں حافظ رحمت اللہ اور مولوی حبیب اللہ کے دستخط۔ آپ کو اس تحریر کا پابند ہونا پڑے گا اور

انہی چھ مسائل پر مناظرہ کرنا ہوگا۔

حافظ رحمت اللہ صاحب (مولوی حبیب اللہ سے) مولوی صاحب! وہ دوسری تحریر بھی دکھایئے جس پر ہمارے تمام آدمیوں کے دستخط موجود ہیں اور جس میں لکھا ہوا ہے کہ سب سے پہلے کفریات دیوبند پر مناظرہ ہوگا''۔

مولوی حبیب اللہ: ''ہمیں کسی تحریر کا حال معلوم نہیں اور نہ ہی ہم نے آپ کی کوئی اس قسم کی تحریر وصول کی ہے۔ نہ معلوم آپ کون سی تحریر پوچھ رہے ہیں''۔

حافظ رحمت اللہ صاحب: ''مولوی صاحب! میں وہ تحریر پوچھ رہا ہوں جو میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کی تھی اور جس میں ہمارے تمام آدمیوں کے دستخطوں کے ساتھ یہ تحریر تھا کہ سب سے پہلے کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ ہونا چاہیئے''۔

مولوی حبیب اللہ: ''نہ صاحب! ہمارے پاس آپ کی کوئی ایسی تحریر نہیں پہنچی۔ آپ خواہ مخواہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں''۔

حافظ رحمت اللہ: ''آپ حلف اُٹھائیں کہ ہمارے پاس ایسی کوئی تحریر نہیں پہنچی''۔

مولوی حبیب اللہ: ''میں خواہ مخواہ حلف اُٹھاتا پھروں اگر آپ اپنی بات میں سچے ہیں تو گواہ پیش کریں۔ آپ مدعی ہیں آپ کو گواہ پیش کرنے چاہئیں''۔

حافظ صاحب: 'مولوی صاحب! آپ نے پڑھا نہیں کہ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ یعنی مدعی پر شہادت پیش کرنی لازم ہے اور اگر وہ شہادت پیش نہ کر سکے تو منکر قسم کھائے۔ اس لئے آپ یا تو وہ تحریر پیش کریں یا حلف اُٹھائیں کہ وہ تحریر ہمارے پاس نہیں پہنچی''۔

مولوی حبیب اللہ: ''دیکھئے حافظ صاحب! میں اُس تحریر کا پابند ہوں جو فریقین کی

منظوری سے لکھی گئی ہے۔ (کاغذ اُٹھا کر) یہ تحریر چونکہ ہماری دونوں جماعتوں کی منظور شدہ ہے۔ میرے اور آپ کے اس پر دستخط ہیں۔ اس لئے ہم دونوں فریق اس تحریر کے پابند ہیں۔ رہی آپ کی دوسری تحریر وہ چونکہ ہم نے منظور نہیں کی اس لئے وہ کچھ اہمیت نہیں رکھتی''۔

حافظ صاحب: ''مولوی صاحب! یہ بات آج آپ کو یاد آئی کہ ہم نے وہ تحریر منظور نہیں کی۔ آپ پہلے کہاں تھے؟ اگر آپ کو ہماری تحریر منظور نہیں تھی تو واپس بھیج دیتے۔ آپ کے پاس تحریر کا پہنچنا اور آپ کا وصول کرنا آپ کے بیان سے ثابت ہے۔ آپ کا اُس دن سے آج دن تک سکوت اختیار کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ کو ہماری تحریر منظور تھی۔ اس لئے ہمیں اور آپ کو اس تحریر کا ویسا ہی پابند رہنا پڑے گا جیسے اس پہلی تحریر کے پابند ہیں''۔

محمد علی: ''نہ صاحب ہمیں تو ان چھ مسائل پر مناظرہ کرنے کیلئے بلایا گیا ہے انہی پر مناظرہ کریں گے اور نئے مسئلے پر گفتگو کرنے کیلئے ہم ہرگز تیار نہیں''۔

مولوی نظام الدین صاحب: ''تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ مناظرہ سے بھاگنا چاہتے ہیں اس لئے کوئی بات نہیں مانتے۔ اتنا وقت آپ نے فضول ضائع کر دیا اور کسی فیصلے پر نہیں پہنچے۔ اب مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا۔ ہم سب نے نمازیں پڑھنی ہیں اس لئے آپ سب صاحبان تشریف لے جائیں لیکن یاد رکھئے کہ صبح ۹ بجے آپ کو ضرور مقام مناظرہ پر حاضر ہو کر مناظرہ کرنا پڑے گا''۔

چنانچہ تمام دیوبندی چراغ پا ہو کر چیختے شور مچاتے وہاں سے نکل گئے اور اہلسنت وجماعت نے شام کی نماز حضرت قبلہ شاہ صاحب کی اقتداء میں ادا کی۔

بعدازاں منادی کے ذریعہ تمام قصبہ میں اعلان کیا گیا کہ آج رات کو بعد از نماز عشاء چھوٹے سکول کے پاس اہلسنت و جماعت کا ایک زبردست جلسہ منعقد ہوگا جس میں حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب مجسم پوری اور حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب رامداسی تقاریر فرمائیں گے۔

عشاء کی نماز کے بعد جم غفیر سکول کے پاس جمع ہوگیا اور جلسہ کی کاروائی باقاعدہ شروع کی گئی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد مظہر الدین صاحب نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور وہابیہ کے عقائد کفریہ کی بیخ کنی کی۔ آپ کے بعد حکیم صاحب موصوف نے بھی اسی موضوع پر ایک معقول اور مدلل تقریر کی اور جلسہ تقریباً ایک بجے کے قریب برخاست ہوا۔

==================

مناظرہ کا پہلا دن

دوسرے دن صبح ۹ بجے رئیس الحکماء والمتکلمین شیخ العلماء والمحدثین حضرت مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد صاحب معہ تمام علمائے اہلسنّت والجماعت جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ایک جم غفیر مسلمانوں کا تھا۔ آپ کی آمد پر جلسہ گاہ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کی آوازیں بلند ہوئیں اور تمام مسجد اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے وہابیت شکن نعروں سے گونج اُٹھی۔

دیوبندی مولوی بھی مع اپنی تمام ذریات کے مناظرہ گاہ میں آئے ہوئے تھے۔ مولوی خیر محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر سیاہ اچکن پہنے عربی

رومال زیب گلو کئے ہوئے بڑے طمطراق سے ایک آرام کرسی پر لیٹے ہوئے تھے۔ دائیں جانب مولوی محمد علی جالندھری اور بائیں جانب مولوی عبد اللہ جالندھری براجمان تھے۔ مولوی خیر محمد صاحب کنکھیوں سے کبھی محمد علی کو اور کبھی عبداللہ کو دیکھ لیتے تھے اور پھر جھٹ مسکرا کر آنکھیں نیچے کر لیتے تھے۔ زیر لب کچھ آہستہ آہستہ سرگوشیاں بھی ہو رہی تھیں جن کی شنوائی سے ہمارے کان ہی نہیں بلکہ اسٹیج نشین تمام دیوبندی مولویوں کے کان بھی ناآشنا معلوم ہوتے تھے۔

سب سے پہلے حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب مجسم پوری کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ اُٹھا کر باآواز بلند دعا فرمائی کہ یا الہ العالمین! اپنے حبیب پاک کے صدقے ہمارے اس مناظرہ کو کامیاب بنادے۔ اس کو مجادلہ یا مکابرہ نہ بنائیو۔ باری تعالیٰ! یہ حق اور باطل کا معاملہ ہے اس میں حق کو فتح عطا فرما اور باطل کو سرنگوں کر۔ تمام حاضرین جلسہ آپ کے ہر کلمے پر باآواز بلند آمین کہتے تھے۔ دعا کو ختم کرنے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہلسنت و جماعت کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں جلسہ کی صدارت کیلئے کسی صاحب کا نام تجویز کروں۔ لہٰذا میں حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب رامداسی کا نام نامی صدارت کیلئے پیش کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ تمام حاضرین میری اس تجویز کے ساتھ اتفاق کریں گے۔ آپ کے تشریف رکھنے کے بعد حضرت مولانا سید محمد عبداللہ شاہ صاحب چشتی کاشمیری نے پُرجوش الفاظ کے ساتھ حکیم محمد حسن صاحب کی تائید کی اور فرمایا مجھے یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ حکیم صاحب نے مولوی مظہر الدین صاحب کو صدارت کیلئے منتخب فرمایا۔ واقعی مولانا مظہر الدین صاحب اس منصب جلیل کے مستحق ہیں۔ مجھے حکیم

صاحب کی رائے سے پورا پورا اتفاق ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ تمام حاضرین جلسہ
حکیم صاحب موصوف کی رائے عالیہ سے اتفاق کریں گے۔

(حاضرین جلسہ) منظور ہے: منظور ہے: منظور ہے!!

صاحب صدر حضرت مولانا حافظ محمد مظہر الدین صاحب اللہ اکبر اور یا رسول
اللہ (ﷺ) کے فلک بوس نعروں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ایک مختصر مگر ولولہ انگیز
تقریر کرنے کے بعد گروہ وہابیہ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنی جماعت میں
سے کسی کو صدر منتخب کریں تا کہ مناظرہ کی کارروائی شروع کی جائے۔ چنانچہ ایک
دیوبندی مولوی نے کھڑے ہو کر مولوی محمد علی جالندھری کی صدارت کا اعلان کیا۔

بعد ازاں صدر اہلسنت والجماعت نے کھڑے ہو کر حاضرین جلسہ کو
مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ مناظرہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے فیصلہ کن
مناظرہ ثابت ہوگا۔ آپ تمام حضرات دعا فرمائیں کہ جو فریق غلطی پر ہو خدا اُس کو ہدایت
کرے اور اُس کی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اُتار کر حق بات سمجھنے کی توفیق عطا کرے
آمین۔ پھر آپ نے صدر دیوبند کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا وقت ضائع ہو رہا ہے
لہذا تمام باتوں کو چھوڑ کر مناظرہ شروع کرنا چاہیئے۔

(صدر دیوبندیہ) ''جی ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے کہ مناظرہ شروع کیا جائے لیکن
آپ فضول تقریروں میں وقت ضائع کر کے مناظرہ سے پہلو تہی کر رہے ہیں''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''بہت خوب۔ شاید آپ کا بھاگنے کا ارادہ ہوگا اس لئے
چاہتے ہیں کہ ہمارے سر پر فرار کا الزام تھوپ کر خود نو دو گیارہ ہو جائیں''۔

(صدر دیوبندیہ) ''آپ فضول تقریروں میں خود وقت ضائع کر رہے ہیں

اور الزام مجھے دے رہے ہیں''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''اچھا اب باتیں رہنے دیجئے اور شرائط
مناظرہ طے کیجئے''۔

(صدر دیوبندیہ) ''بسم اللہ۔ میری بھی یہی مرضی ہے۔ آپ اپنی طرف سے کس
صاحب کو مناظرہ کیلئے کھڑا کریں گے؟''

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''ہماری جماعت کی طرف سے شیخ العلماء والمحدثین
حضرت مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی پنجاب و ناظم مرکزی انجمن حزب
الاحناف ہند لاہور۔ مناظرہ کریں گے۔ آپ اپنے مناظر کا نام بھی ظاہر فرما دیں''۔

(صدر دیوبندیہ) ''ہماری جماعت کی طرف سے مولوی خیر محمد صاحب صدر مدرس
مدرسہ خیر المدارس جالندھر مناظرہ کریں گے''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''اچھا اب یہ فیصلہ کیجئے کہ سب سے پہلے کس مسئلہ پر
مناظرہ شروع کیا جائے''۔

(صدر دیوبندیہ) ''آپ ہی فرما دیجئے''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''میرے خیال میں سب سے پہلے کفر و اسلام علمائے
دیوبند پر مناظرہ کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں باقی مسائل پر مناظرہ ہو کیونکہ اصل الاصول
کفر و اسلام کا مسئلہ ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ دیوبندی کافر ہیں یا مسلمان
باقی مسائل پر مناظرہ کرنا عبث ہے''۔

(صدر دیوبندیہ) گھبرا کر ''مولانا صاحب! آپ نے پھر کل والا جھگڑا شروع کر دیا ہم
کتنی دفعہ کہہ چکے ہیں کہ ہم اس مسئلہ پر ہرگز مناظرہ نہیں کریں گے۔ نہ معلوم آپ

کیوں ضد کر رہے ہیں"۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) "مجھے تعجب ہے کہ آپ کو اپنے اسلام ثابت کرنے میں کیا مشکل درپیش ہے۔ حالانکہ ایک بچے سے بھی اگر اُس کے مسلمان ہونے کا ثبوت دریافت کیا جائے تو وہ جھٹ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر اپنا مسلمان ہونا علی الاعلان ثابت کر دیتا ہے۔ جب آپ مدعی اسلام ہیں اور اپنے آبائے شریعت اور اجداد ملت کو مسلمان جانتے ہیں تو ان کے مسلمان ثابت کرنے میں آپ کو کیا تامل ہے؟"

(صدر دیوبندیہ۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر) "حضرات دیکھئے میں نہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کی مناظرہ کرنے کی مرضی نہیں ہے۔ یہ لوگ اسی طرح ٹال مٹول کر وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ میں کتنی دفعہ کہہ چکا ہوں اور اب بھی مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ مولانا وقت بہت خراب ہو چکا خدا کے واسطے مناظرہ شروع کیجئے۔ آپ کو ان فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل ہوگا"۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) "حضرات ذرا غور فرمائیں اور مولوی محمد علی صاحب کی قابلیت علمی کا اندازہ کریں کہ آپ کے خیال میں سوال کفر و اسلام فضول ہے اور فروعی مباحث ضروری ہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ جس شخص کو ابھی ہم مسلمان ماننے کو تیار نہیں اسے کیا حق حاصل ہے کہ ہمارے اعمال پر تنقید کرے۔ فاتحہ، گیارھویں اور سوم و چہلم پر بحث اُٹھائے۔ جب تک یہ لوگ اپنا رشتۂ اسلامی ثابت نہیں کریں گے اُس وقت تک ہم کو کسی اور بحث میں پڑ کر وقت خراب کرنے کی ضرورت نہیں"۔

(حاضرین جلسہ کا شور) "بے شک بے شک دیوبندیوں کو اپنا اسلام ثابت کرنا ضروری ہے اگر واقعہ میں وہ مسلمان ہیں تو اس بحث سے کیوں بھاگتے ہیں"۔

(محمد علی۔ کچھ شرمندہ سا ہو کر) "بھائیو! کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ ہم مسلمان ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا چشمۂ فیض اتنا وسیع ہے کہ شرق سے غرب تک شمال سے جنوب تک چپے چپے پر اس دارالعلوم کے چشمۂ فیض کے سیراب شدہ اہلِ علم سے لوگوں کو مستفید کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے خادمانِ دین متین کو کہ جنہوں نے سنت نبویہ کو زندہ کر دیا اور بدعت و شرک کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ ڈالا۔ کافر کہا جاتا ہے اور اُن کے مسلمان ہونے میں تامل ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان سے ان لوگوں کو کیوں ضد ہے کہ اُن کو منہ بھر کر کوسا جاتا ہے اور اُن کے نام نہایت توہین سے لے کر انہیں کافر کہہ کر ان کے معتقدین کے دلوں کو پاش پاش کیا جاتا ہے۔

میں ان لوگوں کو میدانِ مناظرہ سے بھاگنے نہیں دوں گا۔ ان کو مناظرہ کرنا پڑے گا اور مسائل ستہ پر بحث کرنی ہوگی اور اگر ان کے پاس دلائل نہیں ہیں تو تحریری اقرار کر لیں میں انہیں چھوڑ دوں گا"۔

(مولوی مظہر الدین صاحب۔ جوش میں آکر) "حضرات! آپ نے ان کے دل دیکھے کہ کس قدر نازک ہیں۔ اشرف علی تھانوی کو اگر ہم کافر کہیں تو ان کا دل پاش پاش ہو جائے۔ خلیل احمد انبیٹھوی کو اگر مرتد کہیں تو یہ چیخ اُٹھیں اور انہیں خادمِ دین متین بنا کر مسلمان ثابت کریں اور یہ خبر ہی نہیں کہ جو دل ادنیٰ اہانت پیشوایانِ دیوبند سے چیخ جاتا ہے۔ وہ اتنا سخت پتھر ہے کہ سرکار مدینہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت سے سخت توہین سے پگھلتا بھی نہیں۔ (مولوی محمد علی کی طرف مخاطب ہو کر) مولوی صاحب آپ کے چشمۂ فیض دیوبند اور چشمہ پھیلانے والے علماء اور جناب کے پیشوا حضرات کی خدمت دین دکھاؤں۔ (کتاب حفظ الایمان کو ہاتھ میں لیکر)

حضرت! ذرا خدمت دین علمائے دیوبند ملاحظہ ہو۔ یہ ان کے سب سے بڑے پیشوا
مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول
زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض
علوم غیبیہ مراد ہیں یا کل، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں
حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض علم غیب تو ہر زید و عمر بلکہ ہر
صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے''۔

(حفظ الایمان ص ۶)

مولوی صاحب! (مولوی محمد علی کی طرف مخاطب ہو کر) یہ آپ کے اب ملت
مولوی اشرف علی تھانوی نے خدمت دین متین کی ہے اور سنیئے! آپ کے پیشوا
مذہب مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب براہین قاطعہ میں یوں سنت نبوی کو زندہ
کرتے ہیں۔ سنئے:

''شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم
کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر
کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

اس سے آگے دوسرے صفحہ پر یوں گوہر فشانی کرتے ہیں:

کہ ''ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں
ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو۔
چہ جائیکہ زیادہ''

وہی تمہارے پیشوایان ملت کی کفریہ عبارات۔ اب آپ اس موضوع سے کیوں گریز
کرتے ہیں۔ تمہاری ان کفریہ عبارات پر تمام علمائے عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔
اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہم ادھر اُدھر کی فضول باتیں کر کے کسی طرح مناظرہ سے بچ جائیں
لیکن یاد رکھو کہ تم کو اس طرح ہرگز جانے نہیں دیا جائے گا اور ان تمام کتابوں سے جو اس
بحث پر پڑی ہیں ثابت کیا جائے گا کہ چونکہ اکابرین دیوبند نے جناب حضرت محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کی ہے۔ اس لئے یہ لوگ تمام دنیائے اسلام کے
نزدیک کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اگر مرد میدان ہو تو آؤ اور اپنے اکابر
کا اسلام ثابت کرو''۔

(محمد علی دیوبندی گھبرا کر اور اپنے دل میں سوچ کر کہ یہ تو بُرا ہوا۔ ہماری
برسوں کی محنت ان کی چند عبارات پڑھنے سے رایگاں گئی)۔ مولوی مظہر الدین ایسی
باتوں میں وقت کو ضائع نہ کیجئے۔ مناظرہ کرنا ہے تو اپنے مناظر کو کھڑا کیجئے۔ اس طرح
کی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کچھ فائدہ نہیں''۔

جلسے کا شور۔ یہ تمہارے نزدیک فضول باتیں ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''برادران اسلام! آپ امن کو ہاتھ سے نہ جانے دیں
ان کے مذہب میں تنقیص انبیاء اور توہین رسالت ارکان مذہبی میں داخل ہو۔ ان کے
نزدیک یقیناً یہ فضول باتیں ہیں لیکن آپ کو تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ جب آپ لوگوں
نے مجھے اپنا نمائندہ بنایا ہے تو آپ کو خاموش رہنا چاہیئے۔ آپ تمام حضرات مطمئن
رہیں میں مولوی محمد علی کو راہ پر لے آؤں گا۔ (مولوی محمد علی سے مخاطب ہو کر) مولانا

سخت افسوس ہے کہ آپ اس چیز کو جو آپ کے کفر اور ارتداد کا سبب ہے فضول کہتے شرماتے نہیں۔ کیا یہ عبارتیں آپ کے اکابر کی کتابوں میں درج نہیں ہیں۔ اگر درج ہیں تو پھر آپ ہی ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کریں کہ ایسے بدزبانوں کی طرف داری آپ کو کس قعرِ مذلت میں ڈال رہی ہے۔ آخر مرنا ہے خوفِ خدا کیجئے اور شرمایئے''۔

(محمد علی) ''نہ مولوی مظہر الدین شرائط سے قدم باہر نہیں نکالنا چاہیے جو کچھ شرطیں لکھی جا چکی ہیں ہمیں اور آپ کو ان کا پابند ہونا پڑے گا۔ (ایک کاغذ سامنے کر کے) حضرات! دیکھئے یہ وہ تحریر ہے جو مولوی حبیب اللہ اور حافظ رحمت اللہ صاحبان کی منظوری سے لکھی گئی ہے۔ اس کے اندر بحث فیہ چھ مسائل ہیں۔ میں مولوی مظہر الدین صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنی تحریر نکال کر پڑھیں اور لوگوں کو سنائیں۔ فضول اور بے کار باتوں میں وقت کو ضائع نہ کریں''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) حضرات سنئے! میں کتنی دفعہ مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ کفر اور اسلام کا مسئلہ موقوف علیہ ہے اور باقی مسائل موقوف ہیں۔ جب تک موقوف علیہ مسئلہ طے نہ ہو جائے موقوف مسائل پر مناظرہ کرنا نہ صرف عبث اور بے فائدہ ہے بلکہ اصول مناظرہ کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ سب سے پہلے اپنا اور اپنے اکابر کے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اس کے بعد جس مسئلہ پر آپ کی خوشی ہو اس پر مناظرہ کرنے کیلئے ہم تیار ہیں''۔

مولوی محمد علی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا اور منہ دوسری طرف پھیر کر مولوی خیر محمد کے ساتھ سرگوشی کرنے لگا۔ اُس کی اس حرکت سے مجمع کے اندر انتشار پیدا

ہو گیا اور مولوی مظہر الدین صاحب نے دوبارہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

صدر صاحب! جناب صدر صاحب!!

(مولوی محمد علی) جواب ندارد۔

(مولوی مظہر الدین صاحب۔ بلند آواز سے) ''صدر صاحب! اے جناب صدر صاحب!

(مولوی محمد علی۔ چونک کر) ''جی حضرت کیا بات ہے؟''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''اللہ رے تغافل۔ آپ کو ابھی تک اتنا پتہ نہیں کہ بات کیا ہے؟

(مولوی محمد علی۔ مسخرہ پن سے کمر کو لچکا کر) ''جی صاحب! آپ کے مقابل کھڑے ہو کر کسے ہوش رہ سکتا ہے''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''مولوی محمد علی صاحب! آپ نقالی کرنے آئے ہیں یا مناظرہ کرنے آئے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پڑوس میں کوئی میراسی رہتا ہے''۔

(مولوی محمد علی۔ اسی انداز سے) ''جی ہاں، بجا ہے''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''اب مناظرہ بھی کرنا ہے یا اپنی نقالی سے ہی لوگوں کو خوش کرنا ہے''۔

(مولوی محمد علی) ''میں تو صبح سے چیخ رہا ہوں کہ مناظرہ کریں لیکن آپ فضول اور بیکار باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''اچھا۔ اب ان باتوں کو رہنے دیجئے اور اپنا مناظر کھڑا کیجئے تاکہ آپ کے کفریات پر مناظرہ شروع کر دیا جائے''۔

(مولوی محمد علی) ''نہ مولوی مظہر الدین نہ۔ آپ ایسی باتیں نہ کیجئے۔ میں پہلے عرض کر

چکا ہوں کہ ہم ان چھ مسائل پر مناظرہ کرنے کیلئے بلائے گئے ہیں۔ سب سے پہلے ان مسائل پر مناظرہ ہو جانا چاہیئے۔ بعد میں اس مسئلہ (کفریات دیوبندیہ) پر مناظرہ کریں گے''۔

(حافظ رحمت اللہ صاحب۔ کھڑے ہوکر) ''جناب صدر صاحب! مجھے اجازت ہے میں دومنٹ کیلئے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں''۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) ''جی ہاں۔ آپ بڑے شوق سے فرمائیں''۔

(حافظ رحمت اللہ صاحب، مولوی حبیب اللہ صاحب دیوبندی کو مخاطب کر کے)

''مولوی حبیب اللہ: ذرا سامنے تشریف لائیے''۔

(مولوی حبیب اللہ صاحب۔ کھڑے ہوکر) ''کیوں صاحب! کیا بات ہے؟''۔

(حافظ صاحب) ''مولوی صاحب! کیا آپ کے پاس وہ تحریر نہیں پہنچی۔ جس میں ہمارے تمام آدمیوں کے دستخطوں سے لکھا ہوا تھا کہ مناظرہ میں سب سے پہلا موضوع کفریات اکابر دیوبند ہوگا''۔

(مولوی حبیب اللہ) ''نہ صاحب ہمیں کسی ایسی تحریر کا علم نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے پاس اس قسم کی کوئی تحریر پہنچی ہے''۔

ناظرین! ذرا غور فرمائیں کہ کل تو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تمہاری تحریر پہنچی تو ہے لیکن ہم نے منظور نہیں کی اور آج سرے سے ہی انکار ہے کہ وہ تحریر ہمارے پاس پہنچی ہی نہیں''۔

(حافظ صاحب) ''آپ بھرے مجمع میں حلف اُٹھائیں اور خدا کو حاضر ناظر جان کر کہیں کہ وہ تحریر ہمیں موصول نہیں ہوئی''

(مولوی حبیب اللہ) ''میں خواہ مخواہ حلف اُٹھاؤں۔ اگر آپ نے تحریر بھیجی ہے تو اپنا گواہ

پیش کریں''۔

(حافظ صاحب) ''مولوی صاحب! آپ نے کل والا جھگڑا پھر یہاں شروع کر دیا۔ کیا آپ نے فقہ کی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو منکر کو قسم کھانی پڑتی ہے۔ اس لئے یا تو تحریر کا اقرار کریں یا حلف اُٹھائیں۔

(امیر حبیب اللہ خاں) ''حافظ صاحب! تحریر وہ قابل قبول ہو سکتی ہے جو فریقین کی منظوری سے لکھی گئی ہو۔ آپ کی تحریر چونکہ ہماری منظور شدہ نہیں اس لئے وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی''۔

(حافظ صاحب) ''وہ تحریر اگر آپ کو منظور نہ تھی تو واپس بھیج دیتے اور لکھ دیتے کہ ہمیں منظور نہیں ہے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ کا اتنے دن تحریر کا اپنے پاس رکھنا اور واپس نہ بھیجنا اس بات کی صریح اور روشن دلیل ہے کہ وہ تحریر آپ کو منظور تھی۔ اب چونکہ آپ کے مولوی آ گئے ہیں اور انہوں نے آ کر تمہیں سمجھایا ہے کہ اگر اس موضوع پر مناظرہ ہو گیا تو ہمارے اکابر کے کفریات مجمع عام میں ظاہر ہو جائیں گے۔ اس لئے اب تم دھوکہ دے کر اس موضوع سے بھاگنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو کہ تمہیں ہرگز بھاگنے نہیں دیا جائے گا۔ پبلک خود تمہیں مجبور کرے گی کہ تم پہلے اپنے کفر و اسلام کا فیصلہ کرو۔

(تمام حاضرین جلسہ) ''بے شک! بے شک!! دیوبندی مولوی سب سے پہلے اپنا مسلمان ہونا ثابت کریں بعد ازاں دوسرے مسائل پر مناظرہ کریں''۔

اس گفتگو میں سوا گیارہ بج گئے۔ حضرت قبلہ عالم رئیس الحکماء والمتکلمین شیخ الفقہاء والمحدثین حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب جو صبح سے وہابیہ کے رنگ ڈھنگ دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے اور اپنے فرار کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش

کر رہے ہیں۔ جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور وہابیہ کے صدر مولوی محمد علی جالندھری کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"جناب صدر صاحب! اپنے مناظر مولوی خیر محمد صاحب کو کھڑا کیجئے۔ فضول باتوں میں وقت کو ضائع نہ کیجئے۔ میں اب تم کو ہرگز وقت خراب کرنے نہ دوں گا صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ تم نے سوا دو گھنٹے اسی ٹوئیں ٹوئیں میں ضائع کر دیئے اور کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے۔ تمہاری تو ہمیشہ یہی خواہش رہتی ہے کہ فضول باتوں میں اُلجھ کر وقت ضائع کریں اور کسی طرح مناظرہ سے بچ جائیں لیکن ہم جواتنی دور سے چل کر یہاں آئے ہیں تمہیں ہرگز بھاگنے نہیں دیں گے۔ بس اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ تم نے بہت باتیں بنالیں اور وقت کو ضائع کر لیا۔ میں صبر کے ساتھ سنتا رہا کہ آخر تم کسی نتیجہ پر پہنچو گے لیکن سوا دو گھنٹے کا قیمتی وقت فضول باتوں میں ضائع کر دیا اور کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اب میں کسی طرح تمہاری ان فضول باتوں کو نہیں سن سکتا۔ اپنے مناظر کو کھڑا کرو میں بلا شرائط تمہارے مناظر کے ساتھ مناظرہ کروں گا اور جس موضوع پر تمہارا جی چاہے گفتگو کرو میں بالکل تیار ہوں"۔

آپ کی اس تہدید آمیز تقریر پر مجمع سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کی آوازیں بلند ہوئیں اور اللہ اکبر اور یا رسول اللہ اور مولوی سید احمد شاہ صاحب زندہ باد کے فلک بوس نعروں سے دشت و جبل گونج اُٹھے۔ وہابیوں کا صدر کھسیانہ ہو کر مولوی خیر محمد جالندھری کو دیکھنے لگا۔ تمام وہابیہ کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔ مختصر بحث و تمحیص کے بعد مسئلہ علم غیب مناظرہ کا موضوع مقرر ہوا اور مندرجہ ذیل تحریر فریقین کے اتفاق سے قلمبند کی گئی۔

شرائط مناظرہ منعقدہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء مقام تلون بروز جمعۃ المبارک

(مابین اہلسنت والجماعت و فرقہ دیوبندیہ)

(۱) پہلی تقریر مدعی کی ہوگی۔ (۲) پہلی تقریروں کا وقت پندرہ منٹ ہوگا۔ (۳) بعدہٗ دس دس منٹ (۴) دورانِ تقریر میں کسی فریق کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ (۵) کل وقت دو گھنٹے ہوگا۔ (۶) مناظرہ ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہو کر ڈیڑھ بجے تک رہے گا۔ (۷) مناظر اہلسنت والجماعت کی طرف سے حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور ہوں گے۔ (۸) مناظر دیوبندیہ مولوی خیر محمد جالندھری ہوں گے۔

چنانچہ ان جملہ مراحل ابتدائیہ کے طے پانے کے بعد رئیس الحکماء والمتکلمین شیخ الفقہاء والمحدثین حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی اہلسنت والجماعت کی تقریر اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے فلک بوس نعروں میں شروع ہوئی۔ وھو ہذا۔

تقریر اوّل

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ سَرْمَداً صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی مَنْ عَلَّمْتَہُ الْغَیْبَ وَ نَزَّھْتَہٗ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَبَداً رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔

عزیزانِ ملت فقیر کا جملہ اربابِ اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت جلت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم نورِ مجسم رحمت دو عالم سرورِ انبیاء شفیع روز جزا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علم کلی عطا فرمایا۔ یعنی تمامی اولین و آخرین کا علم مرحمت فرمایا۔

مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک فرش سے عرش تک دکھایا۔ ملکوت
السموات والارض کا شاہد بنایا۔ ابتداء آفرینش سے دخول جنت ونار تک جملہ ما کان وما
یکون انہیں بتایا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ سمندروں کا قطرہ قطرہ، درختوں کا پتہ پتہ قلوب
عالم کا خطرہ خطرہ مثل کفِ دست ظاہر فرمایا۔ میرے اس دعوے کے ثبوت میں متعدد
آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ موجود ہیں۔ آپ حضرات سے صرف اس قدر التجا ہے کہ
جو کچھ میں عرض کروں ہمہ تن گوش ہو کر استماع فرمائیں۔ میں اُردو میں تقریر کروں گا
ممکن ہے کہ آپ پوری طرح اُردو کو نہ سمجھ سکیں لیکن میں کوشش کروں گا کہ اپنی تقریر
میں آسان الفاظ استعمال کروں اور آپ کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکوں۔ انشاء اللہ العزیز
العلیم حق واضح ہو کر رہے گا۔ سنیے:

حضرات! اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ
بِضَنِينٍ۔ (پ ۳۰، سورہ التکویر آیت ۲۴) اور نہیں وہ غیب پر بخیل۔ یہ تو لفظی ترجمہ ہوا۔
اب ھو کا مرجع یا اللہ تعالیٰ ہے یا قرآن حکیم ہے یا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ان تینوں احتمالوں میں سے جو بھی احتمال اختیار کیا جائے، ہمارا مدعا ثابت ہے۔ جب
ضمیر ھو کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف پھیریے گا تو معنی یہ ہونگے کہ وما اللہ علی
الغیب بضنین اور نہیں ہے اللہ غیب پر بخیل اور اگر ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرا جائے تو
تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ما القرآن علی الغیب بضنین ۔ یعنی قرآن کریم غیب پر
بخیل نہیں اور اگر ضمیر ھو کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا جائے تو عبارت یوں
ہوئی۔ وما محمد علی الغیب بضنین اور نہیں محمد ﷺ غیب پر بخیل۔ اسی آیہ
کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں مرقوم ہے۔ ای انه صلی اللہ

علیه وسلم یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم و یخبر کم
به ولا یکتمه ۔ "یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے۔ وہ تم کو غیب
بتانے سے بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو خبر دیتے ہیں اور غیب کو نہیں چھپاتے"۔ عزیزانِ
گرامی! اس آیت سے نبی کریم ﷺ کا مطلع علی الغیوب ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو
رہا ہے اس لئے کہ اس آیت کریمہ میں بخل کی نفی فرمائی گئی ہے اور سب جانتے ہیں کہ
بخیل اُس شخص کو کہتے ہیں جو سرمایہ دار ہو، دولت وثروت کا مالک ہو اور خرچ نہ کرے۔
بخیل اُس کو نہیں کہا جاتا جو مفلس قلاش ہو۔ ایک حبہ کا بھی مالک نہ ہو کیونکہ جب وہ نادار
محتاج ہے تو خرچ کیا کرے گا۔ پس آیہ کریمہ نے واضح کر دیا کہ جناب نبی کریم علیہ
التحیۃ والتسلیم اپنے رب کی عطا سے دولتِ علم غیب سے مالا مال ہیں۔ ہر صغیر وکبیر، حقیر و
نقیر، ذرہ وقطمیر، برنا وپیر بفیض قدیر ضمیر منیر بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن ومستنیر ہوا۔
اور اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ اس آیت کریمہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رب
العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن
کریم کی تعلیم فرمائی۔ اس قدر میں تو کسی کو کلام نہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن کریم
میں کن کن چیزوں کا بیان ہے، قرآن عظیم سے ہی پوچھیے۔ فرماتا ہے:

(۲) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی "اے محبوب ہم نے تم پر
وہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے" تو جب قرآن پاک ہر چیز کا روشن
بیان ہے اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم تو بے شبہ جملہ اشیاء کے عالم
ہوئے۔ اور فرماتا ہے:

(۳) مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی ''قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور شے کا صاف جدا جدا بیان''۔ وقال تعالیٰ۔

(۴) مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ ''ہم نے کتاب (یعنی قرآن کریم) میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی''۔ تو اے عزیزو! جب فرقان مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا! روشن۔ اور روشن بھی کس درجہ کا۔ مفصل۔ اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئی اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے یعنی لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اب یہ بھی قرآن حکیم سے پوچھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے؟۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۵) وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ''ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے''۔
اور ارشاد فرماتا ہے:

(۶) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ یعنی ''ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی''۔ نیز ارشاد ہوتا ہے۔

(۷) وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ یعنی ''کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے''۔

یہ پچھلی آیتیں لوح محفوظ کی صفتیں ہیں اور ظاہر ہے کہ لوح محفوظ بھی شی من الاشیاء ہے اور قرآن کریم کی صفت آپ سن چکے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ وَ

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ تو خوب واضح ہوگیا کہ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے وہ قرآن حکیم میں درج ہے اور قرآن حکیم کے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم عالم۔ تو سرور انبیاء ہر ذرہ ہر قطرہ ہر قطرہ ہر پتے ہر تر و خشک کے عالم ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذالک

حضرات! علم کلی اور کسے کہتے ہیں۔ اصول میں مبرہن ہو چکا ہے کہ نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے تو لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ میں جملہ حبوب و جملہ رطب و یابس بلا تخصیص مراد ہوں گے اور اگر اس عام قطعی کا کوئی مخصص قطعی ہو تو بیان کیا جائے اور آیہ کریمہ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وغیرہ میں لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے۔ العام كالخاص فى افادة القطعى کتب اصول میں یہ امر واضح ہے اور نصوص یعنی آیات و احادیث ہمیشہ ظاہر پر محمول رہے گی۔ بلا دلیل شرعی تخصیص و تاویل جائز نہیں۔ ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے حتیٰ کہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو۔ عموم قرآن مجید کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی اور نہ تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نکال سکتی ہے۔ الحمد للہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ صریحہ سے روشن ہو گیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ جملہ مندرجات لوح محفوظ کا علم عطا فرمایا اور شرق و غرب و سما و ارض و عرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے خارج نہ رہا۔ ہر صغیر و کبیر حقیر و نقیر ذرہ و قطمیر برنا و پیر کا تفصیلی علم سمیع و بصیر بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے الٰہی حاصل ہے۔ ہمارے مد مقابل فرماتے ہیں کہ علم کلی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر ان خوش فہموں نے ملاحسن کا خطبہ بھی پڑھا ہوتا تو علم کلی کو خدا

تعالیٰ کی صفت نہ ٹھہراتے۔ سنئے ملاحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے خطبہ میں فرماتے
ہیں۔ جعل الکلیات والجزئیات یعنی پروردگار عالم کلیات اور جزئیات کا خالق
ہے تو جزئی وکلی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ہر مخلوق حادث ممکن جائز الفنا ممکن التبدل
والتغیر تو کیا اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے مدمقابل کے مذہب میں حادث ممکن جائز الفنا ہے۔
نعوذ باللہ من ذالک۔ مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ کی صفت علم قدیم اور قدیم کا محل
حادث ہونا محال۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو کلی وجزئی سے متصف نہیں کر سکتے۔ ہاں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حادث ومخلوق ہیں۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم
کو کلی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ
موجودات وجملہ ماکان ومایکون کا عالم مانتے ہیں لیکن بایں ہمہ نہ ہم جمیع غیوب غیر
متناہیہ کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ جملہ معلومات الٰہیہ کا۔ بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سات
سمندروں سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق، کہاں مخلوق۔ کہاں
قدیم، کہاں حادث۔ کہاں واجب، کہاں ممکن۔ مماثلت ومساوات کا تو ذکر ہی کیا۔ علم
الٰہی کے حضور مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں لیکن ہم نہ مساوات ومماثلت کے قائل اور نہ
عطائے الٰہی اور فضائل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر۔ مخالفین کا الزام مساوات ہم پر اور
ہمارے اکابر اہلسنت پر افترا وبہتان ہے۔ اب مولوی صاحب میری پیش کردہ آیات کا
جواب دیں اور نکرہ حیز نفی میں آکر عموم کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں؟ اور لفظ کل عام افادہ
استغراق میں قطعی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور کلیات وجزئیات مخلوق

ہیں یا نہیں؟ اور مخلوق وحادث خدا کی صفت ہو سکتی ہے یا نہیں؟
حضرات! آپ نے میری تقریر کا حاصل تو سمجھ ہی لیا ہوگا۔ اب مولوی صاحب میری
تقریر کا جواب دیں گے اس کو بھی بغور سنئے اور حق وباطل میں تمیز کیجئے۔

جواب تقریر اوّل

(منجانب مولوی خیر محمد صاحب جالندھری، مناظر جماعت دیوبندیہ)

حضرات! میرے مدمقابل مولوی سید احمد صاحب نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ
دعویٰ تو یہ کیا کہ میں چودہ آیات قرآنی اور تیس احادیث سے ثابت کروں گا کہ جناب
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عنایت کیا گیا لیکن بجائے اس کے کہ کوئی
حدیث یا قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتے ادھر ادھر کی باتیں بنا کر وقت کو ختم کر دیا۔ انہوں
نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ چودہ آیات اور تیس احادیث سے اپنے دعوے کو ثابت کروں گا۔ مگر
میں علی الاعلان بھرے مجمع میں کہتا ہوں کہ میں بیس آیات اور چالیس احادیث سے یہ
ثابت کروں گا کہ خدا تعالیٰ کے سوائے خواہ کوئی نبی ہو یا ولی، علم غیب نہیں جانتا۔ حضرت
مولانا نے ایک بڑی بہادری کی کہ ملاحسن کا خطبہ پڑھ دیا میں مولانا صاحب سے
دریافت کرتا ہوں کہ مولانا اس ملاں حسن کے خطبہ کو دعوے علم غیب سے کیا تعلق ہے۔
آپ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ میں قرآن اور حدیث سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا علم غیب ثابت کروں گا لیکن بخلاف اس کے ایک منطق کی کتاب کا خطبہ پڑھ رہے
ہیں۔ آپ اس بات پر پھولیں نہیں کہ مجھے ملاحسن کا خطبہ زبانی یاد ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ
ملاحسن کی اس سے زیادہ عبارت آپ کو زبانی سنا سکتا ہوں۔

حضرات! مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں آیت تو کوئی ایسی پیش ہی نہیں
جس کا میں جواب دوں۔ ہاں البتہ ایک حدیث پڑھی لیکن حوالے سے وہ بھی بے
نیاز۔ اس حدیث سے آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے ماکان وما یکون کا عالم بنایا۔ ریت کے ہر ذرّے
اور پانی کے ہر قطرے کا علم عنایت فرمایا۔ حالانکہ اس قسم کا علم رکھنا صرف خداوند تعالیٰ
ہی کی صفت ہے۔ یہ لوگ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو خداوند تعالیٰ
کے علم کے برابر مانتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے۔
کیونکہ ہر ذرّے اور ہر قطرے کا علم رکھنا حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہی صفت ہو سکتی
ہے اور کوئی شخص اس صفت سے متصف نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ اپنے کلام مقدس
کے اندر ارشاد فرماتا ہے کہ قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَا اَعْلَمُ
الْغَیْبَ بھائیو! یہ قرآن مجید کی آیت ہے میں مولوی سید احمد صاحب کی طرح اِدھر
اُدھر کی لمبی چوڑی باتیں کر کے وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اس آیت میں خداوند تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ ''کہہ دے تو اے رسول کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ
کے خزانے ہیں اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں''۔ دیکھئے اس آیت کے
اندر خداوند تعالیٰ نے صاف طور پر اپنے رسول سے کہلوایا کہ اے رسول لوگوں کو کہہ
دے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ اب جو
شخص بھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب مانے وہ خدا تعالیٰ کے
مقدس کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ اب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا۔ مولوی سید
احمد صاحب سے ہی دریافت کرتا ہوں کہ مولانا صاحب جو شخص قرآن مجید کی تکذیب

کرے، اس کیلئے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟
دوسری آیت کے اندر خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ
الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا ھُوَ۔ یعنی ''خداوند تعالیٰ ہی کے پاس غیب کے خزانے کی
کنجیاں ہیں۔ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی علم غیب نہیں جانتا''۔ دیکھئے کیسی صاف تصریح
کی گئی ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا۔ مولوی صاحب! اب بتایئے
آپ تو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کا علم جانتے
ہیں لیکن قرآن مجید کے اندر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے بغیر اور کوئی علم
غیب نہیں جانتا۔ اس کا فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ میری ان آیتوں کا جو میں نے
ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہیں اپنی تقریر میں جواب عنایت فرمائیں اور اِدھر اُدھر کی
باتوں میں وقت کو ضائع نہ کریں۔ اب چونکہ میرا وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے میں اپنی
تقریر کو ختم کرتا ہوں''۔

مولوی مظہر الدین صاحب ''مولوی صاحب آپ کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا، ڈیڑھ
منٹ باقی ہے آپ اپنی تقریر کو جاری رکھیں''۔

مولوی خیر محمد صاحب ''میں نے اپنا بقایا وقت مولوی سید احمد صاحب کو دے دیا وہ
تقریر کریں''۔

تقریر دوم

(منجانب: مناظر اہلسنّت والجماعت ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب قبلہ)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ۔ عزیزانِ ملت! فقیر نے اپنی

تقریر میں نہایت واضح الفاظ میں اپنا اور اپنے اکابر علماء کا عقیدہ بیان کر دیا تھا کہ ہم نہ مساوات و مماثلت کے قائل ہیں اور نہ فضائل محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے منکر۔ مساوات و مماثلت کی نسبت ہمارے اکابر کی طرف محض غلط ہے۔ بہتان افترا ہے۔
میں نے اپنی تقریر میں آٹھ آیات قرآن کریم پیش کی تھیں جن سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ما کان وما یکون ہونا واضح ہوتا ہے۔ ہمارے مدمقابل مولوی خیر محمد صاحب نے آٹھ آیتوں میں سے ایک آیت کا بھی جواب نہیں دیا اور جو اصول فقیر نے پیش کئے تھے اُن کو بھی نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ اوّل مولوی صاحب کو چاہیے تھا کہ میری پیش کردہ آیات کا جواب دیتے۔ اُس کے بعد کسی آیت یا حدیث کو پیش کرتے مگر مولوی صاحب نے ایسا نہیں کیا مولوی صاحب نے بار بار اپنی تقریر میں دُھرایا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور اللہ تعالیٰ کے علم کو مساوی و مماثل اعتقاد کرتے ہیں۔ مولوی صاحب! جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ آپ ہمارے اکابر اہلسنت پر افترا کر رہے ہیں اور صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ ہمارے اکابر علمائے اہلسنت میں سے کسی نے مماثلت و مساوات کا دعویٰ نہیں کیا۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَانْتَهُوْا عَنِ الْكِذْبِ وَالْاِفْتِرَاءِ۔ دیکھئے ہمارے علمائے کرام نے اپنی تصانیف میں کس قدر واضح لفظوں میں مماثلت و مساوات کا رد و انکار کیا ہے۔ خالص الاعتقاد ص ۳۲ مطبوعہ مطبع اہلسنت بریلی شریف میں امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج مولوی احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) بلاشبہ غیر خدا کیلئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں۔ اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا۔ (معاذ اللہ) مساوی درکنار، تمام اولین وآخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش وشرق وغرب وجملہ کائنات از روز اوّل تا روز آخر کو محیط ہو جائیں۔ آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں شرق وغرب دو حدیں ہیں۔ روزِ اوّل و روزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا۔ تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات'' الخ۔

اور دیکھئے ''الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ'' مطبوعہ مطبع نعیمی مراد آباد کے ص ۳ پر حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء مولانا الحاج مولوی حکیم حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی مساوات ومماثلت کی نفی کس شد ومد سے فرماتے ہیں۔ سنئے اور غور سے سنئے۔

''واضح ہو کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نہ ہم جمیع غیوب غیر متناہیہ کا علم ثابت کرتے ہیں نہ جملہ معلومات الٰہیہ کا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق، مماثلت

ومساوات کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں''۔

اب تو الزام مساوات ومماثلت سراسر غلط ہو گیا اور مولوی صاحب کا افترا و بہتان ہمارے اکابر اہلسنت پر آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن ہو گیا۔ (مجمع کا شور۔ ہو گیا، ہو گیا) مولوی صاحب! مماثل ومساوی ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ علم خلق عطائی، علم الٰہی ذاتی۔ جب خالق ومخلوق، مالک ومملوک، حادث وقدیم، واجب وممکن، متناہی وغیر متناہی مساوی نہیں تو علم عطائی وذاتی میں مساوات کیونکر ہو سکتی ہے؟

افسوس! مولوی صاحب نے ہماری پیش کردہ آیات کو تو چھوا تک نہیں اور ایک دو آیتیں وہ پڑھیں جن میں علم غیب ذاتی استقلالی کی نفی کی گئی ہے۔ مولوی صاحب! قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ (الآیۃ)۔ اور وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ ہمارے دعوے کی مثبت ومؤید ہیں ہرگز منافی ومعارض ومخالف نہیں۔ آپ نے ان آیات کے پڑھنے کی ناحق زحمت برداشت کی۔ حضرات! مولوی صاحب نے لے دے کر دو آیتیں پڑھی ہیں ایک تو قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ اور دوسری وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ۔ ان دونوں آیتوں سے مولوی صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کرنا چاہتے ہیں اور یہ محض ان کا خیال خام ہے۔ آیات مذکورہ سے اس مدعا پر استدلال محال ہے۔ مولوی صاحب ان آیتوں میں نفی علم غیب ذاتی کی ہے یا تو اضعاً سرکار نے فرمایا ہے۔ کاش! تفسیر خازن ہی کو دیکھ لیتے تو آپ اس آیت سے استدلال کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ تفسیر خازن میں انما نفی عن نفسه الشريفة هذه الاشياء تواضعا لله تعالیٰ و اعترافا له

بالعبودية اور سنیئے! تفسیر عرائس البیان میں ہے سورۃ انعام رکوع ۵ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ۔ و تواضع حين اقام نفسه مقام الانسانية بعد ان كان اشرف من خلق اللّٰه من العرش الى الثرىٰ والطهر من الكر و بين والروحانيين خضوعا لجبروته و خشوعا فى ابواب ملكوته۔ اور تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے تحت میں مرقوم ہے فيه دلالةٌ على ان الغيب بالاستقلال لا يعلمه الا اللّٰه۔

حضرات! ان عبارتوں سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ آیت میں نفی بطریق تواضع اور استقلال کے ہے یعنی غیب بالاستقلال نہیں جانتا۔ اس سے مولوی صاحب کا استدلال کرنا اور نفی غیب پر سند بنا کر پیش کرنا مولوی صاحب کی ناواقفی اور تفاسیر سے لاعلمی کی بین دلیل ہے۔ تمام علماء کا دستور اور عادت ہے کہ وہ اپنے لئے ہیچمیرز اور ہیچمدان اور اس قسم کے انکسار و تواضع کے الفاظ تحریر فرمایا کرتے ہیں۔ ان الفاظ سے استدلال کرکے جو شخص ان کے علم کا انکار کرے لامحقق اور کون محض نہیں تو کون ہے؟ تفاسیر میں صاف فرمایا کہ حضور نے تو اضعاً نفی فرمائی ہے۔ اس کو حضور کے عدم علم کی دلیل بنایا کیسی کمینہ حرکت اور فرومائگی ہے۔

علاوہ بریں آیت میں علم غیب کی نفی بھی کب ہے۔ نفی ہے تو قول ودعویٰ کی ہے۔ یہی تو فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا اور دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور میں غیب کا عالم ہوں۔ چنانچہ تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے ملاحظہ ہو وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ عطف على محل عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ ای لا ادعی ایضًا انی اعلم الغیب۔ اسی طرح تفسیر روح البیان

میں ہے۔ ان تفاسیر سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ آنحضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم
نے دعویٰ کی نفی فرمائی۔ دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو ہرگز مستلزم نہیں۔ یعنی میں دعویٰ نہیں کرتا
کہ میں علم غیب کا عالم ہوں۔ اس کے معنی کس طرح ہو سکتے ہیں کہ مجھے غیب کا علم ہی
نہیں اور در حقیقت دعویٰ کی بھی نفی نہیں ہے۔ جس کی طرف لکم مشیر ہے۔ مولوی
صاحب! بغض وعناد کا چشمہ اتار کر تفسیر خازن کو پڑھیے۔ فرماتے ہیں کہ لکم کے
مخاطب کفار و مشرکین ہیں۔ لیجئے یہ تفسیر خازن ہے فرماتے ہیں یعنی قل یا محمد
لھٰؤلاء المشرکین لا اقول لکم تو مطلب آیہ کریمہ کا یہ ہوا کہ اے حبیب مکرم!
فرما دیجئے ان کفار و مشرکین سے کہ میں کب تم سے یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میرے پاس
خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں غیب جانتا ہوں اور فی الواقع نااہل
کب اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کیے جائیں۔ کیا وہابیہ دیوبندیہ بھی
اپنے آپ کو ان ہی نااہلوں میں سے سمجھتے ہیں۔ اور سنیئے۔ تفسیر رغائب الفرقان میں
اس آیہ کریمہ کے تحت میں مرقوم ہے۔ قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ لم یقل لیس عندی
خزائن اللہ لیعلم اللہ ان خزائن اللہ و ھی العلم بحقائق الاشیاء وما
ھیاتھا عندہ صلی اللہ علیہ وسلم و لکنہ یکلم الناس علی قدر
عقولھم ولا اعلم الغیب ای لا اقول لکم ھذا مع انہ قال صلی اللہ
علیہ وسلم علمت ما کان وما سیکون۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے
حبیب مکرم! آپ کفار و مشرکین سے فرما دیجئے کہ اے کفار نابکار! میں تم سے یہ دعوے
نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس اللہ کے
خزانے نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کیونکہ تم نااہل ہو اس قابل نہیں کہ

حقائق و اسرار تمہارے سامنے ظاہر کروں) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے
حضور کے پاس ہیں لیکن حضور بقدر ان کے عقل وفہم کے کلام فرماتے ہیں اور وہ خزانے
تمام چیزوں کی حقیقت و ماہیت کا علم ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا و لا اعلم الغیب
یعنی میں تم سے یہ دعوے نہیں کرتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ باوجودیکہ حضور اقدس علیہ
الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مجھے
عطا ہوا۔ چنانچہ طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابو نعیم حلیہ میں حضرت عبد
اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن
فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیانا من اللہ جلاہ لنبیہ
کما جلاہ النبیین من قبلہ ۔ بے شک اللہ رب العزت نے میرے سامنے دنیا
اٹھائی ہے۔ تو میں اُسے اور جو کچھ اُس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا
ہوں جیسے اس اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں اُس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کیلئے
روشن فرمائی۔ جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کیلئے روشن کی تھی۔ اس حدیث سے روشن ہے کہ
سمٰوات و ارض اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہو گا۔ اس سب کا علم
اگلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عزت عز جلالہ نے اس تمام مَا
کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا۔ مثلاً شرق سے غرب تک
سماک سے سمک تک ارض سے فلک تک اس وقت اکناف عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے
اور تلوّن کا یہ مناظرہ سیدنا ابراہیم خلیل جلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار ہا برس پہلے اس
سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں نہ یہ قدرت

الٰہی پر دشوار۔ نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار۔ لیکن دیوبندی بے چارے دیو
کے مارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے۔ وہ
اگر ان آیات سے حضور کے علم کے انکار پر استدلال کریں تو کیا محل تعجب ہے

کس قدر ستم کیسا ظلم صریح ہے کہ تواضع کو عدم علم کی دلیل بنانا اور عدم دعویٰ
سے عدم علم پر استدلال کرنا کس درجہ کی ابلہ فریبی اور انتہائی جہالت ہے۔ کما لا
یخفی علی من له ادنیٰ مسکة من العلم اسی طرح مولوی صاحب نے آیہ
کریمہ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کے علم غیب کی نفی پر استدلال کیا ہے۔ ترجمہ آیہ کریمہ کا یہ ہے "غیب کی کنجیاں
اللہ کے پاس ہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا" مولوی صاحب بتائیں کہ اس آیت
میں علم سے اگر ذاتی استقلالی مراد ہو تو دیوبندیوں کو کیا مفید۔ علم ذاتی استقلالی ازلی
ابدی بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ ہم اپنی پہلی تقریروں میں
وضاحت سے بدلائل ساطعہ ثابت کر چکے ہیں تو اس سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
اور دیگر محبوبان حق کے علم عطائی کی نفی کس طرح ہوتی ہے اور اگر مولوی صاحب کے
نزدیک علم عطائی مراد ہو تو صحت استثنا کی کوئی صورت نہیں بجز اس کے علم الٰہی کو بھی
(معاذ اللہ) عطائی کہا جائے اور جو علم الٰہی کو عطائی کہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔
حضرات! اس آیت کو ادنیٰ علم والا بھی انبیاء و اولیاء کے علم عطائی کے انکار کی سند نہیں بنا
سکتا بلکہ اس آیت سے تو محبوبان حق خصوصاً سید الانبیاء (ﷺ) کیلئے غیب کے علم کا
اثبات ہوتا ہے۔ مفردات راغب اصفہانی ص ۳۷۷ میں ہے۔ وقوله و عنده
مفاتح الغیب یعنی ما یتوصل به الی غیبه المذکور فی قوله فَلَا یُظْهِرُ

عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی آیہ کریمہ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ
الْغَیْبِ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں یعنی وہ چیز جو اس غیب
تک پہنچنے اور اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہو جس کا ذکر آیہ کریمہ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی
غَیْبِهٖ میں ہے۔ پس اس آیت سے بھی نفی علم عطائی ثابت کرنا جہل و ظلم ہے۔
تفسیر عرائس البیان میں ہے قال الجریری لا یعلمها الا هو و من
یطلعه علیها من صفی و خلیل و حبیب و ولی ۔ سبحان اللہ کیا ایمان افروز
تفسیر ہے۔ فرماتے ہیں مفاتح غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ
ان پر اطلاع دے۔ خواہ وہ صفی ہو، یا خلیل یا حبیب یا ولی۔ اور اسی تفسیر میں چند سطور
اوپر اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وقوله لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ای لا یعلم الا
ولون والاخرون قبل اظهاره تعالیٰ ذالک لهم یعنی اس آیت کا مطلب یہ
ہے کہ اللہ کے ظاہر کرنے سے پہلے کوئی نہیں جان سکتا یہی ہمارا دعویٰ ہے۔
آیات مذکورہ میں نفی علم ذاتی استقلالی کی ہے نہ کہ عطائی کی بلکہ ان آیتوں
سے علم غیب عطا ہونا ثابت ہوتا ہے۔
سامعین کرام! خیال فرمائیے کہ وہابیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس
قدر عداوت ہے کہ جن آیتوں میں علم عطائی کا اثبات اور علم ذاتی کا انکار ہے اس قسم کی
آیتوں کو پڑھ کر عوام کو سمجھایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں دیا گیا
اللہ حیا دے ایمان دے۔
مولوی خیر محمد صاحب نے میرے وہ کلمات جو ملا حسن کے خطبہ کے پڑھے
تھے سمجھنے میں غلطی کی۔ مولوی صاحب! میں نے یہ کہا تھا کہ باری عزاسمہ کلیات و

کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میرے لئے لوٹے میں پانی ڈالو تا کہ وضو کروں۔ آپ اٹھتے ہیں لیکن غشی طاری ہو جاتی ہے حتیٰ کہ تین دفعہ ایسی حالت ہوتی ہے اور ہر بار اٹھ کر دریافت فرماتے ہیں کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ اس حدیث سے صاف طور سے ثابت ہو گیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تو کجا دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا"۔

نشانِ صداقت اہلسنت: یہ دریدہ دہن اور بے ادب دیوبندی مولوی یہاں تک ہی تقریر کرنے پایا تھا کہ قہر الٰہی کی بجلی اُن کی سٹیج پر گری اور تڑاق سے اُن کی سٹیج دو ٹکڑے ہو گئی اور تمام کے تمام دیوبندی مولوی دھڑام سے سر کے بل زمین پر گرے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس خدائی انتباہ سے انہیں کچھ عبرت حاصل ہوتی اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان سے زبان کو روکتے لیکن جن کے دل تنقیص انبیاء اور توہین رسالت مآب سے سیاہ ہو چکے ہوں اُن پر اس قہر خداوندی کا کیا اثر ہوتا۔ دیوبندی مولوی بدستور اپنی تقریر میں مشغول رہا۔

(دیوبندی مولوی تقریر جاری رکھتے ہوئے) بھائیو! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور مسجد کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ جب آپ دیوار کے پیچھے کا حال نہیں بتلا سکتے تو علم غیب کی خبر کیسے دے سکتے ہیں؟ اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب پر ہرگز دسترس نہیں تھی۔ میں مولوی سید احمد صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی تقریر میں میرے ان تمام اعتراضات کا جواب دیں"۔

تقریر سوم

(منجانب مناظر اہلسنت ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب قبلہ)

عزیزانِ گرامی! مولوی صاحب بار بار اسی مماثلت ومساوات کی رٹ لگائے جاتے ہیں حالانکہ فقیر گذشتہ تقریروں میں غیر مشتبہ الفاظ میں اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ ان کی تصانیف سے پیش کر چکا ہے لیکن مولوی صاحب اپنی ہر تقریر میں افترا پردازی اور بہتان بندی کے سوا کوئی مفید مطلب بات نہیں بیان کرتے۔ مولوی صاحب ان حیلہ سازیوں اور فریب کاریوں سے پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ میری پیش کردہ دس آیات کا جواب دیجئے یا تسلیم کیجئے۔ آپ کتنی ہی بھاگنے کی کوشش کریں لیکن میں آپ کو بھاگنے نہیں دوں گا۔ آج آپ کا دل جانتا ہے کہ کس کے سامنے آپ آئے ہیں۔ ہمیشہ آپ کے بڑے بڑے مایہ ناز مناظر اسی طرح کی دروغ بافیوں اور حیلہ سازیوں سے اپنا پیچھا چھڑا کر راہ فرار اختیار کرتے رہے ہیں۔ لاہور میں آخری فیصلہ کن مناظرہ منعقد ہوا ہم نے حسب وعدہ اپنے علمائے کرام اور مشائخ عظام کو مناظرہ کے میدان میں آنے کی تکلیف دی اور کثیر التعداد علمائے اہلسنت اطراف ملک سے رونق افروز ہوئے لیکن دیوبندی نہ اپنا مناظر پیش کر سکے اور نہ مصدقہ وکیل کو حاضر کر سکے۔ باوجود اس کے جب مناظرہ کی شرائط طے ہونے لگیں تو اسی قسم کی لاطائل باتوں میں وقت ضائع کیا اور بھاگ گئے لیکن بفضلہ تعالیٰ آپ لوگوں کو شہروں میں تو اپنی خرافات پھیلانے اور کفر و شرک کی مشین چلانے کی جرأت نہیں ہوتی کیونکہ اہل شہر اور تعلیم یافتہ طبقہ دیوبندیوں کے مزخرفات اور اباطیل پر مطلع ہو چکے ہیں۔ وہاں آپ کی دال نہیں

گلی تو چھوٹے قصبوں اور دیہات میں اپنے باطل عقائد و اعمال کی اشاعت و تبلیغ کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ ابھی سید احمد زندہ ہے۔ محال است کہ سنیاں بمیرند و دیوبندیاں جائے ایشاں گیرند۔ جس طرح شہروں میں آپ کے عقائد کفریہ کے ڈھول کا پول کھل گیا ہے انشاء اللہ العزیز آج قصبہ نکودر میں بھی آپ کے عقائد فاسدہ و اعمال کاسدہ کو بے نقاب کر دیا جائے گا۔ الحمد للہ کہ آپ کے شہر جالندھر میں بھی سنت کی میخ گاڑ دی گئی ہے۔ مولانا عبدالجلیل صاحب فاضل حزب الاحناف نے جالندھر شہر میں مدرسہ قائم کر لیا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اب اہل جالندھر بھی بیدار ہو چلے ہیں۔ فقیر نے کئی بار جالندھر میں تقریر کی اور آپ کے عقائد فاسدہ کو ظاہر کیا۔

ع...... ''نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا''

الجھا ہے پاؤں خیر کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولوی صاحب نے ایک اور آیت پڑھی ہے۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ ۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ کا علم ہوتا تو شعر کا بھی علم ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے شعر کا علم نہیں دیا۔ واہ مولوی صاحب! خوب فرمایا۔ ع...... ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

عزیزانِ گرامی! کس قدر تعجب کی بات ہے کہ زید و عمر و کو تو شعر کا علم ہو اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہ دیا گیا۔ جناب مولانا! علم کے سولہ معنی ہیں۔ یہاں علم دانستن کے معنی نہیں ہے کیونکہ علم بمعنی دانستن کمال ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال کے جامع ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت کے آخر میں

فرماتا ہے وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ یعنی ہم نے علم شعر اپنے محبوب کو نہیں سکھایا اور وہ محبوب کے شایان شان نہیں۔ کیوں جناب مولوی صاحب! علم بمعنی دانستن کمال ہے تو گویا کمال حضور کی شان کے لائق نہیں۔ کس قدر جہالت ہے۔ وہابیت کا بُرا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت نے ان کو اندھا گونگا بہرا اور حواس باختہ کر دیا ہے۔ سچ ہے جب خدا ایمان لیتا ہے تو ساتھ ہی عقل بھی سلب کر لیتا ہے۔ جناب والا! یہاں علم بمعنی ملکہ و عادت ہے۔ آیہ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اپنے محبوب کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں سکھایا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں۔ کتنے ہی فن شاعری کے ماہر عروض و قوافی کے جاننے والے ایسے ہیں کہ وزن شعر کو صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں شعر ردّی و جید میں تمیز نہ ہو۔ فن کے قواعد و مصطلحات سے بے خبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔ علم سے بہت مرتبہ بلکہ مراد ہوتا ہے۔ ہمارے روزمرہ کے محاورے ہیں کہ فلاں عالم لکھنا نہیں جانتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت و ہیئت اور قواعد کی اس کو خبر نہیں۔ سب کچھ جانتا ہے مگر لکھنے کا ملکہ نہیں۔

آپ روٹی پکانا نہیں جانتے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ ملکہ نہیں ورنہ جانتے خوب ہیں کہ پکتی کس طرح ہے۔ زید کہتا ہے کہ تیر اندازی جانتا ہوں۔ آپ تیر کمان دے کر کہئے کہ نشانہ لگائے اور کسی طرح نشانہ نہ لگا سکے۔ تو یہی کہا جا سکے گا کہ نہیں جانتا گو کہ وہ تیر اندازی کے مفہوم و معنی کا خوب واقف ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنی اولاد کو جھوٹ بولنا نہیں سکھایا۔ چوری، زنا، قمار بازی اور بٹیر بازی و مرغ بازی اور پتنگ بازی نہیں سکھائی۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ چوری اور زنا اور قمار

بازی اور بٹیر بازی و مرغ بازی اور پتنگ بازی کے مفہوم و معنی کو نہیں جانتا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہاں ملکہ اور عادت کی نفی ہے اور علم سے مراد ملکہ کچھ ہمارے ہی محاورات پر منحصر نہیں۔ ہر ملک اور زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے۔ تلویح میں ہے۔ ولا نسلم ان دلالۃ للفظ العلم علی التھو المخصوص فان معناہ ملکۃ یقتدر بھا علی ادراک جزئیات الاحکام واطلاق العلم علیھا شائع ذائع فی العرف کقولھم فی تعریف العلوم علم کذا و کذا فان المحققین علی ان المراد بہ ھذہ الملکۃ و یقال لھا الصناعۃ ایضا لا نفس الادراک۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی اور ملاجیون رحمہما اللہ اپنی اپنی شرحوں میں فرماتے ہیں لان المراد بالعلم الملکۃ۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ علم بمعنی ملکہ ہے اور آیہ کریمہ میں یہی مراد ہے اور احادیث میں بکثرت علم بمعنی ملکہ آیا ہے۔ مسند الفردوس میں بکر بن عبداللہ بن ربیع سے مروی ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علموا اولادکم السباحۃ والرمایۃ اپنی اولاد کو تیر اندازی اور شناوری سکھاؤ یعنی ان کو عادت ڈالو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شعر دو معنی میں مستعمل ہے۔ اول کلام موزون جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو۔ تفسیر کبیر میں ہے الشعر ھو الکلام الموزون الذی قصد الی وزنہ یہ تو معنی عرفی ہیں۔ دوسری معنی منطقی قدماء حکماء کے نزدیک وزن و قافیہ شعر کا رکن نہیں ہیں بلکہ رکن شعر ان کے نزدیک صرف مقدمات مخیلہ کا ایراد ہے۔ تو جو قیاس مقدمات مخیلہ سے مرکب ہو اُس کو شعر کہتے ہیں اور بعض علماء منطقی شعر اس کو کہتے ہیں جو مقدمات کاذبہ سے مرکب ہو۔ تفسیر روح البیان جلد ثالث ص ۲۸۱ میں

ہو الشعر عندا لحکماء القدماء لیس علی وزن و قافیۃ ولا الوزن والقافیۃ رکن فی الشعر عندھم بل الرکن فی الشعر ایراد المقدمات المخیلۃ اور مسلم الثبوت میں ہے۔ واجیب بانہ لا یضر لا ادری لانہ المراد الملکۃ وفیہ ایضا قال بعضھم الشعر اما منطقی وھو المؤلف من المقدمات الکاذبۃ۔ اب سمجھنا چاہیے کہ قرآن پاک میں جو لفظ شعر وارد ہوا ہے اس سے منطقی معنی ہی مراد ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک کا اسلوب شعر و شاعری سے پاک اور منزہ ہے۔ لہذا آیت کا صحیح مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اپنے حبیب کو شعر یعنی کذب نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ اُن کے منصب رفیع نبوت کے سزاوار ہے۔

کہیے مولوی صاحب! کچھ سمجھ میں آیا۔ یا وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔ کاش! یہ مناظرہ کسی شہر میں ہوتا تو آپ کا پول کھلتا۔ جنگل میں مور ناچا کس نے جانا۔

مولوی صاحب نے مشکوٰۃ شریف کی حدیث بھی پیش کی ہے کہ مرض الموت میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ کیا نماز ہو گئی؟ لوگوں نے عرض کیا حضور کا انتظار ہے۔ اس حدیث سے حضور اقدس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پر استدلال کرنا اور اس حدیث سے سند پکڑنا ہمارے مد مقابل کی خوش فہمی ہے۔ ماشاءاللہ: آپ کا استدلال قابل داد ہے۔ مولوی صاحب! اس حدیث میں کون سا لفظ ایسا ہے جو صراحۃً یا اشارۃً بھی عدم علم حضور پر دلالت مطابقی یا تضمنی کرتا ہو۔ حضور انور کا دریافت فرمانا کہ نماز میں کیا دیر ہے ہرگز عدم علم کو مستلزم نہیں۔ اگر استفہام مطلقاً عدم علم کو مستلزم ہوتا تو پھر آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ رب العزت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرماتا ہے وَمَا تِلْكَ

بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى ۔ اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ (معاذ اللہ) آپ کے طور پر خدائے قدوس بھی بے خبر اور بے علم تھا۔ اُس کو خبر نہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں کیا ہے۔ اگر علم ہوتا تو کیوں پوچھتا؟ جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ھِیَ عَصَایَ یہ میری لکڑی ہے۔ تب (معاذ اللہ) خدا کو لکڑی کا علم ہوا۔ کیوں جناب مولانا کیا بعینہٖ آپ کا قیاس یہاں جاری ہوگا۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احیاء موتیٰ کی درخواست پر ارشاد ہوا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ! کیا تم کو یقین نہیں؟ نیز حدیث اختصام ملائکہ میں ہے کہ میرے رب نے مجھ سے پوچھا یا محمد فیما یختصم الملاء الاعلیٰ ۔ اے محبوب ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس چیز میں جھگڑتے ہیں۔ نیز مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ اذھب الی محمد وربک اعلم فاسئلہ ما یبکیک ! محمد مصطفےٰ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کرو کہ سبب گریہ کیا ہے؟ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اعلم ہے۔ تو پھر مولوی خیر محمد صاحب کے نزدیک خدائے قدوس کو بھی علم نہ ہونا چاہیئے اگر علم ہوتا تو دریافت کیوں کیا جاتا؟

حضرات! یہ ہے ان گمراہوں کی حدیث دانی اور نکتہ آفرینی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت فرمانا کہ نماز میں کیا دیر ہے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہے۔ بات بڑھ جاتی ہے اور وقت میں گنجائش نہیں تاہم بعض مصالح وحِکَم عرض کرتا ہوں اول جماعت کا شوق دلانا کہ ایسے وقت میں کہ صاحب فراش ہوں نماز کا خیال ہے۔ جماعت کا شوق ہے تا کہ اُمت بھی حضور کا اتباع کرے اور اسی طرح بیماری میں جماعت کی جستجو کرے۔ نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام کھڑا کرنا تھا

ان کی عظمت وقابلیت کا سب پر اظہار مقصود تھا تا کہ تمام حاضرین پر یہ امر واضح ہو جائے کہ حضور انور نے دین کا امام صدیق اکبر کو بنایا تو دنیوی نظام کی اصلاح کے لئے بھی صدیق اکبر کو ہی امام بنانا چاہیئے اور بہت سی مصلحتیں ہیں جن کے بیان کی وقت اجازت نہیں دیتا۔ مولوی خیر محمد صاحب! ادھر اُدھر کی بے سود باتوں سے کچھ فائدہ نہیں۔ آپ میرے پیش کردہ دلائل کا جواب دیں"۔

جوابی تقریر سوم

(منجانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیوبندیہ)

میرے محترم بھائیو! آپ نے مولوی سید احمد صاحب کی تقریر خوب سن لی ہوگی۔ آپ نے اپنی تقریر میں موٹے موٹے اور مشکل لفظ استعمال کر کے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ان کی قابلیت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے اور دیہاتی لوگ سمجھیں کہ یہ کوئی بڑے بھاری عالم ہیں اور ہم لوگ ان کی تقریر سے رعب میں آ جائیں لیکن مولوی صاحب!

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

آپ بڑے عالم فاضل سہی لیکن ہم بھی کوئی بچے نہیں کہ آپ کے رعب میں آ جائیں۔ میں نے کتنی آیتیں پڑھیں لیکن آپ نے کسی کا جواب نہیں دیا۔

آپ نے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی عبارتیں پڑھ دیں کہ ہم رسول کریم کے علم کو حادث متناہی محدود

وغیرہ مانتے ہیں۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ جو اپنی تقریروں میں جناب
محمد رسول اللہ (ﷺ) کا علم ماکان و ما یکون ثابت کرتے ہیں۔ کیا یہ علم خداوند تعالیٰ
نہیں۔ آپ اس بات کو ضرور تسلیم کریں گے کہ یہ علم خداوند تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اب
آپ بتائیں کہ جب خداوند تعالیٰ کو بھی علم ماکان و ما یکون حاصل اور جناب محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ماکان و ما یکون کے عالم۔ تو اس علم ماکان و ما یکون کے لحا
سے خدا اور رسول کا علم برابر ہو گیا پھر آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کے علم کو خدا تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں مانتے۔ اس کے علاوہ آپ نے اور
کوئی دلیل پیش ہی نہیں کی جس کا میں جواب دوں۔

آپ نے ہمیں یہ دھمکی دی ہے کہ ہم نے جالندھر میں مولوی عبدالجلیل
تمہارے مقابلہ میں چھوڑ رکھا ہے اور وہاں مدرسہ قائم کر دیا ہے۔ مولانا صاحب! مجھے
تو بڑی خواہش رہی کہ مولوی عبدالجلیل صاحب میرے مقابلہ میں آئے لیکن اس بے
چارے کو اس بات کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ اب اشتہار میں نام پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی
تھی کہ شاید تلون میں میرے مقابلے میں آئے لیکن یہاں آ کر سنا کہ اُس کو مناظرہ کی
خبر سن کر دست لگ گئے ہیں۔ (دیوبندی مناظر کی اس فصاحت و بلاغت پر تمام
دیوبندی کھلکھلا کر ہنسے)

آپ نے اپنی تقریر میں سوائے دو یا تین آیتوں اور ایک حدیث کے جس کا
حوالہ بھی آپ نے پیش نہیں کیا اور کوئی آیت اور حدیث نہیں پڑھی۔ حالانکہ دعویٰ تو
کہ چودہ آیتوں اور تیس حدیثوں سے ثابت کروں گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم
غیب عطا کیا گیا۔ مولانا! آپ کی وہ حدیثیں اور آیتیں کہاں گئیں۔ کیوں پیش نہیں

کرتے۔ میں نے آگے بھی کتنی آیتیں پڑھیں اور اب اور بھی پڑھتا ہوں اور ان تمام
دلائل سے ثابت کروں گا کہ خدا کے سوا کسی نبی ولی کو غیب کا علم نہیں دیا گیا۔

سنیے! خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ
مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ۔ (پ ۹، سورہ الاعراف آیت ۱۸۸) یعنی اگر میں علم
غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ چھوتی۔ دیکھئے کیسی صاف
تصریح کی گئی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا اگر غیب کا علم
ہوتا تو آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی۔ حالانکہ آپ کو انتہا درجہ کی تکلیفیں پہنچائی گئیں۔
آپ کے دانت مبارک شہید ہوئے پتھر مار کر آپ کے تمام جسم کو مجروح کیا گیا۔ ایسے
ہی ہزار ہا تکلیفیں آپ کو پہنچیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب نہ تھا اگر غیب کا علم ہوتا تو
آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی۔

تقریر چہارم

(منجانب: ابوالبرکات حضرت مولانا سید احمد صاحب قبلہ مناظر اہلسنت)

عزیزانِ گرامی! مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ اب تک کوئی آیت اور
حدیث پیش نہیں کی گئی کیا یہ سچ ہے؟ مولوی صاحب! حضور انور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی عداوت و توہین نے آپ کو گونگا بہرا اور اندھا کر دیا تو اس کا میرے پاس
کوئی علاج نہیں۔ کیا آپ بھی اُن لوگوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں جن کے بارے
میں رب العزت نے فرمایا: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ
بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ (پ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۷۹)

کفار و مشرکین دل آنکھ کان رکھتے ہیں لیکن آیات قرآنی اور فرمان مصطفوی کو سنتے دیکھتے اور سمجھتے نہیں۔ تمام مجمع گواہ ہے کہ میں نے شروع سے اب تک اپنے دعوے کے اثبات میں دس بارہ آیتیں پڑھیں۔ حدیثیں سنائیں۔ مفسرین کے اقوال سنائے آپ نے جو آیتیں پڑھیں ان کا مفصل دلائل سے جواب دیا اور خوب آپ کی جہالت طشت از بام کی پھر بھی آپ یہی کہتے جاتے ہیں کوئی آیت اور حدیث نہیں پیش کی۔ مولوی صاحب! میرے دلائل کا جواب دیجئے اضاعت وقت گناہ ہے۔ آپ کو میدان مناظر سے جانے نہ دوں گا اور ہمیں تو آپ کی ناز برداری و خاطر داری مدنظر ہے۔ لہذا آپ کے ارشاد کی تعمیل میں فقیر چند احادیث و آیات سناتا ہے۔ حق کا مالک آپ کو حق قبول کرنے کی توفیق دے سنیے! رب العزت ارشاد فرماتا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (پ۲۹، سورہ جن، آیت ۲۶، ۲۷) اللہ رب العزت جل جلالہ عالم الغیب ہے پس کسی کو اپنے غیب خاص پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب خاص پر مسلط کرتا ہے۔ دیکھئے اس آیت سے کس قدر واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہے۔ اُس کے غیب خاص پر بلا اُس کی عطا کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ ہاں جس کو وہ پسند کرے اپنے رسولوں میں سے۔ محققین کرام فرماتے ہیں کہ لَا يُظْهِرُ غيبه على احد نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کیونکہ اظہار غیب تو اولیائے کرام (قدست اسرارہم) پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عامہ مومنین پر بھی۔ بلکہ مفعول کو موخر اور اس کے متعلق کو مقدم کیا اور فرمایا لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے

پسندیدہ اور مرتضٰی رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے۔ سبحان اللہ! کیسی روشن دلیل ہے کہ مرتضٰی رسولوں کو غیب خاص پر غالب و مسلط کیا جاتا ہے اور عام غیب کا علم تو اولیائے کرام کو بھی عطا ہوتا ہے۔ نیز اس آیہ کریمہ سے آئمہ اہلسنّت نے فرقہ ضالہ معتزلہ کا بھی رد فرمایا ہے کیونکہ وہ اولیائے کرام کی کرامات اور ان کیلئے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اور غیب کا علم رسولوں کے سوا کسی کو نہیں مانتے۔ چنانچہ اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں اور تفسیر روح البیان میں مضمون بالا کو تحریر فرماتے ہیں۔ اگر ہمارے مدمقابل کو ان عبارتوں کی ضرورت ہو تو یہ موجود ہیں۔ تعجب ہے فرقہ ضالہ معتزلہ تک تو انبیاء کرام کے علم غیب کا قائل ہے لیکن فرقہ دیوبندیہ معتزلہ سے بھی دو قدم آتے ہیں کہ انبیاء کرام کیلئے بھی علم غیب نہیں مانتا۔ اور سنئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ (پ۴، سورہ آل عمران آیت ۱۷۹) یعنی "اللہ تعالیٰ یوں نہیں کہ تم کو مطلع کر دے غیب پر اور لیکن اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے" تفسیر جمل میں ہے والمعنى ولكن الله يجتبى ان يصطفى من رسوله من يشا فيطلعه على الغيب سبحان اللہ! کس قدر واضح تفسیر ہے فرماتے ہیں۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے اس کو غیب پر۔

اور سنیئے! وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پ۵، سورہ النساء، آیت ۱۱۳) اور سکھا دیا تم کو اے محبوب جو کچھ تم نہیں

جانتے تھے یعنی زمانہ ماضی میں۔ ما عام ہے اس کا مخصص قطعی نہیں ہے۔ لہذا ہر شے کو حاوی ہے جس چیز کے متعلق کہا جائے کہ اس کا علم حضور کو نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے علمک اے محبوب وہی چیز تم سکھا دی۔ پس اس گلدستہ کے متعلق میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس کا علم حضور انور کو ہے یا نہیں؟ اگر کہیے ہاں ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ مدعا ہمارا ثابت ہو گیا اور اگر کہیے کہ حضور نہیں جانتے تو اللہ فرماتا ہے عَلَّمَكَ یعنی ہم نے تم کو سکھا دیا۔

حضرات! اللہ تعالیٰ تو فرمائے۔ جو کچھ ہمارے محبوب نہیں جانتے تھے۔ ہم نے اس کا علم تعلیم فرما دیا لیکن وہابیہ دیوبندیہ اب بھی تسلیم نہیں کرتے۔ مولوی صاحب! لفظ ما عام ہے۔ تمام موجودات و ممکنات کو حاوی و شامل۔ جس طرح لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ میں اور اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ میں اور كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور وَمَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وغیرہ آیات کثیرہ میں لفظ ما عام ہے اسی طرح عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں ہے اور یہ عام قطعی ہے اس کا مخصص قطعی درکار ہے۔

نور الانوار، قمر الاقمار، توضیح و مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول فقہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ عام افادہ عموم میں قطعی ہے۔ لہذا اس آیۂ کریمہ سے آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع اشیاء کا علم قطعی طور پر ثابت ہوا۔ ہمارے مد مقابل پر لازم و واجب ہے کہ اس آیت کا ناسخ لائے مگر وہ قیامت تک نہ لا سکے گا۔ اس لئے کہ اخبار کا نسخ ناممکن ہے اور اس کا مخصص قطعی ناموجود۔

بعض وہابیہ دیوبندیہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور يُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ وغیرہ آیات سے معارضہ کیا کرتے ہیں کہ اگر عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں ما عام ہے تو آیات مذکورہ میں بھی ما عام ہونا چاہیے اور اس صورت میں لازم آتا ہے کہ تمام مرد و زن، صغیر و کبیر، برنا و پیر، عالم و جاہل، شہرستانی ہو یا دہقانی ہر ایک عالم ما کان و ما یکون ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ میں معرف باللام ہے۔ اس سے فرد کامل شخص معین مراد ہے اور وہ حسب تصریحات مفسرین آنحضور ہیں اور دوسری آیتوں میں بھی اگر ما عام لیا جائے تو ہمیں مضر نہیں۔ بلکہ ہمارے دعوے کی مؤید و مثبت ہے یعنی ما کان و ما یکون کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتعلیم الٰہی بذریعہ وحی حاصل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے تمام حاضرین نے جو اس مجلس میں حاضر تھے جان لیا چنانچہ یہ امر حدیث صحیح سے ثابت ہے بخاری و مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الاحدث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ (صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہم میں استادہ ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا' کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ جسے یاد رہا' یاد رہا' جو بھول گیا بھول گیا۔ نیز صحیح بخاری میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قام فینا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار

منازلھم. (بخاری شریف کتاب بدء الخلق) یعنی ایک دفعہ حضور اقدس نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتداء آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا۔ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ارشاد فرمایا۔ فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اوّل سے آخر تک جملہ مخلوقات کے تمام احوال بیان فرمادیئے۔ صحیح مسلم میں ہے فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیامۃ۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ابتداء آفرینش سے لے کر دخول جنت ونار تک تفصیلاً بیان فرمادیا لیکن حاضرین دربار جملہ ماکان ومایکون کو محفوظ نہ رکھ سکے بوجہ ضعیف حافظہ کچھ یاد رہا کچھ بھول گئے۔ تو جب صحابہ کرام ہی کو یاد نہ رہا تو ہم کس طرح ماکان ومایکون بیان کرسکیں۔ ہم تک پہنچنے کا ذریعہ تو یہی حضرات تھے۔ لہٰذا وہابیہ کا اعتراض ومعارضہ کرنا دلیل جہالت وسفاہت ہے۔

اور لیجئے! مشکوٰۃ شریف میں بروایت ثوبان رضی اللہ عنہ مروی ہے ان اللّٰہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین۔ یعنی اس کو مثل ہتھیلی کے کردیا۔ پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔ حدیث اختصام ملائکہ جو مشکوٰۃ میں ہے اس میں یہ ایمان افروز وہابیت سوز کلمات موجود ہیں۔ فعلمت ما فی

السموات والارض۔ پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''فعلمت ما فی السموات والارض پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین بود۔ عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آں''۔ سبحان اللہ! کیا چمکتی دلیل ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ فرمانا کہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔ اس سے مراد تمامی علوم جزوی وکلی کا احاطہ ہے۔

دوسری حدیث میں ہے فتجلی لی کل شی و عرفت شیخ اس کی شرح میں فرماتے ہیں ''پس ظاہر شد وروشن شد مرا ہر چیز از علوم وشناختم ہمہ را'' یعنی مجھ پر ظاہر وروشن ہوگئے تمام علوم اور میں نے پہچان لئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرات! ہمارے مدمقابل نے ایک آیت یہ بھی پڑھی تھی لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ۔ (پ۹، سورہ الاعراف آیت ۱۸۸) یعنی اگر میں گذشتہ زمانہ میں غیب کو جانتا تو بکثرت بھلائیاں جمع کرلیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی۔ مولوی صاحب کا مقصد اس آیت سے بھی نفی علم غیب ہے حالانکہ مولوی صاحب کے دعویٰ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ دعویٰ تو مولوی صاحب کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں دیا گیا اور آیۂ کریمہ میں نفی زمانہ ماضی میں ہے۔ آیۂ شریفہ میں لفظ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ اور لَا سْتَكْثَرْتُ اور مَا مَسَّنِيَ سب صیغے ماضی کے ہیں جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتے ہیں۔ آیۂ شریفہ کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گذشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت

سی خیر جمع کرلیا اور مجھ کو برائی نہ پہنچتی۔ اگر ذاتی اور استقلالی علم کی نفی سے قطع نظر کر کے حسب مدعائے مخالف فرض کرلیا جائے کہ اس آیت سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہمیں مضر نہیں۔ اس لئے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے تو زمانہ گذشتہ میں حاصل ہونے کا انکار ہے۔ کہ اگر میں پہلے سے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی لیکن اس آیت میں اس امر پر دلالت ہرگز نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھے غیب کا علم نہ ہوگا۔ پس آیت میں اگر نفی وانکار ہے تو زمانہ ماضی کی ہے۔ قطع نظر اس سے ہم اپنے مدمقابل سے پوچھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قضیہ شرطیہ ہے۔ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ شرط اور لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ جزا۔ یا باصطلاح منطق مقدم وتالی اور انتفاء شرط مستلزم انتفاء جزا ہوتی ہے۔ تو جب آپ کے نزدیک حضور پرنور مجمع البرکات منبع الحسنات جامع الخیرات صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تو استکثار خیر بھی ثابت نہیں۔ یعنی آپ کے عقیدہ کے مطابق آپ کی دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نے خیر کو جمع نہیں فرمایا حالانکہ یہ عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ وہ کون سی بھلائی ہے جو حضور نے حاصل نہ کی ہو۔ استکثار خیر تو قطعاً ثابت ہے۔ آیت کریمہ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا اس اس پر دال ہیں۔ پس ہمارے مدمقابل کا دعویٰ باطل ہے اور آیت کا صحیح مفہوم وہی ہے جو عرض کیا گیا کہ نفی زمانہ ماضی میں ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے کبھی شفاء امام قاضی عیاض اور اس کی شرح نسیم الریاض کا نام سنا ہے؟ اس میں آپ حضرات کے اوہام وشکوک کا ازالہ ان لفظوں میں فرماتے ہیں (هذه المعجزة) في اطلاعه صلى الله عليه وسلم على

الغيب (معلومة على القطع) بحيث لا يمكن انكارها او التردد فيها لاحد من العقلاء (كثرة رواتها و اتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب) و هذا لا ينا في الايات الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله. وقوله لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير فان المنفي علمه من غير واسطة واما اطلاعه صلى الله عليه وسلم باعلام الله تعالىٰ له فامر محقق لقوله تعالىٰ فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً قطعاً ثابت ہے۔ جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس بارہ میں حدیثیں بکثرت وارد ہیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت ہے اور یہ اُن آیات کے خلاف نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور اسی طرح آیت لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ میں اگر غیب جانتا تو بہت بھلائی جمع کرلیتا۔ ان آیتوں میں بلاواسطہ علم غیب کی نفی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

کیوں جناب مولوی خیر محمد صاحب! یہ وہی آیت ہے یا نہیں۔ اس کو علماء اہلسنت نے علم بالذات کی نفی پر محمول کیا یا نہیں۔ علم غیب بالواسطہ یعنی بعطائے الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت مانا یا نہیں؟ ضرور مانا۔ وَلٰكِنَّ الديابنة قَوْمٌ لا يفقهون۔ پس آیات واحادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ما کان وما یکون ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

جوابی تقریر چہارم

(منجانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیو بندیہ)

بھائیو! اس دفعہ مولوی سید احمد صاحب نے ایک دو آیتیں حدیثیں پڑھ دیں اور اس سے ثابت کرنا چاہا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون کا علم عنایت کیا گیا۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ آپ پر ظاہر فرمایا گیا۔

مولانا! میں پہلے بھی اپنی تقریروں میں واضح کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ما کان وما یکون کا علم ثابت کرنا شرک اور کفر ہے کیونکہ یہ خداوند تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے کہ وہ ما کان وما یکون کا عالم ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے واقعات جانتے تھے یا نہیں؟ آپ تو یہی کہیں گے کہ وہ جانتے تھے لیکن حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ کو اپنے بعد کے واقعات کی خبر نہ تھی۔ سنئے! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن فرشتے چند آدمیوں کو لے کر آئیں گے، میں اُن آدمیوں کو آب کوثر پلانے کیلئے اپنی طرف بلاؤں گا فرشتے کہیں گے انک لا تدری ما احدثوا بعدک کہ یا رسول اللہ! آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ یہ تو آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ دیکھئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے اپنے غیب جاننے کی نفی فرما رہے ہیں کہ اس طرح میں اُن لوگوں کو بلاؤں گا اور فرشتے کہیں گے کہ یا رسول اللہ! آپ نہیں جانتے کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے

والے واقعات کی خبر نہیں تھی۔ اگر آپ کو خبر ہوتی تو آپ ان لوگوں کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیتے کہ یہ لوگ مرتد ہیں لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لاعلمی سے اُن کو مسلمان اور اپنا اُمتی سمجھ کر اپنی طرف بلاتے ہیں اور فرشتے آپ کو خبر دیتے ہیں کہ جن کو آپ مسلمان سمجھے ہوئے ہیں وہ تو آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ دیکھئے یہاں سے علم ما یکون کی نفی ہو گئی کہ آپ جو کچھ ہونے والے واقعات ہیں اُن کی خبر نہیں جانتے۔ رہا علم ما کان یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اس کا علم تو وہ بھی میں ابھی ثابت کر دیتا ہوں کہ اس کا بھی حضور کو علم نہیں تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ جس وقت کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ اصحاب کہف کا حال بیان کریں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس دن وہ حالات نہ بتا سکے بلکہ جس وقت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اصحاب کہف کی خبر دی تو آپ نے لوگوں کو بتایا۔ اگر پہلے معلوم ہوتا تو اُسی وقت بتا دیتے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان کا علم بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنی تقریر میں ثابت کر دیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون کا علم نہیں دیا گیا۔ اب چونکہ میرا وقت ختم ہے اس لئے میں اپنی تقریر کو بند کرتا ہوں۔

تقریر پنجم

(منجانب: ابو البرکات مولانا سید احمد صاحب قبلہ مناظر اہلسنت والجماعت)

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ ۔ حضرات! سخت تعجب ہے کہ فقیر نے دس پندرہ آیتیں اور دس بیس حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے

ثبوت میں پیش کیں اور مولوی صاحب کی تمام پیش کردہ آیات کا مفصل ومدلل جواب دیا لیکن مولوی صاحب نے ان آیات واحادیث کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ حدیث انک لا تدری ما احدثوا بعدک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا اگر علم ہوتا تو حضور ان لوگوں کو حوض کوثر پر کیوں بلاتے۔

جواب اس کا بغور سنئے اور داد دیجئے اور حق سمجھو تو قبول کیجئے۔ مولوی صاحب جب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم آج سے تقریباً چودہ سو برس پیشتر محضر صحابہ میں خود بنفس نفیس خبر دے رہے ہیں کہ ہم کل قیامت میں بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کریں گے کہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک تو اگر تعصب کا چشمہ اُتار کر دیکھا جائے تو حضور انور کو اس کا علم ہونا تو اسی حدیث سے ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ اگر انصاف کیا جائے تو اس حدیث سے قیامت کا علم ثابت ہوتا ہے کہ جو بات فرشتوں کے دل میں ہے اور جس کا اظہار وہ عین حوض کوثر پر کریں گے۔ نبی کریم (عالم ماکان وما یکون) صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اُس کی خبر دے رہے ہیں کہ فرشتے یہ کہیں گے اور میں یہ کہوں گا۔ تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً اُن کا علم ہے لیکن بمقتضائے رحمت اپنی آغوش رحمت میں عاصیوں کو بھی لینا چاہیں گے مگر فرشتے عرض کریں گے کہ انک لا تدری الخ۔ پس اگر بقول آپ کے حضور کو علم نہیں تو بغیر علم آج سے چودہ سو سال پیشتر خبر کیسے دے دی؟ اللہ عقل سلیم اور فہم مستقیم عنایت فرماتا تو مولوی صاحب کو یہ سمجھنا کچھ دشوار نہ تھا کہ بغیر علم خبر دینا ناممکن ہے حالانکہ حدیث بخاری شریف سے حضور کو اس واقعہ کا

معلوم ہونا اور نظر انور سے گذر جانا ثابت ہوتا ہے۔ بینا انا قائم اذا زمرة حتی اذا عرفتهم خرج رجل من بینی و بینهم فقال هلم فقلت این؟ قال الی النار واللہ قلت وما شانهم قال انهم ارتدوا بعدک علی ادبارهم القهقری۔ (بخاری شریف کتاب الرقاق باب فی الحوض) حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں کھڑا تھا کہ اچانک ایک جماعت گزری جب میں نے اُن کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے اور اُن کے درمیان سے نکل کر اُن سے کہا آؤ۔ میں نے کہا کہاں؟ اُس نے عرض کیا بخدا دوزخ کی طرف۔ میں نے کہا۔ اُن کا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ حضور کے بعد اُلٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ مولوی صاحب! اب تو معلوم ہوا ہوگا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور ان کا مآل جانتے تھے۔ اس حدیث کو نفی علم کی دلیل ٹھہرانا عطاء الٰہی وفضائل مصطفوی سے انکار واعراض کرنا ہے۔ جو قساوت قلبی پر دلیل واضح ہے۔

علاوہ بریں یہ بھی جائز ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ومقدر ہو۔ دلالت حال بھی اسی کی مقتضی ہے جیسا کہ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا اور هٰذَا رَبِّيْ میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح مسلم کی حدیث جو اسی مضمون میں بدیں الفاظ وارد ہے۔ قرینہ قویہ ہے۔ فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال اما شعرت ما عملوا بعدک یعنی پس میں کہوں گا اے پروردگار میرے یہ میرے ہیں اور میرے اُمتی۔ پس فرمایا جائے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ تو حدیث مذکور میں بھی انک لا تدری میں الا تدری ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں مولوی

صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے جملہ اعمال نیک و بد صغیر و کبیر، حقیر و نقیر، ذرہ و قطمیر پیش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے تو پھر کس طرح حضور کو ان لوگوں کے اعمال معلوم نہ ہونگے۔

فرمایئے جناب مولانا استفہام مقدر مانئے گا یا نہیں؟ اور اب تک اس قدر آیات و احادیث سنا کر آپ کی سمع خراشی کی کچھ تسلی ہوئی یا وہی "مرغے کی ایک ہی ٹانگ" کہے جایئے گا۔ کاش ڈھول پر ہی حمل کیا ہوتا۔ مگر وہابیت و نجدیت اجازت نہیں دیتی۔ آپ فرماتے ہیں اصحاب کہف کا واقعہ حضور نے بیان نہیں فرمایا۔ مولوی صاحب! حضور کی عداوت و توہین نے دین و عقل سب کچھ کھو دیا۔ ذرا خدا سے شرمایئے۔ کیا تفاسیر میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ مشرکین یہود سے چند سوال سیکھ کر آئے۔ ایک قصہ ذوالقرنین اور اصحاب کہف اور ایک حقیقت روح۔ یہ تینوں امور حضور سے دریافت کئے۔ آپ نے بلا نزول وحی کچھ نہ فرمایا۔ جب بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان غیوب ثلاثہ کی اطلاع دی۔ آپ نے کفار کو خبر دے دی۔ تعجب ہے آپ نے قرآن کو بھی فراموش کر دیا۔ سچ ہے حضور کی توہین لا تشعرون کا مصداق بنا دیتی ہے۔

سنیئے! قرآن حکیم میں ہے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ اور سورہ کہف میں اصحاب کہف کا واقعہ مصرح نازل فرما دیا۔ مولوی صاحب! اس قدر سراسیمہ اور پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ قسمت میں لکھا آگے آ رہا ہے۔ سخت حیرت ہے کہ آپ لوگوں کو شب و روز یہی فکر رہتی ہے کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی ملے جس میں بظاہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہ معلوم

ہوتی ہو۔ سچ ہے "خنزیر چمن میں گھس کر بھی اپنی غذا ہی تلاش کرتا ہے۔ چغد صحرائی کو پلاؤ زردہ قنجن بریانی نہیں بھاتی"۔ جُعَل ہمیشہ نجاست کا جویاں رہتا ہے۔ خفاش کو آفتاب سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر آپ لوگوں میں شمہ برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو ہرگز علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرتے۔ اس قدر احادیث و آیات کے بعد بھی آپ برابر نفی علم کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔

حضرات! اب چند عبارات کتب معتبرہ اہلسنّت و جماعت سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ جن سے اُلفت نبوی کے گلشن مہکتے، عشق محمدی کے غنچے چٹکتے، عظمت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند چمکتے۔ فضائل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سورج دمکتے بادۂ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساغر چھلکتے۔ دیو کے بندے زیر خنجر حق بلکتے۔ وہابیت کے بوم مذبوح پھڑکتے۔ نجدیت کے زاغ جاں بلب سسکتے نظر آئیں گے۔

کتاب الابریز میں ہے کہ علم قیامت وغیرہ علوم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر مخفی رہ سکتے ہیں۔ وكيف يخفى عليه ذالك والاقطاب السبعة من امة الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف بسيد الاولين والاخرين الذى هو سبب كل شى و منه كل شى۔ یعنی علم قیامت سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی اُمت شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے۔ پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین والآخرین محبوب کبریا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو نیازمند بھی اس کے عالم ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شے کا وجود

حضوری کی بدولت اور حضوری سے ہے۔

مدارج النبوۃ شریف میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہر چہ در دنیا ست از زمانِ آدم تا اوان نفخۂ اولی بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند۔ تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گردید۔ یارانِ خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد''۔ نیز فرماتے ہیں قدس سرہٗ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ ووے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ شدہ۔ علیہ من الصلوٰۃ افضلها و من التحیات اتمها و اکملها

خلاصہ مطلب دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جو علم حدیث کو ہندوستان میں لائے جن کے تمام علماء مخالف و موافق مرہون احسان ہیں۔ فرماتے ہیں ''جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام سے لے کر نفخہ اولی تک سب کا سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کیا گیا۔ تا کہ اس کی تمام حالتوں کو اول سے آخر تک معلوم فرمائیں۔ خلفائے راشدین کو ان میں سے بعض احوال کی خبر دی''۔ نیز فرماتے ہیں ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے کے عالم ہیں۔ شیونات اور احکام الٰہی اور احکام صفات حق اور اس کے اسماء و افعال اور ان کے آثار اور جملہ علوم ظاہر و باطن اول و آخر کا احاطہ فرمایا اور مصداق فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ہوئے (ﷺ) یہ ہے اہلسنت کا عقیدہ۔

مولوی صاحب! اب تو خدارا توبہ کیجیے اور توہین و تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باز آجایئے کہ ابھی در توبہ مفتوح ہے۔

اب چونکہ وقت مناظرہ ختم ہو چکا تھا اس لئے حضرت قبلہ ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب کرسی پر بیٹھ گئے اور حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب صدر اہلسنت والجماعت نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ چونکہ مناظرہ کا وقت ڈیڑھ بجے تک تھا جواب ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس وقت مناظرہ بند کیا جاتا ہے اور بعد نماز ظہر پھر شروع ہوگا۔ آپ تمام حضرات تشریف لے جا سکتے ہیں۔ بعد نماز ظہر مکرر کاروائی شروع ہوگی تو پھر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ تمام مجمع نے صاحب صدر کے ارشاد کی تعمیل کی اور بخیر و خوبی جلسہ برخاست ہوا۔

کاروائی مناظرہ بعد نماز ظہر

ظہر کی نماز پڑھ کر رئیس الحکماء والمتکلمین حضرت مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد صاحب مع ایک جم غفیر مناظرہ گاہ میں تشریف لائے۔ آپ کی آمد پر نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت بلند ہوئے اور اللہ اکبر اور یارسول اللہ کے فلک بوس نعروں سے دشت و جبل گونجنے لگے۔ حضرت قبلہ ابوالبرکات صاحب مع تمام علمائے اہلسنت والجماعت کرسیوں پر رونق افروز ہوگئے۔

اس وقت وہابیوں کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ تمام اسٹیج پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ اسٹیج کا کچھ حصہ تو پہلے ہی قہر خداوندی کی نذر ہو چکا تھا اور جو باقی بچا تھا وہ بھی کس مپرسی کی حالت میں وہابیہ کی جان و مال کو رو رہا تھا۔ تین چار وہابی مولوی اسٹیج کی اگلی طرف بیٹھے ہوئے تھے لیکن چہروں کی رنگت اُڑی ہوئی تھی منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھی۔ خصوصاً ان کے مناظر مولوی خیر محمد صاحب جالندھری کی حالت تو واقعی

حضرت مولانا محمد مظہر الدین صاحب نے صدر دیوبندیہ کو پکارا۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) صدر صاحب! اے جناب صدر صاحب!!

(مولوی محمد علی صاحب۔ چونک کر) اجی حضرت کیا بات ہے کیا آپ آ گئے ہیں؟

(مولوی مظہر الدین صاحب) اچھا ابھی تک آپ کو اتنا ہوش نہیں کہ ہم آ گئے ہیں یا نہیں؟ صبح کی شکست نے آپ لوگوں پر اتنا اثر کیا کہ آپ ہوش بھی کھو بیٹھے۔

(مولوی محمد علی صاحب: مسخراپن سے) میرا کیا پوچھتے ہیں میں نے تو جس وقت سے آپ کو دیکھا ہے ہوش کھو بیٹھا ہوں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: پھر آپ نے وہی نقالی اور مسخراپن شروع کر دیا۔ آپ میری بات کا جواب دیں کہ مناظرہ کرنا ہے یا نہیں؟

مولوی محمد علی: کیوں نہیں مناظرہ کیلئے تو آئے ہیں پھر مناظرہ نہ کرنے کے کیا معنی

مولوی مظہر الدین صاحب: اچھا اب آپ بتائیں کہ علم غیب کا مسئلہ تو صاف ہو چکا اب آپ کس مسئلہ پر مناظرہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

مولوی محمد علی: چونکہ صبح کے وقت مولوی خیر محمد صاحب کی تقریر میں گڑبڑ پیدا ہو گئی تھی اور کچھ ٹائم ضائع ہو گیا تھا اور مناظرہ پورے دو گھنٹے نہیں ہو سکا تھا اس لئے اس وقت اتنا ہی ٹائم لے کر مسئلہ علم غیب پر مناظرہ کیا جائے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: مولوی صاحب! مناظرہ جیسا کہ شرائط میں لکھا ہوا ہے ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہوا اور ڈیڑھ بجے ختم ہوا۔ اس حاب سے پورے دو گھنٹے بنتے ہیں اور دو گھنٹے ہی مسئلہ علم غیب کیلئے ٹائم مقرر ہوا تھا۔ اس لئے وہ مناظرہ تو ختم ہوا۔ ہاں اگر آپ کی خواہش ہے کہ علم غیب پر پھر مناظرہ کیا جائے تو گھنٹہ ڈیڑھ

قابل رحم تھی۔ آپ عجیب ہیئت کذائی سے کرسی پر جلوہ افروز تھے۔ نہ تو وہ صبح والا طمطراق اور شان و شوکت آپ میں موجود تھی اور نہ ہی اُن کی شوخی اور دل آویزی کہیں نظر آتی تھی۔ بلکہ شہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ قامت زیبا صبح والی سیاہ اچکن اور شامی رومال سے بے نیاز اور چندیا کلاہ اور پشاوری لنگی سے محروم کر دی گئی تھی آپ فرق مبارک کو ایک کھدر کی ٹوپی سے زینت دیئے ہوئے پورے مہاتما بنے بیٹھے تھے۔ صبح کی وہ تمام عشوہ طرازیاں اور ناز آفرینیاں داغ مفارقت دے چکی تھیں۔ جگر گوشہ بتول نے اپنی ولولہ انگیز تقریروں سے بے چارے کی تمام شیخی کرکری کر دی تھی محمد علی جالندھری کرسی کے ساتھ کرسی ملائے بیٹھا ہوا تھا اور آپ کو طفل تسلیاں دے رہا تھا لیکن اُن کے دلِ مضطر کو کسی طرح قرار نہیں آتا تھا۔ جس وقت صبح کی شرمناک شکست کا تصور آتا تھا تو دلِ پُر درد سے ایک جگر خراش آہ کھینچ کر بے ساختہ پکار اُٹھتے تھے۔

نزول برق سے جلنا ہوائے تند سے اُڑنا
یہی اب تو بساطِ آشیاں معلوم ہوتی ہے

بقیہ وہابی کچھ تو پہلے ہی سے مولانا سید احمد صاحب قبلہ کی تقریریں سن کر حواس باختہ ہو چکے تھے۔ اس پر اپنے مناظر کی قابل رحم حالت کو دیکھ دیکھ کر رہا سہا حوصلہ بھی ہار چکے تھے۔ غرضیکہ تمام اسٹیج شہر خاموشاں کا تصور دلا رہا تھا۔

ادھر صدر اہلسنت والجماعت حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب منتظر کہ وہابیہ کے صدر سر اوپر اُٹھائیں تو مناظرہ کے متعلق گفتگو کی جائے لیکن صدر وہابیہ اپنے مناظر کی حالتِ زار دیکھ کر تصویرِ حیرت بنا ہوا تھا۔ کافی دیر کے بعد

گھنٹہ یا جتنا وقت آپ مناسب سمجھیں مقرر کریں اور دوبارہ مسئلہ علم غیب پر ہی مناظرہ کرلیا جائے کیوں اب بھی آپ خوش ہیں یا نہیں؟

مولوی محمد علی: نہیں مولوی مظہر الدین میرا یہ مطلب نہیں کہ مسئلہ علم غیب پر پھر نئے سرے سے مناظرہ شروع کیا جائے بلکہ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ جو ۲۵ منٹ کا وقت ضائع ہوا ہے اس میں علم غیب پر مناظرہ کیا جائے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: نہ معلوم آپ کے کانوں کو کیا ہو گیا ہے خدا جانے ثقل ساعت کی کسر ہے یا اور کوئی بیماری ہے۔ میں کتنی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ مناظرہ ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہو کر ڈیڑھ بجے ختم ہو گیا لیکن آپ ابھی رٹ لگا رہے ہیں کہ نہیں ۲۵ منٹ ابھی باقی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ حساب کرنا نہیں جانتے۔ اگر آپ کو علم حساب سے کچھ بھی واقفیت ہوتی تو اتنی فاش غلطی نہ کرتے۔

مولوی محمد علی: نہ مولوی مظہر الدین۔ پورے دو گھنٹے مناظرہ نہیں ہوا بلکہ ۲۵ منٹ ابھی باقی رہتے ہیں اس لئے ان ۲۵ منٹوں میں علم غیب پر ہی مناظرہ کرنا چاہیئے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: تو پھر ۲۵ منٹ کیا خاک مناظرہ ہوگا۔ اگر مناظرہ ہی کرنا ہے تو اس کے ساتھ کچھ اور ٹائم ملا لو تا کہ کچھ نتیجہ خیز بحث بھی ہو اور سامعین کے ہاتھ پلے بھی کچھ پڑے۔

(مولوی محمد علی کچھ سوچ کر) اچھا تو پون گھنٹہ ان پچیس منٹوں میں اور ملا لیجیے اس طرح کل ۷۰ منٹ ہو جائیں گے۔ پہلے دس منٹ مولوی خیر محمد صاحب تقریر کریں پھر مولوی سید احمد صاحب پھر مولوی خیر محمد صاحب اسی طرح ہر دو مناظر دس دس منٹ تقریر کرتے جائیں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: واہ رے اُستاد تیری چالاکی کے کیا کہنے! تمہاری خواہش ہے کہ اس طرح گڑبڑ ڈال کر آخری تقریر مولوی خیر محمد صاحب کی کر دی جائے لیکن یہ نہیں جانتے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوا کرتی ہے اور یہاں مدعی حضرت قبلہ سید احمد صاحب ہیں۔

مولوی محمد علی: تم نہ اس طرح مانتے ہو نہ اُس طرح۔ ۲۵ منٹ کا مشورہ آپ کو دیا وہ بھی نامنظور۔ اب پون گھنٹہ اور زیادہ کیا تو یہ بھی نامنظور۔ نہ معلوم تمہارا کیا ارادہ ہے؟

مولوی مظہر الدین صاحب: اچھا تو دس منٹ اور داخل کر کے بجائے ۷۰ کے ۸۰ منٹ کر دیجیے دس منٹ سے اتنی کون سی زیادتی ہو جائے گی۔ فرمایئے اب بھی ٹھیک ہے یا نہیں؟

مولوی محمد علی: تم نے ہماری دونوں باتوں کو رد کر دیا اب ہم بھی تمہاری کوئی بات نہیں مانیں گے۔

مولوی مظہر الدین: تو یوں کہیے کہ مناظرہ کرنے کا ارادہ نہیں۔ آپ نے اگر رشیدیہ پڑھا ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آخری اور پہلی تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ (رشیدیہ ہاتھ میں اُٹھا کر) یہ دیکھئے میرے پاس رشیدیہ ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ خدا جانے آپ حقیقت سے کیوں گریز کر رہے ہیں۔

مولوی محمد علی: (ایک کتاب اُٹھا کر) آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ ہی کے پاس رشیدیہ ہے اور کسی کے پاس نہیں یہ دیکھئے ہم بھی رشیدیہ لے کر آئے ہوئے ہیں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: بہت اچھا! اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ کیا اس میں لکھا ہوا نہیں کہ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوا کرتی ہے۔

مولوی محمد علی: (گفتگو کا پہلو بدل کر) مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب خود ہی آپ نے کہا کہ

۲۵ منٹ سے زیادہ ٹائم کرو تو آپ کے کہنے پر میں نے پون گھنٹہ زیادہ کر دیا۔ اب آپ پھر کیوں نئے سرے سے جھگڑا شروع کر رہے ہیں۔ آپ کی ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے اگر آپ ٹائم زیادہ نہیں کرنا چاہتے تو چلو انہیں ۲۵ منٹوں میں مناظرہ فرمایئے۔ اب بھی منظور ہے یا نہیں؟

مولوی مظہر الدین صاحب: میں آپ کی ان چالاکیوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ آپ کی یہ مرضی ہے کہ کسی طرح مولوی خیر محمد صاحب کو آخری تقریر مل جائے لیکن چونکہ یہ اصول مناظرہ کے خلاف ہے اس لئے ہم اس کو ہرگز ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

(مولوی خیر محمد صاحب سے مخاطب ہو کر) مولوی خیر محمد صاحب! آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ کیا آخری تقریر مدعی کی نہیں ہوتی؟

مولوی محمد علی: آپ اُن سے کیوں دریافت کرتے ہیں جب میں آپ کے سامنے بحیثیت صدر کے موجود ہوں تو آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر مولوی خیر محمد صاحب سے خطاب کریں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: میں اُن سے اس لئے دریافت کر رہا ہوں کہ وہ بہ نسبت آپ کے زیادہ عالم ہیں۔ نیز ان کی طبیعت بھی انصاف پسند معلوم ہوتی ہے۔ آپ جیسے ضدی نہیں ہیں کہ صبح سے لے کر اس وقت تک کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اسی طرح اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔

مولوی محمد علی: میں نے کوئی بات نہیں مانی یا آپ ہماری بات نہیں مانتے۔ خیال تو کیجئے کہ پہلے ہم نے ۲۵ منٹ کیلئے کہا وہ بھی آپ نے مسترد کر دیا پھر اس پر پون گھنٹہ اور زیادہ کیا وہ بھی آپ نے نامنظور کر دیا اب پھر میں نے ۲۵ منٹ کیلئے کہا اسے بھی آپ

نہیں مانتے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ میں آپ کی بات کو نہیں مانتا یا آپ ہماری بات نہیں مانتے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: اچھا تو آپ یوں کریں کل ٹائم ۳۰ منٹ رکھیں پہلی دو تقریریں دس دس منٹ اور دوسری پانچ پانچ منٹ کی فرمایئے اب بھی معقول بات ہے یا نہیں؟

مولوی محمد علی: جی کیوں نہیں۔ آپ کی تو تمام باتیں معقول ہوتی ہیں صرف ہماری باتیں ہی نامعقول ہیں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: بندہ خدا اسی طرح فضول باتوں میں وقت کو ضائع کرنا ہے یا کچھ مناظرہ کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ کتنا ٹائم تم نے ان بیکار باتوں میں ضائع کر دیا اور کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لوگ تمہیں کیا کہتے ہونگے۔

جب اس قسم کی باتوں میں کافی وقت ضائع ہو گیا تو تمام پبلک اُکتا گئی۔ سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جو مناظرے کے انتظام کے لئے آئے ہوئے تھے جب دیکھا کہ وہابیہ اپنی مخصوص چالوں کے ساتھ مناظرہ سے گریز کر رہے ہیں تو انہوں نے صدر دیوبندیہ مولوی محمد علی صاحب کو علیحدہ بلا کر خوب ڈانٹا کہ تم شرارتوں سے پبلک کو تنگ کر رہے ہو۔ اگر تمہارا مناظرہ کرنے کا ارادہ نہیں تو یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ مولوی محمد علی جالندھری کھسیانہ ہو کر واپس لوٹا اور تمام دیوبندی مولویوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ تمام دیوبندیوں کے مشورے سے ۲۵ منٹ کی بجائے ۳۰ منٹ مقرر کئے اور پروگرام اس طرح مرتب کیا کہ پہلے دس منٹ مولوی خیر محمد صاحب تقریر کریں بعدازاں دس منٹ حضرت قبلہ سید احمد صاحب اور

پھر پانچ منٹ مولوی خیر محمد اور بعد ازاں پانچ منٹ قبلہ سید احمد صاحب تقریر کریں۔
چنانچہ صدر اہلسنت والجماعت نے اس بات کو منظور کر لیا اور مولوی خیر محمد نے جلسہ میں کھڑے ہو کر تقریر شروع کی۔

جوابی تقریر پنجم (بعد ظہر)

(منجانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیوبندیہ)

بھائیو! میں نے صبح کی تقریروں میں واضح دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا۔ بخلاف اس کے مولوی سید احمد صاحب ادھر اُدھر کی لمبی چوڑی باتیں کر کے اپنا وقت گزارتے رہے۔ حالانکہ میں اپنی ہر تقریر میں مولانا صاحب سے مطالبہ کرتا رہا کہ مولانا آپ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل پیش کریں لیکن افسوس کہ اُنہوں نے میرے مطالبہ کی طرف التفات نہ کیا اور اُلٹی دھمکیاں دے کر ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ میں نے چھ آیتوں اور کتنی حدیثوں سے ثابت کر دیا کہ خدا کے سوا اور کوئی عالم الغیب نہیں۔ اب میں آپ کے سامنے ایک اور حدیث پڑھتا ہوں۔ سنیئے

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ ایک دن صحابہ کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتی اُتار دی۔ آپ کے اتباع میں صحابہ نے بھی اپنی اپنی جوتیاں اُتار دیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے جوتیاں کس لئے اُتاریں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جوتیاں اُتار دیں تو ہم نے بھی آپ کی

متابعت میں جوتیاں اُتار دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ آپ کی جوتی میں پلیدی لگی ہوئی ہے اس لئے میں نے جوتی اُتار دی تھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کو اپنی جوتیوں کی بھی خبر نہ تھی۔ آیا پاک ہیں یا ناپاک۔ چہ جائیکہ آپ کو غیب کا علم ہوتا جب تک جبرائیل آ کر آپ کو خبر نہیں دیتے۔ آپ ان ہی جوتیوں میں نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ آپ کو اتنا بھی علم نہیں کہ جوتیاں پاک ہیں یا ناپاک؟ جبرائیل آ کر خبر دیتے ہیں کہ آپ کی جوتی میں پلیدی ہے تو آپ کو خبر ہوتی ہے۔ دیکھئے یہ کتنی روشن اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا۔

میں نے چھ آیتیں اور کتنی حدیثیں پڑھیں لیکن آپ نے میری بعض دلیلوں کو تو چھوا تک نہیں اور جن کا جواب دیا ہے اُن کا نہ سر ہے نہ پیر۔ میں پھر آپ کو ایک بار کہتا ہوں کہ آپ میری ان تمام دلیلوں کا جواب دیں۔ صبح کی طرح ادھر اُدھر کی لمبی چوڑی باتوں میں وقت کو ضائع نہ کریں۔

تقریر ششم (بعد نماز ظہر)

(منجانب: ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب قبلہ مناظر اہلسنت والجماعت)

عزیزانِ گرامی! آپ نے دیکھا کہ فقیر نے اب تک بکثرت آیات و احادیث اور اقوال مفسرین و علماء مستندین پیش کئے۔ جن سے علم ما کان وما یکون کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن و تابان و درخشاں ہے لیکن مولوی خیر محمد صاحب میری پیش کردہ دلائل قاہرہ و براہین ساطعہ کی طرف اصلا

التفات نہیں فرماتے ۔اس موقع پر مجھے علامہ شرف الدین محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا:

قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد

وینکر الفم طعم الماء من سقم

یعنی دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج اور بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی۔

مولوی صاحب! نصوص قطعیہ واحادیث صحیحہ صریح کے مقابلہ میں آپ بار بار جزئیات محتملہ مؤولہ پیش کرتے اور اس سے نفی علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سند لاتے ہیں یہ کیا جہالت ہے ۔ہم بار ہا آپ کو نکتہ بتا چکے کہ آیات حصر جن میں علم کی بظاہر نفی ہے اور وہ احادیث جن میں علم کا بظاہر انکار ہے وہ سب محمول ہیں علم ذاتی ازلی غیر متناہی بالفعل پر اور جن آیات واحادیث میں اثبات ہے ان سے مراد علم عطائی حادث متناہی ہے ۔اگر یہ دو جہتیں نظر انداز کریں گے تو تطبیق ناممکن ہو گی ۔ وہ آیات و احادیث جن میں نفی وانکار ہے قوۃ میں سالبہ کلیہ کے ہیں اور جن میں اثبات علم ہے وہ قوۃ میں موجبہ جزئیہ کے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے ۔تو اگر دو جہتیں بالذات وبالعطا نہ مانیے گا تو قرآن وحدیث میں تخالف وتناقض لازم آئے گا اور یہ قطعاً محال ۔قال تعالیٰ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔لہذا تخالف وتعارض وتناقض محال ۔پس جب قرآن کریم کی آیتوں میں تناقض اور احادیث نبوی میں تخالف معلوم ہو تو تعارض وتخالف وتناقض کو اٹھا کر تطبیق دینا لازم وضروری ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے جو محققین نے علماء نے فرمایا کہ آیات نفی محمول ہیں علم ذاتی پر ۔یا وہ آیات منسوخ ہیں یا نفی تواضعا ہے یا ازراہ

نزول فرمایا گیا ہے۔

اور آیات واحادیث جو مثبت علم غیب ہیں وہ محمول ہیں علم عطائی بالواسطہ پر کہ باعلام الٰہی حضور پر نور جملہ مکنونات لوح محفوظ پر مطلع ہیں ۔لہذا بنظر اول نفی اور بنظر ثانی اثبات ۔اب آپ اپنے دلائل اور فقیر کے پیش کردہ دلائل میں تطبیق دیجئے ورنہ آپ جیسے نازنینوں کو معرکہ مردان میں آنا کسنے مانا۔

ترا کہ گفت کہ اے نازنیں زپردہ برآ

نعرہ برصف مردان شیر افگن زن

مولوی صاحب! اِجْمَعُوْا شُرَكَاءَكُمْ چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف وصریح طور پر ثابت ہو کہ تمام نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیاء مذکورہ ما کان وما یکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہا ۔جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا ۔فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ ۔اگر ایسا نص لاسکو اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے۔

تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کو۔ آپ نے ابوداؤد شریف سے ایک حدیث پڑھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پاپوش مبارک اُتار دیں یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی جوتیاں اُتار دیں ۔سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فراغ صلوٰۃ فرمایا کہ تم نے اپنی جوتیاں کیوں اُتار دیں ۔عرض کیا کہ حضور کو دیکھا کہ حضور نے قدم مبارک سے پاپوش مبارک اُتار دی ہے ۔لہذا ہم نے بھی ایسا ہی کیا ۔فرمایا مجھے جبرئیل نے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے۔

اس حدیث سے مولوی صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو علم غیب ہوتا تو کیوں نجاست آلودہ جوتیوں سے نماز پڑھتے۔ سبحان اللہ!

ع......"بریں عقل و دانش بباید گریست"

مولوی صاحب! آپ کا یہ کہنا کہ "نجاست والی جوتیوں سے نماز پڑھی" خلاف ادب اور آپ کی نادانی و نافہمی پر دلیل واضح ہے۔ پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست لگی نہ تھی جس سے نماز ناجائز ہو۔ اول تو حدیث میں لفظ قذر وارد ہے جس کے معنی گھن کے بھی ہو سکتے ہیں جیسے تھوک کھکار رینٹ تو یہ اصلاً نجس نہیں اور اگر نجاست ہی تسلیم کر لی جائے تو قذر درہم سے زائد نہ ہوگی۔ ورنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاپوش مبارک اُتارنے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے مگر یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ نماز کا اعادہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز نادرست ہوتی۔ بلکہ جبرئیل علیہ السلام کا عرض کرنا اظہار عظمت و رفعت شان حبیب الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھا کہ کمال تنظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے۔ اس سے عدم علم آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال ایک خام خیال اور کور باطنی و تیرہ بالی کا اظہار ہے۔ جبرئیل امین کا عرض کرنا بلا تشبیہ ایسا ہے جیسے خادم اپنے مخدوم سے عرض کرے کہ سرکار یہ لباس حضور کے شایان شان نہیں۔ تو کیا اس سے مخدوم کا لباس سے بے خبر اور جاہل ہونا ثابت ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ استاد الکل فی الکل اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "وقذر بفتح قاف و ذال معجمہ در اصل آنچہ مکروہ چند ارد آنرا طبع و ظاہر انجا ستے بود کہ نماز باآں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا

خوش دارد۔ والا نماز از سر میگرفت کہ بعضے نماز باآں گذاردہ بود۔ وخبر دادن جبرئیل و برآوردن پا جہت کمال تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بود"۔ تو اس حدیث سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ ہمارے دعوے کی مؤید اور عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہر و مثبت ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ حق تعالیٰ چشم بینا عطا فرمائے اور کور باطنی سے بچائے اور آپ جیسے مدعی حنفیت کو سچا پکا مومن بنا کر پختہ حنفی بنائے۔

مولوی صاحب! آپ کے نزدیک تو (معاذ اللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نجاست آلودہ جوتی کا بھی علم نہ تھا اور عاشقان سید الابرار محققین علماء کبار کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ امام شرف الدین محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ شریفہ بردہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وکلهم من رسول الله ملتمس　　غرفا من البحر اور شفا من الديم

یعنی جملہ انبیاء و رسل سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے علم سے ایک چلو یا سحاب کرم سے ایک جرعہ طلب کرنے والے ہیں۔ یعنی جملہ علوم انبیاء علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے علم کا ایک قطرہ اور سحاب کرم کی ایک بوند ہے۔

عصیدہ والشہدہ شرح قصیدہ البردہ میں علامہ خرپوتی ارشاد فرماتے ہیں:

ان جميع الانبياء و كل واحد منهم طلبوا و اخذوا العلم من علمه عليه الصلوة والسلام الذى هو كالبحر فى السعة والكرم من كرمه عليه الصلوة والسلام الذى هو كالديم لانه عليه السلام مفيض وانهم مستفاضون لانه تعالىٰ خلق ابتداء روحه عليه السلام ووضع علوم الانبياء و علم ما كان وما يكون فيه ثم خلقهم فاخذوا علومهم منه عليه السلام ۔ یعنی

جملہ انبیاء کرام نے فرداً فرداً حضور انور علیہ السلام کے علم سے اخذ کیا۔ حضور کا علم بلحاظ وسعت مانند سمندر کے ہے اور تمام پیغمبروں نے آپ کے جود و کرم سے جود و کرم طلب کیا حضور کا جود و کرم مانند بارش کے ہے تو حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم مفیض علم وکرم ہیں اور جملہ انبیاء حضور کے دریائے علم وسحاب کرم سے مستفیض۔ اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جملہ مخلوق سے پہلے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو پیدا فرمایا اور جملہ علوم انبیاء اور علم ما کان وما یکون روح مقدس کو عطا فرمایا اور پھر انبیاء کرام کو پیدا فرمایا۔ پس انبیاء کرام نے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دریائے علم وسحاب کرم سے استفاضہ کیا۔

شفا شریف میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خص اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح امتہ وما کان فی الامم وما سیکون فی امتہ من النقیر والقطمیر وعلی جمیع فنون المعارف کاحوال القلب والفرائض والعبادۃ والحساب۔ الخ۔ یعنی اللہ رب العزت نے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع مصالح دین ودنیا پر مطلع کیا اور جو کچھ امم سابقہ میں ہوا اور جو کچھ اس امت میں تا قیامت ہوگا ہر صغیر وکبیر حقیر ونقیر ذرہ وقطمیر کا علم عطا فرمایا۔ وجملہ فنون معارف مانند احوال قلوب اور فرائض وطرق عبادت اور علم حساب وغیرہ تعلیم فرمایا۔ بناءً علیہ یہی علامہ بوصیری قدس سرہ المعنوی والصوری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دریائے جود وکرم سے دنیا وآخرت ہے اور جملہ آپ کے علوم کے لوح وقلم کا علم ہے اور لوح وقلم میں کیا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے۔ کل صغیر وکبیر مستطر لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ علامہ شیخ ابراہیم باجوری شرح بردہ میں فرماتے ہیں۔ فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومہ صلی اللہ علیہ وسلم فما البعض الاخر اُجیب بان البعض الاخر ھو ما اخبرہ اللہ تعالیٰ عنہ من احوال الاخرۃ لان القلم انما کتب فی اللوح ما ھو کائن الی یوم القیمۃ۔ فقط۔ یعنی اگر شبہ کیا جائے کہ جب علم لوح وقلم آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا بعض ٹھہرا تو اور حضور کے علوم میں باقی کیا رہ گیا۔ تو جواب یہ ہے کہ باقی احوال آخرت ہیں جن کی اللہ جل جلالہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرمائی کیونکہ قلم نے لوح محفوظ میں قیامت تک کے امور ہی تو لکھے ہیں۔

علامہ علی القاری حل العقدہ شرح بردہ میں فرماتے ہیں۔ وکون علومھما من علومہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمھما یکون نھر امن بحور علمہ وحرفاً من سطور علمہ۔ یعنی علوم لوح وقلم کے آپ کے علوم میں سے ہونے کا بیان یہ ہے کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم متنوع ہوتے ہیں۔ کلیات وجزئیات وحقائق وعوارف ومعارف کی طرف جو ذات وصفات سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندروں میں سے ایک نہر اور آپ کے علوم وسیعہ کی سطروں میں سے ایک حرف ہے

سبحان اللہ! کیا ایمان افروز اور وہابیت سوز مضمون ہے۔ حضرات! یہ ہے علمائے اہلسنت کا عقیدہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اسی پاک عقیدہ پر قائم رکھے اور اسی پر دنیا سے اُٹھائے اور ہمارے مدمقابل کو بھی توفیق دے کہ وہ توہین علم مصطفےٰ وتنقیص شان مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے باز آجائیں۔ آمین۔

جوابی تقریر ششم

(مجانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیوبندیہ)

میرے دوستو! آپ نے میرے مدمقابل مولوی سید احمد صاحب کی تقریر سنی مولوی صاحب نے کتنے پھسپھسے دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا۔ آپ نے پہلی تقریروں میں دعویٰ کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قطرہ ہر ذرہ کا علم ہے لیکن دلیل پوچھو تو کوئی بھی نہیں۔ ایک دو آیتیں اور چند حدیثیں پڑھ دیں اور ثابت کرنا چاہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا۔ حالانکہ ان آیتوں اور حدیثوں کا ان کے دعوے کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں۔

مولوی صاحب! آپ کوئی ایسی آیت اور حدیث پڑھیں جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرے ذرے اور قطرے قطرے کا علم ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ قیامت تک کوئی ایسی آیت اور حدیث پیش نہیں کر سکیں گے۔ پھر آپ ہی فرمائیں کہ آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ذرے اور ہر قطرے کا علم تھا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب! آپ کی اس جوشیلی تقریر اور ان مشکل الفاظ سے کوئی شخص

یہ خیال نہیں کر سکتا کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ آپ کا دعویٰ اسی صورت میں ثابت ہو سکتا ہے کہ کوئی دلیل پیش کریں۔ میں نے اپنی تقریروں میں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے کتنی آیتیں اور کتنی حدیثیں پڑھیں۔ الحمدللہ کہ تمام ارباب علم پر ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ آپ نے نہ تو اپنی طرف سے کوئی دلیل پیش کی اور نہ ہی میرے اعتراضات اور دلائل کا جواب دیا۔ اِدھر اُدھر کی فضول باتوں میں اپنے وقت کو گزار دیا۔ آپ کی اس کمزوری سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ میں نے روز روشن کی طرح یہ حقیقت لوگوں پر ظاہر کر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔ چہ جائیکہ ماکان وما یکون کا علم ہوتا۔

تقریر ہفتم

(مجانب: حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ مناظرہ اہلسنت والجماعت)

نَحْمَدُ اللّٰهَ الْعَلِیَّ الْعَظِیْمَ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ

عزیزانِ ملت! فقیر نے اب تک متعدد آیات واحادیث واقوال محدثین و مفسرین پیش کئے۔ جن سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوتا ہے کہ حضور پرنور سید یوم النشور حبیب اکرم نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم روز اول سے روز آخر تک کے جملہ ماکان وما یکون کے بعطاء الٰہی عالم ہیں کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں اور کوئی قطرہ سمندروں میں اور کوئی پتہ درختوں میں اور کوئی ذرہ پہاڑوں میں اور کوئی خطرہ دلوں میں ایسا نہیں جس کا علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو۔ یہ سب کچھ

قرآن وحدیث وتصریحات علماء سے ثابت کر دیا لیکن مولوی صاحب نے میرے
پیش کردہ دلائل قاہرہ وبراہین ساطعہ کا کوئی جواب نہیں دیا اور مولوی صاحب نے جس
قدر آیات واحادیث علم غیب کی نفی میں پیش کیں فقیر نے بحمد اللہ تعالیٰ ہر ایک کا جواب
مفصل ومدلل بحوالہ کتاب دے دیا۔ لا نُسَلِّم کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ الحمد
اللہ مسئلہ علم غیب تو بخوبی واضح ہو گیا اور مولوی صاحب کے اوہام وشکوک بھی باحسن
وجوہ زائل کر دیئے گئے۔ اب چند عبارات علمائے محققین پیش کرتا ہوں جن سے آپ
حضرات کو معلوم ہو جائے گا کہ قدمائے اہلسنت وجماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے جو فقیر
نے پیش کیا۔

حضرات! تفسیر نیشاپوری میں زیر آیہ کریمہ۔ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ
شَهِيْدًا فرماتے ہیں لانه روحه صلى الله عليه وسلم شاهد على جميع
الارواح والقلوب والنفوس لقوله صلى الله عليه وسلم اوّل ما خلق
الله روحی۔ یعنی یہ جو رب العزت جل مجدہٗ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا کہ اے محبوب ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے یعنی جمیع امم پر تم کو
شاہد بنائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور تمام
جہان میں ہر ایک کی روح ہر ایک کے دل ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے۔
(کوئی روح کوئی دل کوئی نفس ان کی نظر حق بین سے اوجھل نہیں اسی وجہ سے سب پر
گواہ بنا کر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضروری ہے) اس لئے کہ حضور اقدس
نے فرمایا "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کریم کو پیدا کیا"۔ تو عالم میں جو
کچھ ہوا سب حضور کے سامنے ہی ہوا۔ چنانچہ متعدد احادیث میں ارشاد فرمایا۔ كُنْتُ

نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ۔ وَ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ لَمُنْجَدِلٌ بَيْنَ طِيْنَتِهٖ
یعنی آدم علیہ السلام کا ابھی کالبد بھی نہیں بنایا گیا تھا کہ میں شرف نبوت سے مشرف تھا
حضرات! حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اصل کائنات مجمع
حسنات وبرکات وکمالات ہے۔ آپ کے فضائل پر دلائل طلب کرنا ہی حرام ہے۔ منکر
فضیلت بددین گمراہ ہے۔ وہ کون سا فضل وشرف ہے جس کے حضور جامع نہ ہوں۔
علامہ بوصیری فرماتے ہیں:

فانسب الى ذاته ما شئت من شرف
وانسب الى قدره ما شئت من عظم
فان فضل رسول الله ليس له حد
فيعرب عنه ناطق بفم

یعنی "حضور کی ذات کی طرف جس شرف وبزرگی کو چاہے نسبت کر۔ حضور
ہر بزرگی کے مالک ہیں اور فضائل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرنا حیطۂ بیان
سے باہر ہے"۔

کیا خوب کسی نے کہا ہے "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔ حضور تو حضور
حضور کے لاڈلے بیٹوں میں ایک بیٹے حضور پرنور غوث الثقلین مغیث الکونین سیدنا
غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون
علی عینی فی اللوح المحفوظ۔

عزت الٰہی کی قسم بے شک سب نیک وبد میرے سامنے پیش کئے جاتے
ہیں۔ میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے اور فرماتے ہیں لولا لجام الشریعة علی

لسانی لا خبرتکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر اریٰ ما فی بواطنکم و ظواهرکم ۔ یعنی ''اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمہیں خبر دے دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کر کے رکھتے ہو۔ تم میرے سامنے شیشے کی مانند ہو میں تمہارے ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں''۔

اور فرماتے ہیں رضی اللہ عنہ قلبی مطلع علی اسرار الخلیقة ناظر الی وجوه القلوب قد صفاه الحق عن دنس رویة سواه حتی صار لوحا ینقل الیه ما فی اللوح المحفوظ و سلم الله ازمة امور اهل زمانه و صرفه فی عطائهم و منعهم ۔ ''میرا دل اسرار مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے رویت ماسوا کے میل سے صاف کر دیا کہ ایک لوح ہو گیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرما دیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں منع کریں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ یہ اور اس کے مانند بکثرت کلمات قدسیہ اجلہ اکابر نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں اور خلاصۃ المفاخر وغیرہما میں باسانید صحیحہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائے اور علامہ علی قاری وغیرہ علماء نے کتب مناقب شریفہ میں ذکر کیے۔

حضور پر نور سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ ترقیات کامل کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ اطلعه علی غیبه حتی لا تنبت شجرة و لا تخضر ورقة الا بنظره یعنی اللہ تعالیٰ کامل کو اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی پیڑ

نہیں اگتا اور کوئی پتہ ہرا نہیں ہوتا مگر اس کی نظر کے سامنے۔

حضرت عزیزان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ است'' یعنی زمین اولیاء اللہ کی نظر کے سامنے مانند دسترخوان کے ہے یعنی جملہ کائنات ان کے روبرو ہے۔ جس طرح کھانے والے کے سامنے دسترخوان کی چیزیں۔

حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رضی اللہ عنہ یہ کلام نقل کر کے فرماتے ہیں ''و ما میگوئیم چوں روئے ناخنی ست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست'' یہ دونوں ارشاد مولانا جامی قدس سرہ السامی نے نفحات الانس شریف میں ذکر کیے ہیں۔

حضرات منصف غیر متعصف طالب حق کیلئے یہی دلائل کافی و وافی ہیں اور معاند و متعنت کیلئے تمام قرآن کریم جملہ صحاح ستہ بھی پڑھ کر سنایا جائے تو اس کے دل کا کفر ٹوٹنا محال ہے۔ مولوی صاحب نے مسئلہ علم غیب کو سپر بنالیا۔ ورنہ اصل نزاع تو ان کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی اور محمد قاسم نانوتوی اور خلیل احمد انبیٹھوی اور رشید احمد گنگوہی اور اسماعیل دہلوی کے وہ اقوال کفر و ضلال ہیں۔ جن پر علمائے عرب و عجم نے کفر و ارتداد کا حکم صادر فرمایا۔ ان کو کافر مرتد خارج از اسلام بتایا۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ٹھہرایا۔ ان کے ساتھ سلام کلام میل جول حرام بتایا۔ ان کی امامت حرام ان کی تعظیم و توقیر کفر ان کو مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا منع۔ یہ سب احکام فتاویٰ ''حسام الحرمین'' میں موجود ہیں۔ کل ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے اکابر کی وہ عبارتیں بھی آپ کو سناؤں گا اور بقیہ مسائل پر بھی مناظرہ کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ العزیز الحکیم۔

جلوس اہلسنت والجماعت

حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ کی آخری تقریر ختم ہونے پر جلسہ برخاست ہوا اور اہالیان تلونؔ نے علمائے اہلسنت والجماعت کا ایک زبردست اور شاندار جلوس نکالا اور قصبہ تلونؔ کے تمام گلی کوچوں میں پھرایا۔ سب سے آگے فاتح دیوبند حضرت مولانا ابوالبرات سید احمد صاحب قبلہ اور فخر اہلسنت والجماعت حضرت مولانا حافظ محمد مظہر الدین صاحب تھے۔ ان کے بعد تمام علمائے اہلسنت والجماعت اور نعت خوان حضرات۔ یعنی چوہدری محمد علی صاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب، میاں محمد علی صاحب اور جناب چوہدری محمد حسین صاحب قریشی فاروقی وغیرہم تھے۔ ان کے علاوہ قصبہ کے دیگر معززین بھی جلوس میں شامل تھے۔ نعت خوان حضرات حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب مخسم پوری کی مندرجہ ذیل نعت پڑھ کر حاضرین سے داد تحسین لے رہے تھے۔

نعت شریف

میں صدقے ہاں اُس سوہنے دے جہڑا شہر مدینے دا باسی
موصوف خدائے لم یزلی نَزَلَ الْقُرْآنُ بِمَدْحِہٖ
کے ملک بشر دی شان نہیں جو شان محمد عربی دی
قَوْسَیْنِ وَ دَنٰی وَ اَوْ اَدْنٰی قَالَ الرَّحْمٰنُ بِرِفْعَتِہٖ
کر رحمت بھیجیا رحمت تھیں اُس ارحم سب رحیماں دے
ہین وسعت رحمت آں ارحم ھُوَ رَحْمَتُہٗ فِیْ رَحْمَتِہٖ

ویکھو نور الٰہی دا جلوہ مکھ سوہنا شیشہ حق دا ہے
چوں نور رخش کردہ جلوہ خَسَفَ الْقَمَرُ مِنْ طَلْعَتِہٖ
اوہ عبد اللہ تے رسول اللہ مختار ہے مولا دے گھر دا
چو بچشم حقیقت درنگری فَبَدَاءَ اللّٰہُ فِیْ صُوْرَتِہٖ
کیوں بھرم دوئی وچ پھسیا ایں چھڈ صورت ویکھیں معنیاں نوں
برکن زنگاں تعین را ھُو ھُو ھُو ھُو فِیْ وَحْدَتِہٖ
دربار محمد دا عالی جو کجھ منگیں سب ملدا ہے
منصور زحق ناصر ہمہ نَصْرُ اللّٰہِ فِیْ نُصْرَتِہٖ
کوئی راز چھپایا حق نے نہیں سب ظاہر باطن کھول دتا
آں بحر علوم حقانی فَجَمِیْعُ الْعِلْمِ بِوُسْعَتِہٖ
جے لوڑیں رحمت رب دی نوں پڑھ نت درود محمد تے
محمد حسن سعادتہٗ فِی صَلِّ عَلَیْہِ وَ عِتْرَتِہٖ

==========

جلوس قصبہ تلونؔ کے تمام کوچہ و بازار سے ہوتا ہوا قلعہ تلون کے نزدیک جا کر ٹھہرا۔ یہاں مولانا حافظ محمد مظہر الدین صاحب نے اپنی مختصر سی تقریر میں اہالیانِ تلونؔ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ تمام علمائے اہلسنت والجماعت آپ کے خلوص اور محبت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تلونؔ کے مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں سرخرو کرے اور جمیع مصائب و تکالیف دنیوی و اُخری سے مامون و مصئون رکھے۔ آمین

قلعہ تکون سے چل کر جلوس مسجد ڈوگراں میں آیا۔ چونکہ نماز مغرب کا وقت تھا اس لئے حضرت قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ بعد ازاں اعلان کیا گیا کہ آج رات کو بعد از نماز عشاء اسی مسجد (ڈوگراں) میں حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب وعظ فرمائیں گے۔ اس لئے تمام حضرات بعد از نماز عشاء اسی مسجد میں تشریف لا کر حضرت مولانا ابوالبیان صاحب کے وعظ سے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

وہابیوں کے دلوں پر اُس دن کے مناظرے سے ایسا رعب طاری ہوا کہ اُنہوں نے اُس رات کسی قسم کا جلسہ کرنے کی جرأت نہ کی حالانکہ قبل ازیں بڑے زور شور سے جلسہ کیا کرتے تھے اور علمائے اہلسنّت والجماعت کو کوسا کرتے تھے۔ اُس رات جلسہ کرنا تو کجا اُن کے مولویوں کا کہیں نام ونشان بھی نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب نے اُس رات ڈوگراں میں ایک زبردست تقریر کی۔ آپ نے فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہابیہ دیوبندیہ کی کفریہ عبارتیں لوگوں کو سنائیں اور انہیں ان گندم نما جو فروشوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ قریباً ساڑھے بارہ بجے آپ نے تقریر ختم کی اور دعائے خیر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

دوسرے دن جبکہ علمائے اہلسنّت وجماعت تلاوت قرآن کریم اور اوراد و وظائف سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ ایک آدمی امیر حبیب اللہ خاں دیوبندی کی طرف سے آیا اور حافظ رحمت اللہ صاحب کو ایک رقعہ دیا۔ حافظ صاحب نے وہ رقعہ باآواز بلند پڑھ کر حاضرین کو سنایا۔ مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ ''مسئلہ علم غیب پر تو مناظرہ

ہو چکا۔ اب آپ لوگوں کا کس مسئلہ پر مناظرہ کرنے کا ارادہ ہے اور اس کے لئے کتنا ٹائم مناسب ہے''۔ چنانچہ حافظ رحمت اللہ صاحب نے حضرت قبلہ ابوالبرکات صاحب کے مشورہ سے مندرجہ ذیل جواب دیوبندیوں کو دیا۔

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جناب امیر حبیب اللہ خان صاحب!

بعد ما وجب واضح باد کہ آپ کا رقعہ نگاشتہ ۱۱ جولائی ۳۶ء بوقت ۸ بجے ہمیں ملا جس میں بقیہ مسائل پر مناظرہ کی درخواست کی گئی ہے۔ گذارش یہ ہے کہ اگر کل کی طرح نقالی و بدتہذیبی کی نمائش اور مسخری مذاق کر کے لوگوں کو اپنے اخلاق کا نمونہ دکھانا اور اپنی بدتہذیبی کا مظاہرہ کرنا مقصود ہے تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ رہا مسئلہ علم غیب وہ بفضلہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن طریق پر واضح ہو گیا۔ اگر آپ شرافت اور متانت وتہذیب سے مسائل مندرجہ میں گفتگو کرنے کی آرزو رکھتے ہیں تو مندرجہ شرائط پر آج ہی مناظرہ ہو سکتا ہے۔

(۱) دس بجے سے دو بجے تک مناظرہ ہوگا۔ (۲) استمداد و ندا یا رسول اللہ و حاضر و ناظر ہونا ان تینوں مسائل کیلئے دو گھنٹے کافی ہوں گے۔ (۳) بناء قبب یعنی انبیاء اولیاء، مشائخ کرام کے مزارات پر قبہ بنانا۔ اس کے لئے آدھ گھنٹہ کافی ہے۔ فرقہ دیوبندیہ کو مساجد اہلسنّت و جماعت سے روکنا اور فاتحہ مروجہ اس کے لئے آدھ گھنٹہ کافی ہے۔ (۴) عبارت حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی و عبارت براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی و تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی، فتاوی رشیدیہ مولوی رشید احمد گنگوہی و صراط مستقیم

مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی وعبارت تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے کفر وضلال پر بحث ہوگی۔ مناظر اہلسنت ثابت کریں کہ ان عبارتوں میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کی گئی ہے اس وجہ سے اکابر دیوبند اور اُن کے حامی وقائل کافر اور خارج از اسلام ہیں اور مناظر فرقہ دیوبندیہ ان عبارتوں کو مطابق عقائد اہلسنت وجماعت ثابت کریں گے اس کے لئے ایک گھنٹہ کافی ہے۔

(۵) پہلی اور پچھلی تقریر مدعی کی ہوگی۔ مسائل مذکورہ میں مدعی مناظر اہلسنت ہونگے۔

(۶) پہلی تقریر ہر فریق کی پندرہ پندرہ منٹ ہوگی۔ بعدہٗ دس دس منٹ۔ (۷) مناظر اہلسنت وجماعت کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث والتفسیر اُستاد العلماء سید المتکلمین مولانا الحاج سید ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور ہوں گے اور مناظر فرقہ دیوبندیہ کی طرف سے مولوی خیر محمد صاحب جالندھری ہوں گے۔ (۸) دوران تقریر میں کسی کو مداخلت کا حق نہ ہوگا۔ (۹) دلائل قرآن و حدیث وفقہ واجماع اُمت واقوال مشائخ ہوں گے۔ (۱۰) صدر مناظرہ کا انتخاب میدان مناظرہ میں ہوگا۔

اُمید ہے کہ آپ بلا شک وشک کے مندرجہ بالا شرائط کو قبول فرما کر اپنے مناظر کو میدان مناظرہ میں لانے کی اطلاع دیں گے اور مزید رقعہ بازی میں وقت کو ضائع نہ فرمائیں گے۔ فقط۔

الداعی الی الخیر: حافظ رحمت اللہ نکودری

کافی دیر کے بعد دیوبندیوں کا آدمی آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ہمارا ہی بھیجا ہوا رقعہ تھا۔ جس کی دوسری طرف ایک کونے پر تحریر تھا۔

"یہ تحریر اصولاً غلط ہے۔ صرف مسائل مقررہ میں مناظرہ شروع کرنے کیلئے اوقات کا انضباط کیجئے۔ محمد علی صدر"

اب ناظرین! ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے ہماری تحریر بھی پڑھیں اور ان کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ کیا دیوبندی صدر کی یہ بے تکی تحریر مناظرے سے بھاگنے کا بہانہ نہیں۔ ہماری تحریر میں کون سا ایسا ناگوار کلمہ تحریر کیا گیا تھا جو ان کے قلب نازک پر گراں گزرا۔ ان کی جتنی تحریریں ہمارے پاس آئیں ہمارے علماء نے نہایت فراخدلی کے ساتھ انہیں منظور کیا اور جو بھی شرائط انہوں نے تحریر کیں اُن پر کسی قسم کا اعتراض نہ اُٹھایا لیکن ہماری جو تحریر اُن کے پاس پہنچی اُس کے اندر مین میخ نکال کر اُسے واپس کر دیا گیا۔ ہماری اس تحریر میں کون سی اصولی غلطی ہے اور کون سے مسائل غیر مقررہ ہم نے درج کر دیے جن پر یہ لوگ چراغ پا ہو گئے۔

جب دیوبندیوں کی یہ تحریر حافظ رحمت اللہ صاحب نے حضرت قبلہ ابوالبرکات صاحب کو دکھائی تو آپ نے پڑھ کر فرمایا کہ کوئی بات نہیں۔ اُن کے ان حیلوں بہانوں سے ہم انہیں ہرگز بھاگنے نہ دیں گے۔ جہاں آگے آپ نے ان کی اتنی نازبرداریاں کیں وہاں یہ بھی کیجئے اور جو وہ کہیں اُسے مانئے ان کی تو عادت ہی یہی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں مناظرہ منعقد ہوا۔ انہوں نے اپنی شر انگیزیوں سے اس کو خراب کرنا شروع کیا۔ اچھا خیر۔ اب مناظرہ گاہ میں تو چلیں اور دیکھیں ان کا کیا ارادہ ہے۔ اگر وہ اسی طرح حیلے بہانے تراشیں گے تو ہم انہیں مجبور کریں گے کہ وہ یا تو مناظرہ کریں ورنہ اپنی شکست لکھ دیں کہ ہم مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں۔

==========

مناظرے کا دوسرا دن

چنانچہ رئیس المتکلمین سید المناظرین جامع معقول و منقول حضرت قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب مع تمام علمائے اہلسنت و جماعت مناظرہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع راستے میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ کو آتے دیکھ کر تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے وہابیت شکن نعرے لگائے اور آپ کے پیچھے نعتیں پڑھتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیئے۔ مسجد میں بھی کافی مسلمان جمع تھے انہوں نے بھی حضرت قبلہ ابوالبرکات صاحب کی آمد پر نعرے لگائے۔ آج بہ نسبت کل کے زیادہ تعداد میں مسلمان آئے ہوئے تھے۔ بخلاف اس کے دیوبندی بہت ہی قلیل تعداد میں تھے۔ کل کے مناظرے نے اُن کے ایسے چھکے چھڑائے تھے کہ عوام تو عوام بعض مولویوں کو بھی مناظرہ گاہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی مدرسہ رائے پور کے چھوٹے چھوٹے طالب علموں سے اپنی سٹیج کو پُر کر رکھا تھا۔ مناظر اور صدر اور دو ایک مولویوں کے سوا اور کوئی مولوی اسٹیج پر نظر نہیں آتا تھا۔ جو موجود تھے اُن کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ بے چارے منہ کھولے اپنی وحشت زدہ آنکھوں سے اپنے مناظر اور صدر کی حالت زار کو دیکھ رہے تھے۔ مولوی خیر محمد صاحب کو خوش قسمتی سے ایک بانس کی پناہ مل گئی تھی۔ جس کی اوٹ میں اپنے غمگین چہرے کو چھپائے ''جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو'' کا وظیفہ رٹ رہے تھے۔ اگر کہیں بد قسمتی سے اہلسنت کے مناظر یا صدر کی نظر پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی پریشانی ہوتی تھی اور آپ بڑی شرمساری سے اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔

ؔ نوجوانی میں بھی باقی ہے انہیں اتنا حجاب
کوئی بیٹھا ہو تو شرماتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

بے چارے محمد علی کی حالت قابل رحم تھی۔ اس بے چارے کو کہیں اوٹ کی جگہ نہیں ملتی تھی جہاں جا کر چھپاتا۔ تمام کمین گاہیں پہلے ہی سے اُن کے مناظر اور دوسرے مولویوں نے قابو کر رکھی تھیں۔ بے چارا بڑی مایوسی کی حالت میں کبھی علمائے اہلسنت والجماعت کو دیکھتا اور کبھی بانس کے پردے میں چھپے ہوئے اپنے مناظر کو دیکھتا تھا لیکن جرأت نہ ہوتی تھی کہ مناظرے کے متعلق کسی قسم کی گفتگو چھیڑتا۔ مولوی محمد مظہر الدین صاحب نے جب دیکھا کہ آج تو ان بے چاروں کے منہ سے بات نکلنی بھی دشوار معلوم ہوتی ہے سب کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں تو انہوں نے خود ہی سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

مولوی مظہر الدین صاحب: جناب صدر صاحب خیر تو ہے۔ آج آپ کے چہرے کی رنگت کیوں اُڑی جا رہی ہے۔ نصیب دشمنان۔ طبیعت کچھ علیل تو نہیں۔ بقول شخصے:

ع...... ''یہ کیسے بال بکھرے ہیں یہ کیوں صورت بنی غم کی''

مولوی محمد علی: (نقالانہ انداز میں) ''شکر ہے کہ آپ کو بھی مزاج پرسی کا خیال آ گیا۔ ہم صبح سے بیٹھے ہوئے یہاں تمہارا انتظار کر رہے ہیں لیکن تم ہو کہ آنے کا نام نہیں لیتے۔ ہم نے تو سمجھا تھا کہ شاید آج تم مناظرہ کا نام نہیں لو گے''۔

مولوی مظہر الدین صاحب: ''آپ تو دل سے چاہتے ہونگے کہ علمائے اہلسنت و الجماعت مناظرہ میں نہ آئیں اور آپ کی گلو خلاصی ہو جائے لیکن ہم جو اتنی دور سے چل کر یہاں آئے ہیں آپ کو بغیر مناظرہ کے کب جانے دیں گے۔ ہماری تو مدت سے

خواہش تھی کہ کہیں آپ سے ملاقات ہو جائے۔ سو خدا خدا کر کے آج انتظار کی گھڑیاں دور ہوئیں اور ہماری تمہاری ملاقات کا سبب پیدا ہوا۔ اب ہم آپ سے ملاقات کے بغیر کیسے لوٹ سکتے ہیں۔ سنائیے مناظرہ کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟

مولوی محمد علی: ''یار تم باتیں بنانی تو خوب جانتے ہو۔ تم کو اتنا معلوم نہیں کہ ہم مناظرہ کرنے کیلئے ہی تو آئے ہیں۔ بغیر مناظرہ کئے کس طرح چلے جائیں''۔

مولوی مظہر الدین صاحب: ''بھلا یہ تو بتائیں کہ صبح ہم نے جو تحریر آپ کے پاس روانہ کی تھی وہ آپ نے کیوں نامنظور کر دی تھی؟

مولوی محمد علی: ''وہ تحریر ہی ایسی تھی ہم اُسے نامنظور نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟''

مولوی مظہر الدین صاحب: ''وہ کون سی ایسی بات تھی جو ہم نے اس تحریر میں درج کر دی اور جو آپ کو ناگوار معلوم ہوئی اور جس کی بناء پر وہ تحریر آپ نے واپس کر دی؟

مولوی محمد علی: ''آپ لوگوں کو طے شدہ مسائل کا پابند رہنا چاہیئے۔ اُن مسائل پر کوئی مسئلہ زائد کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں تھا۔ چھ مسئلے طے شدہ تھے جن میں سے ایک مسئلہ پر کل مناظرہ ہو چکا تھا۔ اب باقی پانچ مسائل رہ گئے ہیں جن پر تم سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ نے خواہ مخواہ کفریات دیوبند کو بھی اُن مسائل کے ساتھ شامل کر لیا کہ آج ان پر بھی مناظرہ ہوگا''۔

مولوی مظہر الدین صاحب: ''کل چونکہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ان مسائل پر گفتگو کرنے کے بعد کفریات، دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔ اس لئے ہم نے اپنی تحریر میں اس مسئلہ کو بھی درج کر دیا تھا لیکن آپ نے بلاوجہ ہماری تحریر کو نامنظور کر دیا''۔

مولوی محمد علی: ''ہم نے کب وعدہ کیا تھا کہ ان مسائل کے بعد کفریات دیوبندیہ پر

مناظرہ کریں گے۔ آپ خواہ مخواہ ہم پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ ہم نے ہرگز نہیں کہا کہ کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے''۔

مولوی مظہر الدین صاحب: (حاضرین کو مخاطب کر کے) حضرات! کل مولانا مولوی محمد علی صاحب نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم ان مسائل کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے لیکن آج صاف انکار کر رہے ہیں کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ میں آپ تمام حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کل آپ کے سامنے مولوی محمد علی صاحب نے یہ اقرار نہیں کیا تھا کہ ہم ان مسائل کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے''۔

حاضرین جلسہ: ''بے شک! بے شک!! کل مولوی محمد علی نے ہمارے سامنے اقرار کیا تھا کہ ہم کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے''۔

مولوی محمد علی (جھنجلا کر) ''مولوی مظہر الدین صاحب! آپ میری طرف کیوں مخاطب نہیں ہوتے۔ لوگوں سے کیوں شور مچوا رہے ہیں۔ جب میں بحیثیت صدر ہونے کے آپ کے سامنے کھڑا ہوں تو آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ میرے بغیر کسی اور شخص کو مخاطب کریں''۔

مولوی مظہر الدین صاحب: ''میں نے پبلک کو اپنی جانب اس لئے متوجہ کیا تھا تا کہ جھوٹ اور سچ معلوم ہو جائے۔ آپ چونکہ صریح جھوٹ بول رہے تھے۔ اس لئے میں پبلک سے فیصلہ کرانا چاہتا تھا کہ ہم دونوں میں سے کون جھوٹا ہے؟ اب لوگوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جو کچھ آپ اس وقت کہہ رہے ہیں سب جھوٹ ہے اور کل کی تقریر کے بالکل خلاف ہے''۔

مولوی محمد علی: ''آپ کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ جب پہلے فیصلہ ہو چکا

ہے کہ ان مسائل پر مناظرہ ہوگا تو اب آپ کا شور مچانا فضول ہے (شرارت سے) آپ جانتے ہیں کہ جب ایجاب قبول ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اب آپ جتنا زور لگائیں ہمارا یہ نکاح نہیں ٹوٹ سکتا"۔

مولوی مظہر الدین صاحب: "لیکن مولوی صاحب! آپ یہ بھی یقیناً جانتے ہوں گے کہ جب شوہر طلاق دے دے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اب میں نے چونکہ طلاق دے دی ہے اس لئے اب نکاح ٹوٹ گیا ہے لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ میرے طلاق دینے سے آپ کی گلو خلاصی ہوگئی کیونکہ میری یہ طلاق مغلظہ نہیں ہے بلکہ بائن ہے، میں جس وقت چاہوں عدت کے اندر نکاح کر سکتا ہوں"۔

مولوی مظہر الدین صاحب کا یہ دندان شکن جواب سن کر دیو بندی مولوی کی سیاہ جبیں عرق انفعال میں ڈوب کر رہ گئی۔ اس نے اپنی پیشانی سے داغ خجالت مٹانے کی غرض سے پہلو بدل کر دوسرے طریق پر گفتگو شروع کی۔

مولوی محمد علی: "مولوی مظہر الدین! ان باتوں کو رہنے دو اب چونکہ مناظرے کو دیر ہو رہی ہے اس لئے اب مناظرہ شروع کرو"۔

مولوی مظہر الدین صاحب: "مزاح اور تمسخر کی باتیں تو پہلے آپ نے شروع کیں لیکن جب پتھر کا جواب پتھر سے ملا تو گھبرا گئے۔ آپ دل میں یہ خیال نہ کریں کہ میں مزاح اور تمسخر سے ان پر بازی لے جاؤں گا۔ بلکہ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ جس قسم کی گفتگو کریں گے اُس کا جواب بھی ویسا ہی دیا جائے گا۔ اگر آپ دائرہ تہذیب کے اندر رہ کر شرافت اور معقولیت کی گفتگو کریں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہی حسن سلوک روا رکھیں گے اور اگر آپ استہزاء اور تمسخر شروع کریں گے تو یاد رکھیں کہ آخر بقول کے

"ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں" ایسی گفتگو ہمیں بھی آتی ہے۔ آپ بڑی خوشی سے جس قسم کی گفتگو کرنا چاہیں کریں لیکن یاد رہے کہ بقول سودا:

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مولوی محمد علی (شرارت سے) "اچھا تو میں مجنوں ہوا۔ کیوں نہ ہو آپ جو لیلیٰ ٹھہرے۔ جوڑ تو خوب ملا۔ واہ میری لیلیٰ"۔

(دیو بندی صدر کی اس بدتہذیبی پر تمام پبلک کے اندر غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ خود دیو بندی پبلک بھی اپنے صدر کی اس بے حیائی پر پانی پانی ہوگئی لیکن اُسے ذرا بھی شرم نہ آئی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن" ان لوگوں کو اس وقت شرم آئی جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں۔ آپ کے علم کو (نعوذ باللہ) کتے بلی کے علم کی مثل بتایا تو اب ایک عالم کے ساتھ اس قسم کی فحش کلامی کرنے سے انہیں کیا حیاء ہو سکتی ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب محسن پوری بھی جلسہ کے اندر موجود تھے۔ آپ کو دیو بندی صدر کی اس بدتہذیبی پر سخت غصہ آیا اور آپ جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ حضرات! آپ نے دیکھا کہ اس دیو بندی مولوی نے کتنی بے شرمی اور بے حیائی اختیار کر رکھی ہے۔ منہ پر کتنی بڑی داڑھی ہے خانہ خدا میں کھڑا ہے لیکن بایں ہمہ اس کو اپنی ان حرکتوں پر شرم نہیں آتی۔ کیا علماء کی یہی شان ہونی چاہیے۔ جو یہ شخص ظاہر کر رہا ہے۔ ارے! تم تو دعویٰ کرتے ہو کہ ہم عالم ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہیں۔ ذرا بتاؤ تو سہی کہ کیا انبیاء علیہم السلام کا یہی شیوہ تھا جو تم دکھا رہے ہو۔ لعنت ہے تمہاری

شکل وصورت پر لعنت ہے تمہاری ان کرتوتوں پر۔ حکیم صاحب کی اتنی تقریر کرنی تھی کہ تمام مجمع سے لعنت! لعنت!! کی آوازیں آنے لگیں۔ دیوبندی صدر شرمندہ ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا جب دیکھا کہ یہ لعنتوں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا تو گھبرا کر مولوی مظہر الدین صاحب کو پکارنے لگا''۔

مولوی محمد علی: ''مولوی مظہر الدین! اے مولوی مظہر الدین!! (پبلک کے شور سے آواز نہیں سنی جاتی)'' دوبارہ پھر آواز دیتا ہے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: (مجمع کو خاموش ہونے کا اشارہ کرتے ہیں مجمع خاموش ہو جاتا ہے) جی فرمایئے کیا ارشاد ہے؟''

مولوی محمد علی'' آپ دیکھتے ہیں کہ کتنا طوفان بے تمیزی مچا ہوا ہے۔ آپ انہیں خاموش کیوں نہیں کراتے؟''

مولوی مظہر الدین صاحب: ''مولوی صاحب! ایں ہمہ آوردۂ تست'' آپ نہ ایسی باتیں کرتے نہ شور مچتا۔ آپ نے خود فحش کلامی شروع کی۔ مجمع برداشت نہ کر سکا اس لئے آپ کو لعنت ملامت کی گئی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟''

مولوی محمد علی'' اب فرمایئے مناظرہ کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟''

مولوی مظہر الدین صاحب: ''میں تو صبح سے آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ مولوی صاحب! مناظرہ کریں لیکن آپ ہنسی مذاق اور تمسخر کے ساتھ میری باتوں کو اُڑاتے اور مناظرہ سے گریز کرتے رہے۔ اب چونکہ ہمیں آپ کی باتوں کا اعتبار نہیں رہا اس لئے آپ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے ایک تحریر لکھ دیں کہ ہم ان پانچ مسائل پر گفتگو کرنے کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے''۔

مولوی محمد علی'' نہ مولوی مظہر الدین! آپ ایسی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کریں۔ جو مسائل فریقین کے طے شدہ ہیں پہلے ان پر مناظرہ ہو جائے بعد میں دیکھا جائے گا''۔

مولوی مظہر الدین'' مناظرہ میں دو منٹ کے اندر شروع کرا دیتا ہوں لیکن آپ پہلے ہمیں تحریر لکھ دیں کہ آپ کے زبانی اقرار کا ہماری جماعت اعتبار نہیں کرتی''۔

مولوی محمد علی'' مولوی مظہر الدین! میری بات مان لیجئے ایسی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں آپ کا یہ مطالبہ ہم ہرگز منظور نہیں کریں گے''۔

مولوی مظہر الدین صاحب'' اچھا اگر آپ اپنے اکابر کا اسلام ثابت نہیں کر سکتے تو یہی لکھ دیجئے کہ ہم اپنے اکابر کا اسلام ثابت نہیں کر سکتے''۔

مولوی محمد علی (حاضرین جلسہ سے مخاطب ہو کر) حضرات! دیکھئے میں ان سے کتنی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ آپ مناظرہ شروع کریں لیکن یہ ادھر ادھر کی فضول باتیں کر کے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ چھ مسائل ہمارے اور ان کے درمیان طے شدہ تھے۔ جن میں سے ایک مسئلہ پر کل مناظرہ ہو چکا ہے۔ اب باقی پانچ مسئلے رہتے ہیں۔ اب میں ان کو صبح سے کہہ رہا ہوں کہ تم ان باقی پانچ مسئلوں پر مناظرہ کرو لیکن یہ نہیں مانتے اور ایک ایسے مسئلے پر جو ہمارے اور ان کے درمیان پہلے سے طے شدہ نہیں ہے۔ مناظرہ کرنے کیلئے مجبور کر رہے ہیں۔ بھلا جو مسئلہ طے شدہ نہ ہو اس پر ہم کس طرح مناظرہ کر سکتے ہیں؟''

مولوی مظہر الدین صاحب: ''حضرات! سنئے! کل انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم ان جملہ مسائل پر مناظرہ کرنے کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔ اس لئے ہم نے آپ کی تحریر میں اُسے بھی درج کر دیا تھا لیکن انہوں نے محض اس مسئلے کی بناء پر

ہماری تحریر کو نامنظور کر دیا اور آپ کے سامنے صاف انکار کر رہے ہیں کہ ہم نے کل ہر گز نہیں کہا تھا کہ ہم کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔ اب ہمیں ان لوگوں کا اعتبار نہیں رہا۔ ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ یہ ایک تحریر لکھ دیں کہ ہم ان پانچ مسائل پر مناظرہ کرنے کے بعد اپنے اکابر کے کفریات پر مناظرہ کریں گے لیکن یہ لوگ ہمارے اس مطالبہ کو منظور نہیں کرتے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ہمارا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟"

(حاضرین جلسہ) "بے شک! بے شک!! جائز ہے ان کے اکابر کے کفریات پر ضرور مناظرہ ہونا چاہیئے"۔

جب دیوبندی صدر نے دیکھا کہ اب یہ لوگ ہمیں بھاگنے نہیں دیں گے تو اُس نے اور چالاکی کی یعنی میز کی اگلی طرف کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی اور فرقہ حقہ اہلسنت والجماعت کو بدعتی اور گمراہ کے خطاب سے مخاطب کرنا شروع کیا کہ "یہ لوگ پیر پرست اور قبر پرست اور بدعتی ہیں۔ گیارھویں دیتے ہیں۔ قبروں پر قبے بناتے ہیں۔ ان کو ہر وقت اپنے پیٹ کی فکر رہتی ہے۔ جب انہیں حلوہ اور کھیر کھانے کو جی چاہتا ہے تو لوگوں کو گیارھویں کی ترغیب دیتے ہیں اور یوں اپنی شکم پری کرتے ہیں"۔ وغیرہ وغیرہ

حضرت قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب صبح سے ان کی چالاکیاں دیکھ رہے تھے اور خاموش بیٹھے تھے۔ جب دیکھا کہ آج پھر کل کا معاملہ شروع ہو گیا ہے اور دیوبندی اپنی چیرہ دستیوں سے بھاگنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو آپ جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور مولوی خیر محمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب: "مولوی خیر محمد صاحب! سامنے آیئے۔ آج

مناظرہ بلاشرط ہو گا۔ آپ کے صدر صاحب کا منشا معلوم ہو گیا وہ کل کی طرح وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھئے ان ترکیبوں سے آپ کا پیچھا چھوٹنا محال ہے۔ اگر آپ میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو آپ کو اپنا اور اپنے اکابر کا ایمان ثابت کرنے میں کیوں پس و پیش ہے۔ کل بھی آپ نے اپنا ایماندار ہونا ثابت نہ کیا اور آج پھر ایمان ثابت کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ حضرات! آپ نے دیکھا ایمان ثابت کرنا کس قدر دشوار معلوم ہو رہا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہابیہ دیوبندیہ اپنے اکابر کے اقوال کفر و ضلال کو ہرگز اسلامی اقوال ثابت نہیں کر سکتے۔ بہر حال مولوی خیر محمد صاحب! سامنے آیئے میں آپ کی خواہش کے مطابق انہیں مسائل کو صاف کئے دیتا ہوں۔

حضرت علامہ نے اوّل ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور بعدہٗ ارشاد فرمایا:

حضرات! ہم نہ پکی قبر کو مسنون سمجھتے ہیں نہ فرض نہ واجب۔ بلکہ قبر کا اندر سے کچا رکھنا مسنون ہے۔ قبر کہتے ہیں اُس مکان کو جس میں میت دفن ہے۔ سقف قبر یا تعوذ قبر ہرگز قبر نہیں۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کہ احادیث میں ممانعت قبر کے پختہ کرنے کی ہے۔ پس نشانِ قبر یا تعویذ قبر یا سقف قبر مصلحتہً پختہ بنا دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ عام طور پر قبر اندر سے کچی ہی رکھی جاتی ہے اور اوپر سے پختہ اس لئے کر دیتے ہیں کہ نشان باقی رہے خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں کہ نجدی گورکن حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کا تو ذکر ہی کیا ہے حرمین طیبین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً میں جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں جس قدر صحابہ کرام و ازواج مطہرات و اہل بیت اطہار کے پختہ مزارات اور قبے تھے سب کو شہید کر ڈالا۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ہل چلا دیا گیا ہے تو جب حجاز مقدس ان ظالموں کے دست

تطاول سے نہ بچا تو ہندوستان میں تو کوئی پرسان حال ہی نہیں۔ لاہور میں حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ اور میانی صاحب وغیرہ مشہور قبرستانوں کے ناگفتہ بہ حالات سننے جاتے ہیں کہ سوائے پختہ قبروں کے کچی قبروں کا چند روز کے بعد نام ونشاں تک باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا ان حالات کے دیکھتے ہوئے تعویذ قبور کا پختہ بنانا اور قبر کے ارد گرد دیوار کھینچنا قرین مصلحت ہے۔ اور اس میں شرعاً کوئی حرج و گناہ نہیں۔ حدیث میں ممانعت تجصیص قبور کی ہے اور وہ فقیر عرض کر چکا کہ قبر اُس مکان کا نام ہے جس میں میت دفن ہے۔ لہٰذا قبور مسلمین کا تعویذ پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور اس کے اردگرد چاردیواری کھینچنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جن احادیث میں قبور پر تعمیر و بنا کی ممانعت ہے اُس میں لفظ علی اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے یعنی حدیث میں ولا یبنی علیہ وارد ہے۔ اس کے معنی یہ ہے کہ عین قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔ علیٰ کے حقیقی معنی فوق کے ہیں یعنی عین قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔ علیٰ کے معنی یہاں حول و عند کے نہیں جیسے لا یبول علیہ ولا یجلس علیہ میں علیٰ اپنے حقیقی معنی میں ہے یعنی عین قبر پر نہ بیٹھو اور عین قبر پر پیشاب نہ کرو۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ قبر کے اردگرد بھی نہ بیٹھو لہٰذا احادیث میں ممانعت نفس قبر پر عمارت بنانے کی ہے اور قبہ اور حظیرہ اور چاردیواری قبر کے اردگرد بناتے ہیں اور مقصود اس سے نظر عوام میں اولیائے کرام و علمائے عظام کی عزت و رفعت و احترام پیدا کرنا ہے۔ اس غرض صحیح کیلئے صلحاء، علماء، اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبور سراپا نور پر قبہ بنانا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ فی زمانہ حفاظت قبور کیلئے بہترین طریقہ ہے۔ قبہ اور چاردیواری بنانے میں بکثرت فائدے ہیں۔ زائرین کو راحت پہنچتی ہے۔ قبہ یا چاردیواری ہوگی تو وہاں زائر بیٹھ کر

قرآن کریم کی تلاوت کرے گا۔ آندھی، بارش، وحشت و تمازت شمس سے محفوظ رہے گا اور زائر کے قبر کے قریب بیٹھ کر قرآن حکیم پڑھنے سے روح میت کو انس و سرور و ثواب حاصل ہوگا۔ بنابریں فقہائے کرام و مفسرین عظام و محدثین کرام نے قبور صالحین و علمائے ربانیین و مشائخ کاملین پر بنائے قبب کی اجازت فرمائی۔ تفسیر روح البیان جلد اول ص۸۷۹ میں ہے۔ قال الشیخ عبدالغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصة ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمي سنة فبناء لقباب علی قبور العلماء و الاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامة حتیٰ لا یختصروا صاحب هذا القبر و کذالک ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضا للاولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن و نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم و محبة فیهم جائز ایضاً لا ینبغی النهی عنه ۔ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی عبارت مسطورہ بالا کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ مقاصد شریعت کے موافق ہو وہ سنت ہے۔ بنا علیہ قبور علماء و صلحاء و اولیاء اللہ پر قبوں کا بنانا جائز ہے۔ قبر پر غلاف ڈالنا بھی بغرض اعلام شان جائز ہے۔ قبر پر عمامہ وغیرہ رکھنا بھی جائز ہے۔ خصوصاً جب کہ ان امور سے نظر عوام میں تعظیم و توقیر اولیاء اللہ کی ظاہر کرنا مقصود ہو تا کہ وہ اپنی جہالت سے قبور اولیاء کی توہین نہ کریں اور اس غرض سے مزار کے اردگرد قندیلیں روشن کرنا موم بتیاں جلانا بھی جائز ہے اور بغرض اظہار عظمت اولیاء اللہ

قبور کے نزدیک روغن زیتون وغیرہ جلانے کی نذر ماننا بھی جائز ہے کہ یہ سب اظہار محبت وعظمت کیلئے ہوتا ہے اور قبور مسلمین کی تعظیم وتوقیر مقاصد شرع سے ہے۔

مولوی صاحب! قبہ بنانے میں قطع نظر فوائد مذکورہ کے ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ قبہ کی چاردیواری سترہ کا کام دیتی ہے۔ جس طرف چاہیں نماز بلاکراہت ہو جاتی ہے۔ اگر قبہ نہ ہو تو قبر کے دائیں بائیں اور قبر کو سامنے کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عوام الناس قبہ کی بدولت ارتکاب کراہت سے محفوظ رہتے ہیں۔ نیز قبر پر بیٹھنے، چلنے ،تکیہ لگانے بول وبراز کرنے سے بھی ممنوع ہو جاتے ہیں۔ کوئی درندہ پرندہ چرندہ تک قبر پر نہیں بیٹھ سکتا اور بالخصوص ہندوستان میں کفار ومشرکین ہنود ویہود ونصاریٰ ومجوس کی نگاہ میں اولیائے کرام اور علمائے عظام کی ہیبت وجلال پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کی شوکت وارباب صلاح وتقویٰ کی عظمت کا سکہ ان کے قلوب میں جم جاتا ہے کہ یہ ہیں خدائے قدوس کے پرستار اور یہ ہیں نیازمندان سید ابرار وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ من اللہ الغفار۔ تو معلوم ہوا کہ قبہ بنانا بے فائدہ نہیں۔ ہاں اگر بے فائدہ ہو تو منع ہے۔ اضاعت مال واسراف ہے۔ اسی کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں ''در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بظاہر مصلحت در تعمیر وترویج مشاہد ومقابر مشائخ وعظماء دیدہ چیز ہا افزودند تا آنجا ابہت وشوکت اہل اسلام وارباب صلاح پیدا آید خصوصا در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود وکفار بسیار اند وترویج واعلائے شان ایں مقامات باعث رعب وانقیاد ایشان است وبسا اعمال وافعال واوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحسنات گشتہ''۔

مولوی خیر محمد صاحب! کچھ سمجھ میں آیا حضرت شیخ نے کیا فرمایا۔ اس زمانہ میں قبہ بنانا مستحسنات سے ہے۔ کیونکہ عوام کی چشم بصیرت وا نہیں۔ وہ عوام وخواص میں امتیاز نہیں کر سکتے کہ یہ کس کی خاک عزیز زیر پا ہے۔ قبروں کو پامال کرتے ہیں۔ لہٰذا خواص کی قبور کو ممتاز حیثیت دینا ضروری ہوتا کہ ان کا احترام باقی رہے۔ اگر آپ کو اور آپ کے اکابر کو یہ بات پسند نہیں تو مرتے دم ورثاء کو وصیت کر جائیں کہ ہماری قبروں پر ہل چلانا اور خوب پامال کرنا اور بجائے پھول وغلاف کے اُپلے تھاپنا۔

اور سنئے! مجمع البحار میں ہے وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء و اولیاء و العلماء لیزور الناس و یستریحون فیہ یعنی بلاشبہ سلف صالحین نے علماء وفضلاء کی قبور پر بنائے قبب کو جائز قرار دیا تا کہ زائرین زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور وہاں بیٹھ کر استراحت کریں۔

علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ توربشتی سے نقل فرماتے ہیں۔ وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورھم الناس و یستریحون بالجلوس۔ قبور مشائخ وعلماء مشاہیر پر قبب کی بناء جائز ہے تا کہ زائرین وہاں بیٹھ کر آرام کریں۔ مولوی صاحب! اگر آپ کو جواز بناء اقباب کی تحقیق مطلوب ہو تو ہمارا رسالہ اثبات قبہ جات اور دیگر اہلسنت کے رسائل ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو ان تمام احادیث واردہ دربارہ ممانعت بناء علی القبور کا مطلب سمجھ آجائے گا۔

اور مزارات اولیائے کرام وعلمائے عظام پر اسی نیت سے چراغاں کرنے کی اجازت دی لیکن عین قبر پر چراغ نہ رکھا جائے۔ بلکہ قبر کے اردگرد چراغ روشن کیا

جائے۔ عین قبر پر چراغ رکھ کر روشن کرنا ممنوع ہے۔ لان سقف القبر حق الميت وفيه من الاستخفاف بحق اخيه علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ کی جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں۔ قال الوالد رحمه الله تعالىٰ فی شرحه على شرح الدرر من مسائل المتفرقة اخراج الشموع الى القبور بدعة واتلاف مال كذافى البزازية وهذا كله اذا خلا عن فائدة واما اذا كان موضع القبور مسجد او على طريق او كان هناك احد جالس او كان قبر ولى من الاولياء او عالم من المحققين تظيما لروحه المشرقة على تراب جسده كاشراق الشمس على الارض اعلاما للناس انه ولى يتبركوا به و يدعو ا الله تعالىٰ عنده فيستجاب لهم فهو امر جائز لا منع منه والاعمال بالنيات یعنی والد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ درر و غرر میں فتاویٰ بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل بے فائدہ ہو اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء سے کسی عالم کا ہے۔ وہاں شمعیں روشن کریں۔ اُن کی روح مبارک کی تعظیم کیلئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر تا کہ اُس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار پاک ہے تو اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائزہ ہے اس سے اصلاً ممانعت نہیں ہے اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ حضرات! اس ایمان افروز

وہابیت سوز ارشاد ہدایت بنیاد نے مسئلہ شموع مزار کو بھی واضح کر دیا کہ اگر روشنی سے فائدہ مقصود ہے اور اولیائے کرام وعلماء ذوی الاحترام کی تعظیم وتوقیر ملحوظ ہے تو ہرگز ممنوع نہیں بلکہ بمصداق و من يعظم شائر الله فانها من تقوىٰ القلوب ۔ قبور مشائخ کی توقیر و تعظیم کرنے والے کی متقی ہونے کی علامت ہے۔

حضرات! مولوی صاحب نے حلوہ کھانے کا شکوہ کیا ہے۔ مولوی صاحب یہ خدائے قدوس کا فضل وانعام ہے جس کو چاہے حلوہ کھلائے اور قسم قسم کی نعمتوں سے متمتع و سرفراز فرمائے۔ آپ کا اعتراض وشکوہ بے جا ہے۔ اگر آپ کی قسمت میں حلوہ نہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ ''حلوہ خوردن را روئے باید''۔ یہ فقیر تو تین دن سے بفضلہٖ تعالیٰ مع اپنے رفقاء کے حلوہ اور لذیذ لذیذ غذائیں کھا رہا ہے۔ سرکار مدینہ کا صدقہ ہے جو مل رہا ہے اور ہمیشہ اہلسنّت وجماعت کو بلکہ تمام جہان کو انہیں کے صدقہ میں رزق ملتا ہے۔ آسمان وزمین خوان ہیں اور سارا جہان مہمان اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم میزبان ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے:

آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

لیکن وہابیہ دیو بندیہ کی حالت یہ ہے:

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے اُلجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

جناب مولانا! حلوہ اور شیرینی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ آپ

حضور کی پسندیدہ چیز سے نفرت کرتے اور کھانے والوں پر اعتراض جڑتے ہیں۔
دیکھئے مسلم شریف اور ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہے: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب العسل و الحلوۃ
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حلوہ اور شہد پسند فرماتے تھے۔ بنا بریں اہلسنت کا معمول ہے کہ
شب برأت (شبرات) میں یعنی شعبان المعظم کی پندرھویں شب کو عاصیوں کے گناہ
بخشے جانے کی خوشی میں حلوہ جیسی لذیذ و شیریں چیز پکا کر ارواح طیبہ اہلسنت و
جماعت کو ایصال ثواب کرتے ہیں: آپ فرمائیے اس میں ناجائز چیز کون سی ہے؟

جو حلوہ بھی شبرات کا ناروا ہے
بتاؤ تو اس میں نجس چیز کیا ہے
روا ہے وہ خود جس کا حلوہ بنا ہے
حقیقت میں منہ ہی تمہارا برا ہے
یہ گھی اور میوے کا عمدہ نوالا
ملے اُس کو جو ہووے تقدیر والا

ہاں اگر آپ کو حلوہ سے نفرت ہے تو آپ پکھا اور کھالیا کیجئے اور اگر آپ حلوے سے چڑ
گئے ہیں تو صرف منہ بگاڑا کریں۔ بدعت و حرمت کا فتویٰ نہ ٹھوکا کریں۔
حضرات! میں نے بفضلہ تعالیٰ ثبوت علم غیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
جواز بنائے قبب و پختہ قبور اور روشنی مزارات اولیائے کرام اور حلوہ و شیرینی کی اباحت
پر کافی سے زائد دلائل و براہین پیش کر دیئے۔ اب دوسری صحبت میں انشاء اللہ تعالیٰ
کفریات دیوبندیہ پیش کروں گا۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔
حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب یہ وہابیت شکن تقریر کرنے کے بعد بیٹھ
گئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب مولوی خیر محمد صاحب کھڑے ہو کر میری باتوں کا
جواب دیں گے لیکن مولوی خیر محمد پر کل کے مناظرے کی اس قدر ہیبت طاری تھی کہ
انہیں جرأت نہ ہوئی کہ اُٹھ کر تقریر کریں۔ آپ بدستور بانس کے پردے میں چھپے
بیٹھے رہے۔ مولوی محمد علی جالندھری مولوی خیر محمد صاحب کے چہرے کو ٹکٹکی لگائے دیکھ
رہا تھا اور اُن کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو دیکھ دیکھ کر دہشت زدہ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر
کے بعد جب اُس نے معلوم کیا کہ مولوی صاحب تو اٹھنے کا نام نہیں لیتے اُن کی جان
پر بن رہی ہے۔ لہذا کچھ ہمت خود ہی کرنی چاہیے ورنہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔
چنانچہ اُس نے کھڑے ہو کر تقریر کرنی شروع کی لیکن ابھی دو تین لفظ ہی منہ سے
نکالے تھے کہ حضرت ابوالبیان حافظ مظہر الدین صاحب نے ٹوکا۔
مولوی مظہر الدین صاحب: ''مولوی محمد علی صاحب! بے ادبی معاف پہلے آپ مجھے یہ
بتائیں کہ آپ کس حیثیت سے تقریر کر رہے ہیں؟''
مولوی محمد علی: ''میں حیثیت ویثیت کچھ نہیں جانتا میں صرف مولوی سید احمد صاحب کی
تقریر کا جواب دینے لگا ہوں''۔
مولوی مظہر الدین صاحب: ''آپ مناظر ہیں؟''
مولوی محمد علی: ''میں مناظر تو نہیں ہوں ہمارے مناظر تو مولوی خیر محمد صاحب ہیں''۔
مولوی مظہر الدین صاحب: ''تو آپ کو کیا حق ہے کہ ہمارے مناظر کی تقریر کا جواب
دیں۔ جب آپ کا مناظر موجود ہے تو آپ اُسے کھڑا کریں تا کہ وہ ہمارے مناظر کی

تقریر کا جواب دے۔ آپ ہرگز اس کی موجودگی میں تقریر نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر، مناظرہ کرنے سے عاجز ہے تو یہ علیحدہ بات ہے۔ اس صورت میں آپ اُن کی عاجزی کا اعلان کر کے تقریر کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کسی صورت میں تقریر کرنے کے مجاز نہیں ہیں"۔

مولوی محمد علی: "مجھے میری جماعت نے صدر مقرر کیا ہے۔ آپ نے مقرر نہیں کیا۔ میں اپنی جماعت کی رضامندی سے تقریر کر رہا ہوں۔ اگر میری جماعت مجھے تقریر کرنے سے روک دے تو میں ابھی اپنی تقریر بند کر دیتا ہوں۔ (اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر) کیوں بھائیو! میں تقریر کروں یا بند کر دوں؟"

چند دیوبندی دھیمی آواز سے "جی ہاں۔ آپ تقریر کریں"۔

مولوی مظہر الدین صاحب: "مولوی صاحب آپ کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت سے جو نتائج مرتب ہونگے ان کی تمام ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی۔ میں مکرر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ مولوی خیر محمد صاحب کو تقریر کیلئے کھڑا کریں۔ میں آپ کو ہرگز تقریر نہیں کرنے دوں گا۔ (مولوی خیر محمد صاحب سے مخاطب ہو کر) مولوی خیر محمد صاحب! آپ کیوں سامنے آ کر تقریر نہیں کرتے۔ اگر آپ مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں تو آپ اعلان کر دیں کہ میں مناظرہ نہیں کر سکتا۔ تاکہ آپ کی جماعت کی طرف سے کوئی اور آدمی کھڑا ہو کر مناظرہ کرے لیکن مولوی خیر محمد صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور صدر دیوبندیہ مولوی محمد علی نے بدستور اپنی تقریر کو جاری رکھا"۔

دیوبندی صدر کی اس ڈھٹائی اور ضد سے تمام پبلک اُکتا گئی۔ خود دیوبندی اپنے صدر کی ذہنیت پر پیچ و تاب کھانے لگے چنانچہ ان کی جماعت میں سے دو بوڑھے کھڑے

ہو گئے اور مولوی محمد علی کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

دونوں بوڑھے۔ (دیوبندی جماعت میں سے) "مولوی صاحب! خدا کے واسطے اپنے اس مناظرے کو بند کریں۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں اس مناظرے سے ہم پر خدائی قہر نہ نازل ہو جائے۔ صبح سے لے کر اس وقت تک اس خانہ خدا میں جو گفتگو آپ کر رہے ہیں کوئی شریف آدمی اپنی زبان پر بھی اُسے لانا پسند نہیں کرتا۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں ہم دو سفید ریش خادم ہونے کی حیثیت سے عرض کرتے ہیں کہ مہربانی فرما کر اس مناظرے کو ختم کریں"۔

مولوی محمد علی نے جب دیکھا کہ اب تو برے پھنسے خود ہمارے آدمی اُٹھ کر ہمیں ڈانٹنے لگے اس نے جھٹ اُن بوڑھوں کو اپنے پاس بلایا اور اُن کے کان میں کچھ کہا:

چنانچہ وہ دونوں بوڑھے مولوی مظہر الدین صاحب کے پاس آئے اور انہیں کہنے لگے کہ "دیوبندی تو مناظرہ بند کرنے والے ہیں۔ آپ بھی مناظرہ بند کر دیں"۔

مولوی مظہر الدین صاحب: "ہرگز نہیں ہم کبھی مناظرہ بند نہیں کریں گے۔ ہاں اگر دیوبندی اس بھرے مجمع میں اپنے اکابر کے کفریات کا اقرار کر لیں تو ہم ابھی مناظرہ بند کر دیتے ہیں"۔

دونوں بوڑھے "ذرا بتایئے تو سہی اُن کے کفریات کیا ہیں؟"

مولوی مظہر الدین صاحب: ہاں یہ بات معقول ہے ہم اُن کے کفریات انہی کی کتابوں سے پیش کیے دیتے ہیں۔ سنئے مولوی محمد اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھتا ہے کہ "زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف گو جناب رسالت مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا

بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے"۔ اب آپ ہی بتایئے کہ جو شخص اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھے آپ اُس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں؟

دونوں بوڑھے: "ہرگز نہیں ہم ایسے شخص کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں"۔

مولوی محمد علی کچھ تو حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب کی تقریر سے حواس باختہ ہو چکا تھا اس پر ان دونوں بوڑھوں کی ڈانٹ ڈپٹ سے رہے سہے ہوش بھی کھو بیٹھا تھا۔ جس وقت اُس نے ان بوڑھوں کی بات کو سنا فوراً بوکھلا کر بول اُٹھا۔

مولوی محمد علی: "ہم بھی ایسے شخص کو جو اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھے کافر اور مرتد سمجھتے ہیں"۔

مولوی محمد علی کا یہ لفظ کہنا تھا کہ تمام سامعین نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔ تمام تلون کے لوگ کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے کہ چونکہ دیوبندی مولوی نے اپنے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر اور مرتد تسلیم کر لیا ہے لہذا علمائے اہلسنت و جماعت کی فتح ہو گئی۔ یہ مناظرہ تاریخ عالم میں یادگار رہے گا۔ اس میں ایک اہم مسئلے کا فیصلہ ہو گیا کہ جس کا بڑے بڑے مناظروں میں بھی فیصلہ نہ ہوا تھا۔

مولوی محمد علی کہنے کو تو یہ لفظ کہہ گیا لیکن بعد میں بڑا پچھتایا۔ سنا ہے کہ چند دیوبندی مولویوں نے بھی اُس کو ڈانٹا کہ تم نے کیا غضب کر دیا۔ ہم کتنے عرصے سے اس بات پر اڑے ہوئے ہیں اور مناظرے کر رہے ہیں کہ یہ عبارت کفریہ نہیں لیکن تم نے جھٹ کہہ دیا کہ یہ عبارت لکھنے والا کافر ہے۔

عصر کی نماز کے بعد علمائے اہلسنت و جماعت کا ایک زبردست اور شاندار

جلوس ترتیب دیا گیا اور تلون کے تمام گلی کوچوں میں گشت کرایا گیا۔ جلوس میں علمائے اہلسنت و جماعت کے علاوہ تلون و مضافات تلون کے پانچ چھ سو اشخاص نے شرکت کی۔

نعت خوان حضرات حضرت حکیم مولوی محمد حسن صاحب محسم پوری کی مندرجہ ذیل نعت پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کر رہے تھے۔

باسمہ تعالیٰ

نعت شریف

لبھا دیس عرب تھیں اوہ سوہنا جنھوں ڈھونڈ پھری نگری نگری
سلطان حسینانِ دو جہاں هُوَ مُدَّ جِرِیُ عَالِ الْقَدرِ
بے مثل ہے جو بن سوہنے دا مارے چمکاں نور خدا مکھ پ
ہیں سوئے رُخش ہم سوئے قمر هُوَ حَسَنُ الْوَجْهِ مِنَ الْقَمَرِ
آیا جگت میں ہو کے رسول اللہ اور مکھ سے پکارا الا اللہ
در سر و خفا اَللّٰهُ اَللّٰهُ لَا مِثْلَ لَهٗ عِنْدَ الْبَشَرِ
معراج کی شب جو کچھ پایا جبرئیل کی بھی حاجت نہ رہی
شد واقف سر خفی و جلی فَاقْرَاءُ مَا قُلْتُ مِنَ الْخَبَرِ
تیرے در کے سوا کوئی در ہی نہیں جہاں جا کے کروں فریاد اپنی
فَوَقَفْتُ بِبَابِكَ یَا سَنَدِیْ بِمُحَمَّدٍ حَسَنٍ مِنَ النَّظَرِ

رات کو اہلسنت و جماعت کا ایک زبردست اور عظیم الشان جلسہ سکول کے پاس ہوا جس میں دو تین سو آدمیوں نے شرکت کی۔ متعدد حضرات نے مختلف موضوعات پر تقریریں کی اور جلسہ پورے ایک بجے بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دوسرے دن مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب تلون سے روانہ ہو کر شہر جالندھر تشریف لائے اور مولوی عبدالجلیل صاحب فاضل حزب الاحناف و صدر مدرس مدرسہ کریمیہ جالندھر کی قیام گاہ میں فروکش ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شہر کے اکثر معززین حضرات قدم بوسی کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو تلون کے تمام واقعات بالتفصیل سنائے اور اس عظیم الشان فتح کی مبارکباد دی۔

اہالیان جالندھر کے ایماء سے بعد از نماز عشاء درگاہ خواجہ امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ میں ایک زبردست جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں متعدد حضرات کی تقاریر کے بعد علامہ الدہر استاذ العلماء ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب نے ایک زبردست اور مدلل تقریر کی اور وہابیہ دیوبندیہ کے کفریات پڑھ کر تمام لوگوں کو سنائے اور انہیں ان خفی نما وہابیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کی تقریر اس قدر موثر تھی کہ ایک دیوبندی مولوی نے (جو سنا گیا ہے کہ مولوی خیر محمد صاحب کے حلقہ احباب میں سے تھا) اپنے تمام پچھلے کفریہ عقائد سے توبہ کی اور نئے سرے سے کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہوا۔ جلسہ تقریباً ایک بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے دن حضرت قبلہ علامہ ابوالبرکات صاحب مع تمام علمائے اہلسنت و جماعت کے جالندھر سے روانہ ہو کر بذریعہ ریل شہر لاہور تشریف لائے۔ فقط

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ حضرت علامہ الدہر مولانا ابوالبرکات

صاحب کو ہمارے سروں پر بدیر سلامت رکھے۔ تاکہ آپ کے زیر سایہ بلیات دینی و دنیوی سے ہم مامون رہیں اور انہیں جمیع مصائب دنیوی و اخروی سے مصئون رکھے۔

آمین ثم آمین

این دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

تمت

===============

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہابیہ دیوبندیہ کے مختصر عقائد و اباطیل

حضرات! اہلسنت و جماعت ہوشیار! ہوشیار!! عیار وہابیوں اور چالاک دیوبندیوں کے دام تزویر سے بچو اور اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھنے کیلئے ان کے یہ عقائد فاسدہ اور خیالات باطلہ پیش نظر رکھو جو تمہاری واقفیت کیلئے صحیح حوالوں کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔ دیوبندی وہابیوں کی گمراہی پر عرب و عجم کے علمائے کرام فتویٰ دے چکے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ نہ اُن پر مسلمانوں کے احکام۔

(دیکھو حسام الحرمین مطبوعہ مطبع اہلسنت و جماعت بریلی)

(۱) تقیہ: یعنی اپنے مذہب کو چھپانا اور سنیوں کو مغالطہ دینے کیلئے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرنا۔ یہ وہابیہ کے طرز عمل سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے

(۱) وہابیہ کی کتاب التلبیسات لدفع التصدیقات مطبوعہ عزیز المطابع میرٹھ جس کے صفحہ ۱۲ میں اہلسنت کو دھوکہ دینے کیلئے یہ ظاہر کیا ہے کہ عبدالوہاب نجدی خارجی ہے باوجودیکہ وہابی اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل صفحہ ۸ ''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ اور اُن کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی مالکی حنبلی کا ہے''۔ مسلمانو! خود انصاف کرلو کہ دیوبندی اور وہابی میں کیا فرق ہے؟ جبکہ مفتی صاحب نے خود یہ فیصلہ کیا ہے جو نہایت مشہور و معروف سرگروہ علماء دیوبند ہیں۔

(۲) التلبیسات کے صفحہ ۴۳ میں مولود شریف کو جائز و مستحب ظاہر کیا ہے اور درحقیقت وہابی دیوبندی اس کے منکر ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے۔

سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟

الجواب: عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔

اسی فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۲۵ میں ہے:

مسئلہ: محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور

روایات موضوع اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

اسی جلد کے صفحہ ۱۰۰ میں ہے ''فقط انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے''۔

جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔

(۳) اسی تلبیسات کے صفحہ ۶۳ میں قیام میلاد شریف کا انکار اور اس کے قیام کو ناجائز قرار دیا ہے اور صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کے تشریف لانے میں تو کچھ استبعاد نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے اور اتنی بات کا عقیدہ رکھنے والا برسر غلطی بھی نہ سمجھا جائے گا۔ یہاں یہ ظاہر کر کے سنی بنے اور پردہ اُٹھا کر حقیقت حال دیکھئے تو قیام مولود شریف کے پورے دشمن ہیں۔

براہین قاطعہ مطبوعہ ساڈھورہ ص ۱۴۰ میں لکھتے ہیں:

''الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام و فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک۔ چوتھی صورت میں اتباع ہوا و کبیرہ ہوتا ہے۔ پس کسی وجہ سے مشروع و جائز نہیں''۔ (نعوذ باللہ ذالک) آہ بلفظہ

اسی صفحہ میں لکھا ہے:

کہ خود یہ مجلس (میلاد شریف) ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اس کے کی نہیں ہو سکتی۔ آہ بلفظہ

اسی صفحہ میں روح اقدس کے تشریف لانے کی نسبت لکھا ہے کہ یہ عقیدہ محض اختراع ہوا و کید شیطان ہے۔ آہ بلفظہ

اہل نظر غور فرمائیں کہ وہابیہ کے عقائد کیا ہے؟ اور مطلب کے موقع پر انہیں چھپا کر اپنے آپ کو کیسا خالص سنی ظاہر کرتے ہیں۔ یہ چند مثالیں نمونہ کے طور پر پیش کی گئیں۔ اگر وہابیوں کی ایسی ایسی چالاکیاں جمع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے بہر حال انصاف کو ان کی تقیہ بازی کا حال معلوم کرنے کیلئے اس قدر کافی ہے۔

(۲) امکانِ کذب: یعنی خدا تعالیٰ کے جھوٹ بول دینے کو (معاذ اللہ) جائز اور ممکن سمجھنا۔

عبارت: ''امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے۔ کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟'' (براہین قاطعہ مؤلفہ خلیل احمد انبیٹھوی ص ۲) اور رشید یہ احمد گنگوہی نے وقوع کذب باری کے قائل کو ضال اور فاسق اور کافر کہنے سے منع کیا اور وقوع کذب کے معنی درست ہونے کی تصریح کر دی۔ اس کا مہری فتویٰ اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ الاقدس کے یہاں موجود ہے اور اس کا فوٹو دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور میں موجود ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ کو بھی وہابیہ کے نزدیک غیب کا علم نہیں۔ البتہ چاہے تو دریافت کر سکتا ہے۔

عبارت: ''سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو، جن فرشتہ کو، پیر شہید کو، امام و امام زادہ کو، بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی''۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۰ مطبوعہ مطبع افتخار دہلی)

(۴) زمان و مکان و جہت سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور اُس کی رویت کا بلا جہت و محاذات اثبات (جو مسلمانوں کے اعتقادات میں سے ہے) سب من قبیل بدعات حقیقیہ ہیں۔

عبارت: ''تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیت و زیادتِ صفات و تاویل متشابہات و اثبات رویت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر فرد و ابطال ہیولےٰ و صورت و نفوس و معقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قول بصدور عالم و امثال آں از مباحث فن کلام و الٰہیات و فلاسفہ ہم از قبیل بدعات حقیقیہ است۔ اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔

(ایضاح الحق مصنفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ ۳۵، ۳۶)

اس پر تو وہابیہ دیوبندیہ نے بھی نادانستگی میں مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب کی خوب تکفیر و تفسیق و تجہیل و تضلیل کی ہے۔

(دیکھو دیوبندی مولویوں کا ایمان مطبوعہ مطبع اہلسنت و جماعت بریلوی، جو دفتر حزب الاحناف ہند اندرون دہلی دروازہ لاہور سے دستیاب ہو سکتا ہے)

(۵) انکارِ خاتمیت بمعنیٰ آخریت۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کرنا اور آیہ کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے ایک نئے معنی اپنے دل سے تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف تراشنا۔

عبارت: ''عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا

کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے"۔ الخ۔

(تحذیر الناس مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۱۹ھ صفحہ ۳ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

دوسری عبارت: "بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (تحذیر الناس صفحہ ۱۴) اسی مضمون کی تیسری عبارت: "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

(تحذیر الناس صفحہ ۱۸، مصنفہ محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

(۶) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثل ونظیر ممکن جاننا۔

عبارت: "پس قول بامکان وجود مثل اصلاً منجر بتکذیب نصی از نصوص دیگر وسلب قرآن مجید بعد از انزال ممکن است"۔

(یکروزی مصنفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی مطبع فاروقی صفحہ ۱۴۴)

(۷) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑا بھائی کہنا۔

عبارت: "انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے"۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰)

"لطیفہ: مولوی محمد اسماعیل صاحب کا قول تو یہ ہے کہ بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور صفحہ ۷ میں اہلسنت کو مغالطہ دینے کیلئے سترھویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

اب کوئی ان صاحبوں سے دریافت کرے کہ اسماعیل آپ کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں؟

دوسری عبارت: "پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے"۔ (براہین قاطعہ صفحہ ۳)

تیسری عبارت: "اولیاء انبیاء امام امام زادے پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی"۔

(تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ مطبوعہ مطبع افتخار دہلی)

(۸) انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کو امت سے کم بتانا۔

عبارت: "انبیاء امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں"۔

(تحذیر الناس ص ۸)

(۹) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو شیطان سے کم جاننا۔

عبارت: شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم

کوکون سی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کورد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

(براہین قاطعہ ص ۵۱)

دوسری عبارت: "اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ"۔

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۲)

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو بچوں اور پاگلوں اور چوپایوں کے علم سے تشبیہ دینا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

عبارت: "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے"۔

(حفظ الایمان مطبع مجتبائی مصنفہ اشرف علی تھانوی صفحہ ۷، ۸)

(۱۱) مدرسہ دیو بند کے تعلق سے فخر عالم علیہ السلام کو اُردو بولنا آ گیا۔ (معاذ اللہ)

عبارت: "ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گیا۔ آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب سے علمائے دیو بند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ۔ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براہین قاطعہ صفحہ ۲۶)

(۱۲) "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"۔ بلفظہٖ

(تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴)

ہم تو بڑا مخلوق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو جانتے ہیں۔ اگر وہابیہ بھی انہیں بڑا مخلوق کہتے ہیں جب تو یہ انبیاء کی کھلی توہین ہے۔ اگر انہیں بڑا مخلوق نہیں کہتے تو کس کو بڑا مانتے ہیں؟ اس سے انبیاء، دوسروں سے چھوٹے ٹھہریں گے یہ بھی توہین ہے۔

(۱۳) تقویۃ الایمان میں حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان الفاظ میں افتراء کیا ہے

عبارت: "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۰)

(۱۴) نماز میں حضرت کی طرف خیال لے جانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے کئی درجہ بدتر ہے۔ (معاذ اللہ)

عبارت: "وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو کہ جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است۔

(صراط المستقیم صفحہ ۹۵)

(۱۵) اپنے پیروں کی نسبت وہابیہ کی تعلیاں۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنے پیر کی نسبت لکھا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ کر امور قدسیہ سے بہت بلند اور نادر چیزیں اُن کے سامنے پیش کیں اور فرمایا کہ تمہیں میں نے اتنا دیا ہے اور بہت کچھ دوں گا۔ (دیکھو صراط المستقیم مطبع ضیائی صفحہ ۱۷۵)

مسلمانو! شفا شریف میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمنشینی۔ اُس تک صعود۔ اُس سے باتیں کرنے کا مدعی ہو وہ کافر ہے۔ (کذلک) ای یکفر من ادعی

مجالسة الله تعالىٰ والعروج اليه ومكالمته) ملخصا

(۱۶) اپنے پیر یا اُستاد کو نبی یا رسول یا اُن کا ثانی بنانا اور اُس کے غلام کو کسی رسول کا ثانی کہنا:

زبان پر اہلِ اہوا کی ہے کیوں اُعلُ ہبل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

(مرثیہ رشید احمد گنگوہی مصنفہ محمود حسن دیو بندی صفحہ ۶)

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا اُن کے لقب ہے یوسفِ ثانی

(مرثیہ رشید احمد گنگوہی مصنفہ محمود حسن دیو بندی صفحہ ۱۱)

(۱۷) اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے اپنے خواب اور بیداری کا واقعہ ان لفظوں میں لکھا ہے۔ ”کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی۔ کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے

میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی۔ زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن بدستور بے حسی تھی اور اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے۔ اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا اَشْرَفْ عَلِيْ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی۔ خوب رویا اور بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ (از رسالۃ الامداد بابت صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵)

اہل اسلام: اپنے قلوب سے فتویٰ لیں کہ آیا کسی کامل الایمان کی زبان سے سوتے جاگتے کسی حال میں کلمہ شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی جگہ کسی دوسرے کا نام نکل سکتا ہے یا ایسا وہم بھی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ دوسرے کی محبت اس قدر غالب ہو کہ بار بار کی کوششوں پر بھی زبان سے حضور کا نام نہ نکلے اور اشرف

علی ہی کا نام خواب میں کیا بیداری میں نیم سا کہہ کر لیتا جائے اور اس روز ایسا ہی کچھ حال رہے اور حضرت کا نام لینے سے مجبور ہو جائے۔ اگر خدا نہ کرے کسی کی ایسی حالت ہوئی ہو تو یہ سخت قہر الٰہی اور شیطان کا زبردست تسلط تھا۔ اگر اسی حالت میں موت آجاتی تو دنیا سے بے ایمان جاتا (العیاذ باللہ) یہ تو مرید کی حالت تھی، مگر پیر اس سے زیادہ خراب حالت میں ہے۔ مرید نے تو اس کو غلطی بھی خیال کیا اور اس کو رفع کرنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ غلطی خوب جمی ہوئی اور قلب میں سرایت کی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ مجبور رہا۔ پیر صاحب اس کو غلطی بھی نہیں قرار دیتے اور اس کے دفع و ازالہ کی ہدایت بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر مرید کو پختہ اور مستقل کرنے کیلئے اس حالت بد کو حالتِ محمودہ ہونا اس طرح مرید کی خاطر گزیں کرتے ہیں کہ اس میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو (یعنی اشرف علی) وہ متبع سنت ہے۔ اس سے اور دوسرے مریدوں کو جرأت دلائی جاتی ہے کہ اشرف علی کے متبع سنت ہونے کی تسلی اس طرح ہوتی ہے کہ کلمہ شریف اور درود شریف میں اس کا نام لیا جائے اور اس کو نبی کہا جائے۔ اب کون مرید ہے جو پیر کے متبع سنت ہونے کی طرف سے تسلی حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ یہ تعلیم ہے کہ سارے مرید اس طرح کہا کریں۔ اسی لئے اس واقعہ اور خواب کو اپنے یہاں چھاپ کر مشتہر کیا تاکہ اور مرید اس راستہ پر آئیں۔

مسلمانو! آنکھیں کھولو، بیدار ہو، رہزنوں کو پہچانو، اپنے ایمان کو بچاؤ، وہابیہ دیوبندیہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تو توہین و تنقیص کے درپے ہیں اور اپنے آپ رسول بنانا چاہتے ہیں۔ اب ان کی گمراہی اور بے دینی میں کیا کسر رہ گئی۔ صرف اتنا اور باقی ہے کہ کلمہ شریف میں اللہ کے نام پاک کی جگہ خواب و بیداری میں اشرف علی کا نام

کیا جائے اور جواب میں کہہ دے کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ تم جس طرف رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۸) سیدتنا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں گستاخی اور اہل بیت نبوت و رسالت کی سخت تشنیع و توہین۔

عبارت۔ ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (اشرف علی تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا میرا (اشرف علی) کا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا (کہ کمسن عورت اس کے ہاتھ آئے گی) اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔ (منقول از رسالہ الامداد صفحہ ۳۵)

مسلمانو! ہزار افسوس! بے شمار افسوس!! اس چودھویں صدی کے حکیم امت کو حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا پاس ادب اور عظمت و احترام

---

[1] صراط مستقیم صفحہ ۱۶ میں یہ راستہ بھی بتا دیا ہے۔ عبارت۔ از جملہ آں شدت تعلق قلب است بمرشد خود استقلالانہ باں ملاحظہ کہ ایں شخص ناداں فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بلکہ کیفیتے تعلق عشق بہاں مگر ود چنانکہ یکے از اکابر ایں طریق فرمودہ کہ اگر حق جل وعلا در غیر کسوت مرشد من تجلی فرماید بر آئینہ بر او والتفات و کار نیست۔ یہاں تو پیر کے ساتھ وہ شدید تعلق تعلیم کیا جاتا ہے کہ بالاستقلال اس کے ساتھ رابطہ اور تعلق ہو اور اس کے واسطہ فیض و ہدایت ہونے کا بھی لحاظ نہ کیا جائے بلکہ یہاں تک نوبت پہنچے کہ اگر خدا پیر کے سوا کسی اور صورت ظاہر ہو تو اس کی طرف التفات بھی نہ کیا جائے مگر یہ سب رتبے پیر ہی کیلئے ہیں۔ جناب رسالت مآب کے ساتھ شدت تعلق روا نہیں اُن کا خیال آنے سے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانا اس صراط مستقیم میں بہتر بتایا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

لطیفہ: مولوی اسماعیل نے اسی صفحہ ہو الے مضمون کو تقویۃ الایمان میں بے ادبی بتایا ہے۔ یہ تقیہ کا ایک اور نمونہ ہے

بھی نہ رہا۔ بے غیرت سے بے غیرت آدمی بھی اپنی ماں کو خواب میں دیکھ کر یہ تعبیر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ اس کی ایسی ہی سن وسال کی مرغوبہ سے شادی ہو جائے گی۔ ماں کے آنے کو جورو ملنے سے کوئی جاہل بھی تعبیر نہ کرے گا۔ مولوی اشرف علی کی غیرت وحمیت اس درجہ پر پہنچ گئی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غبار پائے ناقہ پاک پر ہماری ماؤں کی جانیں قربان۔ اللہ شرم دے ایمان دے۔

(۱۹) تذکرۃ الرشید مصدقہ خلیل احمد انبیٹھوی میں حاجی امداد اللہ صاحب کے سر ایک خواب تھوپا ہے۔ جس سے وہابیہ کی باطنی حالت نظر آتی ہے۔

عبارت: ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں۔ (یہی دیوبندی) اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (تذکرۃ الرشید جلد اول، صفحہ ۴۰۶)

مسلمانو! دیکھا یہ ہے وہابیہ کے قلوب میں حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت۔ پیر کو بڑھانے اور اپنے واجب التعظیم ثابت کرنے کیلئے کیا کیا خواب تراشے جاتے ہیں۔

(۲۰) چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں۔ لاریب یہ امر زبون ہے۔ آہ بلفظہٖ (سبیل الرشاد رشید احمد گنگوہی)

(۲۱) وہابیہ کے نزدیک دنیا میں کوئی مومن باقی نہیں رہا۔ سب بے ایمان اور کافر ہیں

عبارت: پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی۔ سو جان نکال لے گی جس کے دل میں رائی کے

دانہ بھر ایمان ہوگا سو رہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جائیں گے باپ دادوں کے دین پر (اسی بیان میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں) سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۴)

(۲۲) تمام نذر ونیاز اور منتیں کرنے والے اور انبیاء اولیاء کو اپنا شفیع سمجھنے والے وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک ابوجہل کے برابر مشرک ہیں۔

عبارت: پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر ونیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا (بت پرستوں کا) کفر وشرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے۔ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ بلفظہٖ تقویۃ الایمان ص ۸

(۲۳) وہابیہ کا انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے حواس کہنا اور یہ کہنا کہ بے حواسی کی وجہ سے احکام الٰہی تو ان کی سمجھ میں نہیں آتے اور خوف ودہشت کی وجہ سے دوبارہ دریافت نہیں کرسکتے۔ آپس میں کمیٹی کرکے امنا وصدقنا کر لیتے ہیں تو قرآن پاک آپس کی باتیں رہیں کلام الٰہی ہونے کا تو انکار ہوگیا۔ یہ ہے وہابیہ کا ایمان۔

عبارت: اس کے دربار میں اُن کا یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم دیتا ہے یہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب ودہشت کے مارے دوسری بار اُس بات کی تحقیق اس سے نہیں کرسکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں سوائے امنا وصدقنا کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۰)

(۲۴) علمائے دیوبند کی ترجیح اور علمائے مکہ کی توہین۔

عبارت: علماء دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب روشن ہے اور کچھ دور نہیں۔ جس مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے کہ ظاہر لباس وہیئت موافق شرع کے

رکھتے ہیں اور نماز کو بجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں۔ امر بالمعروف میں بشرط قدرت کو
تاہی نہیں کرتے اور تحریر فتویٰ میں رعایت غنی وفقیر کی نہیں۔ حق جواب دیتے ہیں اور جو
ان کو کوئی متنبہ کسی خطاء پر کرادے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں بسر وچشم
معترف ہوتے ہیں۔ یہ سب اوصاف واضح ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ امتحان
کرلے اور یہی قبولیت عند اللہ تعالیٰ کا نشان ہے اور علماء مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل
وعلم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے۔ جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ
کے جانتا ہے اور اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیونکہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں۔ اس
حالت میں ہیں کہ لباس ان کا خلاف شرع اسبال آستین اور چوغہ کے دامن وقمیص میں
کرتے ہیں۔ ریش اکثر اُن کی قبضہ سے کم۔ نماز میں بے احتیاطی۔ امر بالمعروف کا
باوصف قدرت کے نام ونشان نہیں۔ اکثر انگوٹھی چھلے غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے
ہوئے ہیں۔ قطع صفوف شائع ہے۔ فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوالو۔ اگر اُن
کے عصیان سے کوئی مطلع کردے تو مارنے کو موجود ہوجائیں اور خود شیخ العلماء نے جو
معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں اور بغدادی
رافضی نے کچھ روپیہ لے کر ابوطالب کو مومن لکھ دیا۔ خلاف روایت صحاح احادیث
کے۔ آہ بلفظہٖ (براہین قاطعہ صفحہ ۱۹،۱۸)

نوٹ: نمونہ کے طور پر وہابیہ کی چند خرافات لکھی گئیں تا کہ مسلمان ان سے پرہیز کریں
اور اپنے دین ومذہب کو محفوظ رکھیں۔ ہر ایک حوالہ صحیح ہے۔ اگر کوئی حوالہ غلط ثابت کر
دے تو فی غلطی سو روپیہ انعام۔

المشتہر۔ ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب

مابین سُنی وشیعہ

سنی مناظر علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ علیہ الرحمۃ

شیعہ اثناعشریہ مرزا احمد علی امرتسری

مُرتبہ: مولانا سید ابواحمد فضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعونہ سبحانہ وتعالی

یہ مبارک رسالہ نافعہ بحالہ اہلسنت و جماعت کو مسرور کرنیوالا شیعہ اثنا عشریہ کو راہ ہدایت دکھانے والا جسمیں وہ مناظرہ جو حضرت رئیس المناظرین سند المدرسین حامی سنین ماحی فتن علامہ سید ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور اور سر آمدہ فرقہ شیعہ اثنا عشریہ مرزا احمد علی صاحب امرتسری کے مابین موضع معین الدین پور سیداں ضلع گجرات میں ہوا تھا وہ بجنسہ درج کیا گیا ہے۔

مرتبہ

حضرت مولانا مولوی سید احمد فضل حسین شاہ صاحب

فاضل دار العلوم حزب الاحناف ہند لاہور

پہلی بار اسے

باہتمام اراکین انجمن معین الدین تاجورہ لاہور سے شائع کیا گیا تھا اب اس کی اشاعت کا اہتمام مکتبہ فیضان اولیاء نے فرمایا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم حضرت حجۃ الاسلام قبلہ عالم ماحی بدعت حامئ سنت جناب مولانا ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب فقیہ اعظم اور آپ کے صاحبزادگان حضرت مولانا مولوی حکیم حافظ قاری ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں اور استاذ العلماء فاضل نوجوان مناظر بے بدل حضرت مولانا علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی مقدس ہستیوں سے ایک عالم فیض یاب ہو رہا ہے فقیر کے حال پر بھی فضل الٰہی ہوا، ان پاک ہستیوں کی برکات سے عرصہ قلیل میں علوم دینیہ سے مالا مال ہوا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

معین الدین پور کے شیعہ حضرات نے کچھ عرصہ سے فتنہ فساد برپا کر رکھا تھا۔ ان کو بار بار تلقین کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا بلکہ خاکسار کی سخت مخالفت شروع کر دی قضاء الٰہی سے فقیر کی اہلیہ محترمہ ۵ ستمبر ۱۹۳۲ء کو بروز پیر رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مولی تعالی غریق رحمت کرے بوجہ چند مرحومہ کا جنازہ معین الدین پور لے جانا ہوا تجہیز وتکفین سے فراغت ہوئی تو ان حضرات نے پریشان کرنا شروع کیا صبرو شکر سے سب کچھ برداشت کیا۔

پھر ۶/۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء بتقریب چالیسواں مرحومہ گیا تو پہلے سے زیادہ مخالفت

پر ان کو کمر بستہ پایا عشاء کے بعد فقیر کا وعظ ہوا سادات کرام نے ان کو بلا کر اختتام وعظ پر راہ راست پر آنے کی ہدایت کی، طویل گفتگو کے بعد مناظرہ کی ٹھہری، دس دن کے اندر تاریخ مناظرہ اور مناظر مقرر کرنے کے معاہدے لکھے گئے لاہور آ کر حضرت استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب سے عرض کی آپ نے خوشی سے تشریف لے چلنے کا وعدہ فرمایا شیعوں نے معاہدہ تو لکھ دیا لیکن کوئی مجتہد شیعہ علماء احناف کے مقابلے میں آنے کو تیار نہ ہوا آخر مرزا احمد علی امرتسری کے پاس لاہور آئے، قرینہ سے معلوم ہوتا ہے اس نے بھی انکار کر دیا تاریخ مناظرہ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۳۲ء مقرر ہو چکی تھی لہذا احناف نے بار بار تقاضے کئے کہ شرائط وغیرہ کا جلد فیصلہ کر لو! اول میں دغا تو تھا ہی صاف انکار کر دیا فساد کا خوف ہے لہذا مناظرہ مناسب نہیں جب احناف کرام خاموش ہو گئے تو مرزا صاحب سے آ کر عرض کی کہ حضرت قبلہ اگر حضور تشریف نہ لے چلے تو ہمیں منہ دکھانے کی جگہ نہ ملے گی۔ آپ چلیں تو سہی ہم ایسا تقیہ کرتے ہیں کہ آپ ہی کی فتح ہو گی بے ہاتھ پاؤں مارے میدانی ہو کر آ جانا ہم تاریخ مناظرہ تک شرائط کا کوئی فیصلہ ہی نہیں کریں گے نہ وہ اپنے مناظر کو وقت پر لا سکیں گے نہ مناظرہ ہو گا مفت میں میدان خالی پا کر خوب مزے اڑانا بیچارہ احمد علی ان کے جل میں آ گیا اور معین الدین پور جا دھمکا ادھر احناف کے ساتھ ۲۲ تاریخ دوپہر کے بعد شرائط وغیرہ کا فیصلہ کیا تو انہوں نے گھبرا کر فوراً شیر سادات جناب حسین شاہ صاحب کو مولانا کی خدمت میں روانہ کیا وہ رات آٹھ بجے لاہور پہنچے اور مولانا سے واقعات عرض کئے حضرت علی الفور اٹھے اور عزم روانگی فرمایا حتی کہ ہمرکاب ہونے والے خدام جو منتظر اطلاع تھے وہ تک نہ چل سکے صرف خادم ہمراہ ہوا اور بس۔

ساڑھے نو بجے کی گاڑی سے راتوں رات چل کر راستہ سے مولانا نظام الدین صاحب ملتانی کو وزیر آباد سے ہمراہ لے کر صبح ۹ بجے سے پہلے مناظرہ گاہ میں جا تشریف فرما ہوئے اتنے میں حضرت مولانا حافظ پیر سید ولایت شاہ صاحب بھی گجرات سے معہ خدام تشریف لے آئے مولانا محمد شفیع بھی وزیر آباد سے وقت پر آپہنچے یہاں آ کر معلوم ہوا کہ شیعہ صاحبان کل سے بغلیں بجا رہے ہیں اور حضرت مولانا کے متعلق طرح طرح کی غلط خبریں مشہور کر رکھی ہیں۔ لیکن جب انہوں نے حضرت مولانا کو مناظرہ گاہ میں جلوہ افروز دیکھا تو رنگ فق ہو گئے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دور دور سے لوگ مناظرہ کی شہرت سن کر آئے ہوئے تھے ہزاروں کی تعداد میں مجمع تھا۔ فقیر نے ان کے ذمہ داروں سے عرض کی وقت ہو چکا ہے اپنے مناظر کو لائیے۔ تو چائے کا بہانہ کیا اصرار کرنے پر مجبوراً حواس باختہ دوڑے ہوئے گئے اور جوں توں کر کے مرزا صاحب کو مناظرہ گاہ میں لے ہی آئے۔ حضرت مولانا نظام الدین صاحب قبلہ نے شرائط مجوزہ پڑھ کر سنائیں جو بعینہٖ درج ہیں۔

مناظرہ شیعہ اثنا عشریہ اور اہل السنت والجماعت مذہب حنفی

چونکہ موضع معین الدین پور ضلع گجرات میں شیعہ اثنا عشریہ و اہل السنت و الجماعت حنفی کے درمیان اصحاب اربعہ یعنی حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ ابن ابی سفیان کے ایمان کے متعلق ہمیشہ اختلاف رہتا ہے، اس لئے ہم فریقین برضا و رغبت اقرار کرتے ہیں کہ اس امر کے متعلق ایک مناظرہ قائم کیا جائے جو موضع معین الدین پور میں ہوگا۔ اس کے شرائط حسب ذیل ہونگے۔

موضوع مناظرہ مع شرائط

(۱) الف ایمان حضرات اربعہ یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ ابن ابی سفیان حضرات اہل السنت والجماعت حنفی ثابت کریں گے کہ حضرات اربعہ ایماندار تھے۔

ب اہل شیعہ اثنا عشریہ ان کے دلائل کی تردید کر کے ثابت کریں گے کہ یہ حضرات ایماندار نہ تھے۔

(۲) الف اہل السنت والجماعت حنفی ثابت کریں گے کہ ان کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر ہے وہ منزل من اللہ ہے اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔

اہل شیعہ اس کی تردید کریں گے اور ثابت کرینگے کہ اہل السنت والجماعت کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر نہیں ہے اور وہ تحریف کے قائل ہیں۔

ب اسی طرح شیعہ اثنا عشریہ بھی ثابت کریں گے کہ ان کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر ہے اہل السنت والجماعت اس کی تردید کریں گے اور ثابت کریں گے کہ شیعہ اثنا عشریہ کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر نہیں ہے۔

شرائط

(۱) بتاریخ ۲۳/ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء بروز اتوار ۹ بجے دن سے ایک بجے تک اور بعد نماز ظہر ۱۲ بجے دن سے ۵ بجے شام تک اور بصورت ضرورت ۸ بجے شام سے ۱۲ بجے رات تک مناظرہ جاری رہے گا جس میں فریقین مقام مناظرہ سے کسی امر کے لئے بھی اٹھنے کے مجاز نہ ہوں گے۔

(۲) ہر فریق ذمہ دار ہوگا کہ اپنے فریق کو پرامن رکھے اگر کوئی فریق نقض

امن کرے یا اس کے لئے کوشش کرے تو اس فرقہ کا بانی مناظرہ ونمبرداراں ودیہہ داراں معتبر دیہہ نقصان کے ذمہ دار ہوں گے جو اس امر کا اقرار لکھ دیں گے۔

(۳) ہر فریق کا ایک مناظر متکلم ہوگا اس کے سوائے میدان مناظرہ میں کسی اور کو کلام کرنے کی اجازت نہ ہوگی جس فریق کا مقرر کردہ مناظر تاریخ مقررہ پر موضع مذکور میں میدان مناظرہ میں مناظرہ نہ کرے گا۔ اس فریق کی شکست متصور ہوگی اور اسے فریق غالب کا مذہب اختیار کرنا ہوگا۔

(۴) اہل السنت والجماعت حنفی کی طرف سے جناب مولانا مولوی ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب خلف الرشید حضرت مولانا دیدار علی شاہ صاحب متکلم ہوں گے۔

(۵) کوئی مناظر خارج از مبحث وموضوع کلام کرنے کا مجاز نہ ہوگا جو ایسا کرے گا اس کی شکست متصور ہوگی

(۶) ہر مناظر اپنے دلائل قرآن شریف اور کتب مسلمہ فریق ثانی سے دے گا یعنی اہل السنت والجماعت حنفی شیعہ اثنا عشریہ کی کتب مسلمہ ومعتبرہ سے استدلال کرے گا اگر کسی کتاب کے متعلق فریق مخالف یہ کہے کہ یہ کتاب پیش کردہ اس کے مذہب کی نہیں ہے تو نزاعی صورت میں کتاب پیش کنندہ یہ ثبوت دے گا کہ واقعی وہ کتاب اس کے مذہب کی مسلمہ ہے اگر کسی حدیث کی صحت وسقم پر نزاع ہوگی تو کتب الرجال وغیرہ سے استشہاد کیا جائے گا۔ جو فریق جس کتاب سے استدلال کرے گا۔ اسے وہ کتاب میدان مناظرہ میں پیش کرنی ہوگی۔

(۷) ہر فریق اپنے مصارف خود برداشت کرے گا۔

(۸) اگر تاریخ مناظرہ سے قبل نقض امن کا احتمال ہوگا تو اس صورت میں فریقین پولیس کی امداد حاصل کریں گے اور اس صورت میں بحصہ مساوی، پولیس کے خرچ کے ذمہ دار ہونگے۔

(۹) فیصلہ مناظرہ اور قیام امن کیلئے فریقین نے مل کر سید حسین شاہ صاحب صوبیدار میجر وسید یوسف شاہ ولد سید اشرف شاہ مرحوم پتی دار ساکنین معین الدین پور منصف مقرر کردئے ہیں۔ ہر دو منصف میدان مناظرہ میں بانیان مناظرہ نمبرداراں دیہہ ومعتبرین پتی داراں دیہہ کی مدد سے امن قائم رکھیں گے کسی مناظر کو موضوع سے باہر نہ جانے دیں گے ختم مناظرہ کے بعد میدان مناظرہ میں ہی فیصلہ منصفانہ سنا دیں گے اور فیصلہ کی ایک ایک نقل ہر فریق کو دیں گے۔

(۱۰) فیصلہ سن کر فریق مغلوب لازم ہوگا کہ فوراً فریق غالب کا مذہب اختیار کرے۔

(۱۱) ابتدائی تقریر کیلئے ہر ایک مناظر کو آدھ گھنٹہ وقت دیا جائے گا اس کے بعد پندرہ پندرہ منٹ وقت ہر مناظر کو دیا جائے گا مناظرہ سے پیشتر مسجد میں کوئی وعظ نہ ہوگا۔

(۱۲) بانیان مناظرہ سید جیون شاہ ولد محبوب شاہ مرحوم وسید حسین شاہ ولد سید محبوب شاہ حنفی ساکنین معین الدین پور ہیں

بانیاں مناظرہ منصف صاحبان اور نمبرداران دیہہ وپتی داروں نے اس عہد نامہ کے نیچے اپنے دستخط کردئے جو حسب ذیل ہیں۔

حسین شاہ صاحب صوبیدار — یوسف شاہ صاحب اعلی نمبردار

جیون شاہ صاحب — رسول شاہ ولد محبوب شاہ

قاسم شاہ ولد حسن شاہ — حسین شاہ پریزیڈنٹ بنک

جیون شاہ ولد محبوب شاہ — حسین شاہ ولد محبوب شاہ

صاحب قاسم شاہ صاحب

مندرجہ بالا شرائط مجوزہ سنانے کے بعد مولانا نظام الدین صاحب قبلہ نے ایک پر اثر تقریر کی سامعین نہایت خوش ہوئے چونکہ بانیان مناظرہ اور نمبرداروں نے آپس میں پہلے سے طے کر لیا تھا کہ اول بحث قرآن کریم ہوگا۔ اور فریقین کی کتب کی تعیین دونوں مناظر میدان مناظرہ ہی میں کریں گے۔

لہٰذا مولانا نظام الدین صاحب نے شیعہ مناظر سے کتب کی تعیین اور بحث قرآن کریم کو اول رکھنے کے متعلق ارشاد فرمایا لیکن اس نے کتابوں کی تعیین سے بھی انکار کر دیا اور قرآن کریم پر شروع میں بحث کرنے سے بھی لیت ولعل کی، چند منٹ اسی گفتگو میں صرف ہوئے، اتنے میں سامعین میں سے مولوی ابراہیم دیوبندی کھڑا ہوا۔

مولوی ابراہیم: جناب صدر مجھے اگر پانچ منٹ کی اجازت دی جائے تو میں کچھ عرض کروں؟

صدر صاحب: اجازت ہے۔ فرمایئے!

مولوی ابراہیم: حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ سے مخاطب ہو کر جناب مولانا صاحب بہتر یہ ہوگا کہ آپ موجودہ قرآن کریم کے متعلق اپنا عقیدہ بیان فرمادیں اور شیعہ مناظر اپنا عقیدہ بیان کرے!

مولانا بہت مناسب ہیں اپنا عقیدہ موجودہ قرآن کریم کے متعلق عرض کے

رتا ہوں! (کھڑے ہو کر پبلک کو مخاطب کر کے)

حضرات موجودہ قرآن کریم کے متعلق نہ صرف میرا بلکہ تمام مسلمانان عالم کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم بین الدفتین ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ وہی قرآن حکیم ہے جو سرور انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم پر نازل ہوا، اس میں کسی قسم کی تحریف وتصحیف تغییر وتبدیل نہیں ہوئی ہر قسم کے تصرف و دست اندازی سے پاک محفوظ ہے میرا اور جمیع اہل السنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور جو اس قرآن کریم میں تحریف وتصحیف وتغییر وتبدیل کا معتقد ہو یا کمی بیشی کا قائل ہو وہ نہ صرف میرے نزدیک بلکہ کافہ اہل اسلام کے نزدیک کافر مرتد بے ایمان خارج از اسلام ہے۔

(یہ فرما کر مولانا بیٹھ گئے مجمع کی طرف سے جزاک اللہ کا نعرہ بلند ہوا مولوی ابراہیم شیعہ مناظر سے مرزا صاحب جس طرح مناظر اہل السنت نے اپنا عقیدہ قرآن کریم کے متعلق بیان کیا ہے آپ بھی اسی طرح اپنا عقیدہ قرآن کریم کے متعلق بیان کر دیجئے!)

مرزا احمد علی بڑے طمطراق سے جھومتے ہوئے اٹھ کر اس طرح گویا ہوئے:

باللہ العظیم وبرسولہ الکریم۔ میں اللہ واحد لاشریک کو گواہ کرتا ہوں اس کے رسول کو گواہ کرتا ہوں اس کے فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں اور سارے مجمع کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا اس قرآن کریم پر ایمان ہے اور یہ منزل من اللہ ہے جو اس کا انکار کرے وہ میرے نزدیک کافر ہے میرا عقیدہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی نہیں یہ بالکل تحریف سے محفوظ ہے اتنا کہہ کر بیٹھ گئے۔

مولوی ابراہیم مولانا سے مخاطب ہو کر بسم اللہ شروع کیجئے!

تقریر اول حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِ الْوَرٰى خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ عَظِيْمِ الرَّجَاءِ عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ مَاحِی الذُّنُوْبِ وَالْخَطَاءِ شَفِيْعِنَا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْجَزَاءِ الَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا وَكَفِيْلِنَا وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا وَعِيَاذِنَا وَغَوْثِنَا وَمُغِيْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَشِفَاءِ صُدُوْرِنَا وَقُرَّةِ عُيُوْنِنَا سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰى وَصَحْبِهٖ هُدَاةِ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ (سورۃ نساء رکوع ۱۳)

عزیزان گرامی! قبل اس کے کہ میں ان آیات کریمہ کی تفسیر وتشریح کروں لفظی ترجمہ عرض کرتا ہوں اللہ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے

والوں کو بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ سب سے فرمایا اور اللہ نے جہاد کرنیوالوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

حضرات! ان آیات کریمہ میں پروردگار عالم مجاہدین اور قاعدین کا ذکر فرمایا ہے یعنی جو لوگ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے میدان جنگ میں جہاد کررہے ہیں اور وہ لوگ جو بلا عذر گھروں میں بیٹھے ہیں وہ ثواب میں برابر نہیں لیکن مومن ہونے میں دونوں برابر ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: من المؤمنین البتہ مجاہدین کو قاعدین پر فضیلت ہے لیکن ہر دو کیلئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے پس جب رب العزت مجاہدین اور قاعدین کو مومن فرمائے اور جنت کا وعدہ دے اور ان کے بیٹھنے سے درگذر کرے تو مرزا جی آپ کو کیا حق ہے کہ زبان طعن دراز کریں اور ان کو مورد الزام بنائیں اگر حاکم اپنی مجرم رعایا کو معاف کردے اور اپنے ترحم خسروانہ سے رہا کرے تو پھر کسی کو کیا حق اعتراض ہے بلکہ جو اعتراض کرے وہ دیوانہ ہے یا سرکش ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں اور ملاحظہ ہو!

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں۔

عزیز مسلمانو! سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر

امر میں اپنا حاکم جانتی والے خصوصیت سے یہی حضرات اصحاب اربعہ ہیں جنہوں نے اپنا مال ومتاع حضور پر قربان کردیا اپنی جانوں تک سے دریغ نہ کیا اسی وجہ سے قرآن کریم میں ان کے جنتی ہونے کی خوش خبریاں ہیں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے مراتب علیا عطا ہوئے رشتے ناطے ہوئے اسلام میں وہ خدمات سرانجام دیں جن کی مثال ملنا مشکل ہے قرآن کریم کے جمع کرنے کا فخر بھی انہی حضرات یعنی صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضوان اللہ علیہم کو حاصل ہوا تمام عالم اسلام کی گردنوں پر ان کے بیشمار احسان ہیں جن کا بدلہ قیامت تک امت ادا نہیں کرسکتی۔ لیکن کس قدر مقام حیرت ہے کہ ممنون احسان ہونا تو درکنار ان کو اپنا پیشوا اور مقتداء سمجھنا تو کجا مسلمان کہلا کر آج دشمنان دین ان گرامی قدر ہستیوں کو بے ایمان منافق غاصب ثابت کرنے کے لئے میدانوں میں خم ٹھونک کر مقابلے اور مناظرے کو آتے ہیں۔ میں دعوی سے کہتا ہوں: کہ اگر نعوذ باللہ وہ بے ایمان تھے تو آج روئے زمین پر کوئی ایماندار نہیں، انہی حضرات کی بدولت آج ہم کو ایمان نصیب ہوا، انہی بزرگوں کا جمع کردہ قرآن کریم ہمارے پاس موجود ہے کیا فاضل مناظر کو معلوم نہیں کہ کلام کا معتبر ہونا متکلم وراوی کے معتبر ہونے کی بنا پر ہے لیکن جب آپ کو ان کا ایمان دار ہونا ہی تسلیم نہیں تو پھر قرآن پاک آپ کے نزدیک کس طرح معتبر ہوسکتا ہے؟ مجھے تعجب ہے کہ آپ نے علی الایمان کیسے حلف اٹھایا؟ اللہ تعالی اس کے رسول محترم ملائکہ مقربین اور تمام حاضرین جلسہ کو گواہ بنانا اور علی روس الاشہاد یہ کہنا کہ میرا اس پر ایمان ہے منزل من اللہ ہے تحریف وتغییر سے پاک ہے محض تقیہ کی بنا پر ہے اور حاضرین کو سخت دھوکا دیا جارہا ہے۔

حضرات! میں سمجھتا ہوں: کہ مرزا صاحب نے قرآن کریم کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے محض تقیہ کی بنا پر آپ لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے کہا ہے ان کا یہ اقرار سراسر جھوٹا اقرار ہے اور ان کی گواہی بالکل جھوٹی گواہی ہے اس کا ثبوت انہی کی کتاب "الانصاف،، سے لیجئے!

(کتاب الانصاف اٹھا کر اور مرزا صاحب سے مخاطب ہو کر)

مرزا صاحب فرمایئے! کیا آپ ہی کی کتاب ہے یا نہیں؟

(مرزا صاحب نے تسلیم کرتے ہوئے سر کو جنبش دی اور مولانا حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے: حضرات غور فرمایئے!

مرزا صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۴۵ میں لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام طشت از بام کرتی ہے اگر وہ حضرت علی کے جمع شدہ قرآن کی رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ موجودہ صرف ونحو کے لحاظ سے غلط ہے،،

اور صفحہ ۱۴۶ پر بڑی جرءت سے لکھ دیا ہے کہ

"ایسا قرآن تو میں بھی بنا سکتا ہوں،، وغیرہ وغیرہ من الخرافات۔

کہئے حضرات! اب تو مرزا جی کی تقیہ شعاری اور دروغ گوئی انہی کی کتاب سے واضح ہوگئی۔ افسوس کا مقام ہے کہ بڑے بڑے فاضل علوم عربیہ کے ماہر دنیا بھر کے ادیب یکتائے زمانہ تو کلام پاک کی فصاحت وبلاغت کو ملاحظہ کرکے اپنے آپ کو عاجز تسلیم کرتے ہوئے بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں: انہ لیس من کلام البشر۔

مرزا جی کی جرءت و دلیری بھی آپ نے دیکھی کہ ”ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں“، یہ ہے مرزا صاحب کا قرآن کریم کے متعلق ایمان

(مرزا صاحب سے مخاطب ہوکر)

کیوں مرزا صاحب! یہی وہ قرآن حکیم ہے جس پر آپ کا ایمان ہے اور جس کے متعلق آپ نے اتنی عریض وطویل قسمیں کھائیں تھیں؟ خدا اور رسول اور ملائکہ وتمام لوگوں کو گواہ کیا تھا کہ موجودہ قرآن کریم تحریف وتغییر، تبدیل وتصحیف سے پاک ہے جو تحریف وتغییر کا معتقد ہو خارج از اسلام ہے۔ کہئے! آپ اپنی تحریر کے مطابق خارج از اسلام بے ایمان ہوئے یا نہیں؟ ع

چھپر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کیا کہنا ہے آپ کی قسموں کا؟ ہم نے پہلے عرض کر دیا تھا کہ آپ کے مذہب نامہذب میں تقیہ اصل ایمان ہے جو تقیہ نہ کرے وہ بے ایمان بے دین ہے، اس لئے آپ کے اپنے مذہب کی تعلیم کی رو سے بنا پر تقیہ قسمیں کھائیں اور حاضرین کو دھوکا دیا۔

شرم! شرم! خدا ایمان دے! حیا دے! کیوں مرزا جی جس قرآن میں موجودہ صرف ونحو کی صدہا غلطیاں ہیں اس پر جناب کا ایمان ہے؟ افسوس صد ہزار افسوس!

• حضرات آپ نے سن لیا، کہ مرزا جی کیا تحریر فرماتے ہیں؟ کیا مرزا جی اپنی تحریر کے مطابق تحریف قرآن کے قائل ہو کر اسلام سے خارج اور بے ایمان نہیں ہوئے (مجمع کا شور) ضرور بے ایمان ہوئے۔ واقعی جھوٹی قسمیں کھا کر ہمیں دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ لعنت ہے ایسے مذہب پر جس میں جھوٹ بولنا ایمان کا جز ہو!

مولانا! ابھی کیا آپ نے سنا ہے؟ اور سنئے! ان کے مذہب کے پیشوا ثقۃ

الاسلام جن پر ان کے ایمان واسلام کا مدار ہے وہ کیا فرماتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے!

اصول کافی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۳۹ سطر ۲۱ (کتاب الحجۃ)

انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة، عن جابر قال: سمعت ابا جعفر يقول: ما ادعى احد من الناس انه جمع القرآن كله كما انزل الا كذاب وما جمعه وحفظه كما انزله الله الا علیؑ والائمة من بعده۔

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ

”تمام قرآن مجید آئمہ کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔ جابر ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص تمام قرآن کریم کے جمع کرنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور قرآن کو سوائے علی اور ائمہ کے کسی نے نہ یاد کیا اور نہ جمع کیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔

جناب مرزا صاحب فرمائیے! جب قرآن کریم بجز مولیٰ علی اور ائمہ اطہار کے کسی نے جمع نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے یاد کیا اور جو مدعی ہے وہ جھوٹا ہے تو پھر فرمائیے! موجودہ قرآن کس نے جمع کیا؟! اگر مولیٰ علی اور ائمہ اطہار نے تو پھر صرفی نحوی غلطیاں ہونے کے کیا معنی اور اس کا کیا ثبوت کہ ان حضرات نے جمع کیا ہے؟ اور اگر وہ قرآن آپ کی معتبر روایات کی بنا پر مفقود ہے تو یہ قرآن خلفاء ثلاثہ کا جمع کردہ شدہ ہوا اور اس پر جناب کا ایمان ہے کہ جو تحریف اور تغییر کا قائل ہو وہ بے ایمان تو آپ پکے بے ایمان ہوئے اگر موجودہ قرآن کو آپ مانتے ہیں تو بھی پکے کافر اس لئے کہ یہ قرآن آپ کے مذہب کی رو سے آپ کے ائمہ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے اور کذابوں کا جمع کیا ہوا معتبر نہیں۔ بہر صورت آپ پکے کافر ہوئے شعر

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر   اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

اور دیکھئے اسی اصول کافی کے صفحہ ۲۶۳ سطر ۲۰ پر لکھا ہے:

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ: ولقد عهدنا الی ادم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمة والحسن والحسین والائمة من ذریتهم فنسی هکذا واللہ انزلت علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی حضرت عبد اللہ بن سنان حضرت ابوعبداللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں آیت کریمہ ولقد عهدنا الی ادم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمة والحسن والحسین والائمة من ذریتهم کی بابت فرماتے ہیں قسم خدا کی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی تھی: اور موجودہ قرآن میں صرف اتنی ہی ہے ولقد عهدنا الی ادم من قبل فنسی۔ سبحان اللہ! جس قرآن میں اس قدر تغییر وتبدیل واقع ہو۔ سطر کی سطر اڑادی جائے اس کا کیا اعتبار؟ مرزا جی اسی قرآن پر آپ کا ایمان ہے سن لیا۔ آپ کے مقتداء کیا فرماتے ہیں کہ موجودہ قرآن میں زبردست تصرف واقع ہوا ہے اور آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ جو تحریف کا معتقد ہو وہ کافر اور خارج از اسلام ہے، لہٰذا آپکی زبان سے آپ کے پیشوا یعقوب کلینی بے ایمان اور ایسی کتاب محرف پر ایمان لاکر اپنے پیشواؤں کی تصریحات سے آپ بے ایمان۔

ایں ہمہ خانداں آفتاب است

لیجئے! اور حاضر ہے کافی کلینی فضل القرآن ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷ میں ہے:

عن احمد بن محمد بن ابی نصر قال دفع الیّ ابو الحسن علیہ السلام مصحفا وقال لا تنظر فیہ ففتحتہ وقرأت فیہ لم یکن الذین کفروا فوجدت فیها اسم سبعین رجلا من قریش باسمائهم واسماء آبائهم قال فبعث الیّ ابعث لی بالمصحف.........

یعنی احمد بن محمد بن ابی نصر نے بیان کیا ہے: کہ

مجھے ایک قرآن حضرت امام رضا علیہ السلام نے دیا اور حکم دیا کہ اس سے نقل مت کرنا۔ پس میں نے اسے کھولا اور سورۃ لم یکن الذین کفروا تلاوت کی اس سورت میں ستر قریشیوں کے نام معہ ولدیت پائے پس امام صاحب نے کہلا بھیجا کہ وہ قرآن مجھے واپس بھیج دو!

(کتاب کو میز پر رکھ کر)

عزیزانِ گرامی! ان کے بزرگوں کا عقیدہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا اور فاضل مناظر مرزا صاحب کا بھی۔

خداوند قدوس تو فرماتا ہے:

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۞

ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

ان کے عقیدہ میں خدا بھی حفاظت نہ کر سکا۔ استغفر اللہ!

تعجب تو یہ ہے کہ مرزا جی نے کس برتے پر کہدیا کہ ہم اس قرآن کریم کو مانتے ہیں ہمارا اس قرآن پر ایمان ہے جو تحریف کا قائل ہو وہ بے ایمان ہے مرزا صاحب آپ کے حلفیہ بیان اور آپ کی ان تمام عبارات میں تناقض ہے کس کو تسلیم

کیا جائے؟ اصول میں مبرہن ہو چکا ہے:

واذا تعارضا تساقطا واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

پھر اس قرآن کریم سے آپ کو کوئی حق نہیں موجودہ قرآن پر تو بفضلہٖ تعالی ہمارا ایمان ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان میں آپ کو کلام ہے اب تو اپنا ایمان بھی کھو بیٹھے براہ مہربانی ایمان کی تعریف بھی کر دیجئے! تا کہ آپ کے ایمان کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے۔ قرآن کریم اور احناف کرام کی کتابوں سے نعوذ باللہ صحابہ کبار کو بے ایمان ثابت کرنے کا ذمہ آپ نے لیا ہے لیکن دعوی سے کہتا ہوں اگر آپ ایڑی چوٹی کی طاقت صرف کریں اور تمام اکناف عالم سے اپنے حمایتی جمع کر لیں جب بھی آپ ثابت نہ کر سکیں گے۔ یہ قرآن کریم ہمارا ہے آپ کا قرآن تو

''امام غائب کے پاس سر من رائے کے داب میں غائب ہے،،

مرزا جی! نماز کیسی کہاں کا روزہ؟

ابھی تو فکر قرآن میں ہو؟

اور سنئے! ان کے پیشواؤں نے یہاں تک لکھ مارا ہے کہ عہد فاروقی میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے قرآن طلب کیا۔ تو کہا کہ اب تو مجھے بھی اس کے دیکھنے کی اجازت نہیں ان کے نزدیک تقیہ کی لعنت سے حضرت علی بھی نہ بچ سکے۔ پس جس مذہب کی بنا تقیہ (بلا ضرورت شدیدہ جھوٹ بولنا) ہو اور اسلام کے دس حصوں میں سے ایک حصہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اور نو حصے تقیہ ہی تقیہ ہو، وہاں ایمان کا کیا کام؟ ہر چیز میں تقیہ ہی تقیہ ہے۔

الا لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ

یعنی جو تقیہ نہ کرے وہ بے ایمان ہے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ پروردگار عالم جل مجدہ ان آیات مبارکہ میں خلفاء راشدین انصار مہاجرین جملہ مجاہدین وقاعدین کو مژدہ جنت سناتا ہے اور فرماتا ہے:

كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

جملہ صحابہ کرام اس کے مصداق ہیں جن کو اللہ جل شانہ لفظ مومنین سے یاد فرماتا ہے اور اس سے پہلے من بیانیہ لایا گیا۔ یعنی قاعدین اور مجاہدین دونوں گروہ مومن ہیں آیت مبارکہ میں گھر بیٹھنے والوں کو بے ایمان نہیں کہا مومن ہی کا لفظ عطا ہوتا ہے، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ سے فضیلت اخروی یعنی جنت مراد ہے یہ ہے جنت کی ڈگری خدائے تعالی کی عطا کردہ کلا وعد اللہ الحسنی میں کل افرادی ہے۔ جو ہر فرد کو شامل ہے۔

مرزا جی آپ سچ بتایئے! خلفاء الراشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا جان مال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان نہ کیا؟

اپنے نور نظر لخت جگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت صدیق نے حضور کی غلامی میں نہیں دیا۔

حضرت حفصہ کو حضرت عمر نے حضور کی خدمت میں پیش نہیں کیا۔

حضرت معاویہ نے اپنی ہمشیرہ کو پیش نہ کیا؟

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صاجزادیاں حضرت عثمان کے نکاح میں نہ دیں؟ کیا یہ فضائل معمولی ہیں؟

پھر کیا وجہ ہے کہ ان سے بغض وعداوت ہے؟

اللہ شرم دے توفیق ایمان دے!

حضرات میں بفضلہ تعالی بیسیوں آیات ایسی پیش کر سکتا ہوں جن میں حضرت رب العزت جل مجدہ ان کے مراتب علیا کو بیان فرماتا ہے۔ غوثیت قطبیت اور ولایت ان کے نقش قدم پر چلنے سے عطا ہوتی ہے۔ غیر مسلموں نے بھی ان کی اسلامی خدمات کا اعتراف واقرار کیا ہے۔ غور کیجئے! کہ اغیار تو ان کے ایمان واسلام کو ثابت کریں اور مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ وہ بے ایمان تھے۔ نعوذ باللہ!

سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ شاندار تبلیغ کا نعوذ باللہ! یہ اثر ہوا کہ آپ کے بعد گنتی کے چار پانچ تو مسلمان رہیں باقی نعوذ باللہ! تمام بے ایمان کافر۔ یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین اور تنقیص شان ہے ایسا عقیدہ دشمن دین اسلام کا ہو سکتا ہے ورنہ مومن کامل کی یہ شان نہیں ایمان تو دراصل اہل السنت والجماعت کا ہے کہ جملہ اصحابہ کرام کو درجہ بدرجہ اپنا پیشوا اور مقتداء مانتے ہیں۔

(وقت ختم)

مرتب مناظرہ

مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب کی اس ایمان افروز تقریر کا وہ اثر ہوا کہ چاروں طرف سے صدائے تحسین وآفرین بلند ہوئی۔ جزاك الله کے نعرے بلند ہوئے عجب سماں تھا بیچارے شیعہ چپ چاپ بیٹھے تھے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اب مرزا احمد علی صاحب مناظر شیعہ کھڑے ہوئے ان کا حلیہ اور شکل وصورت قابل ذکر ہے آپ چھوٹے قد کے داڑھی مشکل سے ایک انگل، عربی جبہ زیب بدن، سر پر

ایرانی رومال اور اس کے اوپر بالوں کا رسہ جمائے، آنکھوں پر چشمہ پتھر لگائے، ایک عجب کج دھج سے رونق افروز تھے۔ اگر بہروپیہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا بڑے غصے سے پیترا بدل کر داریوں کی طرح جھومتے ہوئے کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی۔

شیعہ مناظر

رافضی بھائیو! آج شیعہ وسنی کے جھگڑے میں یہاں آنا ہوا۔

مولانا سید احمد صاحب کی ملاقات سے بہت خوش ہوا،

سید صاحب یہ آپ کا گھر ہے این خانہ ما خانہ تست پہلی دفعہ ہے کہ آپ میرے سامنے آئے ہیں۔ مولانا آپ نے موضوع کو ٹالنے کی غرض سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کی ہیں اور مجھ پر بے جا حملے کئے ہیں دھوکا دہی کا الزام بھی مجھ پر آپ نے لگایا ہے لیکن خیال رہے۔ جزاء سیئة سیئة جس طرح مولانا علی اپنے دشمنوں کو شربت پلاتے تھے میں بھی آپ کو شربت پلاؤں گا۔ آپ گھبرائیں نہیں ابھی خبر لیتا ہوں۔

شیعہ پارٹی با آواز بلند جزاك الله مرزا صاحب فضل پنجتن!

صدر: خاموش! شوروغوغا نہ کرو ورنہ جلسہ سے باہر نکال دیئے جاؤ گے!

نمبرداران وپتی داران سب لوگ خاموش ہو کر سنیں۔ کوئی امر خلاف تہذیب نہ ہونے پائے!

مرتب۔ اس پر مرزا صاحب بگڑ بیٹھے کہ میرا وقت ضائع ہو گیا میں دس منٹ زائد لوں گا ورنہ تقریر نہیں کروں گا۔ چنانچہ دس منٹ دیئے گئے۔

رافضی سید صاحب جی اگر ہم نہ ہوتے تو قرآن نہ ہوتا ابوبکر عمر عثمان بیچارے قرآن کو سمجھتے ہی نہ تھے آج پہلے پہل احمد علی کا مقابلہ ہوا ہے آپ کو پتہ چل جائے گا۔ سنئے قرآن کا یہ بڑا معجزہ ہے کہ اللہ نے اُمت کے ہر فرد کے ہاتھ میں دیدیا اور فرمایا: اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

ہم نے قرآن کو ابوبکر عمر عثمان کے جمع کرنیکی وجہ سے نہیں مانا بلکہ جیسے آفتاب خود اپنی دلیل ہے ایسے ہی قرآن بھی خود اپنی دلیل ہے ہم نہ تو ان کو راوی مانتے ہیں نہ جمع کرنے والے مرزا کو تم نے جھوٹے الزام لگائے ہیں۔ پہلی ہی ملاقات میں یہ تلخی ابھی ٹھیک کر دیتا ہوں۔ ع

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

میرے بھائیو! دیکھو! اتقان میں عائشہ سے روایت ہے:

کہ قرآن بکری کھا گئی۔

مولانا صدر سے جناب صدر صاحب مناظر شیعہ کو شرائط کی پابندی کی تاکید کیجئے! تفسیر اتقان شافعیوں کی ہے۔ صدر مولانا سے آپ اپنے وقت پر اعتراض کریں اور تقریر میں دخل نہ دیں میں ان کو منع نہیں کروں گا۔ آپ سنتے جایئے!

مرتب مناظرہ

اعلی نمبردار سید جیون شاہ صاحب اور سید یوسف شاہ صاحب کی رضامندی سے محبوب شاہ شیعہ کو صدر بنایا گیا تھا۔ اب چونکہ وہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے سے قاصر رہا اور شیعہ مناظر کی حمایت بے جا کرنے لگا۔ تو تمام سامعین کے کہنے سے وہ صدارت

سے برطرف کیا گیا اور مولوی ابراہیم دیوبندی صدر مقرر ہوا اور محبوب شاہ صاحب بک بنی ودو گوش جلسے سے باہر تشریف لے گئے۔

صدر مولوی ابراہیم۔ مرزا صاحب شروع کیجئے!

رافضی: قرآن پر ابوبکر، عمر، عثمان کا ایمان نہ تھا منکر قرآن تھے۔ لہذا وہ بے ایمان ہیں۔ مجمع کا شور شرم شرم۔ ایسے ناپاک کلمات کہنے سے زبان کو روکو!

رافضی: میں کھلے میدان میں صحابہ کو بے ایمان منافق کہنے سے نہیں ڈرتا۔ اگر میرا قرآن پر ایمان نہ ہوتا۔ تو میں ضرور اقرار کر لیتا۔ تقیہ کرنیکی مجھے کوئی ضرورت نہیں آپ نے لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ پڑھ کر ٹال مٹول شروع کر دی ہے اس سے ان کا ایمان ثابت نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں: کہ آپ کا ایمان قرآن پر نہیں۔

دیکھو! فتاوی قاضی خاں میں:

قرآن کو بول سے لکھنا جائز بتایا ہے۔ استغفر اللہ!

ہماری جامع عباسی وغیرہ میں لکھا ہے کہ قرآن کو بغیر طہارت چھونا جائز نہیں اصابہ میں لکھا ہے کہ عثمان نے قرآن کو جلا دیا۔

سید صاحب میں نے حنفیوں کی کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ اصحاب کافر منافق بے ایمان تھے۔ آج آپ کی اچھی طرح خاطر داری کی جائیگی پان سپاری حاضر ہے آپ کی کتاب حوادثات روزگار بتا رہی ہے کہ یہ لوگ جنگ احد سے بھاگے معارج النبوۃ میں ہے: یک گروہ فرار گرفتن۔

معلوم ہوا مولا علی کے سوا سب بھاگ کر بے ایمان منافق ہو گئے۔

بھاگنے والے کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔

رَضِیَ اللہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ان کے حق میں نہیں۔

بلکہ ان کے حق میں مَأْوٰاهُمْ جَهَنَّمُ وارد ہے۔

علی ہمارے ہیں۔

آپ تینوں کے بعد معاویہ اور یزید دونوں کو بھی خلافت کی زنجیر میں جکڑ لو

تقیہ کا ثبوت آپ کی بخاری میں ہے۔ جس کو آج بخار چڑھ گیا ہے، ذرا تیار ہو کر آتا تھا

رافضی کا وقت ختم...... مرتب مناظرہ

مرزا صاحب کی اس بیہودہ اور بے تکی تقریر سے حاضرین نہایت برہم ہوئے۔ کوئی دلیل وغیرہ پیش نہ کی محض بھانڈوں (پنڈوں) کی سی کوری باتیں سنا دیں جو اہل علم کی شان کے سراسر خلاف ہے۔ اب مولانا ابوالبرکات صاحب کھڑے ہوئے۔

حضرات گرامی فاضل مناظر مرزا صاحب کی تمام تقریر آپ نے سنی میرے دلائل کا جواب انہوں نے کچھ نہ دیا کس زور سے دعویٰ کیا تھا۔ خدا، رسول، ملائکہ، حاضرین کو گواہ کر کے حلف اٹھایا تھا کہ میرا موجودہ قرآن پر ایمان ہے لیکن کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے بلا دلیل صحابہ کرام کافر بے ایمان کہتے جاتے ہیں:

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

یعنی جو صدق دل سے کلمہ پڑھے اور کلمہ کے دونو جز پر پورا یقین کرے وہ جنتی ہے۔

لیکن مرزا صاحب محض جنگ سے فرار کو بے ایمانی کا سبب گردانتے ہیں۔ حالانکہ پروردگار عالم ان بھاگنے والوں کی عفو و مغفرت کا اعلان کرتا ہے اور جنت کی بشارت دیتا ہے مگر مرزا جی خدا کے اعلان و بشارت کو باور نہیں کرتے۔ اور کس طرح باور کریں جب موجودہ قرآن حکیم آپ کی کتاب الانصاف کی مدد سے اور آپ کے بزرگوں کی تصریحات کی بنا پر محرف و مبدل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ الخ سے صحابہ کرام کا ایمان ثابت نہیں ہوتا۔

مرزا صاحب! نور ایمان ہو تو صرف یہی ایک آیت ان کے ایمان ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

معارج النبوۃ کا حوالہ دیکر آپ نے حاضرین کو دھوکا دیا ہے بحث سے اس کو کوئی علاقہ نہیں تفسیر اتقان کا پیش کرنا بھی فضول اور خلاف شرائط ہے کیونکہ یہ شوافع کی ہے شرائط مجوزہ کو دیکھئے آپ نے تسلیم کیا ہے کہ شیعہ اثنا عشرہ کتب مسلمہ و معتبرہ مذہب حنفی سے استدلال کرے گا۔ پھر بار بار کتب شوافع کا حوالہ دینے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ ان کے واسطے ایک علیحدہ مناظرہ قائم کیجئے پھر ان عبارات کا کافی شافی جواب دیا جائے گا۔ فی الحال میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اگر آپ میں کچھ بھی سچائی ہے تو کتب حنفیہ معتبرہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت کیجئے۔ قاضی خان کی عبارت اول توضیح طلب علاوہ ازیں جواز شرط شفا کے ساتھ مشروط کر رہے ہیں یعنی اگر پیشاب سے آیت کریمہ لکھنے سے شفا متحقق ہو جائے تو جائز اور سب جانتے ہیں کہ شفا یقینی نہیں

بلکہ ظنی ہے بلکہ محرمات میں بالیقین شفا نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

لَاشِفَاءَ فِی الْمُحَرَّمَاتِ

حرام چیزوں میں شفا نہیں

پس جب حرام چیزوں میں بموجب حدیث صحیح شفا نہیں تو امام قاضی خان کا شفا پہ جواز کو معلق کرنا درست ہے اس میں ہرگز بول سے لکھنے کی اجازت نہیں بلکہ ممانعت ہے یعنی اگر شفا ہو تو جائز اور شفا نہ ہو تو ناجائز یہ عبارت قوۃ میں قضیہ شرطیہ کے ہے اور قضیہ شرطیہ میں حکم بین المقدم والتالی ہوتا ہے۔

مرزا جی یہ علمی بحث ہے، آپ کے دماغ وعقل سے بالاتر مضمون ہے میرے خیال میں آپ تو کیا سمجھیں گے آپ کے بزرگ بھی اس نعمت سے محروم ہیں۔ مسئلہ نازک اور دقیق ہے تاہم میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں،

سنئے! جس طرح نحوی شرط وجزا بولتے ہیں۔

مناطقہ مقدم وتالی اپنی اصطلاح میں کہتے ہیں۔

قضیہ شرطیہ کے جز اول کو مقدم اور جز ثانی کو تالی کہا جاتا ہے۔

اور صدق تالی صدق مقدم پر موقوف ہوتا ہے جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود میں وجود نہار موقوف طلوع شمس پر ہے اب اگر کوئی شخص شب کے وقت یہی قضیہ بولے، تو کیا دن موجود ہوگا؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ طلوع شمس نہیں ہے۔

ایسے ہی قرآن حکیم میں ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

یعنی اگر زمین آسمان میں بجز ایک اللہ قدوس کے کوئی دوسرا خدا ہوتا تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔

تو کیا اس میں نظام عالم درہم برہم بتایا گیا ہے؟ نہیں بلکہ غیر اللہ ہوتا تو ایسا ہوتا اور غیر اللہ نہیں تو ایسا نہ ہوا۔ یونہی ارشاد ہوتا ہے:

إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ ۞

اگر رحمن کے ولد ہوتا تو سب سے پہلے پوجنے والا میں ہوتا۔

تو کیا اس میں معاذ اللہ پوجنے کا اعتراف ہے نہیں بلکہ جس طرح ولد ہونا محال اسی طرح اس کا پوجنا بھی محال پس اسی طرح قاضی خان کی عبارت کو سمجھئے اگر شفا ہو تو لکھنا جائز ہے اور شفا کا تحقق محال۔ لہذا لکھنا بھی ناجائز یہ ہے مطلب قاضی خان کا اور یہ ہے طریقہ استدلال کا۔ آپ کو علوم وفنون سے کیا علاقہ آپ تو اردو پھر دو کے رسائل کا مطالعہ کیجئے! حیرت ہے دفتر کے کلرکوں کو بھی مناظرہ کا شوق ہو گیا گھوڑے کے نعل لگائی جاتی تھی، مینڈکی نے کہا میرے بھی ٹھوک دو! ع

عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل
چھچھوندر بھی ڈالے چنبیلی کا تیل

اسی قابلیت پر قاضی خان پر اعتراض نظم قرآن میں غلطیاں نکالنے کا دعوی۔ آپ کا اور آپ کے بڑوں کا جب قرآن کریم پر ہی ایمان نہیں جو اصل دین اسلام ہے تو پھر قاضی خان وغیرہ کی کیا حقیقت؟

ملاحظہ ہو کافی کلینی صفحہ ۱۷۶ فصل القرآن:

عن هشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال: ان القرآن الذی جاء به جبرائیل الی محمد صلی اللہ علیه وسلم سبعة عشرة الف آیة

یعنی امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا: جبرائیل جو قرآن مجید حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے اس میں ستر ہزار آیات تھیں۔

اور موجودہ قرآن میں تو صرف چھ ہزار اور کئی سو آیات ہیں۔

معلوم ہوا ان کے عقیدے میں دو تہائی قرآن ہی غائب ہے۔

پھر اصول کافی صفحہ ۲۶۴ پر یہ الفاظ ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال: نزل جبرائیل علیه السلام علی محمد صلی اللہ علیه وسلم بهذه الایة هکذا یَاأَیُّهَا الَّذِینَ أُوتُو الْکِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا فِی عَلِیٍّ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔

لیکن موجودہ قرآن میں یہ نام نہیں۔

اور دیکھئے اسی اصول کافی کے صفحہ ۲۶۲ میں ہے:

عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیه السلام فی قول اللہ عزوجل مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فِی وِلَایَةِ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ هٰکَذَا نَزَلَتْ

یعنی یہ اس طرح نازل ہوئی تھی مگر موجودہ قرآن میں فی ولایة علی و الائمة من بعده ہرگز نہیں ہے۔

حضرات! کیا اتنی روایات معتبرہ سن لینے کے بعد اب بھی کسی کو شک وشبہ ہے کہ مرزا جی اور ان کے پیشوا ومقتدا تحریف وتغییر کے قائل نہیں ہیں؟ ضرور ہیں لہٰذا

انہی کے حلفیہ بیان کی رو سے یقیناً مرزا جی اور ان کے مقتدا بے ایمان کافر ٹھہرے ع

چھپر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مرزا صاحب آپ اصحاب اربعہ کو کافر بے ایمان تو کہتے ہیں پہلے اپنے گھر کی خبر لی ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں دیکھئے!

نہج البلاغہ صفحہ ۱۰۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

اترانی اکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واللہ لانا اول من صدقه فلا اکون من کذب علیه فنظرت فی امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری۔

حضرت مولیٰ علی اپنے شیعوں سے فرماتے ہیں:

کیا یہ تیرا گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں قسم بخدا میں ہی ان لوگوں میں اول ہوں جنہوں نے آپ کی تصدیق کی پس میں ہی اول جھٹلانے والوں میں نہیں ہوں بلکہ میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو میرا ان کی اطاعت کرنا ان کی بیعت کرنے پر سبقت لے گیا اور میری گردن میں ان کی اطاعت اور بیعت کا پٹہ پڑا ہوا تھا۔ سبحان اللہ!

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کی اطاعت کا دم بھریں آپ کے دل میں اگر مولیٰ علی کے فرمان کی کچھ وقعت ہے تو فوراً توبہ کیجئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی غلامی کا حلقہ ڈال کر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پیرو بنئے اور جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچائیے! اللہ توفیق ایمان دے! آمین! وقت ختم

مرتب مناظرہ

مولانا کے پرجوش بیان سے حاضرین کو ایسا لطف آیا کہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کی صدائیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ اب احمد علی مناظر شیعہ کی طرف ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے وہ بے چارہ ایسا گھبرایا کہ حواس باختہ ہوئے اردو زبان چھوڑ کر پنجابی شروع کر دی اور پنجابی بھی اس شان کی کہ سامعین نہایت برانگیختہ اور بیزار ہوئے چنانچہ ذیل میں بجنسہ درج ہے:

رافضی اوسیدو! تساں سنیا ایہہ مولوی کی آکھدا اے۔ ایہہ آکھدا اے۔ چار جنے ابوبکر عمر، عثمان تے معاویہ کلمہ گو ساہن ایس واسطے وہ ایمان دار ساہن کیا تسانوں پتہ نہیں ایس طرح دا کلمہ تے سکھ آ۔ یہ بھی پڑھدے نے کیا اوہ بھی مسلمان نے۔

ایس طرح دا کلمہ پڑھکے بھاویں اللہ، محمد نوں نہ منے تے اوہ مولوی سید احمد دے نزدیک ایماندار اے۔

بھائیو! ایسے طرح دے مسلمان اوہ چار جنے ابوبکر عمر عثمان معاویہ ساہن لیکن میں تسانوں دسناہاں کہ جس طرح سکھ تے آریہ بے ایمان کافر نے اُوسے طرح چار جنے بھی کافر بے ایمان نے۔ کیوں بھائیو! ٹھیک ہے نہ۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ!

مرتب۔ ان کلمات خبیثہ کو سن کر ایمان والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو سخت طیش آیا، ضبط کی تاب نہ رہی، پولیس اور نمبرداروں کے سمجھانے سے خاموش ہو کر بیٹھے اور ان سے کہہ دیا گیا کہ آج صبر و تحمل سے ان کے اقوال خبیثہ اور عقائد باطل سنئے! تا کہ مذہب شیعہ کی حقیقت پر آپ کی پوری آگاہی ہو جائے۔

رافضی مولوی سید احمد جی ایس طرح صاف بیان کرنا چاہیدا اے۔

تسی کسے جگہ نوکری کرلو!

جمعرات دیاں روٹیاں پاڑنیاں چھوڑ دیو!

فیر سچ دی تبلیغ کرو!

اوسید دی بیوی فاطمہ دے پترو!

ایہہ مولوی مینوں آکھدا اے کہ مینوں شرم نہیں آوندی!

کیوں بھائیو! کسے دی کھوتی چرائی اے جے مینوں شرم آوے۔

شرم کیہڑی گل دی آوے؟

سید صاحب جی! پہلاں اونہاں جنیاں دا ایمان تے ثابت کرو!

کج خدا کولوں ڈرو!

اوہ ہر جگہ حاضر ناظر اے۔ کی لوہڑ پایا ہویا ای؟

اینویں لوکاں نوں پیا دھوکے دینا ایں۔

دیکھ! اصابہ دی کتاب اپنے بلے بلے کیڈی وڈی معتبر کتاب میں کڈی اے

فیر دیکھ اپنی کتاب اوراق غم ایس دے وچ کی لوہڑ مچایا ہویا ای۔

مینوں آکھدا اے شرطاں تھیں باہر جاناایں۔

شرطاں تھیں نے توں آپوں ایدھر اودھر پیا جاناایں۔

مرتب اس بیہودہ سرائی اور واہیات خرافات سے حاضرین تنگ آکر کہنے لگے یہ کیا بیہودہ اور بے ادب مناظر ہے بجز یاوہ گوئی کچھ جانتا ہی نہیں نہ کوئی علمی بات کہتا ہے

مرزا جی کو عذر ہاتھ آ گیا۔ تنگ کر کرسی پر ڈٹ گئے۔

بہتیرا کہا گیا کہ حضرت اٹھ کر اپنا وقت پورا کیجئے!

لیکن مرزا جی ٹس سے مس نہ ہوئے بہت منتیں کیں۔

آخر تیوری بدل کر کہنے لگے نئے سرے سے وقت لوں گا جب اٹھوں گا۔

وجہ کیا ہے؟ جب میری باری آتی ہے تو لوگ باتیں کرنے لگتے ہیں اور میرے دلائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔

خاکسار نے دست بستہ عرض کی: حضور ناراض نہ ہوں آپ دلائل پیش کریں تو لوگ سنیں بھی۔ جناب کی بیہودہ گوئی سے لوگ تنگ آ گئے ہیں لیکن چونکہ آپ کی رضا مندی مطلوب ہے لہٰذا آپ کو بجائے پندرہ منٹ کے بیس منٹ زائد دیئے جاتے ہیں خوب دل کی حسرتیں نکال لے! خدا کے فضل وکرم سے آپ سے کچھ نہ ہوگا۔ خیر مرزا صاحب ہمت کر کے اٹھے اور پھر اس طرح گویا ہوئے۔

رافضی۔ صاحبو! میں شرطاں تھیں باہر نہیں جاندا، مسلمہ کتاباں تھیں مراد اہل السنت دے چواں فرقیاں حنفی شافعی مالکی حنبلی دیاں کتاباں نے میں تفسیر اتقان دا حوالہ دتا سی

کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیتی اے کہ قرآن بدلیا ہویا اے۔

عثمان رضی اللہ عنہ داوی ایہہ عقیدہ سی ایہہ دیکھو بخاری دے وچ ہے۔

اتقان نوں وی فیر دیکھ لو! عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیتی اے۔

قاضی خان دی عبارت تسی دیکھ لئی اے۔

او مولوی دیکھ ایس طرح ساہن تیرے وڈے۔

ساڈا وڈا علی اے۔

جس دے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکھیا:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔

معارج تے اوراق غم تیری کتاب وچ جنگ تھیں بھاگنا ثابت کردا اے

ایسے واسطے اوہ کافر ہو گئے۔

توں کہنا ایں: اوہ مومن ساہن،

اونہاں دا ایمان تے ثابت کر!

اج احمد علی دا مقابلہ اے بن جاناں کتھے......

وقت ختم

مولانا برادران اسلام! مجھے تعجب ہے۔ مناظرہ کے لئے مرزا صاحب کیوں تشریف لائے جب ان کو کلام کرنے کی تمیز نہیں اور آپ نے بھی دیکھ لیا آپ کی بدحواسی بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے اردو بولتے بولتے پنجابی بولنے لگے۔ اور وہ بھی ایسی بے تکی کہ خدا کی پناہ: بحث کیا تھا اور کیا کچھ الم غلم کہہ گئے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم مجھے آپ حضرات نے کس کے سامنے کھڑا کر دیا مفت میں میرا وقت بھی ضائع ہوا اور آپ حضرات کو بھی تکلیف ہوئی جب بار بار تاکید کر دی گئی ہے کہ کوئی بات شرائط مجوزہ کے خلاف نہ ہونے پائے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا جی کیوں خارج از بحث لایعنی گفتگو میں وقت ٹال رہے ہیں۔ جناب کے سامنے کافی کلینی کی متعدد عبارات پیش کیں ان کی کتاب انصاف کی عبارت پڑھ کر ثابت کر دیا کہ نہ ان کا

نہ ان کے بزرگوں کا ایمان موجودہ قرآن پر ہے مرزا صاحب نے ان کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ ان کو لازم ہے یا تو صاف اقرار کریں ورنہ ان کتابوں کو حوالہ آگ کریں

اب تفسیر صافی ملا محسن فیض محمد ابن شریف رضی کو ہی ملاحظہ فرمائیں!

وہ کہتا ہے:

اقول: المستفاد من مجموع هذا الاخبار وغيرها من الروايات من طريق اهل البيت عليهم السلام ان القرآن الذى بين اظهرنا ليس بتمامه كما انزل على محمد صلى الله عليه وسلم وماهوموجود محرف وانه قد حذف عنه اشياء كثيرة من المواضع ومنها اسماء المنافقين فى مواضعها ومنها غير ذالك وانه ليس على الترتيب المرضى عند الله وعند رسوله۔

یعنی موجودہ قرآن ویسا نہیں ہے جیسا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ بلکہ اس میں بہت جگہ سے کچھ مضامین حذف کر دیئے گئے اور بہت جگہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام اڑا دیا گیا اور بہت جگہ سے منافقون کے نام اڑا دئے گئے اور اس کے علاوہ بہت جگہ تحریف کی گئی ہے اور جس ترتیب پر اللہ رسول کی رضا تھی۔ اس ترتیب پر بھی نہیں ہے۔

اور اسی طرح ابراہیم قمی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے، حضرات کرام! اب تو نہایت وضاحت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان نہیں تقیہ کی بنا پر زبانی اقرار کرتے ہیں حلف اٹھا لیتے ہیں اور کتابوں میں ہر طرح کی تحریف وتبدیل کے قائل ہیں ثابت ہوا مرزا جی اور ان کے پیشوا و بزرگ سب کے سب پکے بے ایمان کافر خارج از اسلام ہیں۔

یہ عقیدہ اور دعوی اہل بیت کرام کی محبت کا۔

تف ہے ایسے دین پر قاضی خان کا پھر ذکر کیا ہے حالانکہ خوب تسلی کر دی گئی ہے قرآن کریم سے قضیے شرطیے کی مثالیں دیکر سمجھا دیا ہے اب بھی اگر نہیں سمجھا تو لاہور میرے پاس تشریف لایئے پڑھا دوں گا اوراق غم کا بار بار حوالہ دیکر کہتے ہیں کہ یہ میری تصنیف شدہ ہے اگر یہ ثابت کریں کہ اوراق غم میری تصنیف ہے تو ابھی ہزار روپیہ انعام دیتا ہوں ہمت ہے تو آیئے ثابت کیجئے! علاوہ ازیں جو عبارت آپ نے پیش کی ہے وہ آپ کیلئے ہرگز مفید نہیں اس میں یہی تو ہے کہ ایک گروہ میدان جنگ سے بھاگ گیا اس کا جواب پہلی تقریر میں دے دیا گیا کہ اللہ تعالی نے ان کو معاف کر دیا اور سب کو جنت کا وعدہ فرمایا لیکن آپ وہی بے سُری الاپ رہے ہیں جس بات کا کئی مرتبہ جواب دے دیا گیا اس کی رٹ لگانے سے کیا فائدہ؟

ہاں اس کی تردید کیجئے! اس پر نقض ومنع وارد کیجئے!

محض ادھر ادھر کی باتیں بنا کر اپنا وقت پورا کرنا آپ کی بین شکست ہے

اتقان بخاری وغیرہ کے متعلق بار بار کہا جا چکا ہے کہ ان کا پیش کرنا شرائط کے خلاف ہے جب طے ہو چکا ہے کہ کتب احناف سے استدلال کیا جائے گا تو پھر کیوں شوافع کی کتابیں پیش کی جاتی ہیں۔

پھر توجہ دلاتا ہوں کہ میرے پیش کردہ دلائل یا تو منظور کیجئے!

یا ان کی تردید کیجئے، اور بیہودہ وفحش کلامی سے اجتناب کیجئے!

وقت کا ضائع کرنا بڑا گناہ ہے۔

قاضی خان کی عبارت پر تو آپ نے بے سوچے اعتراض جڑ دیا اپنے گھر کی

تو خبر لیجئے اپنے!

حضرات! ان کے عقیدے نعوذ باللہ خدا تعالی کو بھی جہالت ہوتی ہے اور تمام انبیاء نے اس امر کا اقرار کیا ہے۔

دیکھئے اصول کافی کلینی صفحہ ۸۶ سطر ۱۴ میں ہے:

عن الرضا، یقول: ما بعث اللہ نبیاقط الا بتحریم الخمر وان یقر للہ بالبد۔

ان کی فقہ شریف کے مسائل بھی ملاحظہ ہوں!

فروع کافی کلینی جلد اول صفحہ ۴ اور جلد دوم صفحہ ۱۰۳ میں لکھا ہے:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: سألته عن الدلك

قال: ناكح نفسه لا شئ عليه

اور اسی قسم کی خرافات مذہب شیعہ کی بکثرت ہیں۔

لیکن حیا مانع ہے کہ ان کو بیان کیا جائے مرزا جی پھر نہ کہنا کہ ہم قرآن پاک کو مانتے ہیں اور ادب کرتے ہیں آپ نے قرآن پاک کو خوب مانا اچھا ادب کیا کہ اس میں صدہا صرفی نحوی غلطیاں ہیں اور میں بھی ایسا بنا سکتا ہوں! یہ ہے آپ کا ادب اور یہ ہے آپ کی طہارت اور تہذیب۔

اب انشاء اللہ العزیز بعد نماز ظہر کچھ عرض کروں گا۔ **وقت ختم**

مرتب حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ تو نماز کی تیاری کرنے لگے اور احناف کرام بھی وضو وغیرہ میں مشغول ہوئے ادھر مرزا صاحب بدستور کرسی پر بیٹھے

رہے کسی نے کہا آپ بھی نماز وغیرہ سے فارغ ہو لیں۔ ڈھائی بج چکے ہیں کہنے لگے دیکھا جائے گا لاہور چل کر پڑھ لیں گے جب حواریوں نے سمجھایا کہ حضور ہمارا کالا منہ ہو گا لوگ کہیں گے بے نماز ہے خیر سمجھا بجھا کر مرزا صاحب کو نماز کے بہانے سے کسی مکان میں لے گئے اور کھانا حاضر کر دیا کھانے وغیرہ سے فراغت پا کر دم لینے لگے۔ شیعہ کارکنوں نے مرزا صاحب سے گذارش کی کہ ہمارا تو آپ نے بیڑا غرق کر دیا ہے ہمیں اب منہ دکھانے کو جگہ نہیں ملے گی۔ مناسب یہ ہے کہ اب مناظرہ نہ ہو شامت اعمال سے کسی نے کہہ دیا کہ اگر میدان مناظرہ میں نہ گئے تو اور غضب ہو گا لوگ کہیں گے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے عجب مصیبت کا سامنا ہو گا۔

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

آخر دم دلا سادے کر مرزا صاحب کو آمادہ کر ہی دیا اور وہ مناظرہ گاہ میں رونق افروز ہو گئے اتنے میں فریضہ ظہر ادا کرنے کے بعد مولانا صاحب مدظلہ کھانا وغیرہ تناول فرما چکے تھے لہٰذا اٹھ کر مناظرہ گاہ میں تشریف لائے تو اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے، اور مناظرہ شروع ہوا اور اب پہلی تقریر مرزا احمد علی نے کی اس وقت کا صدر جلسہ باتفاق حوالدار صاحب پولیس مقرر ہوئے اور ابراہیم دیوبندی کو ہٹا دیا گیا۔

رافضی۔ او بھائی جیو! ساڈا موضوع تے چار جنیاں دا ایمان سی اوس نے چھڈ کے مولوی سید احمد صاحب قرآن دی طرف گئے اینویں وقت ضائع کردتا۔

میں لکھ واری اوہناں نوں کافر آکھاں گا۔

ایس مولوی نوں میں اچھی طرح ثابت کردتا پر ایہہ نہیں مندا۔

الٹا میرے اتے الزام لاندا اے کہ میں قرآن دا منکر آں۔

میں اتقان تفسیر دا حوالہ دتا لیکن ایہہ آخدا اے ایہہ شافعیاں دی اے۔

اوراق غم ایس دے بھائی دی کتاب اے۔ خود مولوی سید احمد نے پچھے تقریظ لکھی اے۔

کیوں بھائی سید احمد ہن ٹھنڈ پی اے؟

کیا تہاڈے گھر وچ چار مذہب نے تیرا بھائی وی حنفی نہیں؟

قرآن تے تیرا ایمان نہیں؟

پہلاں تسی بسم اللہ نوں آکھدے او ایہہ قرآن دی آیت نہیں۔

جنگ احد وچوں اصحاب نس گئے ایس واسطے کافر ہوئے۔

مومناں دا کم نسناں نہیں۔

علی تے عباس نے عمر نوں ظالم آکھیا۔

اوس تے جنت حرام ہے، ابوبکر نوں وی غاصب آکھیا۔

پارہ ۲۷ رکوع ۱۸، وچ ہے

فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ.

یعنی اونہاں دے دل سخت ہو گئے اور بہتے اونہاں وچوں فاسق نے

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ.

ثابت ہویا اوہ فاسق منافق سا ہن

فیر اللہ ہندا اے

مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ.

عمر نے ایس حکم دا خلاف کر کے اپنی رائے نال متعہ حرام کیتا تے کافر ہو گیا۔

دیکھو بخاری نوں! اگر ایمان والے ہندے اللہ رسول دی محبت ہوندی تے جنگ وچوں نہ نسدے۔

وقت ختم

مولانا حضرات گرامی! فاضل مناظر اب تک موضوع سے خروج کر رہے ہیں ابتدائی موضوع قرآن کریم تھا شیعہ اثنا عشریہ کی معتبرہ ومسلمہ کتابوں سے بفضلہ واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ان کا قرآن کریم پر ایمان نہیں مرزا جی بجائے جواب دینے کے بحث سے اب تک دور رہے اور شرائط کی پابندی نہ کی کبھی جنگ احد کا ذکر کر کے بھاگنے کو علامت نفاق وکفر بنایا۔

اوراق غم جو ایک تاریخی کتاب ہے اس کو قرآن وحدیث کے مقابلے میں پیش کیا کبھی متعہ کا ذکر شروع کر کے وقت بیکار کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں خرافات ناپاک اور گندے الفاظ بول کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا۔ آپ پر مرزا جی کی حقیقت اسلام ظاہر ہو گئی ہے کوئی دلیل اب تک پیش نہیں کر سکے جن کتابوں کا حوالہ دیا اور احناف کی نہیں شوافع کی ہیں ان کا پیش کرنا شرائط مجوزہ کے خلاف اور اصول مناظرہ کے بالکل برعکس ہے وہ دعوی زور شور کا کہاں گیا کہ کتب حنفیہ سے استدلال کروں گا۔

بفضلہ کتب حنفیہ سے ان کو بجز ناکامی کچھ حاصل نہ ہوگا۔

قرآن کریم کے متعلق کافی سے زیادہ دلائل وبراہین پیش کر چکا ہوں ضمنا

صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم کا ذکر خیر بھی ہوا قرآن پاک کی آیات اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے ان کا ایماندار اور جنتی ہونا ثابت ہو گیا۔

لیکن اب مخصوص طور پر قرآن حکیم اور ان کی معتبرہ ومسلمہ کتابوں سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ایمان کامل اور ان کے فضائل و مراتب کو ثابت کرتا ہوں اور جن آیتوں کو لے کر مرزاجی بزعم خود صحابہ کرام کو منافق کہتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ان ہی سے ان کو مومن کامل ثابت کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ ان کو مومن کے معزز لقب سے نوازتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

(پارہ ۴ آل عمران / رکوع ۷)

ترجمہ یہ ہے:

بے شک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمایا بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

سبحان اللہ! حضرات آپ نے سن لیا۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم نے ان کو معافی کر کے ڈگری عطا فرمادی۔ افسوس ہے مرزاجی کا خداوند کریم کے ساتھ مقابلہ ہے بادشاہ اپنی رعیت کے قصور کو الطاف خسروی سے بخش دیتا ہے معاف کر دیتا ہے پھر کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ ان کو قصوروار ٹھہرائے مرزاجی کو کیا تکلیف ہوئی کہ اب بھی ان سے خواہ مخواہ بغض رکھتے ہیں عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ خداوند کریم نے ان کو معاف کر دیا واضح

ہے اور ملاحظہ ہو!

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (پارہ ۲۶ سورہ فتح / رکوع ۱۱)

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔

حضرات اس آیت مبارکہ میں رب العزت اپنی رضامندی ان لوگوں سے ظاہر فرماتا ہے جنہوں نے مقام حدیبیہ میں درخت کے نیچے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بیعت کرنے والوں میں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں تھے۔ لہٰذا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور دوسرے دست مبارک سے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لی۔ سبحان اللہ۔ کیا مرتبہ عالی ان کا ثابت ہوا مولیٰ تعالیٰ نے ان سے رضامندی ظاہر کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت قبول فرمائی۔ مرزاجی اب بھی ناراض ہیں اور سنیئے! ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَّنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۞

اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے
جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی
سبحان اللہ۔ آفتاب نیم روز کی طرح صحابہ کرام مہاجرین وانصار اور مجاہدین
کا جنتی ہونا ثابت ہو گیا ان کو کافر منافق کہنے والے کا ٹھکانا بلاشبہ جہنم ہے۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ

صحابہ کرام کے آپس میں وہ تعلقات تھے کہ شاید و باید۔ چنانچہ مولیٰ علی کرم
اللہ وجہہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا۔
اگر بقول تمہارے وہ کافر و منافق تھے تو کیا شیر خدا مولیٰ علی کی یہی شان ہو سکتی ہے کہ
اپنی لڑکی کافر کے نکاح میں دیں۔ سخت شرم کی بات ہے یہ عقیدہ اور دعویٰ محبت اہل
بیت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر باہم شیر و شکر تھے۔ نکاح کا ثبوت انہی کی
معتبر کتابوں سے دے سکتا ہوں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مرزا جی بحث سے گریز اور
شرائط مجوزہ سے عدول کئے جاتے ہیں اور میرے دلائل و براہین سن کر کوئی نقض و منع
وارد نہیں کرتے۔ دلائل کی طرف سے محض سکوت ہے اور بقاعدہ السکوت فی
معرض البیان بیان گویا تسلیم کرتے ہیں لیکن مرزا جی علی الاعلان کیوں نہیں کہتے کہ
یہ دلائل صحیح ہیں اور بیشک ہمارے مذہب اثنا عشری کی معتبر و مستند کتابوں میں یہی لکھا
ہے جو مولوی سید احمد سنا رہے ہیں لیکن یہ خیال ہے کہ میں اگر اعلانیہ تسلیم کرتا ہوں تو
اپنی جماعت میں شرمندہ و ذلیل ہوتا ہوں ساری جماعت کی ناک کٹتی ہے لیکن یہ نہیں
سمجھتے کہ ساری جماعت آپ کی کمزوری اور ہٹ دھرمی محسوس کر رہی ہے۔ وقت ختم

مرتب۔ سامعین کی طرف سے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوئیں اور مولانا
بیٹھ گئے۔

رافضی۔

نالہ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر　　　اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

او مولوی! توں کہندا جاناں ایں۔
میرا ایمان قرآن تے نہیں۔
اج میں تینوں خوب رگڑاں گا۔

حاضرین: بکواس مت کرو!
ورنہ ابھی مرمت کر دی جائیگی۔
انسانیت سے گفتگو کرو!
ہم بہت ضبط کر رہے ہیں۔

صدر: مرزا جی! معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے ہتھکڑی ڈالنی پڑے گی۔
اس بیہودگی کو چھوڑ دیجئے! سمجھ لیا؟

رافضی نہیں بھائیو! مینوں ایس نے بڑا طیش دتا اے
اہل بیت تے ایس نے بڑا بھاری حملہ کیتا اے۔
میں ایس نوں اچھی طرح سدھے راہ تے لیاواں گا۔
او مولوی! توں ثابت کر کہ ایہہ جنے جنگ وچوں نہیں نسے۔

جہان کتاباں دا حوالہ میں دتا اے سب حنفیاں دیاں معتبر کتاباں نے تے

اے فقہ باقی اے، چواں مذہباں دے عقیدے بیان کراں گا۔

تیرا بھائی اوراق غم وچ لکھدا اے جنگ احد وچوں ایہہ نس گئے۔

جنگ حنین وچوں بھی نسے۔

حضرت علی نہیں نسے۔

مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ.

دی وجہ نال عمر متعہ نوں حرام کر کے ظالم ہویا

بخاری نوں دیکھ اج بخار ہو گیا، سوا صابہ نوں دیکھو!

عثمان نے مروان نوں میر منشی بنایا۔

جس دے باپ نوں حضور نے باہر کڈھ دتا سی۔

عثمان نے بلا کے لوہڑ مچایا۔

کافر ہویا کہ نہ۔

توں سید ہو کے سید احمد اخوا کے کہنا ایں علی نے اپنی لڑکی عمر نوں دتی استغفر اللہ!

کیڈی وڈی گستاخی، او سید دو ویکھو! کیڈا ظلم ہویا اے۔

ہن تسیں اپنیاں لڑکیاں دوجیاں قوماں نوں دیا کرو!

او سید ہو کے ایہہ گلاں سندے او۔

معلوم ہوندا اے تسیں سید ای نہیں۔

سیدزادی دا نکاح عمر نال توبہ توبہ کیڈا الزام تے افترا اے

کے جگہ نکاح دا ذکر نہیں اوہ تے ابوبکر دی لڑکی سی۔

علی نے ابوبکر دی بیوی اسماء نال نکاح کیتا سی۔

اسماء وچوں ابوبکر دی لڑکی ام کلثوم نال عمر نکاح کیتا سی۔

ذرا پڑھ کے آ مولوی جی وٹوانیاں چھڈ دیو! وقت ختم

مولانا برادران اسلام! آپ پر خوب واضح ہو گیا ہے کہ مرزا جی کا سودا بک چکا ہے اب محض بیہودہ گوئی سے وقت ضائع کر رہے ہیں موضوع کیا تھا اور اب متعہ پر بحث شروع کر دی ہے میں موضوع سے خارج گفتگو کرنا معیوب سمجھتا ہوں۔ لیکن آپ پر حقیقت متعہ ظاہر کی غرض سے انہی کی معتبر کتابوں سے حرمت متعہ ثابت کرتا ہوں۔

ان کا یہ کہنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے متعہ حرام کیا سراسر غلط ہے بلکہ حضرت رب العزت نے اس کو حرام کیا ملاحظہ ہو!

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۞ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۞ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ ۞ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۞ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْمَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۞ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ۞

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی لونڈیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

حضرات قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ اپنی منکوحہ اور اپنی مملوکہ لونڈی کے علاوہ جو طریق مباشرت بھی اختیار کیا جائے وہ حرام ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ کرنے کے لئے نہ یہ شرط ہے کہ اپنی لونڈی ہو یا زوجہ ہو۔

اس سے تو خود انتفاع اور استمتاع حاصل ہے متعہ مروجہ شیعہ تو خالص زنا ہے چنانچہ متعہ کی حقیقت مذہب شیعہ میں یہ ہے کہ اس میں گواہوں کی بھی ضرورت نہیں توریث بھی نہیں تعداد بھی معین نہیں جتنی عورتوں سے چاہے کر سکتا ہے اور جس طرح زنا میں خرچی مقرر اور وقت مقرر کیا جاتا ہے یوں ہی پیشہ ور عورتوں کی طرح اس میں بھی وقت وغیرہ مقرر کیا جاتا ہے اور جس طرح زنا کار عورتیں بازاروں میں پھرتی ہیں اسی طرح ممتوعہ عورت کو پردہ کی ضرورت نہیں متعہ برائے نام ہے ورنہ حقیقت میں زنا ہے بازاری عورت کی خرچی دو چار روپیہ سے کم نہ ہوگی لیکن متعہ کے لئے ایک مٹھی بھر گیہوں کافی ہے۔ دیکھئے! فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳۔

عن الاحول قال: قلت: لابی عبد اللہ علیہ السلام ادنی ماتزوّج بہ الْمُتْعَۃَ قَالَ: کَفٌّ مِنْ بُرٍّ۔

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک عجیب صورت پیدا کی ہے ایک ہی عورت سے ایک ہی رات میں دس بیس آدمی مل کر متعہ کریں اور یک بعد دیگرے سب اس سے ہم بستر ہوں اگر چہ اس عورت کا حیض بند ہو چکا ہو یعنی بوڑھی ہو۔

چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مصائب النواصب میں لکھتا ہے:

واماتاسعا فلان مانسبہ الی اصحابنا من انھم جوزوا ان یتمتع الرجال المتعددون لیلا واحدۃ من امرءۃ سواء کانت من ذوات الاقراء ام لا

فمما خان فی بعض قیودہ وذالک لان الاصحاب قد خصوا ذالک بالآیسۃ لا بغیر ھا من ذوات الاقراء۔

یعنی جو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں کہ بہت سے اشخاص ایک رات میں مل کر ایک عورت سے متعہ کریں وہ حیض والی ہو یا آیسہ ہو سو اس میں خیانتاً بعض قیود چھوڑ دی گئی ہیں کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس کو اس عورت کے ساتھ مختص کر دیا ہے جس کو حیض نہ آتا ہو نہ یہ کہ جس سے چاہے متعہ کرے حیض آتا ہو یا نہ۔

حضرات! کتنی بے حیائی کا فعل شیعہ حضرات جائز رکھتے ہیں اس سے بھی زیادہ بیہودہ روایت سنئے! جس میں ائمہ اطہار کی بے حد ہتک و توہین کی ہے۔

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ میں ہے:

جاء عبد اللہ بن عمیر اللیثی الی ابی جعفر فقال: لہ ماتقول فی متعۃ النساء؟ فقال: احلھا اللہ فی کتابہ وعلی لسان نبیہ فھو حلال الی یوم القیامۃ فقال: یا اباجعفر مثلک یقول ھذا وقد حرمھا عمر ونھی عنہ فقال: وان کان فعل فقال: اعیذک باللہ من ذالک ان تحل شیئا حرمہ عمر قال: فقال لہ فانت علی قول صاحبک وانا علی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھلم الاعند فان الاول ماقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وان الباطل ما قال صاحبک قال فاقبل عبد اللہ بن عمیر فقال ایسرُّک انَّ نساءک وبناتک واخواتک وبنات عمک یفعلن قال فاعرض عنہ ابو جعفر علیہ السلام حین ذکر نساءہ وبنات عمہ۔

یعنی ابن عمیر لیثی نے امام باقر علیہ السلام سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا خدا نے اس کو اپنی کتاب میں اور رسول کی زبان سے حلال کیا ہے پس وہ قیامت تک حلال ہے۔

ابن عمیر نے کہا: آپ جیسا امام یہ بات کہے! حالانکہ حضرت عمر نے اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا ہے آپ کو یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت حضرت عمر نے بیان کی ہو اسے آپ حلال کریں۔

امام باقر نے کہا: تو عمر کے قول پر رہ میں رسول اللہ کے قول پر کاربند ہوں۔ پہلی بات قول رسول ہے اور تیرے صاحب عمر کا قول باطل ہے۔

ابن عمیر نے کہا: کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کی عورتیں، لڑکیاں پھوپھیاں یہ فعل کریں۔

امام باقر نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا

حضرات! کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم کرسکتا ہے کہ ایسی گندی روایات آئمہ اطہار کی طرف منسوب کی جائیں؟

مرزا جی متعہ کا مسئلہ نہ چھیڑتے تو آپ کی تہذیب کا بھانڈا نہ پھوٹتا اس سے بیہودہ تر یا مزید اور روایتیں بیان کرتا لیکن مجھے حیا مانع ہوتی ہے، بہت سی پاکدامن عورتیں موجود ہیں ان کے سامنے ایسی بیہودہ روایات کا بیان کرنا مناسب نہیں۔

متعہ کی حرمت کے متعلق فروع کافی کی حدیث دیکھ لیجئے! جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ میں ہے:

عن المفضل قال: سمعت اباعبد الله علیه السلام یقول فی المتعة دعوها اما یستحی احد کم ان یری فی موضع العورة فیحمل ذالك

علی صالحی اخوانه واصحابه

یعنی مفضل سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے: متعہ چھوڑ دو کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے کرے۔

اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھا ہے:

کتب ابو الحسن علیه السلام الی بعض موالیه لا تلحوا علی المتعة انما علیکم اقامة السنة فلا تشغلوا بها عن فرشکم وحرائرکم فیکفرن ویتبرین ویدعین علی الامر بذالك فیلعن لنا۔

یعنی حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا: متعہ پر اصرار مت کرو صرف سنت پر عمل کرو! اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ جس سے تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں اور پاکباز رہ کر ہماری دامنگیر ہوں اور اس وجہ سے ہم پر لعنت کریں۔

دونوں روایتوں سے ممانعت متعہ ثابت ہوگئی۔

مرزا صاحب خدا سے ڈرئے اور توبہ کیجئے!

آپ نے اپنی تقریر میں ام کلثوم کی نسبت انکار کیا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نہیں ہیں یہ سراسر آپ کی لاعلمی یا دھوکہ دہی کی دلیل ہے جناب والا آپ کی معتبر و مستند کتاب فروع کافی صفحہ ۳۱۱ میں ہے ملاحظہ ہو!

عن سلیمان بن خالد قال: سألت ابا عبد الله علیه السلام عن امرءة توفی زوجها این تعتد فی بیت زوجها او حیث شاءت؟ قال: بل حیث

شات ثم قال: ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ
بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ۔

یعنی ابن خالد نے امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند رحلت کر جائے وہ عدت کہاں پوری کرے خاوند کے گھر یا جہاں اس کی مرضی چاہے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ جب حضرت عمر انتقال فرما گئے تو حضرت علی علیہ السلام آ کر ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

نیز فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے:

عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ذالک فرج غصبناہ۔

زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نکاح ام کلثوم کے بارے میں روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا وہ ایک شرمگاہ تھی جو ہم سے چھین لی گئی۔ معاذ اللہ!

قاضی نور اللہ شوستری جس کا مقبرہ آگرہ میں ہے۔ جس زمانہ میں فقیر آگرہ میں مفتی تھا اس وقت اس کی قبر دیکھی تھی ان کے ہاں اس کا مرتبہ شہید ثالث کا ہے مجالس المومنین میں لکھتا ہے:

اگر نبی دختر بہ عثمان داد علی دختر بہ عمر فرستاد

یعنی اگر جناب رسول اللہ خدا نے اپنی بیٹی عثمان کے حبالہ نکاح میں دی تو مولی علی نے اپنی لڑکی حضرت عمر کے ہاں بھیجی۔

اس کتاب کے صفحہ ۸۸، ۸۲ میں ابوالحسن علی بن اسماعیل اثنا عشری سے مروی ہے:

پر سید چرا آنحضرت (رضی اللہ عنہ) دختر خود را بعمر داد، گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بزباں واقرار بہ فضل حضرت امیر میکرد۔

آپ کی ان روایات معتبرہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نکاح میں ام کلثوم بنت حضرت علی ہی تھیں ورنہ امام صادق ہرگز نہ کہتے کہ وہ ہم سے غصب کی گئیں اور حضرت علی ان کو اپنے گھر لے آئے علاوہ ازیں بہت سی روایات نکاح ام کلثوم کے متعلق ہیں لیکن اسی قدر سے ہمارا مدعی ثابت ہو گیا اس کا انکار بلا دلیل، باطل۔ اگر یہ روایات بے بنیاد ہیں اور محض افتراء و بہتان باندھا ہے تو مرد میدان بنئے! اور ان کتابوں کو آگ میں جھونک دیجئے! اور خدا سے ڈر کر توبہ کیجئے!
اور مذہب حقہ اہلسنت وجماعت اختیار کیجئے!

اب چند روایات صحابہ کی شان میں ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱ میں ہے:

وحبس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخری بعثمان وقال المسلمون: طوبی العثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفا والمروۃ واحل، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ: ماکان یفعل فلما جاء عثمان قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اطفت بالبیت فقال: ماکنت لاطوف بالبیت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لم یطف

یعنی عثمان غنی کافروں کے لشکر میں قید کر لئے گئے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے دست

مبارک پر رکھ کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت لی مسلمانوں نے کہا کہ عثمان کا کیا اچھا حال ہے کہ وہ کعبہ کا طواف بھی کریں گے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی بھی اور احرام کھولیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے عثمان ایسا نہیں کریں گے پھر جب عثمان آئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے کعبہ کا طواف کیا انہوں نے عرض کی میں ایسا نہیں ہوں کہ کعبہ کا طواف اس حالت میں کروں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں۔

حضرات اس روایت سے کیسا مرتبہ عالی حضرت عثمان کا ظاہر ہوتا ہے، ان کے ایمان واخلاص پر ایسا کامل بھروسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا کہ ان کی طرف سے غائبانہ بیعت خود اپنے دست اقدس پر لی بھروسہ بھی غیر معمولی نہ تھا بلکہ جب عرض کیا گیا کہ عثمان طواف کریں گے تو فرمایا عثمان ایسا نہیں کریں گے یہ ارشاد نبوی ان کے انتہائی اخلاص پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی ان سے ظہور میں آیا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ احقاق الحق میں ارشاد فرماتے ہیں:

ھما امامان عادلان کانا علی الحق ماتا علیه فعلیهما رحمة الله الی یوم القیامة۔

یعنی یہ دونوں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما امام عادل تھے صاحب انصاف تھے حق پر تھے اور حق پر ہی ان کی موت ہوئی پس ان دونوں پر قیامت تک اللہ کی رحمت ہو!

مرزا جی اگر فی الواقعہ آپ کو حضرت امام جعفر صادق سے عقیدت ومحبت ہے اور ان کے ارشادات پر کامل یقین ہے تو آج سے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سب وشتم دینے لعن طعن کرنے سے تائب ہو!

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق ان کو مومن کامل امام عادل قائم علی الحق مستحق رحمت سمجھئے!

اور خدائے ذوالجلال سے ڈریئے!

اور اپنے ناپاک اور گندے مذہب سے توبہ کیجئے!

یا اس بات کا اعلان کیجئے کہ امام جعفر صادق نے جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے!

شائد مرزا جی یہ جواب دیں کہ یہ تقیہ کی بنا پر لکھا ہے۔

تو اے مسلمانو! تمہیں غور کرو جس مذہب کی بنیاد تقیہ پر ہو اس کی ہر بات تقیہ پر محمول ہو ایسے مذہب کا کیا اعتبار بلکہ ائمہ اطہار کی محبت وعقیدت سب تقیہ کی بنا پر ہے ورنہ حقیقت میں بیہودہ خوارج کی طرح دشمن وبدخواہ ہیں۔

خداوند قدوس اپنے کلام پاک میں جن لوگوں کے فضائل کا ذکر فرمائے ان کے یہ دشمن ہیں۔ ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ رکوع ۲)

یعنی سب میں اگلے پہلے مہاجر وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

حضرات بلا اختلاف شیعہ وسنی خلفاء ثلثہ مہاجرین اولین سے ہیں آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ان حضرات کو کافر منافق کہنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے جو بالیقین کفر

ہے لہذا مہاجرین وانصار جن کے جنتی ہونے کی خبر پروردگار عالم اپنے کلام مقدس میں دے رہا ہے ان کو کافر منافق خائن کہنے والا یقیناً بے ایمان خارج از اسلام ہے کیوں صاحبو! سچ ہے یا نہیں (مجمع کا شور) بیشک! بیشک!

شیعہ مناظر صاحبو! مولوی سید احمد نے کوئی دلیل اصحاب دے ایمان دی نہیں دتی میں اتھ دلیلاں دتیاں نے جنہاں دا کوئی جواب نہیں ملیا۔

اوراق غم ایس دے بھائی دی کتاب اے۔ جنگ احد وچوں نسنا اوہدے وچ ہے۔ شیطان نے اونہاں نوں پھسلادتا اسی اونہاں نوں کافر نہیں کہندے۔ منافق آکھنے ہاں جنگ وچوں بھاگنا منافقاں دی علامت اے۔ عمر نے متع نوں حرام کر کے کیڈا لوہڑا مچایا۔ ایہہ مولوی متعہ نوں زنا کہندا اے، کیا پہلوں رسول نے زنادی اجازت دتی سی؟ فیر تے اصحاب زانی ہوئے نہ، خیر ام کلثوم ابوبکر دی بیٹی سی علی دی نہیں سی۔ توں معاویہ نوں بالکل چھڈ ہی گیا ایں۔ قیامت تک اونہاں نوں ایماندار ثابت نہیں کر سکدا۔ عثمان دے پیرو ختفی دجال دے پیر ہون گے۔

ترمذی وچہ ہے حنظلہ روایت کر دااے:

ابوبکر نے خود منافق ہونے دا اقرار کیتا۔ مؤطا امام مالک وچہ ہے قیامت وچ اللہ اپنے رسول نوں اینہاں دے بارے فرمائے گا:

انک لا تدری ماحدثوا بعدک۔ ثابت ہویا اوہ منافق بن

(مرتب) مرزا صاحب ایسے حواس باختہ ہوئے کہ بار بار مرغے کی ایک ہی ٹانگ بتا رہے ہیں نہ کوئی دلیل نہ کوئی کام کی بات کبھی ہر دفعہ اٹھ کر وہی پہلے خرافات کا اعادہ کر

اس سے حضرات سامعین نہایت بدمزہ ہوئے اور تمام پر ان کی شکست فاش واضح ہو گی۔

مولانا برادران گرامی سخت افسوس ہے کہ مرزا جی اپنی عادت نہیں چھوڑتے بارہا عرض کیا گیا ہے کہ بحث سے عدول اور شرائط مجوزہ سے خروج نہ فرمایئے!

لیکن مرزا جی فقیر کے معروضات پر اصلا متوجہ نہیں ہوئے لامحالہ مجھے کہنا پڑے گا کہ مرزا جی نے کبھی اہل علم سے مناظرہ نہیں کیا ہے بھلا یہ کہاں کا اصول ہے کہ آیات قرآنی پیش کروں اور ان کا مقابلہ کیا جائے اوراق غم یا ادھر ادھر کی روایات سے کیوں مرزا جی کیا یہی انصاف ہے؟ قطعیات کے معارض ظنیات اور وہ بھی روایات واہیہ پیش کی جائیں، قطعی کا مقابلہ قطعی سے ہونا چاہیے!

میں نے جو آیات قطعی الدلالت پیش کی ہیں جن میں مجاہدین مہاجرین اور انصار اور متبعین سید الابرار کے جنتی اور ایماندار ہونے پر خدائے قدوس گواہی دے رہا ہے، ایسے ہی آپ کو بھی چاہیے تھا کہ ان صحابہ کرام کے خارج از اسلام ہونے پر قطعی الدلالت کوئی آیت پیش کرتے، آپ نے وہ آیات پیش کیں جن میں منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے، آپ اپنا دعوی ملاحظہ فرمایئے! کہ خلفا ثلثہ اور حضرت معاویہ معاذ اللہ! بے ایمان اور خائن غادر تھے لہذا آیات وہ پیش کیجئے جن میں ان کا نام بیان کیا گیا ہو حدیث لاتدری الخ میں ایمان سے کہو خلفاء ثلثہ اور حضرت معاویہ کا ذکر ہے اور جب نہیں ہے اور قیامت تک آپ نہیں دکھا سکیں گے کہ احدثوا بعدک سے مراد یہی حضرات ہیں تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس سے مراد آپ کا فرقہ حادثہ ضالہ رفضہ وشیعہ

مرزا جی! آپ کو مسائل کی خبر نہیں۔ جس چیز کی ممانعت من جانب اللہ اس
جانب رسول نہ ہوئی ہو اس کا ارتکاب گناہ نہیں جب تک شراب یا متعہ حرام نہیں ہوا
جن لوگوں نے پی یا متعہ کیا ان پر کوئی الزام شرعا عقلا عائد نہیں ہوتا۔

ہاں! بعد حکم امتناع جو شخص مرتکب ہوگا وہ مجرم وملزم قرار دیا جائے گا، قانون
نافذ ہونے سے پہلے ہر عقل مند ذی ہوش جانتا ہے کہ اگر کوئی کام کیا جائے تو جرم
نہیں قانون کی خلاف ورزی جرم وگناہ ہے کیا آپ کو معلوم نہیں سیدنا آدم علیہ الصلاۃ و
السلام کے عہد میں شیث علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے بہن بھائی کا نکاح جائز تھا، جس
اس وقت آپ کے نزدیک بھی حرام ہے، کیا کوئی عقلمند اس پر اعتراض کرسکتا ہے؟ اس
آپ کا سا دل ودماغ والا آدم علیہ الصلاۃ والسلام وشارع علیہ الصلوۃ پر بھی معترض ہو
سکتا ہے۔ مرزا جی شرم باید کرد!

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی　　بہن بچو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے ان کی پناہ آج حیا کر ان سے　　کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اول اسلام میں شراب پی جاتی تھی بعد میں حرام ہوگئی چنانچہ نشے کی حالت
میں نماز میں مولی علی سورۃ کافروں کو الٹا سید ھا پڑھ گئے تو آیت کریمہ نازل ہوئی

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى

پھر بعد کو حرام کردی گئی یوں ہی متعہ بھی شروع میں موقعہ جہاد میں جائز تھا اور
بعد میں مطلقا حرام کردیا گیا جس کو واضح طور پر قرآن کریم اور اثنا عشری کی معتبر
روایات سے ثابت کر چکا ہوں۔ اب میں اصل مدعی کی طرف رجوع کرتا ہوں صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا اور نہ ہی ان کی یہ شان ہے ان

ق میں تو یہ وارد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو
اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران)

اگر معاذ اللہ بقول مرزا جی اصحاب اربعہ اور ان کے ساتھیوں کو کافر منافق مانا
جائے تو یہ آیت کریمہ غلط ثابت ہوتی ہے آیت مبارکہ میں حاضر کا صیغہ ہے حاضرین
ہی اس کے مصداق ہیں مرزا جی حضرت علی اور ان کے تین چار ساتھیوں کو آیت کا
مصداق بنا کر کام نہیں چلے گا۔ وہ تو اپنے زمانہ خلافت میں بھی احکام دین کا اجرا نہ کر
سکے بلکہ کہہ دیا کہ اگر ایسا کروں تو سارا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے گا۔

ملاحظہ ہو روضہ کافی صفحہ ۲۹ لکھا ہے:

ولو حملت الناس علی شر کہا وحولتہا الی موضعہا والی ما
کانت فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتفرق عنی جندی

حضرات گرامی اصحاب اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مومن کامل ماننا اس
قدر ضروری ہے کہ کوئی مسلمان ان کے ایمان کا انکار کرنے کے بعد قرآن کریم پر اپنا
ایمان ثابت نہیں کرسکتا پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال کے بعد ان حضرات
کی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تمام صحابہ کرام نے ان سے برضا ورغبت بیعت
کی۔ اور اپنا خلیفہ تسلیم کیا۔

احتجاج طبرسی ان کی مستند کتاب ہے اس کے صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے:

ومامن الائمة احد بايع مكرما غير عليٍّ واربعتنا۔

یعنی امت میں ایسا کوئی نہیں جس نے بغیر رضا ورغبت بیعت کی ہو سوائے علی اور ہم چار شخصوں کے۔

چنانچہ خود مولی علی کرم اللہ وجہہ ایک خط میں بیعت کا اقرار کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف بھیجا بلکہ ساتھ ہی ان کی خلافت حقہ کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔

نہج البلاغۃ ج ٢ صفحہ ٨ میں ہے:

ومن كتاب له عليه السلام الى معاوية انه بايعني القوم الذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يردَّ وانما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذالك لله رضى فان خرج عن امرهم خارج بطعن اوبدعة ردوه الى ماخرج منه فان ابى فاقتلوه على اتّباعه غير سبيل المؤمنين وولاه الله ماتولّٰى ولعمري يا معاوية لئن نظرت بعقلك دون هواك لتجدني ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انى كنت فى عزلة عنه الا ان تتجنى فتجنَّ مابدالك۔

یعنی فرمان امیر علیہ السلام کا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بے شک مجھ سے ایسی قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم سے کی تھی اور اسی امر خلافت پر بیعت کی ہے جس پر حضرات مذکورہ کی وقوع میں آئی اب کسی شخص حاضر وغائب کو اختیار اور مجاز نہیں کہ وہ کوئی علیحدہ طریقہ اختیار کرے یا اس کی تردید کرے مشورہ

امت مہاجرین وانصار ہی کا حق ہے جس شخص کو انہوں نے باتفاق اپنا امام بنالیا تو یہ رضا الٰہی ہے اگر کوئی خارج ہو کر طعن زنی کرے یا نئی راہ اختیار کرے تو مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کو واپس لائیں جہاں سے وہ نکلا ہے اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کریں کیونکہ اس نے مسلمانوں کے خلاف راہ اختیار کی اور اللہ تعالیٰ اس کی پھیر دے گا جس کی طرف وہ پھرا۔ اور اے معاویہ! مجھے اپنی جان کی قسم اگر تم عقل سے غور کرو گے تو مجھے ضرور خون عثمان سے بری پاؤ گے اور تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں اس سے علیحدہ تھا۔

حضرات دیکھئے! مولی علی کرم اللہ وجہہ کس تصریح کے ساتھ نام بنام اصحاب ثلاثہ کی خلافت حقہ کا اقرار کرتے ہیں ان کی خلافت کے منکر کو واجب القتل قرار دیتے ہیں حضرت معاویہ سے قسمیں کھا کر خون عثمان سے اپنی برات ظاہر کرتے ہیں کیا اس سے زیادہ صاف گواہی ان کے ایمان کی اور ہو سکتی ہے؟

لیکن بات یہ ہے کہ یہ فرقہ بیہودہ ملاعنہ بے ہودہ کا بگاڑا ہوا ہے انہیں لاکھ سمجھایئے کتنے ہی دلائل وبراہین سنایئے! یہ اپنی دشمنی وعداوت سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ سن چکے ہیں حق تعالیٰ اصحاب کرام کو خیر الامۃ بتارہا ہے گویا خدائے قدوس کو جھٹلاتے ہیں تو جس گروہ کو خیر الامۃ کے مقدس لقب سے فرمارہا ہے وہ تو شر الامۃ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کیوں بھائیو! یہ خدا کی خبر معتبر جس میں کذب ودروغ کا شائبہ بھی نہیں جھٹلاتا ہے یا نہیں؟

(مجمع کا شور) بیشک بیشک میرے نزدیک جس مذہب وملت کے افراد سے دریافت کرو گے کہ تم میں سے افضل واعلیٰ اور خدا رسیدہ اور ذوق مذہب چشیدہ کون

ا ہے فرمایا۔ آسمان سے ایک منادی اول نہار میں پکارتا ہے کہ تحقیق علی اور اس کا
گروہ مراد کو پہنچنے والے ہیں اور آخر دن میں پکارنے والا صدا دیتا ہے کہ تحقیق عثمان کا
گروہ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

سبحان اللہ! امام صادق نے ہر دو گروہ کو جنتی بتایا ہے اور اس کا مصداق بفضلہ
تعالی احناف کرام ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک۔

وقت ختم

رافضی مولوی سید احمد کہندا اے۔

پہلاں شراب حلال سی تے فیر رسول بھی پیندے ہون گے۔

پہلاں ماں، بہن دے نال زنا بھی جائز ہوگا کیونکہ حد توں ایہہ زنا آ خدائے
نہیں بلکہ شراب عمر پیندا سی، پہلاں بڑا شرابی سی ایہہ آ خدا اے۔

آدم دی شریعت وچ بہن بھائی دا نکاح جائز سی کیڈا الو ہڑ مچایا سو،
کدے بھی کسے شریعت وچ بہن بھائی دا نکاح جائز نہیں ہویا۔

ایس مولوی دے مذہب وچہ جائز ہوئے گا!

تا لے رسول بھی شراب پیندے ہون گے۔

میں بارہ دلیلاں دتیاں نے چار جنیاں نوں منافق بے ایمان ثابت کردا ہے
معاویہ دا اج تک ایس نے ذکر نہیں کیتا۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ چار جنیاں دے متعلق نہیں
بلکہ مومناں دے متعلق اے۔

ہے تو وہ بلا ساختہ یہی کہے گا جو اپنے مقتدا و پیشوا کی تعلیم کا صحیح مرقعہ ہے عیسائی اس
افضل بتائیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے موسوی اُن کو جو ان کے متبع تھے۔

اگر مرزا صاحب سے پوچھا جائے تو یہ کہیں گے بد ترین مخلوقات معاذ اللہ وہ
تھے جو مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے شمع نبوت کے پروانہ تھے جو آقا دو عالم کے قدموں پر
جان و مال قربانی کرتے تھے یعنی خلفاء راشدین ومجاہدین وانصار۔

کیوں صاحبو! جب مرزا جی کے نزدیک بجز چار پانچ اشخاص کے سب کے
سب اسلام سے پھر گئے اور ایمان چھوڑ بیٹھے تو وہ بقول مرزا جی بد ترین خلائق اور
شر الامۃ ہوئے یا نہیں۔

(مجمع کا شور) لعنت ہے ایسے مذہب پر۔

حضرات! مرزا جی نے یہ بھی اپنی تقریر میں کہا ہے کہ دجال کے پیرو حنفی ہوں
گے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔

اس کا بطلان ان کی معتبر کتاب روضہ کافی صفحہ ۱۴۶ میں ملاحظہ فرمایئے!

عن محمد بن علی الحی قال سمعت ابا عبد اللہ یقول: اختلاف
بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم
ثلث وكيف النداء؟ قال: ينادي مناد من السماء اول النهار الا ان عليا عليه
السلام وشيعته هم الفائزون قال: وينادي مناد آخر النهار الا ان عثمان و
شيعته هم الفائزون۔

یعنی امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ بنی عباس میں اختلاف حق ہے آسمان
سے آواز کا آنا حق ہے امام مہدی کا آنا حق ہے راوی کہتا ہے میں نے کہا ندا کی کیفیت

عثمان لڑائیاں وچوں نس گیا۔

دیکھو بخاری تے اوراق غم، روضہ کافی دی روایت ایس طرح اے کہ شیطان آواز دے گا کہ عثمان دے پیرو دجال دی پیروی کرن گے۔

شیعہ دے متعلق هُمُ الْفَائِزُوْنَ آواز آوے گی۔

بخاری نوں دیکھو فاطمہ بی بی ابوبکر تے ایسی ناراضگی ہوئی مردے وقت تک کلام نہ کیتی او جس دیناں فاطمہ ناراض ہوئے اس دیناں خدا بھی ناراض فاطمہ نوں دفن بھی رات نوں کیتا کہ ایہہ لوگ جنازہ بھی نہ پڑھن جنازے دی اجازت دے نہ دتی۔

مولانا حاضرین جلسہ۔ آپ پر بخوبی ظاہر ہو چکا ہے کہ میرے بیان کردہ دلائل قاہرہ وشواہد باہرہ عبارات ظاہرہ کا جواب مرزا جی کے پاس نہیں۔ ایران وتوران تک کے مجتہدوں کو جمع کرلیں تو وہ بھی اپنا ایمان قرآن حکیم پر ثابت نہیں کرسکتے اور نہ ہی وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کوئی عیب ثابت کرسکتے ہیں مرزا جی شروع سے اب تک شرائط مجوزہ کی خلاف ورزی کرتے چلے جارہے ہیں۔

کاش اس وقت صدر صاحب حکومت وسلطنت ہوتا تو مرزا جی کو ضرور تبدیل مذہب پر مجبور کرتا اور فقیر نے بفضلہ تعالیٰ اب تک جس قدر دلائل پیش کیے ہیں قرآن کریم کے علاوہ تمام تر کتب معتبرہ اثنا عشریہ سے حسب شرائط مجوزہ منظورہ مرزا صاحب پیش کیے ہیں مرزا صاحب نے کسی ایک عبارت وآیت کے متعلق کوئی جرح، تنقید نہیں کی مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ حضرت بتول زہرہ فاطمہ

اکبری حضرت صدیق اکبر سے مرتے دم تک ناراض رہیں مرزا جی کچھ عقل و دیانت سے کام لیجئے! لیکن جب ایمان ہی نہیں تو عقل کہاں حضرات مرزا جی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرہ باغ فدک نہ دینے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض تھیں۔ اس لئے معاذ اللہ حضرت صدیق خائن بد بن مومن...... تف ہے اس کی ذہنیت پر۔ کیوں صاحبو! امت کیلئے تو ارشاد نبوی ہے کہ تین دن سے زیادہ ناراضگی رکھنا مومن کا کام نہیں دنیوی معاملات میں اگر ناچاقی یا شکر رنجی ہو جائے تو فورا مصالحت کرلے ورنہ حدیث میں آیا ہے کہ شب براۃ اس کے اعمال معلق رہتے ہیں اور اس کے گناہ معاف نہیں ہوتے اور بقول ان کے حضرت فاطمۃ الزہرہ جگر گوشہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم محض باغ نہ ملنے پر عمر بھر مرتے دم تک بات نہ کریں اور بغض وعداوت لے کر دنیا سے جائیں۔ حاشا وکلا یہ شان فاطمہ زہرہ کی ہرگز نہیں بھلا وہ ارشاد مصطفوی کے خلاف کرسکتی تھیں؟

حضرات اصل واقعہ یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد خاتون جنت فاطمہ زہرہ نے باغ فدک طلب کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمان مصطفوی سنایا:

اِنَّا مَعْشَرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ.

یعنی ہم گروہ انبیاء ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

فاطمۃ الزہرہ نے اس فرمان نبوی کو سن کر سکوت فرمایا اور پھر اس بارہ میں کبھی بھی حضرت صدیق سے کلام نہ کی حتی کہ آپ دار دنیا سے رحلت فرما گئیں۔

فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

وَلَا تَكَلَّمَتْ يَعْنِيْ فِيْ ذَالِكَ الْمَالِ۔

اور ایسا ہی بعض مشائخ سے ترمذی میں منقول ہے:

اِنَّ مَعْنىٰ قَوْلِ فَاطِمَةَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا اُكَلِّمُكُمَا اَيْ فِيْ ذَالِكَ الْمَالِ۔

خاتون جنت کی یہ شان کیسے ہو سکتی ہے اور مال دنیا ان کی نظروں میں کیا وقعت رکھتا ہے یہ کام دنیا دار لالچیوں کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت کے پردہ میں اہل بیت کو دشنام دے رہے ہیں

بدنام کر رہے ہیں

ان کی توہین کر رہے ہیں

اور اگر بغرض غلط مان بھی لیا جائے کہ فاطمہ زہرہ صدیق اکبر سے ناراض تھیں تو آپ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بار ہا ناراض ہوئیں

ایک دفعہ جب حضرت علی نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا قصد کیا۔

دوسری بار جب ایک باندی سے بغل گیر ہوئے۔

تیسری مرتبہ خلافت کے بارہ میں

چوتھی مرتبہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو مار کھاتے ہوئے حمل گرتے ہوئے دیکھا اور مدد نہ کی تو رسول مقبول کی بیٹی ایسی ناراض ہوئیں کہ مولی علی کو جنین خانہ نشین بھگوڑا خائن سب کچھ کہا۔

مرزا جی فرمایئے! کیا حضرت علی بھی معاذ اللہ تمہارے نزدیک ایسے ہی ہیں

جیسے تمہارے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ان پر ایک آن کیلئے موت طاری ہوئی پھر مثل سابق حضور اقدس بجسدہ العنصری قبر شریف میں زندہ ہیں۔ ترکہ تقسیم ہوتا ہے مردہ کا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحقیقت زندہ ہیں تو آپ کے مال کی تقسیم کیسے یہی وجہ ہے کہ ازواج مطہرات امہات المومنین سے قیامت تک کسی کو نکاح کرنا حلال نہیں (مجمع کاشور) جزاک اللہ جزاک اللہ! تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردہ ہوں گے حضرت فاطمہ الزہرہ کا یہ ہرگز عقیدہ نہیں اب میں اصل بحث کی طرف آتا ہوں اور فضائل صحابہ میں آیات قرآنی پیش کرتا ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

حضرات گرامی! اس آیت کریمہ میں رب العزت اپنے حبیب پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے اے نبی محترم کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے تو اگر بفرض غلط یا بقول کلرک صاحب بہادر حضرات خلفاء ثلثہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم مومن...... کافر و منافق......

تو کیا مرزا جی مہاراج کوئی آیت یا حدیث یا کسی تاریخ و سیر کی روایات سے یہ دکھا سکتے ہیں کہ ان مقدس ہستیوں کے خلاف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

تیئیس (۲۳) سالہ نبوت میں کبھی بھی علم جہاد بلند کیا اہل بیت اطہار کی معیت میں ان کے خلاف فوج کشی کی مومنوں کو ان کے ساتھ مقاتلہ کرنے کا حکم دیا؟

فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿﴾

مرزا جی تمہیں اہل بیت کی قسم بہت جلد کوئی آیت یا حدیث خلفاء ثلثہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے نام دکھاؤ! اور میں دعوی سے کہتا ہوں کہ تم قیامت تک آیات و احادیث تو کجا کوئی تاریخی شہادت بھی نہیں پیش کر سکتے لہذا میں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس مذہب نامہذب کو چھوڑ دیجئے اور صحیح راستہ اختیار کیجئے! قیامت قریب ہے اور اللہ حسیب ہے۔

دیکھئے! ان کا مولی تعالیٰ اپنی کلام پاک میں ان سے کیا کیا وعدے فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (پارہ ۱۸ سورہ نور)

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جمادے گا ان کا دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

حضرات خلفاء ثلثہ اور امیر معاویہ اگر مومن نہ ہوتے جیسا کہ ان رافضیوں کا

اور مرزا جی کا گندہ عقیدہ ہے تو ان کو عرصہ دراز تک خلافت کے منصب جلیل پر کس نے فائز کیا؟

تمام ملک عرب میں کس کا دور دورہ تھا؟

قیصر و کسریٰ نام سے لرزہ براندام تھے؟

کس کے رعب و داب حکومت سے قیصر شاہی لرزتے تھے؟

وہی نا جن کو مرزا جی کافر منافق خائن غیر مومن کے لقب سے یاد کرتے ہیں مرزا جی خدا سے ڈرو! اگر یہ ایمان دار مومن گر مسلم ساز نہ تھے تو ان آیات کا مصداق کون ہوا۔ فقط حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں ہو سکتے تمام صیغے آیات کے جمع کے ہیں کم از کم افراد جمع تین ہیں اور تین ہی افراد متنازعہ فیہ ہیں متکلم کی ضمیر بھی جمع حاضر کی ہے۔ اب فرمائیے! حضور انور کی پاک زندگی میں جو حضرات مشرف با ایمان ہوئے ان میں سے کون سریر خلافت پر متمکن ہوا تمام عرب و عجم کس کے زیر نگین اور تحت تصرف رہا؟ کیوں نہیں کہتے کہ وہ مقدس ہستیاں یہی اصحاب ثلثہ ہیں جن کو رافض کوستے ہیں قسم قسم کی گالیاں دیتے ہیں۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ عن هذه العقيدة الفاسدة الكاسدة

اور ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم

دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدہ میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔

عزیزان گرامی! ان آیتوں کا لفظی ترجمہ تو سن لیا اب اس کی تفسیر سنو اور ایمان تازہ کرو اس آیت کریمہ میں رب العزت جل مجدہ اپنے محبوب تاج دار عرب وعجم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اخلاق حمیدہ وعادات پسندیدہ و اوصاف جمیلہ کی خبر دیتا ہے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے اگرچہ تمام صحابہ کرام مراد ہیں لیکن ایک تفسیر یہ ہے کہ معہ سے مراد حضرت صدیق ہیں کہ حضور کے ساتھ غار ثور میں وقت ہجرت رہے اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے مراد حضرت فاروق اعظم ہیں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سے مراد حضرت عثمان ہیں تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا الخ سے مراد حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ ہیں اس تفسیر کے لحاظ سے ترتیب خلافت بھی ثابت ہوتی ہے اور نہ صرف خلفاء الراشدین اصحاب کرام کا مومن ہونا تو یقینی طور پر ثابت ہو گیا اب مرزا جی بتائیں کہ یہ اوصاف جن کے قرآن حکیم بیان کر رہا ہے وہ مومن ہیں؟

یقیناً یہی حضرات ہیں جن کو یہ نہیں مانتے۔

مرزا جی خدائے قدوس کی مانیں یا تمہاری؟ اس کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۞ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۞

اللہ سے زیادہ سچی بات کسی کی نہیں اور اللہ تعالی سے زیادہ کوئی سچا نہیں

لہٰذا جب پروردگار عالم جل مجدہ اصحاب کرام کو ان عظیم الشان صفتوں سے یاد فرما رہا ہے تو آپ یقیناً تکذیب قرآن کریم کرنے کی وجہ سے بے ایمان خارج از اسلام ہیں۔

رافضی میرے کسے سوال دا جواب ہن تک نہیں ملیا۔

میریاں دلیلاں دا کوئی جواب نہیں ملیا میرا کوئی سر نہیں پھریا ہویا۔

لیکن تسی ضد دے کتے اور کسے دلیل نوں نہیں مندے، مروان نوں عثمان نے سالہ بنا کر بلا لیتا اور میر منشی بنالیا۔

عمر نے متعہ حرام کردتا جنگ حنین وچوں بھی نس گئے اوراق غم نوں کھول کے پڑھو! میں ہائیکورٹ دا فیصلہ سنادتا تحصیلدار دا فیصلہ کچھ وقعت نہیں رکھدا۔

ابوبکر نال بی بی فاطمہ چھ مہینے غصے رہی یا ابوبکر مومن نہیں یا فاطمہ نہیں فیر اگر رسول مردہ نہیں سی تے قبر وچ کیوں دفن کیتے گئے بخاری وچ ہے تے کفن دفن ہویا ثابت ہویا میراث ملنی سی کیونکہ رسول فوت ہو گئے سا ہن۔

حنظلہ نے روایت کیتی اے ابوبکر نے خود اقرار کیتا کہ میں منافق ہاں۔ حنفی کتاباں وچ قرآن دا بول نال لکھنا جائز ہے، لیکن ایہہ مولوی انکار کردا اے وغیرہ وغیرہ بیہودہ خرافات۔

وقت ختم

مولانا: حضرات بحمد اللہ تعالی! فقیر نے اپنے دعوی کے ثبوت میں قرآن کریم اور اثنا عشریہ کی معتبر و مستند کتب سے اس قدر دلائل واضح پیش کئے اور آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اصحاب اربعہ کس درجہ کے کامل الایمان تھے ان کے باہمی تعلقات کا بھی آپ کو علم ہو چکا ہے برخلاف اس کے فاضل مناظر اب تک

جواب دینے سے قاصر رہے شرائط مناظرہ کے خلاف خارج از مبحث لاطائل باتیں شروع کردیں جن کا ہم نے بفضلہ تعالی جواب بھی کافی شافی دے دیا ہے، مرزا جی بار بار ایک ہی راگ کو الاپتے رہے ہیں۔

کتب شوافع کا پیش کرنا شرائط مجوزہ کے خلاف ہے قاضی خان کی عبارت خارج از مبحث ہے اوراق غم ایک تاریخی رسالہ ہے غرضیکہ ایک بھی کتاب حنفی المذہب کی دعویٰ کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے اور طرفہ یہ ہے کہ آپ بار بار ہر تقریر میں فرماتے ہیں کہ میری کسی دلیل کا جواب نہیں ملا۔

حضرات کرام! مجھے آپ کی اچھی طرح ذہن نشین کرانا ہے آپ سنتے جائیں ارشاد باری تعالی ہے:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

دوسرا دو کا جب وہ غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غمگین نہ ہو! بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے (پارہ ۱۰ سورہ توبہ)

یہ آیت کریمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہوئی اللہ اکبر ہجرت کے سفر کی رفاقت انہیں کو نصیب ہوئی۔ اس واقعہ پر نظر ڈالنے سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ صدیق اکبر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رفیق خاص اور محرم راز تھے، آپ کی پکی وفاداری اور رازداری پر سرکار مدینہ کو کامل یقین تھا۔ جان نثاری پر پورا وثوق تھا۔ کیا ایسی ہستی کے نفاق کا شبہ ہوسکتا ہے؟ حاشا و کلا اپنی لخت جگر نور بصر بھی حضور کی غلامی میں دیدی بارگاہ خداوندی سے ان کو اُولُوا الْفَضْل کا خطاب ملا، دربار نبوت سے خلافت و امامت کا خلعت عنایت ہوا،

مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ کا حکم انہی کے بارے میں ہوا اور اسی لئے حضرت علی نے فرمایا کہ جب حضور نے صدیق کو دین کا امام بنادیا تو دنیا کا امام ہم کیوں نہ مانیں؟

اب رہی حضرت حنظلہ والی حدیث مرزا جی حدیث کے آخیر کے جملے بھی سنائے ہوتے جس سے شان صدیقی عیاں ہوتی ہے، لیجئے ! میں ہی کیوں نہ سنادوں پوری حدیث، سنن ترمذی میں ہے:

عَنْ حَنْظَلَۃَ الْاَسَدِیِّ وَکَانَ مِنْ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّبِاَبِیْ بَکْرٍ وَھُوَ یَبْکِیْ فَقَالَ: مَالَکَ؟ یَاحَنْظَلَۃُ! قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَااَبَابَکْرٍ اَنَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُذَکِّرُنَابِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ فَاِذَارَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّیْعَۃَ وَنَسِیْنَا کَثِیْرًا فَقَالَ: فَوَاللّٰہِ اِنَّا کَذَالِکَ، اِنْطَلِقْ بِنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَالَکَ یَاحَنْظَلَۃُ! قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَابِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ حَتّٰی کَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ فَاِذَارَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّیْعَۃَ وَنَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ بِھَا مِنْ عِنْدِیْ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ فِیْ مَجَالِسِکُمْ عَلٰی فُرُوْشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ یَاحَنْظَلَۃُ سَاعَۃٌ وَّسَاعَۃٌ۔

حنظلہ اسدی سے روایت ہے اور وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے وہ حضرت صدیق اکبر کے پاس سے روتے ہوئے گئے صدیق

اکبر نے کہا: اے حنظلہ تمہیں کیا ہوا؟

عرض کیا: حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ اے صدیق اکبر! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور حضور ہم کو دوزخ وجنت کی یاد دلاتے ہیں گویا ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر جب واپس آتے ہیں تو بیوی بچوں اور کام کاج میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔

چلو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں! پس ہم دونوں حاضر دربار ہوئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرما کر دریافت کیا۔

اے حنظلہ کیا بات ہے؟

عرض کی حضور حنظلہ منافق ہو گیا ہے ہم حضور کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور ہمیں دوزخ وجنت اس طریقہ سے یاد دلاتے ہیں کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں جب ہم واپس لوٹتے ہیں بال بچوں اور کام کاج میں ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری وہی حالت رہے جس حال میں میرے پاس سے جاتے ہو تو البتہ فرشتے تم سے مصافحہ کریں تمہاری مجلسوں میں اور تمہارے بستروں پر اور تمہارے رستوں میں لیکن اے حنظلہ وقت وقت کی بات ہے۔

حضرات! اس حدیث پر طعن کر کے مرزا جی نے اپنی نادانی کا ثبوت دیا ہے اس واقعہ سے حضرت حنظلہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کا کمال ایمان اور خوف خشیہ

ایسی ثابت ہو رہی ہے وہ صرف اس بات پر کانپ رہے تھے۔ کہ گھروں میں آ کر ہماری وہ حالت نہیں رہتی جو حالت دربار نبوت میں ہوتی ہے۔

ان کی بڑی معتبر کتاب احتجاج طبرسی ملاحظہ ہو۔

لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ اَبِیْ بَكْرٍ وَلَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰكِنَّ اَبَابَكْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ۔

یعنی امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے فضائل کا منکر نہیں بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ صدیق اکبر فاروق اعظم سے افضل ہیں۔

سبحان اللہ! یہی عقیدہ بفضلہ اہل سنت وجماعت کا ہے۔ شائد مرزا جی اس روایت کو بھی تقیہ پر محمول کر کے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی شان گھٹائیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہ مقدس ہستی ہیں کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَبْنُ الْخَطَّابِ

اگر میرے بعد سلسلہ نبوت ختم نہ ہو جاتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔

اور فرمایا:

اِنَّ اللهَ يَنْطِلِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ

یعنی اللہ عزوجل عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلام کرتا ہے۔

وَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ

شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

چنانچہ آپ نے آج بھی اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔

دیگر ملا باقر مجلسی بحار الانوار جلد ۱۴ میں یوں روایت کرتا ہے: ملاحظہ ہو!

عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ.

یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: الٰہی اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش

پس حضور سرور عالم کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے ان کی بدولت اسلام کو وہ غلبہ نصیب ہوا کہ کفار قریش کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور حوصلے پست ہو گئے۔ ان کی خدمات اسلامی پر نظر ڈالنے سے شوکت اسلام کا پتہ چلتا ہے۔

کیا مرزا جی کے ناپاک حملوں سے ان کی شان عالی کم ہو جائے گی؟

ہرگز نہیں۔ مسلمانو! کتوں کے عف عف کرنے سے چاند کی شان میں فرق نہیں آتا خدا کرے ان کو توبہ نصیب ہو! اور ان کی غلامی اختیار کریں ورنہ قیامت کو احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو جواب دینا پڑے گا تو حقیقت عیاں ہو گی۔ ع

آج لے ان کی پناہ آج حیا کر ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

وقت اجازت نہیں دیتا ورنہ جی چاہتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی کا فوٹو آپ کے سامنے پیش کروں قسم بخدا وہ وہ کارہائے نمایاں اور خدمات سرانجام دی ہیں کہ جن کے سننے سے قوت ایمان جوش مارتی ہے فقیرانہ لباس میں اسلام کی وہ شان دکھائی کہ قیصر و کسریٰ نام سن کر تھراتے۔

عدل وانصاف کے دریا بہادئے۔

اپنے بیگانے سے یکساں سلوک کیا:

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کیساتھ جو رابطہ واتحاد ان کا تھا وہ ام کلثوم کے نکاح اور مولیٰ علی اور دیگر ائمہ اطہار کے ارشادات سے آپ پر واضح ہو گیا ہے۔ مزید ثبوت کی حاجت نہیں۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا فخر حاصل ہونا معمولی فضیلت نہیں بلکہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں جس مقدس ہستی کے نکاح میں آئیں وہ سوائے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں۔

شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۳۷۲ پر اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

مَا اَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ وَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى شَيْءٍ لَا تَعْرِفُهُ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ، مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰى شَيْءٍ فَنُخْبِرُكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغُكَ قَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَاَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا صَحِبْنَاهُ وَمَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَشِيْجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ يَنَالَا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں اور نہ ہی آپ کو کوئی ایسی بات سناتا ہوں جسے آپ نے نہ سنا ہو جیسے ہم کو صحبت رسول اللہ نصیب ہوئی ویسے

ہی آپ کو بھی حاصل ہے اور صدیق اکبر اور عمر فاروق آپ سے زیادہ حامل حق نہ تھے بلکہ ان دونوں سے زیادہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ ہے اور آپ کو دامادی پیغمبر خدا کا وہ فخر حاصل ہے جو ان دونوں کو نہیں ہے۔

حضرات کرام! غور کیجئے! یہ کیسی زبردست شہادت ہے مولی علی نے کس وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ علم معلومات میں حسب ونسب میں اور صحابیت میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہم سے مساوات حاصل ہے۔

اب آپ لوگ ہی انصاف کریں! کہ مرزا جی کی بکواس کو سنیں یا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بجالاویں (مجمع کا شور)

لعنت ہے مرزا پر اور اس کے مذہب پر اس کا آپ اب تذکرہ ہی نہ کریں آج ہماری خوب تشفی ہوگئی ہے، جزاك الله جزاك الله! آپ بیان فرماتے جائیں!

حضرات! معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اعلی مرتبہ کے صحابی ہیں جدی بھائی ہونے کے علاوہ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔

دربار رسالت میں کاتب وحی کے عہدہ پر ممتاز رہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

لشکر اسلامی کی سپہ سالاری کا منصب جلیل بھی آپ کو عطا ہوا۔

آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کے بیان کی اس وقت گنجائش نہیں۔ آیات قرآن کریم سے ان کا مومن کامل اور جنتی ہونا ثابت کر چکا ہوں نہج البلاغۃ کے صفحہ ۳۲۶ میں جو خط علی مرتضی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق تحریر فرمایا سناتا ہوں۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقْتَصُّ بِهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّيْنَ وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ* وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ* وَلَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْإِيْمَانِ بِاللهِ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ* إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ بُرَاءٌ

حضرت علی اپنی تحریر میں جو انہوں نے جنگ صفین کے متعلق مختلف بلاد و امصار میں بھیجی لکھتے ہیں:

ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہے کہ ہمارے اور اہل شام کے درمیان جنگ ہوئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا ایک رسول ہے ہمارا اور ان کا دعوی اسلام بھی ایک ہے نہ ہم ان سے عقیدہ توحید ورسالت میں زیادہ ہیں نہ وہ ہم سے طالب زیادتی ہیں بات ایک ہی ہے اختلاف صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔

سبحان اللہ! حضرت علی مرتضی کی تحریر سے ثابت ہوگیا ہے کہ اسلامی عقائد میں وہ دونوں یکساں تھے۔ ہٹ دھرمی کا علاج نہیں ورنہ اہل انصاف کیلئے اس قدر کافی ووافی ہے۔

حضرات گرامی! خدائے قدوس اپنی کتاب پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞

بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں

نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا اور اس کے قریب تھا کہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بیشک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔

حضرات سادات کرام! اللہ رءوف رحیم نے جن مقدس ہستیوں پر سایہ رحمت کیا یہی حضرات اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے تنگی اور مشکل کے وقت حضور کا ساتھ دیا اور اپنے جان ومال فدا کئے۔

میں مولیٰ تعالیٰ سے دست بدعا ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور جمیع اہل اسلام کو اپنے نبی محترم حبیب اکرم ختم رسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مومن کامل بنادے دین اسلام پر قائم دائم رکھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا سچا غلام بنادے اور اسی حال پر موت ہو! آمین ثم آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

مرتب

دعا کا ختم ہونا تھا کہ چاروں طرف سے مبارک مبارک اور نعرہ تکبیر ورسالت بلند ہوئے، احناف کرام جوش مسرت سے آپس میں بغل گیر ہوئے حضرت مولانا کی قدم بوسی کرنے کے لئے ایک پر ایک گرتا تھا۔

ہر شخص خوشی میں پھولا نہ سماتا تھا۔

آفتاب قریب بہ غروب تھا لہٰذا بہت جلد نماز عصر ادا کی۔

ادھر رافضی ٹولہ نہایت بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں اپنے مناظر مرزا

احمد علی کو حلقہ میں لئے ہوئے تھے کہ جناب جیون شاہ صاحب اعلیٰ نمبردار اور سید یوسف شاہ صاحب وغیرہ حضرات نے ان کو فرمایا:

اب یہاں سے رفو چکر ہو جاؤ! بے دینو!

آج ہم کو تمہارے مذہب نامہذب کا خوب اچھی طرح حال معلوم ہو گیا ہے غرضیکہ جب لعن طعن سے خوب گت ان کی بنی تو بستر ابوریا لے کر کتابیں سمیٹ کر چلتے بنے، نوجوانوں نے تالیاں وغیرہ سے ان کی خدمت کی۔

حضرت مولانا رات کے بارہ بجے تک قیام پذیر رہے اور حضرات سادات کرام ان کے ارشادات عالیہ سے فیض یاب ہوتے رہے۔ سادات کرام نے بہت اصرار کیا کہ آپ تشریف رکھیں کم از کم دو چار دن ہمارے مہمان رہیں۔ لیکن مولانا نے معذرت چاہی کہ سالانہ جلسہ عنقریب ہے جس کی وجہ سے میں مجبور ہوں۔

آخر مولانا کو نہایت عزت واحترام سے خدا حافظ کہا اور مولانا واپس تشریف لائے۔ فقیر بھی ساتھ تھا اس مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ رفض کا بیڑا تباہ ہو گیا۔

اس کی تفصیل ہم انشاءاللہ ہم اپنے ماہوار رسالہ میں پیش کریں گے!

اہلسنت وجماعت کو خوشخبری

برادران اہلسنت! السلام علیکم۔ مناظرہ معین الدین پور میں شاندار فتح مبین نصیب ہونیکے بعد سادات کرام معین الدین پور نے خاکسار سے درخواست کی کہ ایک ماہانہ رسالہ جاری کیا جائے اور اس میں روافض اور فرقہ مرزائیہ بلکہ تمام گمراہ اور دین اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والوں کا پول ظاہر کیا جائے اور مذہب حنفی کی صحیح تبلیغ

گوشہ گوشہ میں پہنچائی جائے!

بحمد اللہ تعالی! ان کی یہ درخواست اور دلی تمنا پوری ہوئی نوجوانان سادات کرام معین الدین پور کی کوشش سے تاجپورہ لاہور میں انجمن معین الدین قائم ہوگئی۔

اس کے زیر اہتمام ماہ انگریزی کی یکم تاریخ کو رسالہ بنام معین الدین زیر سرپرستی حضرت رئیس المناظرین سند المدرسین حامی سنن ماحی فتن استاذی ومولائی علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور شائع ہوا کرے گا۔

لہذا سادات کرام معین الدین پور مدینہ جمال پور گجرات دولت نگر خصوصا اور دیگر حضرات اہلسنت عموما اس رسالہ کی خریداری قبول فرماویں سالانہ چندہ محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

ہر مسلمان حنفی کا فرض ہے کہ وہ اس کی اشاعت میں سعی بلیغ فرمائے!

خادم اہلسنت ابواحمد فضل حسین شاہ سکریٹری انجمن معین الدین تاجپور لاہور

نوٹ۔ ملک معراج الدین صاحب مستری مہردین صاحب چوہدریان تاجپورہ جان ومال سے انجمن ہذا کے معاون ومددگار ہیں۔

اس اشتہار کی اشاعت محض اس کتاب کی تاریخ اور مناظرہ کی کامیابی پر بہترین دلیل کے طور پر ہے ورنہ اب اس کی ضرورت نہ تھی (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ یَاحَبِیْبَ

قَالَ اللہُ تَعَالٰی : قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیَاتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ

ضروری بات

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے
رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ مکمل مناظرہ ہدایت اقبالہ نافع مجالہ باطل واہل باطل کو نیست ونابود کرنے والا مسمّٰی بہ دبوس المقلدین علی رؤس الشیاطین مصنف علامہ مولانا سید ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی سنی حنفی قادری رضوی الوری صدر انجمن حزب الاحناف ہند (قبل از تقسیم) لاہور، جو غرہ شوال ۱۳۴۴ھ کو قلعہ گوجر سنگ لاہور میں مولوی عبد المجید سودہری اور فاضل نوجوان حضرت مولانا مولوی سید ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی سنی حنفی قادری رضوی الوری (صدر حزب الاحناف ہند لاہور) کے مابین ہوا جس میں لاہور کے ہزارہا مسلمان اور ہر فرقہ کے کثیر التعداد آدمی شریک تھے۔

اس مناظرہ کو بعینہٖ نقل کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اہل سنت وجماعت فیض یاب ہوں، اور اپنے مسلک پر پختگی اختیار کریں۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ

دشمن احمد پہ شدت کیجئے — ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں — چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں — ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام — جان کافر پر قیامت کیجئے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ — ہاں شفاعت بالوجاہت کیجئے
حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب — اب شفاعت بالمحبت کیجئے
اذن کب کا مل چکا اب تو حضور — ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے
ملحدوں کا شک نکل جائے حضور — جانب مہ پھر اشارہ کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب — اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی — عشق کے بدلے عداوت کیجئے
والضحیٰ حجرات الم نشرح سے پھر — مومنو! اتمام حجت کیجئے
بیٹھتے اٹھتے حضور پاک سے — التجاء و استعانت کیجئے
یا رسول اللہ دہائی آپ کی — گوشمال اہل بدعت کیجئے
غوث اعظم آپ سے فریاد ہے — زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے
یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ — اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

میرے آقا حضرت اچھے میاں
ہو رضا اچھا وہ صورت کیجئے!

شجرہ شریف پیران خاندانِ قادریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمت حضرت سرورِ دو عالم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت حضرت امیر المؤمنین مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام

الٰہی بحرمت حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید عبداللہ محض رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید داؤد موریث رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید یحیٰی زاہد رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید ابو صالح رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت غوث الاعظم محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت عبدالرزاق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت سید شرف الدین قتال رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید بہاء الدین رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید عقیل رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید شمس الدین صحرائی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید گدا رحمان رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت سید فضیل رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ کمال کیتھلی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ سکندر رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی محبوب صمدانی شیخ احمد مجدد الف ثانی ؓ

الٰہی بحرمت حضرت ایشاں عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حجۃ اللہ محمد نقشبندی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت ضیاء اللہ نقشبندی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ المشائخ محبوب خلاق امام الطریق شاہ محمد آفاق ؓ

الٰہی بحرمت حضرت قطب الاقطاب مجدد دوراں سیدنا ومولانا فضل الرحمن ؓ

الٰہی بحرمت قبلۂ عالم محدث وقت استاذنا ومولانا حضرت علامہ سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ مدظلہ العالی

الٰہی بحرمت ایں ہمہ پیران طریقت خویش خاکسار را از مقبولاں خو بشگرداں

مناظرہ قلعہ گوجر سنگھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ ○ وَاَعْطَاہُ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّعِلْمًا قُرْاٰنَ ○ وَجَعَلَہُ مَظْھَرَ صِفَاتِ الرَّحْمٰنِ ○ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مَعْدُوْمًا بِفَنَاءِ الْاَبْدَانِ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ ○ عَلَی السَّمِیْعِ الْبَصِیْرِ الْعَلِیْمِ الْخَبِیْرِ الْمَلِکِ الْمُسْتَعَانِ ○ اَلْمَوْلَی الْکَرِیْمِ الرَّءُوْفِ الرَّحِیْمِ الْعَظِیْمِ الشَّانِ ○ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ النَّافِذِ حُکْمُہُ فِیْ عَوَالِمِ الْاِمْکَانِ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَابْنِہِ الْغَوْثِ الْبَاھِرِ السُّلْطَانِ ○ الْحَیِّ الْمُنْعَمِ فِی الْقَبْرِ الْمُکَرَّمِ بِفَضْلِ الْمَنَّانِ ○ وَعَلٰی سَائِرِ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِہٖ اُولِی الْعِلْمِ وَالْعِرْفَانِ ○ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ وَبِھِمْ وَلَھُمْ بِاَجَلِیْلِ الْاِحْسَانِ ○ وَجَمِیْلِ الْاِمْتِنَانِ ○

ایک مدت سے اہل قلعہ گوجر سنگھ کو غیر مقلدین اور وہابیہ گروہ نے پریشان کر رکھا تھا اٹھتے بیٹھتے رات دن کی مَیں مَیں تو تو ہوتی رہتی تھی، آخر عمائدین قلعہ گوجر سنگ نے فیصلہ کیا کہ جب ہر وقت مناظرہ مناظرہ کی صدائیں یہ بلند کرتے پھرتے ہیں تو اس قصہ کو طے ہی کیوں نہ کر لیا جائے، آخرش گروہ مخالف کے نمائندوں سے کہہ دیا گیا کہ فضول بک بک اچھی نہیں، اپنے کسی مولوی کو بلا لاؤ۔ وہ اگر مجمع عام میں ہمارے عالم سے فیصلہ کرلے تا کہ حق و باطل کا اظہار عوام پر ہو جائے جب مناظرہ کی سُنی تو گھبرائے آخر سوچ بوچ کر مولوی عبدالمجید کو آمادہ کر لیا، چیلنج مناظرہ اہلسنت کو دے دیا۔ اہل سنت نے فوراً حضرت مولانا ابوالبرکات سے جا کر عرض کی، وہ بطیب خاطر مقام مناظرہ پر رونق افروز ہو گئے۔

عرف عوام میں مناظرہ کو بھی تماشہ سمجھا جاتا ہے، جس کے کان میں ذرا بھنک بھی پہنچ گئی وہ رواں دواں جلسہ گاہ میں موجود ہو گیا، یہی سبب تھا کہ بلا اعلان ہزاروں کا اجتماع ہو گیا دو رویہ باقاعدہ اسٹیج لگی ہوئی تھیں، ہمارے مولانا ایک طرف کی اسٹیج پر اور فریق مخالف کے مناظر دوسری اسٹیج پر تھے۔

قبل اس کے کہ حقیقت مناظرہ ناظرین کے پیش ہو یہ ظاہر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناظرہ دو یوم میں ختم ہوا، آٹھ گھنٹہ مناظرہ رہا جب فریق مخالف لاجواب ہو کر غائب و خاسر چلا گیا تو ہم لوگوں نے حضرت مولانا سے عرض کی کہ یہ مناظرہ شائع ہو جائے لیکن مولانا نے فرمایا کہ اس مناظرہ سے حاضرین پر تو حق ظاہر ہو ہی گیا لیکن ان کی کذب گوئی کا اور انتظار کر لو، وہ عنقریب مناظرہ شائع کر کے اپنی فتح اور آپ کی شکست دکھائیں گے، پھر مفصل شائع کر دینا، ہم لوگوں کو سخت بے چینی سے اس مناظرہ کی اشاعت کا شوق تھا مگر مولانا کے حکم سے مجبوراً خاموش بیٹھے تھے کہ یکایک جمعہ کے روز ہماری نظر سے ایک کتاب گذری جس کا نام "حقیقت مناظرہ ما بین اہلحدیث و مقلدین" تھا، دیکھا تو مولانا کی پیشین گوئی کا ثبوت ملا، اور غیر مقلدین کی دین و دیانت صاف معلوم ہو گئی، کتاب کل شش ورقی، اس کا انقسام اس طرح کہ پہلا صفحہ ٹائٹل سے سیاہ، دوسرا اور اخیر صفحہ اشتہار بازی سے پر تیسرے اور چوتھے کا آدھا صفحہ تمہید کاذب سے مملو اب بارہ صفحوں میں سے ساڑھے چار صفحوں میں بیکار حشو و زوائد مغلوبہ کی بھرمار تھی اور ساڑھے سات صفحہ میں مختصر مناظرہ جو سراسر کذب کا طومار تھا موجود ملا۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خدا کے بندے کو کم از کم چھپواتے وقت یہ تو سوچ لینا چاہئے تھا، کہ اس کذب کا بار کس پر پڑے گا آخر لاہور کے ہزارہا مسلمان اسے دیکھ کر کیا کہیں گے

لیکن شکم پروری کذب گوئی کا بھلا ہو، تمام امور فراموش کر کے اپنے دل کی پوری کرنے کو بتی کا نام خوب رکھ کر جو دل میں آیا لکھ ہی مارا۔

اس میں تو شک نہیں کہ گروہ وہابیہ کے پیشواؤں نے مناظرہ کے لئے اپنی اس میٹنگ میں جو مسجد چھپیا نوالی میں انتخاب مناظرہ کی غرض سے منعقد ہوئی تھی اول روپڑی صاحب کو تجویز کیا جو مناظر غیر مقلد ہیں لیکن جب فاضلِ نوجوان واعظِ خوش بیان مولانا ابوالبرکات کے مقابلہ میں جانے سے روپڑے تو بیچارے مولوی عبدالمجید کے سر پر بارِ گراں ڈالا۔ گویا روپڑی کے مقابلہ میں ان کو بڑا مناظر سمجھا۔ آخر نہ آتے تو کیا کرتے، سوچا تو ضرور ہوگا کہ کسی بہانہ سے پیچھا چھڑا لیں لیکن بہت سے پس و پیش ایسے واقع ہوئے ہوں گے جنہوں نے مجبور کر کے میدانِ مناظرہ تک پہنچا ہی دیا قصہ مختصر میدانِ مناظرہ میں شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے عبدالمجید کی ہمت نہ پڑی کہ آتے بلکہ اور صاحب بھیجے گئے۔

آتے ہی کہتے ہیں السلام علیکم ناظرین کرام معاف فرمائیں محض السلام علیکم ہی ہماری فتح یابی کی پہلی دلیل تھی، اس لئے کہ نورِ مجسم، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظِ سلام مخصوص فرمایا ہے، مومنین کے لئے، اہلِ اسلام کے واسطے، اور یہ سلام اس جماعت کو کیا گیا جو اُن کے زعمِ باطل میں مشرک تھے، ظاہر ہے کہ یارسول اللہ کہنا شرک اور مرتکب فعلِ شرک مشرک۔ اس سے ظاہر ہو گیا تھا کہ زبان سے اگرچہ یہ شرک کہہ کر ہم لوگوں کو مشرک کا فربنا رہے ہیں لیکن ان کا ضمیر ان کے خلاف ہے اور ترجمانِ ضمیر زبان ہے، یہی وجہ تھی کہ مجبوراً بے تحاشہ زبان سے مسلمانوں کے لئے السلام علیکم نکل ہی گیا۔

لیکن چونکہ ہمارے نزدیک وہ بوجہ اہانت ذاتِ اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان نہیں، ہماری طرف سے انہیں جواب وعلیکم السلام نہیں ملا، بلکہ ہمارے

مولوی صاحب نے بموجب حکمِ شرع فرمایا: "وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی○ کیا جناب مناظر ہیں؟"

لامذہب: جی میں فرستادہ ہوں مناظر صاحب کا کہ شرائط مناظرہ طے کروں۔

مولانا: کیا آپ کے مناظر صاحب میں شرائط طے کرنے کی قابلیت نہیں ہے جو آپ سے استمداد کرتے ہیں؟

لامذہب: اس کی بابت تو آپ جانیں اور وہ میں تو بحیثیت ایلچی کے ہوں۔

مولانا: جب آپ بحیثیت ایلچی ہیں تو مناظرہ کی منظور کردہ شرائط کیونکر مسلم ہو سکیں گی، جائیں انہیں خود لائیں!

لامذہب: اے حضرت! ایلچی نہیں وکیل ہوں، میری منظور کردہ شرائط نہ صرف منظور کریں گے بلکہ انہیں کی منظور کردہ سمجھی جائیں گی۔

مولانا: تو کیا آپ ان سے زیادہ قابل ہیں، وکیل کی مدد کی تب حاجت ہوتی ہے جب مؤکل نا قابل ہو، پھر نا قابل سے مناظرہ کیسا، بہتر ہو کہ آپ سے مناظرہ کیا جائے اور آپ کے مؤکل کی شکست یا نصرت مانی جائے۔

لامذہب: صاحب میں جس کام کے لئے آیا ہوں وہ کر لیجئے (اپنے مؤکل عبدالمجید کی طرف مخاطب ہو کر) مولوی صاحب کہہ دیتا کہ اِن کی منظور کردہ شرائط مجھے منظور ہیں۔

عبدالمجید مناظر: اس کی کیا حاجت ہے جب کہ سب کو معلوم ہے کہ یہ میرے فرستادہ ہیں جو شرائط مناظرہ طے کرنے آئے ہیں۔

مولانا: سبحان اللہ! آپ کا یہ حجاب سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ خود ہی کیوں نہ طے فرمالیں۔

مناظر: وقت ضائع نہ کیجئے شرائط طے کیجئے!

مولانا: کس سے کروں آپ سے یا ان سے؟

مناظر: ان سے ہی کیجئے جو ان کے آپ کے درمیان طے ہو جائے گا وہ مجھے منظور ہوگا۔

مولانا: (وکیل طے کنندہ شرائط سے) آپ کا نام؟

وکیل: اس کی کیا ضرورت ہے؟

مولانا: نام بتانے میں کیا نقصان ہے، اگر کسی معاملہ کے افشاء کا خوف ہے تو خیر، ہم روئداد مناظرہ میں وکیل لکھ کر آپ کو ظاہر کر دیں گے (جلسہ کا فرمائشی قہقہہ)

وکیل: شرمندہ سا ہو کر، میرا نام مولوی اسمٰعیل غزنوی ہے۔

مولانا: آپ کے دو نام ہیں مولوی بھی اسماعیل غزنوی بھی؟

وکیل: خیر اور گفتگو مناظر سے کرنا مجھ سے شرائط طے کرلو!

مولانا: متبسم ہو کر، ہاں سب سے اول ایسے ثالث کی ضرورت ہے جو فریقین کے دلائل بخوبی سمجھ سکتا ہو، تا کہ حق و باطل کا انکشاف حاضرین پر مطلع ہو جائے۔

وکیل: بیشک ضرورت ہے، آپ ہی انتخاب فرمائیں۔

مولانا: میرے منتخب کردہ کو شائد آپ پسند نہ کریں، بہتر ہے کہ آپ ہی بتائیں۔

وکیل: نہیں نہیں، آپ ہی بتائیں ہمیں عذر نہ ہوگا۔

مولانا: میری نظر میں اس وقت جناب مولوی محرم علی صاحب چشتی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب سے بہتر دوسرا شخص نہیں کہ وہ فریقین کے عقائد و دلائل کی سمجھ کے علاوہ وسیع معلومات رکھنے والے ہیں، علاوہ ازیں منصف بھی معاملہ فہم بھی،

حق شناس بھی۔

وکیل: گردن ہلا کر انکار۔

مولانا: زبان سے فرمائیں ایماء (اشارہ) جلسۂ عام میں غیر معتبر ہوتا ہے

وکیل: جی نہیں، وہ نامنظور ہیں۔

مولانا: اس کا سبب۔

وکیل: سبب کچھ نہیں اور کوئی بتائیں۔

مولانا: میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا میرا انتخاب آپ کو منظور نہ ہوگا، خیر اب آپ کہئے!

وکیل: ڈاکٹر اقبال صاحب کو منظور کیجئے۔

مولانا: یہ مناظرہ ہے یا مشاعرہ، ڈاکٹر اقبال صاحب شاعر ہیں، اس کے لئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو مذہبی معلومات رکھنے والا غیر جانب دار ہو۔

وکیل: وہ بڑے عالم ہیں، ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لاء ہیں۔

مولانا: مجھے معلوم ہے لیکن مذہبی دلائل اور دینی معلومات میں وہ میرے خیال میں مولوی محرم علی چشتی صاحب پر ترجیح نہیں پا سکتے۔

وکیل: اچھا تو مولانا ابوالکلام آزاد کو منظور کیجئے!

مولانا: سبحان اللہ مناظرہ اب، اور ثالث کو کلکتہ سے منتخب کر کے بلایا جا رہا ہے، قطع نظر اس کے وہ اسم بامسمّی آزاد از مذہب ہیں، وہ اپنے ہفتہ وار الہلال میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت و رسالت سے منکر ہو کر کہہ چکے ہیں کہ وہ کوئی رسول نہ تھے، ایک مصلح ومجدد تھے، لہذا ایسے شخص کو، مسلمانوں کے تصفیہ کے لئے حکم بنانے کی اجازت معاف کیجئے آپ کا مذہب دیتا ہوگا، ہمیں اجازت نہیں، اگر ایسے شخص کے منصف بنانے کی شریعت میں اجازت ہوتی تو شردھانند یا حائری کو ہی نہ

منتخب کرتے جو ایک پیغمبر اولوالعزم کی شان میں یوں لکھ رہا ہے۔

الہلال ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء بعنوان وقائق و حقائق مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا، پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا، اُس کی شان ان مجددین ملت قدیمہ اسلامیہ کی سی تھی جس کا حسب ارشاد صادق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور ہوتا رہا، وہ کوئی شریعت نہیں لایا، اُس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، وہ خود ہی قانون عشرت موسویہ کا تابع تھا۔

وکیل: وہ بھی نہیں، یہ بھی نہیں، تو پھر آپ فرمادیں۔

مولانا۔ چشتی صاحب کو نہ معلوم آپ کس ڈر سے منظور نہیں کرتے حالانکہ ان کی لیاقت، قابلیت، علمیت سے آپ ہم دونوں واقف ہیں اچھا خیر سید محمد امین شاہ صاحب اندرابی ایڈوکیٹ ہائی کورٹ پنجاب تو منظور ہیں۔

وکیل: جی نہیں، وہ بھی نامنظور۔

مولانا: اچھا مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر ہائی کورٹ تو منظور ہیں؟

وکیل: یہ بھی نامنظور۔

مولانا: اس کا سبب۔

وکیل: سبب کچھ نہیں۔

مولانا: مجمع کی طرف مخاطب ہو کر حضرات اتنا وقت فضول ضائع ہوا اور نتیجہ کچھ نہ نکلا بقول شخصے۔

نتیجہ نہ نکلا پھرے سب سپاہی
یہاں آتے آتے وہاں جاتے جاتے

اب فرمایئے مناظرہ بغیر ثالث کس طرح ہو؟

چودھری عبد الکریم صاحب میونسپل کمشنر ساکن قلعہ گوجر سنگھ نے فرمایا:

"کیا مولانا اصغر علی صاحب روحی کو منظور کرنے میں بھی عذر ہے؟"

مولانا: مجھے ان سے شرف نیاز تو حاصل نہیں لیکن ان کی علمیت قابلیت کا شہرہ سن کر بطیب خاطر منظور کرتا ہوں، بشرطیکہ وکیل وموکل منظور کرتے ہوں۔

وکیل: جی نہیں، روحی صاحب بھی مجھے منظور نہیں۔

مولانا: چیں ہو کر، تو صاف کیوں نہیں کہتے کہ مناظرہ ہی منظور نہیں یا اضاعت وقت منظور تھا، (حاضرین مولانا سے)

حضرت جی ساری رات گذر جائے گی اور انہیں نہ منظور کرنا ہے نہ کریں گے ان کا مقصد ہی یہ ہے کہ بلا مناظرہ کیے پیچھا چھوٹ جائے تو ہم امن چین سے گھر جا کر جو چاہیں لے کر اہل سنت کا فرار اپنا اقرار لکھ ماریں۔

آپ اُن سے دعاوی مناظرہ سن کر شروع ہو جائیں، پبلک خود فیصلہ کریں گے، حکم اور ثالث کی کچھ ضرورت نہیں۔

مولانا نے ہاتھ کے اشارہ سے جلسہ کو ساکت کر دیا، وکیل سے فرمایا:

مولانا! فرمائیں پبلک کا فیصلہ منظور ہے یا اس میں بھی قیل وقال نظر بر مال ہے۔

وکیل: پبلک کا فیصلہ تو منظور ہے لیکن اسی جگہ نہیں اپنے گھر جا کر کرلے یہاں خاموش رہے۔

مولانا: اثناء مناظرہ میں خاموش رہ کر اختتام پر اظہار خیال بھی نہ کرے تو فیصلہ کیا ہوا؟

وکیل: آپ کی جماعت بڑی ہے لامحالہ وہ آپ کی موید ہوگی اس لئے عام جلسہ میں عوام کا فیصلہ نامنظور ہے۔

مولانا: متبسم ہو کر، الحمد للہ! شرائط کے ساتھ مناظرہ کا بھی آپ نے

خوب فیصلہ کردیا ہماری بڑی جماعت تو آپ کو بھی مسلّم ہے، جب آپ ہماری جماعت کو بڑا جان رہے ہیں اور حدیث نبوی کو مان رہے ہیں تو پھر چھوٹی جماعت میں کیوں شامل ہیں؟

حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں؟

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِO

بڑی جماعت کا اتباع کرو، جو اس سے جدا ہوا جہنم میں پھینک دیا گیا۔

وکیل: میں مناظر نہیں، یہ باتیں مناظر سے کرنا میری بات اگر منظور ہے تو بسم اللہ مناظرہ کرلیجئے ورنہ ہمیں جانے دیجئے!

مولانا: (حاضرین سے) حضرات جانے کی اجازت طلب ہورہی ہے۔ اب آپ سے میری عرض ہے کہ خاموشی سے مناظرہ سنئے اور حق وباطل کا امتیاز کیجئے ورنہ اب وکیل ومؤکل تشریف لے جانے کی ٹھان رہے ہیں۔

عبدالمجید: جھنجھلا کر میرا نام کیوں لیا جارہا ہے، میں نے کب جانے کا نام لیا ہے، راست گوئی سے کام لیجئے دروغ بافی اچھی نہیں۔

مولانا: حضرات سُن لیا مولوی اسماعیل غزنوی کو عبدالمجید صاحب وکیل تسلیم کرچکے ہیں لیکن ابھی شرائط تو رکھی رہیں پہلے سے ہی حضرت پلٹ گئے...... فرمائشی قہقہے......

ناظرین: حضرت جی گفتگو شروع کیجئے، وقت ضائع ہورہا ہے، ہم خاموشی سے مناظرہ سنیں گے اور آپ ہی فیصلہ کریں گے۔

رات کے دس بجے یہ معاملہ طے ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ اپنے دعوے لکھ کر مجھے عنایت کیجئے تاکہ سلسلہ جواب وسوال شروع ہو۔

چودھری صاحب نے غیر مقلدین کے لکھے ہوئے دعاوی مولانا کو دیئے

ہمارے جلسہ کے صدر باتفاق عامہ حاضرین چودھری عبدالکریم صاحب مقرر ہوئے اور فریق مخالف کے صدر محمد اسماعیل بن عبدالواحد امام مسجد چینیانوالی۔

صدر صاحب نے دس دس منٹ ہر دو فریق کو گفتگو کے لئے دیئے اور پہلی شب کا انتہائی وقت مناظرہ دو (۲) بجے رکھا۔

بعد ازاں چوہدری صاحب نے اسٹیج پر کھڑے ہوکر بغرض تفہیم عوام ایک مختصر تقریر فرمائی اور دعاوی فریق مخالف کے اس طرح سنائے۔

(۱) تقلید شخصی بدعت ہے۔

(۲) یارسول اللہ! کہنے کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔

(۳) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں، وہ فوت ہوچکے ہیں (معاذ اللہ)

(۵) خدا کے سوا علم غیب کسی کو نہیں۔

(۶) علاقہ نجد وہ نہیں ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی ہے۔

وہ اور ہے جہاں محمد بن عبدالوہاب اور ابن سعود پیدا ہوئے یہ چھ دعاوی مندرجہ بالا منجانب اہلحدیث ثابت کئے جائیں گے اور ان کی تردید حنفیہ کی طرف سے کی جائے گی، اور تردید قرآن وحدیث سے کی جائے گی، اہل حدیث یعنی غیر مقلدین قرآن وحدیث کے مقابلہ میں فقہ کے دلائل کو تسلیم نہ کریں گے۔

دستخط غیر مقلدین قلعہ گوجر سنگھ

العبد
ٹھیکیدار عبداللہ ولد میاں جیوا
قلعہ گوجر سنگھ بقلم خود

العبد
حافظ محمد حسین قلعہ گوجر سنگھ کوٹھی نمبر ۵

پھر فرمایا: حضرات یہ وہ مسائل ہیں جن پر بحث ہوگی مہربانی فرما کر نہایت سکون واطمینان سے سکوت کے ساتھ سنیں اثناء مناظرہ میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ کی جائے ''نعرہ اللہ اکبر'' ناظرین کی طرف سے بلند ہوا، اور صدر صاحب کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوگئے، اور مولانا کو کاروائی مناظرہ کی اجازت دی ادھر مولانا کھڑے ہوئے اُدھر نعرۂ رسالت ''یارسول اللہ'' بلند ہوا مولانا نے کھڑے ہو کر مناظر غیر مقلدین سے اس طرح گفتگو شروع فرمائی۔

مولانا: چونکہ پہلا مسئلہ متنازع فیہ تقلید شخصی ہے، لہٰذا آپ اپنے دعوی کو مدلل وضاحت کے ساتھ بیان کریں!

لامذہب مناظر: (خطبہ پڑھ کر) بھائیو ہمارا دعویٰ ہے کہ سوائے قرآن و حدیث کسی کی تقلید کرنا بدعت ہے، یعنی قرآن وحدیث کے علاوہ کسی کے قول کو بلا دلیل ماننا اس کے پیچھے لگ جانا ناجائز ہے خواہ کسی شخص کی ہی تقلید کرے ناجائز ہے، دیکھو قرآن شریف میں اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

ترجمہ: ٹھہرایا انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو مالک اپنا اللہ کے سوا اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ ان کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ ایک مالک کی بندگی کریں، اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، نرالا ہے ان کے شریک بنانے سے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے کہ اس میں یہ مراد نہیں ہے کہ وہ لوگ اپنے عالموں اور صوفیوں کی پوجا کرتے تھے بلکہ جس چیز کو ان کے عالم اور

درویش حلال کردیتے اس کو وہ حلال سمجھ لیتے اور جس کو وہ حرام کردیتے حرام سمجھ لیتے تھے جس طرح اس زمانہ کے حنفی شافعی مالکی حنبلی کہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں ان اماموں کی تقلید کرتے ہیں، سو یہ بدعت ہے، اور حدیث میں ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ☆

اور اس قسم کی آیتیں، حدیثیں بہت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقلید شخصی کرنی یا سوائے خدا اور رسول کے کسی کی پیروی کرنی بدعت وناجائز ہے۔

مولانا: (حاضرین کو مخاطب کرکے) حضرات آپ نے سن لیا مولانا کا دعوی ہے کہ قرآن اور حدیث کے سوا کسی کی تقلید کرنا بدعت ہے، اور بلا دلیل قرآن وحدیث کسی کے پیچھے لگ جانا ناجائز ہے، خواہ وہ کسی مرتبہ کا ہو تو مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ جس قدر مقلدین آئمہ اربعہ ہیں عام ازیں کہ وہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع اور مقلد ہوں یا امام شافعی کے یا مالک واحمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیرو وہ سب مرتکب بدعت ہو کر بدعتی ہوئے اس لئے کہ مقلدین ائمہ اربعہ اپنے امام کی تحقیق پر عامل اور کاربند ہیں تو مولانا کے نزدیک کروڑوں مسلمان جو تقلید ائمہ کر رہے ہیں بدعتی ہوئے اور جو بدعتی ہے وہ فاسق ہوتا ہے اور فاسق کا قول وفعل قابلِ اعتبار نہیں، بنابریں غوث قطب ائمہ حدیث وغیرہ عقیدۂ مولانا میں فاسق ہیں، دوسری صورت میں لعنت کے مستحق اور اُن کی خیرات عبادت وریاضت، اُن کا صدقہ بیکار، حضور اکرم نور مجسم رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ عَدْلًا وَّلَا صَرْفًا ○

یعنی جس نے بدعت کو جاری کیا یا بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اُس پر خدا کی لعنت

اور تمام فرشتوں کی اور سب انسانوں کی، اللہ نہ اس کے فرض کو قبول کرے نہ نوافل، صدقہ کو۔

غرضیکہ مولانا کے نزدیک مقلدین ائمہ اربعہ بدعتی ملعون ہیں تو ان کے فرائض قبول نہ صدقات مقبول، نیز ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۝

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں۔

تو جب مولانا کے نزدیک تقلید شخصی بدعت و گمراہی ہے تو گویا تقلید ائمہ کرنے والے جملہ مسلمان جہنمی ہیں اعاذنا اللہ تعالیٰ، چنانچہ مولانا نے اپنے دعوے کی دلیل میں حدیث مذکور کو پیش کیا ہے، لہٰذا قبل ازیں کہ میں آیہ متلوہ مولانا کے متعلق جس کو مولانا نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا تھا عرض کروں، میں مولانا سے درخواست کرتا ہوں کہ

۱) اوّل تقلید شخصی کی جامع مانع تعریف بیان کریں۔

۲) یہ بھی فرمائیں کہ تقلید مطلق اور مطلق تقلید اور تقلید شخصی میں کیا فرق ہے؟

۳) آپ قرآن وحدیث سمجھنے میں کس مفسر اور محدث کے متبع اور مقلد ہیں؟

۴) بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

۵) تقلید شخصی جس کو آپ نے بدعت فرمایا ہے ان اقسام سے کونسی قسم ہے؟

لامذہب مناظر: بھائیو! مجھے افسوس ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوگیا ہوں، میں نے مقلدین کو بدعتی کہا ہے نہ گمراہ اور نہ میں نے اُن کے ناری ہونے کی بابت کوئی جملہ زبان سے نکالا، یہ سب مقرر صاحب کے اپنے الفاظ ہیں، ہماری بات کا جواب تو دیتے نہیں! ادھر اُدھر کی لایعنی باتیں کر کے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مناظرہ سے گریز کرنا چاہتے ہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ (تقلید شخصی بدعت ہے) اور

تقلید شخصی کی تعریف شاہ ولی اللہ دہلی والے نے یہ لکھی ہے کہ (بلا دلیل کسی شخص معین کی بات مان لینے کو تقلید شخصی کہتے ہیں) اور ہم بھی اسی تعریف کو مانتے ہیں، مقرر صاحب ہماری بات کا جواب دیں، مبحث سے نہ بھاگیں، ہم کہتے ہیں کہ بلا دلیل قرآن وحدیث کسی کے پیچھے لگ جانے کو تقلید کہتے ہیں اور یہ ناجائز و بدعت ہے)

دیکھو قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

جس کی تصریح تفسیر ابن کثیر سے بیان کر چکا ہوں، دوسری جگہ اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۝

یعنی کیا ان کے واسطے خدا کے شریک ہیں کہ انہوں نے راہ ڈالی ہے اُن کے واسطے دین کی جس کا حکم اللہ صاحب نے نہیں دیا۔

مسلمانوں اس سے تو تقلید کا ناجائز ہونا دودھ کی طرح ظاہر ہوگیا، لہٰذا اس کی تردید کریں فضول لایعنی گفتگو بیکار ہے۔

مولانا: (جلسہ کی طرف مخاطب ہوکر) حضرات فقیر نے جو کچھ کہا تھا وہ آپ کو یاد ہوگا میں مولانا کی طرح اس کو دُھرا کر وقت خراب کرنا نہیں چاہتا، مولانا کا جواب آپ نے سُن لیا میں نے پانچ سوال تقلید کی بابت کئے لیکن افسوس، جواب ایک کا بھی نہیں اور موقع جواب پر کھڑے بھی ہوئے، تو وہی پہلی کہانی کچھ الفاظ گھٹا بڑھا کر پھر سنا دی۔

دل میں فیصلہ کرلیں کہ بقول مولانا مناظرہ سے میں گریز کرتا ہوں یا کون

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ایک ماہ نہیں ایک سال بھی اس طرح گذر جائے مولانا میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکیں گے، ٹال مٹول بتا کر گھر سدھار جائیں گے، وقت ضائع فرمائیں گے۔

مگر چونکہ مجھے آپ کی تفہیم مقصود ہے لہذا میں پھر مولانا سے درخواست کرتا ہوں کہ میری تقریر کو بگوش وہوش سنیں اور قرآن وحدیث سے منقول جواب دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ تقلید شخصی بدعت وناجائز ہے اور تقلید شخصی کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ بلا دلیل کسی شخص معین کے قول کو مان لینا تو معلوم ہونا چاہیئے کہ حرمت اور عدم جواز صرف ہم لوگوں کے لئے ہے یا مولانا کے لئے بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ اوّل سے اب تک دونوں تقریروں میں مولانا خود تقلید شخصی کا قلادہ پہنے ہوئے نظر آتے ہیں جس چاہِ ضلالت سے بزعم خود ہمیں نکالنے تشریف لائے تھے اسی میں خود گرے ہوئے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
خود آپ اپنے جال میں صیاد پھنس گیا

مولانا پہلی اور دوسری تقریر میں حافظ ابن کثیر کی تقلید سے آیہ کریمہ کی تفسیر کر چکے ہیں اور تقلید کی تعریف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دھلوی علیہ رحمۃ اللہ کی تقلید سے بیان کی ان دونوں صاحبوں کے قول کو بلا قرآن وحدیث مولانا نے مان کر دلیل میں پیش کر دیا شاید اس کو مولانا اپنے لئے تقلید نہ سمجھتے ہوں مگر آپ خود سمجھ لیں کہ یہ تقلید نہیں تو کیا ہے، اگر تقلید نہیں تو بتائیں کہ کس حدیث میں اور کس آیہ کلام اللہ میں حافظ ابن کثیر اور شاہ ولی اللہ دھلوی علیہ الرحمۃ کے قول کو مان لینے کا حکم فرمایا ہے؟ اور وہ بھی بلا دلیل، جلد از جلد فرمائیں کہ فلاں حدیث اور فلاں آیہ قرآنی بتا رہی ہے کہ شاہ صاحب محدث دھلوی اور ابن کثیر جو بتائیں وہ تم بلا دلیل تسلیم کر لینا۔

ہاں ہمارے اور مولانا کی تقلید میں فرق اتنا ضرور ہے کہ ہم سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی جزئیات فقہ میں جن کی تصریح قرآن اور حدیث میں ہمیں نہیں ملتی تقلید کرتے ہیں اور مولانا بات بات میں مقلدوں کی تقلید کا قلادہ پہن لیتے ہیں، حافظ ابن کثیر مقلد ہیں، شاہ صاحب خود مقلد ہیں، علاوہ ازیں جو آیت وحدیث مولانا پیش کریں گے اُس کے متعلق میں بھی سوال کروں گا کہ اس آیت وحدیث کے کلام الٰہی اور فرمانِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے اور دریافت کروں گا کہ کس حدیث اور آیت سے ثابت ہے کہ جو کچھ امام بخاری اپنی صحیح میں اور امام مسلم اپنی مسلم میں نقل فرمائیں وہ ہماری ہی حدیث ہے تم بلا دلیل اس کو قبول کر لینا۔

اور غیر مقلد پر محض تقلید کرنے سے ایسے سوالات کے لئے میدان ایسا وسیع ملتا ہے کہ قیامت تک سوالات کا سلسلہ ختم نہ ہوگا، چنانچہ جب مولانا بفرض محال اس کی دلیل میں کوئی آیت یا حدیث بیان کریں گے تو اس کی بابت بھی میرا وہی سوال ہوگا جو پہلے ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں تسلسل لازم آئے گا، پھر کر کہیں گے کہ اس حدیث کا حدیث ہونا اس سے ثابت اور اُس حدیث کا حدیث ہونا اُس سے ثابت تو دور لازم آئے گا، بہرکیف مولانا کو ہر حدیث کے بابت یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کان میں خود فرمائی ہے اگرچہ اس کا نام تقلید نہ رکھیں، کچھ اور رکھ لیں تو محض نزاع لفظی باقی رہ جائے گا، مجھے امید ہے کہ مولانا اپنے ضمیر سے مشورہ کر کے انصاف سے اقرار تقلید فرمائیں گے اس لئے کہ یہ اظہر من الشمس بین من الامس ہو چکا ہے کہ بغیر قلادۂ تقلید ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں مل سکتی خدا کرے کہ مولانا کے جواب دیتے وقت انصاف مدد کرے۔

لامذہب: (بڑے جوش سے کھڑے ہو کر) صاحبو! ہم کب کہتے ہیں کہ

تقلید ناجائز ہے۔

لائے اس بت کو التجاء کرکے کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

ہم تو تقلید شخصی کو بدعت و ناجائز بتاتے ہیں جیسے حنفی کہ سوائے ابوحنیفہ کے اور کسی امام کی تقلید نہیں کرتے، سب اماموں کی اگر تقلید کی جائے تو ہم کب برا کہتے ہیں (مولانا کی طرف مخاطب ہوکر) جناب مقرر صاحب! آپ ہماری بات کا جواب دیجیے ہم دَور و تسلسل کو نہیں جانتے، ہم کہتے ہیں کہ تقلید شخصی بدعت ہے اور ہم بخاری و مسلم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اس کی روایت کو نقل کرتے ہیں، قرآن وحدیث کو خود سمجھتے ہیں۔

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ○

تقلید شخصی آپ لوگوں نے چوں کہ دین میں داخل کر رکھی ہے بدیں سبب ہم اسے مردود و بدعت کہتے ہیں آپ ہمارے دلائل کا جواب دیں، دور از کار باتیں نہ بنائیں۔

مولانا: حضرات میں سخت تعجب میں ہوں یا تو میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے اور مولانا کے دلائل سمجھنے سے قاصر ہوں یا مولانا میرے سوالات سمجھنے سے معذور ہیں، میں حیران ہوں کہ مولانا کو اپنے سوالات کیسے سمجھاؤں اور کس طرح ان کو جواب کی طرف متوجہ کروں اگر میں بھی حسبِ عادت مولانا ہر مرتبہ اپنے پرانے الفاظ کا اعادہ کرتا رہوں تو بجز اضاعتِ وقت کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ لہٰذا میں پھر مولانا سے گذارش کرتا ہوں کہ خیر اگرچہ آپ میرے سوالات کا جواب دینے سے پہلوتہی کرتے ہیں لیکن مجھے حاضرین کی تفہیم مقصود ہے لہٰذا صاف طور پر پھر عرض کرتا ہوں، حضرات ذرا بغور سنئے! میں کس کس بات کا مولانا سے مطالبہ کروں، آپ کو معلوم ہے شروع سے اب تک مولانا نے میرے سوالات کا کیا جواب دیا؟

(حاضرین کی طرف سے) "کچھ نہیں" علاوہ ازیں مولانا کو اپنے دعوے کے الفاظ تک کا خیال نہیں، نیز یاد نہیں کہ اول میں نے کیا کہا تھا اور اب کیا کہہ گیا، اول تو فرمایا تھا کہ تقلید شخصی ناجائز و بدعت ہے اور دلیل عدم جواز پر آیتیں پیش کیں جس کے لفظی معنوں کو عدم جواز تقلید سے اصلاً تعلق نہیں، لفظی سنئے تو صرف آیت کے اس قدر تھے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں درویشوں اور سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کو رب یعنی پروردگار بنالیا حالانکہ ان کو بجز ایک وحدہٗ لاشریک کے کسی کی پرستش کا حکم نہیں کیا گیا، آپ ہی اپنے دلوں میں انصاف کرلیں کہ دعویٰ تو تقلید کے عدم جواز اور بدعت ہونے کا کیا اور دلیل میں غیر اللہ کی عبادت پر ممانعت کی آیت پیش کی، پھر آیت کو اپنے موافق بنانے کے لئے ابن کثیر کی تفسیر بروایت حضرت عدی بیان کی، جس کا روایت ہونا حافظ ابن کثیر کے قول کو مان لینے پر موقوف ہے۔

لہٰذا مولانا خود بلا دلیل قرآن وحدیث قول ابن کثیر کو مان کر مرتکب فعل بدعت ہوکر مقلد ہوگئے، کیونکہ مولانا ابن کثیر کی بات بلا دلیل قرآن وحدیث مان لینا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے کیا آپ نے اس روایت کو بلا دلیل قرآن و حدیث حافظ ابن کثیر کے کہنے سے نہیں مانا، اب علاوہ گذشتہ مطالبات کے یہ سوالات آپ پر اور عائد ہوتے ہیں۔

۱) عدم جواز سے آپ کی کیا مراد ہے، کیونکہ ناجائز کا اطلاق شرک، کفر، حرام، مکروہ، بدعت، اسائت پر ہوتا ہے۔

۲) پس تقلید شخصی ان میں سے کس قسم میں داخل ہے؟ اگر شرک ہے تو آپ اپنے منہ مشرک بنتے ہیں، اگر کفر ہے تو کافر، حرام ہے تو مرتکب حرام ہوکر فاسق، اگر مکروہ یا اسائت کے درجہ میں ہے تو مرتکب فعل مکروہ۔

۳) جناب والا یہ کیا دیانت ہے کہ ہمیں تو اماموں کی تقلید سے چھڑایا جاتا

ہے اور خود بدولت مقلدین کی تقلید کرتے پھرتے ہیں، شاید مقلدین کی تقلید کا ثبوت قرآن میں ہوگا، اگر ہے تو براہِ کرم فرمادیجئے ورنہ علانیہ نہ سہی چپکے سے ہی کہہ دیجئے کہ یہ محض سخن پروری تھی، ورنہ تقلید ائمہ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

دیکھئے قرآن پاک میں حضرت عزت جل مجدہٗ ارشاد فرماتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○

اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے دریافت کرلو!

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن اُمور کا ہمیں قرآن پاک وحدیث سید لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صراحۃً کوئی ثبوت نہیں ملتا اُن میں ہم اہلِ ذکر سے دریافت کرلیں اور ان کے اقوال کو بلاچون وچرا تسلیم کرلیں، جیسے مولانا نے ابن کثیر کی روایت کو بلاچون وچرا، ابن کثیر کی تقلید کرکے تسلیم...... اے تو بہ نہیں نہیں بلکہ نقل کردیا، دوسرے حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا○

ترجمہ: جو ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرمائیں اُس کو لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں باز رہو۔

خذوا اور انتھوا دونوں صیغۂ امر ہیں جو بقواعد اصول وجوب پر دلالت کرتے ہیں، اِس آیت کریمہ میں اِس امر کی کچھ تخصیص نہیں کہ خوب چھان بین کر قرآن سے دلیل طلب کرکے حضور کا قول وفعل قبول کرو۔ بلکہ مطلق ارشاد فرمایا کہ جو کچھ دیں بلاپس وپیش لے لو اور جس سے منع فرمائیں بلاچون وچرا اس باز رہو، کیوں مولانا اِس آیت سے وجوبِ تقلید شخصی پر کافی روشنی پڑتی ہے یا نہیں! اگر ایک سے تسلی نہیں ہوئی تو اور لیجئے جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ○

اللہ کی اطاعت کرو اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر کی پیروی کرو جو تم میں سے ہوں۔

اس آیت کریمہ میں تین حکم ہیں:

۱) اطاعت الٰہی: دوم) غلامی رسالت پناہی، سوم): پیروئے امراء اسلام، علماء عظام، مجتہدین کرام، اب میں مولانا سے دریافت کرتا ہوں، کہ خدا کی اطاعت کا طریقہ ہمیں کس نے بتایا؟ کس کے فرمانے سے ہم اطاعت الٰہی کرنے لگے؟ لامحالہ کہیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ حضور کو ہم سے پردہ فرمائے تیرہ سو چوالیس (اب چودہ سو چونتیس) سال ہوچکے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری عمر اتنی نہیں کہ ہم نے زمانہ باکرامت رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پایا ہو تو حضور کی اطاعت ہم نے کس کی تقلید سے کی، طریقہ اطاعت الٰہی اوّلاً واصالتاً صحابہ کرام نے حضور سے سیکھا۔ حضور کے قول وفعل کو بلادلیل تقلید شخصی کرکے صحابہ نے مانا، تابعین نے صحابہ کی تقلید کرکے بلادلیل وہ طریقہ تعلیم پایا، یوں ہی ہر طبقہ اور زمانہ میں خلف اپنے سلف کی تقلید کرتے چلے آئے اِسی کا نام تقلید شخصی ہے، اِس کا ثبوت یہ ہے کہ جس چیز کو حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا کا حکم ہے، صحابہ نے بلاکسی اعتراض کے مان لیا، تابعین نے صحابہ سے اسی طرح گوشِ قبول سے سُن کر منظور کرلیا، علیٰ ہذا القیاس اِن کا قول اِن کے خلف یونہی مانتے رہے حتیٰ کہ ہم تک یوں ہی سلسلہ چلا آرہا ہے اور اس کے بغیر کسی فرد وبشر کو چارہ نہیں، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تقلید تو کریں لیکن حسب قول مولانا اِس کا نام کچھ اور رکھیں۔

۲) میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ بخاری ومسلم کی احادیث اکثر پیش کرتے ہیں، کیا یہ احادیث بلاواسطہ بغیر تقلید شخصی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ تک پہنچ چکی ہیں، ظاہر ہے کہ آپ تک تو کیا آپ کے باپ کے دادا تک بھی

پہنچنا محال در محال ہے بلکہ ان احادیث کا حدیث ہونا ہی آپ تقلید بخاری اور مسلم سے تسلیم کر رہے ہیں۔

اور اس تقلید کی تعلیم تو خود حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی چنانچہ جب صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور آپ کے بعد ہم کس کی اقتداء کریں تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

اِقْتَدُوْا بِمَنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اَوْ کَمَا قَالَ۔

نیز فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ

اور فرمایا:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ فَاِذَا رَاَیْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۝

اور ارشاد ہوا:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ۝ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ۝

فرمائیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ یہ حضور کی سنت ہے اور یہ امر حضور کے خلاف؟ جب تک کہ تقلید کا قلادہ نہ پہنیں، اور ان کی پیروی نہ کریں جنہوں نے اپنی عمر قرآن وحدیث کی خدمت میں وقف کر دی تھی۔

مولانا کوری حدیث اور آیت پڑھ دینا اور بات ہے اور اس کی سند حضور تک پہنچانا امر آخر ہے، ہم تو جب آپ کو غیر مقلد جانیں کہ بغیر کسی امام ومحدث کے بتائے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث اخذ کریں، اب ہمت ہے تو جواب دیجئے ورنہ آج سے تقلید شخصی کو بدعت کہنے سے توبہ کیجئے!

اور سنئے جو تعریف تقلید کی آپ نے بیان فرمائی ہے اُس کے لحاظ سے

تو آپ پیدا ہونے کے وقت سے اس وقت تک برابر ہر آن، ہر لحظہ، ہر دقیقہ تقلید شخصی میں گرفتار ہیں، جناب کو یاد ہوگا جب کہ آپ نجاست میں سنا ہوا ہاتھ منہ کی طرف بڑھاتے تھے اور والدین کی تقلید سے اس کو نجس اور بُری چیز جاننے لگے تھے، اس وقت دلیل قرآن وحدیث کا مطالبہ کیوں نہ کیا، پھر جب کہ آپ کے والدین نے آپ کو مکتب میں اُستاد کے آگے زانوئے ادب طے کرانے بٹھایا تھا، اُس وقت استاد کی اس تعلیم پر کہ لمبا خط الف ہے دلیل قرآن وحدیث نہ مانگی، مارے ڈر کے چپ چاپ الف ہونا، اُس خط کا ایسا مانا کہ آج تک کان نہیں پھڑ پھڑاتے، جانے دیجئے آج ہی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کر دیجئے کہ لمبے خط کو اللہ نے الف فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پھر ب، پ، ت، ٹ، کی دلیلیں اسی طرح قرآن وحدیث سے لائیں، قطع نظر اس کے عربی کا ترجمہ اُردو میں جو کیا گیا اور اسے آپ نے مان لیا تو بصورت عدم جواز تقلید اس پر دلیل لائیں ورنہ یہ تقلید نہیں تو کیا ہے؟ اب خدا را سوچ سمجھ کر میرے گذشتہ مطالبات کا نیز اس تقریر کا مفصل مدلل جواب دیجئے یا تسلیم کیجئے!

لامذہب: بھائیو! مولوی صاحب لوٹ پھیر کر ادھر اُدھر کی باتیں کر دیتے ہیں، ہماری آیت اور حدیث کا جواب نہیں دیتے، تو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمارے پاس جواب نہیں، یا تقلید شخصی کو ثابت کریں جو ہمارا دعویٰ ہے۔

ہم کب کہتے ہیں کہ تقلید ناجائز ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ایک کی تقلید ضروری ولازمی سمجھ لینا بے انصافی ہے، ہم کہتے ہیں کہ سب کی تقلید کرو، ایک امام معین کی تقلید جس کو تقلید شخصی کہتے ہیں بدعت ہے، چنانچہ اس کا بدعت ہونا قرآن سے ثابت ہے اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ

مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(آگے وہی حافظ ابن کثیر کی تفسیر بیان فرما کر خاموش ہو گئے)

مولانا: حضرات مبارک ہو مولانا نے تقلید کو مان لیا لیکن فرماتے ہیں سب کی تقلید کرو، ایک کی تقلید کرنا بدعت۔

زبان پر نام لینے سے زبان وہ کاٹ دیتے ہیں
غضب ہوتا اگر اظہار الفت ان سے ہم کرتے ہیں

عجب تماشہ ہے، ایک سے زنا کرنا حرام سب سے اگر زنا کرو جائز ہے ایک کی بیوی حرام سب کی چوری جائز، ایک جھوٹ حرام، ہمیشہ جھوٹ بولنا جائز، ایک وقت کی نماز چھوڑنا حرام سب وقت کی نماز چھوڑنا جائز، جیسے مولانا نے کہا ایک کی تقلید ناجائز و بدعت سب کی تقلید کرو تو جائز ہے، حضرات خدارا انصاف، ایک کی تقلید نے تو یہ نوبت پہنچائی کہ مولانا کے زعم میں بدعتی ٹھہرے اور جب سب کی تقلید کرنے لگیں گے تو نہ معلوم کیا ہو جائیں گے، ایسے مذہب کو ہمارا تو سلام ہے (آواز قہقہہ سامعین کی طرف سے) لیکن ایک بات سمجھ میں آئی آخر مولانا جاہل تو ہیں نہیں، ایک علمی بات کہہ گئے ہیں، شاید مولانا کا یہ مقصد ہے کہ مطلق تقلید جائز ہے اور تقلید شخصی بدعت کیوں مولانا یہی مقصد ہے نا؟

لامذہب: (گردن ہلا کر) جی ہاں!

مولانا: جب صورت یہ ہے تو اب علمی بحث کے لحاظ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ مطلق ضمن مقید میں ہی ہو کر پایا جاتا ہے، یا بلا مقید بھی مطلق کا تحقق ہو سکتا ہے۔

لامذہب: (جواب کچھ نہیں) (بعد قدرے سکوت کے)

مولانا: جواب کے لئے سکوت ہے، خیر حضرات آپ اچھی طرح سمجھ چکے

ہوں گے، کہ یہ سکوت بتا رہا ہے کہ مولانا اعلانیہ اقرار کرنا پسند نہیں فرماتے، عموم کے پردہ میں اپنی بات رکھنے کو سب کی تقلید جائز، ایک کی تقلید حرام فرما چکے ہیں۔

مگر آپ لوگوں کے سمجھانے کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ چند آیتیں اور پڑھوں جن سے تقلید شخصی کا کافی ثبوت ملتا ہے، اگرچہ، اب ضرورت تو نہیں ہے، سنئے

(جلسہ کی طرف سے جزاک اللہ، جزاک اللہ کا شور)

مولا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ○ (لقمان/۱۵)

یعنی پیروی کر اس کی جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس آیت میں اُن لوگوں کی اتباع اور تقلید کا حکم کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع لانے والے بندے ہیں، اگرچہ شان نزول اس کا خاص ہے، اطاعت صحابہ کرام یا خلفاء عظام میں لیکن حکم عام ہے، لہٰذا ہم سب آیت کریمہ کے مامور ہیں۔

اس سے واضح روشن لائح طور پر فرمایا کہ سب کو فقاہت یعنی حق اجتہاد حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ تم میں سے جو زیور فقاہت سے آراستہ ہو جائے، اس کی پیروی تم پر لازم ہے، کما قال تعالیٰ:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ (۱۲۲/التوبۃ)

یعنی تمام مسلمان تو باہر جانے سے رہے، تو پھر ہر گروہ میں سے تھوڑے آدمی کیوں نہیں سفر کرتے کہ دین میں سمجھ یعنی قوت اجتہاد حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں تا کہ وہ خدا کی نافرمانی سے بچیں۔

اس آیت نے صاف ظاہر کردیا کہ ہر قوم میں چند لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو اپنی قوت اجتہاد سے مسائل کا استخراج کریں تا کہ جو لوگ قوت اجتہاد نہیں رکھتے وہ مسائل کی تعلیم ان کی تقلید سے حاصل کر کے خدا کی نافرمانیوں سے بچیں۔

چنانچہ انہیں مجتہدین میں سے ہمارے امام ہمام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کی ہم سب پیروی کر رہے ہیں، اب دوسری ایک اور آیت ہے سُن لیجئے جو ان مجتہدین کی تقلید چھوڑنے والوں کے لئے فرمائی گئی:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۝ (النساء/ ۱۱۵)

یعنی جو لوگ رءوف ورحیم نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی مخالفت کریں، بعد اظہار ہدایت کے، اور پیروی وتقلید کریں، مومنوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستے کی تو پھیر دیں گے ہم اُن کو اس طرف جس طرف وہ پھرے تھے اور پہنچا دیں گے جہنم میں جو برا ٹھکانا ہے۔

مولانا: اگر ہمت ہے تو جواب دیں، ورنہ اعلانیہ تسلیم نہیں تو سکوت معرض بیان میں آ کر جناب کے اعتراف کی دلیل بن جائے گا۔

لا مذہب: میرے سوالات کے جواب تو آپ نے دیئے ہی نہیں، اپنی اپنی کہے گئے خیر جو آپ سمجھیں وہی سہی، لیکن ابھی تو پانچ دعوے ہمارے اور ہیں جائے گا کہاں ابھی پیچھا چھوٹنا مشکل ہے۔

مولانا: سامعین سے

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

لاجواب ہو چکے میرے سوالات کا مطالبہ بتمامہ میں نے مولانا کی آبرو رکھنے کو معاف کیا، اس پر طرہ یہ جواب آپ نے سنا۔

حاضرین کی طرف سے:

حضرت جی ہم نے فیصلہ کرلیا ہے یہ نہ مانے نہ سہی، لیکن کم از کم اس بہانہ سے ہماری معلومات تو وسیع ہو رہی ہیں۔ ذرا یا رسول اللہ پر بحث شروع ہو۔

مولانا: تقلید مطلق تو مولانا کی زبان سے تسلیم ہو چکی تقلید شخصی میں اعلانیہ اقرار کرنے سے تامل ہے لیکن اظہار حق تو ہو ہی چکا، اب میں آپ لوگوں کی خاطر سے اپنے مطالبات قطعی طور سے معاف کر کے مولانا کو اظہار دعویٰ کی اجازت دیتا ہوں، ہاں مولانا فرمایئے!

لا مذہب: آپ اپنے جی میں خوش ہو لیجئے، لیکن میں نے کچھ نہیں مانا ہے۔

مولانا: خوب یاد آیا، آپ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدث دہلوی کو تو مانتے ہیں۔

لا مذہب: نہ مانتے تو اُن کے قول کو پیش کیسے کرتے۔

مولانا: اگر وہ تقلید کو بالخصوص اہل اللہ کے لئے واجب لکھتے ہوں اور تقلید بھی مطلق نہیں بلکہ امام معین کی اور امام معین کی بھی چاروں میں سے نہیں، بلکہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تو پھر۔

لا مذہب: هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ لایئے۔

مولانا: آپ کی کتابوں کی پوٹ میں رسالہ ''انصاف'' ہے۔

لا مذہب: ہے پھر آپ کو کیا۔

مولانا: لائیں اُسے! میں دکھاتا ہوں۔

لا مذہب: آپ کا دعویٰ ہے، ثبوت آپ پر لازم ہے۔

مولانا: دیتا ہوں، کتاب لاؤ!

لا مذہب: کتاب میں کیوں دوں؟

مولانا: میں آپ کی طرح کتابوں کی پوٹ باندھ کر تو لایا نہیں ہوں، قطع نظر اس کے آپ کی کتاب میں سے آپ کی تردید اور اپنا دعویٰ پیش کردوں، تو یہ بطریقہ اولیٰ وافضل ہوگا، ممکن ہے آپ میری کتاب کو کہہ دیں کہ تمہیں نے چھپوائی ہوگی. جب آپ کی ہی کتاب ہوگی، تو آپ کو جائے دم زدن نہ رہے گی، لائیں رسالہ انصاف شاہ صاحب کا، میں اُس میں دکھاتا ہوں۔

لامذہب: میں تو نہ دوں گا۔

مولانا: چونکہ یقین ہے کہ مری کتاب میرے ہی اوپر حملہ آور ہوگی کیسے دیدوں خیر کل بات کہہ دیجئے، انشاء اللہ ہم شب بخیر کل دکھادیں گے، مگر مولانا جبکہ تقلید شخصی زعم سامی میں ہر طرح ناجائز ہے، تو آپ حدیث پر عمل کیسے کرسکتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول تو شاید آپ مانیں گے، وہ آپ لوگوں کو تقلید شخصی کا حکم دیتے اور محض حدیث پر عمل کرنے کی مخالفت کرتے ہیں۔

لامذہب: کورے دعوے کے ہم قائل نہیں، دکھائیں۔

مولانا: بہت اچھا، لیجئے! یہ قسطلانی ہے، اور یہ الاشباہ والنظائر علامہ زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں اور رباعیات بخاری زمانہ میں مشہور ہے:

ذکر المنیرازی فی المناقب عن الامام البخاری رحمه الله لرجل لا یصیر محدثاً کاملاً ال ان یکتب اربعا مع اربع کاربع مع اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع وهذه الرباعیات لاتتم الاباربع مع اربع فاذا تمت له کلما هانت علیه اربع و ابتلی باربع فاذا صبر اکرمه اللّٰه تعالیٰ فی الدنیا باربع واصابه فی الأخرة باربع اما الاولی فاخبار الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم وشرائعه و اخبار الصحابة ومقادیرهم والتابعین واحوالهم وسائر العلماء و

تواریخهم مع اربع اسماء رجالهم و کناهم وامکنتهم وازمنتهم کاربع التحمید مع الخطب و الدعاء مع الترسل والتسمیة مع السورة و التکبیر مع الصلوة مع اربع المسندات والمرسلات والموقوفات و المقطوعات فی اربع فی صغره فی اوراکه فی شبابه فی کهولته عند اربع عند شغله عند فراغه عند غنائه باربع بالجبال بالجهار بالبرازی بالبلدان علی اربع علی الحجارة علی الاخزاف علی الجلود علی الاکتاف الی الوقت الذی یمکن نقلها الی الاوراق عن اربع عن من موفوقه ودونه ومثله وعن کتابة ابیه اذا علم انه خطه لاربع لوجه اللّٰه تعالی ورضاه والجلووالعمل به ان وافق کتاب اللّٰه تعالیٰ ونشرها بین طالبیها ولاحیاء ذکره بعد موته ثم لاتتم له هذه الاشیاء الاباربع من کسب العبد وهو معرفة الکتابة واللغة ولاصرف والنحومع اربع من عطاء اللّٰه تعالیٰ الصحة والقدرة والحرص والحفظ فاذا تمت له هذه الاشیاء هانت علیه اربع الامل والولد والحال والوطن وابتلی باربع بشماتة الاعداء وملامة الاصدقاء وطعن الجهال وحسد العلماء فاذا صبر اکرمه اللّٰه تعالیٰ فی الدنیا باربع بعز القناعةوهیبةالنفس ولذة العلم وحیات الابد واصابه فی الأخرة باربع بالشفاعةلمن اراد من اخوانه و بظل العرش حیث لاظل الاظله والشرب من الکوثروجوار النبیین فی اعلی علیین فان لم یطق احتمال هذه المشاق فعلیه بالفقه الذی یمکن تعلمه وهوفی بیته قارّساکن لایحتاج الی بعداسفار ووطی دیار و رکوب بحاروهو مع ذلك ثمرة الحدیث ولیس ثواب الفقیه وعزه اقل من ثواب المحدث وعزه انتهی۔

ترجمہ: یعنی بزازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مناقب میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی محدث کامل نہیں بنتا جب تک چار باتوں کو ساتھ چار باتوں کے ایسا لازم نہ لکھ رکھے جیسے چار باتیں چار باتوں کو لازم ہیں۔

نمبر۱) احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مع ان امور کے جن کو آپ نے جائز اور ناجائز فرمایا۔

نمبر۲) اقوال صحابہ کرام کو مع مقدار ان اصحاب کے اور تمام اقوال تابعین کو مع حالات ان تابعین کے اور تمام علماء مجتہدین سلف کی خبروں کو مع ان کی تاریخ کے اور ان چاروں باتوں کے ساتھ ان چاروں باتوں کو لازم نہ سمجھ لے کہ جن جن کے ذریعے سے جس قدر بھی وہ ہوں وہ خبریں اور اُن کے حالات اور تاریخی معاملات اُس تک پہنچیں ان سب کے نام مع ان کی کنیتوں کے اور مکانوں کے مع یادداشت زمانہ بیان اخبار اور حالات اپنے سنے کے ان لوگوں سے حفظ کرے اور یاد رکھے اور ان چاروں باتوں کو ان چاروں باتوں کے ساتھ ایسا لازم سمجھ لے جیسے خطبوں کے ساتھ حمد وثناء لازم ہے اور خط وکتابت کے ساتھ دعا لازم ہے یا دعا کے ساتھ آہستگی لازم ہے، اور سورتوں کلام اللہ کے ساتھ بسم اللہ لازم ہے اور نمازوں کے ساتھ تکبیریں لازم ہیں اور ان پہلی باتوں کے ساتھ یہ چار امر بھی ضروری سمجھے کہ ان اخبار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اخبار صحابہ میں کون کون سی خبریں یعنی حدیثیں مستند ہیں کس قدر مرسل ہیں کتنی موقوف ہیں کون سی مقطوع ہیں اور ان امور مذکور کے ساتھ یہ چار امر بھی یاد کرے اور یاد رکھے کہ جس استاد سے یہ حدیث پہنچی ہے اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے کس عمر میں سنی تھی اور اس سے کس عمر میں بیان کی اور اس استاد کے استاد نے کس عمر میں علیٰ ہذا القیاس لڑکپن کے زمانے میں کہ جو کم اعتبار کا وقت ہے یا بالغ ہونے کے زمانے میں جو اعتبار کا زمانہ ہے جوانی کی حالت میں جو کمال یادداشت

کا زمانہ ہے یا بڑھاپے کے زمانے میں کہ سہو ونسیان کا وقت ہے اور پھر یہ چار باتیں بھی ضرور یاد رکھے کہ وقت بیان کے اُستاد کسی دوسرے کام میں مشغول تھا اور اس کی طبیعت دوسری طرف متوجہ تھی یا فارغ البال تھا اس کے زمانہ بیان کرنے حدیث میں محتاجی اور غربت کی حالت تھی یا غنا یا بے احتیاجی تھی، اور وہ استاد اور اس استاد کے استاد کہاں کے رہنے والے تھے، پہاڑوں کے یا دریاؤں کے، یعنی اہل کشتی اور جہاز سے جنگل اور گاؤں کے یا شہروں کے علیٰ ہذا القیاس اور یہ بھی یاد رکھے کہ جب تک میرے استاد نے یا میں نے یا استاد کے استاد نے نقل نہ کر لی تھی اس وقت تک پتھر پر لکھ کر یاد رکھی تھی یا ٹھیکریوں پر یا کھال پر یا بکری کی شانہ کی ہڈیوں پر اور یہ بھی یاد رکھے کہ یہ حدیث اپنے سے ادنیٰ درجے کے آدمی سے باعتبار عمر وغیرہ کے پہنچی ہے یا بلند درجہ یا اپنے ہم مثل سے یا اپنے باپ کے ہاتھ کی لکھی ملی تھی مگر اس کا اعتبار جب ہے جب اپنے باپ کا خط بھی پہچانتا ہو، اور یہ محنتیں چار نیتوں سے اپنے اوپر اٹھائے اللہ کی خوشنودگی کے واسطے، عمل کرنے کی غرض سے، طالب علموں کو سکھلانے کو اور اپنا ذکرِ خیر باقی رکھنے کی امید پر، مگر یہ سب اُمور جب کام آسکتے ہیں جب چار باتیں خود حاصل کرے اور چار باتیں منجانب اللہ میسّر ہوں، علم کتابت، علمِ لغت، علمِ صرف، علمِ نحو، اور منجانب اللہ صحت اور تندرستی، قوت تحصیل علم، حرص تحصیل علم، قوت حافظہ، اتنے اُمور کے بعد اب اس کو بیوی بچوں، مال، وطن کی طرف رجوع کرنا اگرچہ آسان ہوگا مگر ضرور چار بلاؤں میں مبتلاء ہوگا، بوجہ مشغول رہنے کے علم وعمل میں اور کم ہونے اسباب دُنیا کے اور متوجہ ہونے اہل دین کا اُس کی طرف دشمن ٹھٹھا کریں گے، دوست ملامت کریں گے، جاہل اس کو نشانہ طعن وتشنیع کا بنائیں گے، اہل علم اس کے ساتھ حسد کریں گے مگر جب یہ سب مشقتیں سہار لے گا اب یہ شخص جماعت محدثین میں داخل ہو کر ضرور چار باتوں کے ساتھ آخرت میں ممتاز ہوگا۔ دنیا میں

ہیبت الٰہی اور قناعت اور لذت علم اور زندگی دائمی کے ساتھ اور آخرت میں اوّل شفاعت کے ساتھ جن کے واسطے اپنے بھائیوں میں سے شفاعت کا ارادہ کرے۔

دوم: سایہ عرش کے ساتھ جس وقت کسی کا سایہ نہ ہو۔

سوم: ساتھ پانی پلائے جانے کے حوض کوثر سے۔

چہارم: ساتھ پڑوس پیغمبروں کے اعلیٰ علیین میں۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر طالب علم یہ ساری مشقتیں نہ اٹھا سکے تو اس کو لازم ہے کہ سفر دور دراز اور ان سب محنتوں سے بچ کر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ کر علم فقہ حاصل کرے جو کہ ثمرہ اور پھل حدیث کا ہے حالانکہ ثواب اور عزت فقیہ کی ثواب اور عزت محدث سے کچھ کم نہیں ہے۔

سن لیجئے آپ کے مسلمہ امام کا ارشاد کہ فقیہ مرتبہ اور ثواب میں محدث سے کچھ کم نہیں اور اگر آپ شاہ صاحب کی انصاف پیش کریں تو یہ بھی دکھادوں کہ ہندوستان میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید واجب اور امام کی تقلید سے خارج ہونا حرام ہے ورنہ یار زندہ صحبت باقی، پھر دوسری صحبت میں انشاء اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کا ارشاد پیش کش کروں گا۔

انتباہ: حقیقت مناظرہ شش ورقی کے دین و دیانت ملاحظہ ہو، صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے

متفرق بحث

"زاں بعد یکے بعد دیگرے طرفین کے مناظر اٹھتے تھے اور بار بار جماعت بریلویہ کی طرف سے وہی باتیں کہی جاتی تھیں جو قلمبند ہو چکی ہیں اور جس کا جواب قرآن وحدیث کی رُو سے مناظر اہل حدیث دے چکے تھے، آخر میں مناظر بریلویہ نے جناب شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **انصاف** کا حوالہ دیا کہ اس

میں تقلید شخصی پر روشنی پڑتی ہے، جب مناظر اہل حدیث نے کتاب دیکھنے کا مطالبہ کیا" تو وہ پیش نہ کر سکے" اس کے بعد چونکہ رات زیادہ گذر گئی تھی مجلس برخواست ہوئی"

حقیقت وہ نہیں جو جناب پر ظاہر ہوئی ہمارے مولانا تمام کتابیں باندھ کر نہیں لے گئے تھے لامذہب مولوی پوٹ باندھ کر پہنچا تھا اس سے کتاب انصاف طلب کی اس نے اس ڈر سے نہ دی کہ اُس میں تقلید شخصی کا ثبوت موجود تھا، اور رہا حیات امام بخاری پر سوائے سکوت اور وہی سابقہ گفتگو لایعنی کے کوئی جواب نہ تھا، آخر بوجہ وقت پورا ہو جانے کے دوسرے روز پر مناظرہ موقوف رکھا گیا، صدر صاحب نے فرمایا کہ مسئلہ تقلید پر کافی سے زیادہ روشنی پڑ چکی ہے، باقی دعاوی کا جواب کل ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ مجلس برخواست ہوئی۔

چونکہ اُس وقت کتاب موجود نہ ہونے کی وجہ سے اور لامذہب کے مناظر کے پاس وہ کتاب ہوتے ہوئے نہ دینے کے سبب سے عبارت نہ دکھائی گئی مگر جبکہ ہم اپنے دعوئی میں سچے ہیں پھر کیا وجہ کہ دعوئی ثابت نہ کر سکیں ملاحظہ ہو۔

رسالہ انصاف جس میں مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (بغرض افادہ عوام نقل کیا جاتا ہے)

بعینہ عبارت عربی کا ترجمہ یہ ہے:

"تقلید امام معین کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی مثلاً جب جاہل آدمی ہندوستان کے ممالک اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہوں اور کوئی عالم شافعی مالکی حنبلی وہاں نہ ہو اور نہ ان مذہبوں کی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ تقلید امام ابوحنیفہ کی کرے اور اس پر حرام ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ سے باہر نکلے کیونکہ ان

صورتوں میں شریعت کا پھندا گردن سے نکال کر مہمل بیکار رہ جائے گا"۔

بعینہٖ عبارت عربی

وجوب تقلید الامام بعینہٖ فانہ قد یکون واجبا وقد لا یکون واجبا فاذا کان الانسان جاھلا فی بلاد الھند وبلاد ماوراء النھر ولیس ھناك عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب ھذہ المذاھب وجب علیہ ان یقلد لمذھب ابی حنیفۃ ویحرم علیہ ان یخرج من مذھبہ لانہ حینئذ نخلع من عنقہ ربقۃ الشریعۃ ویبقی سدیً مھملا۔

نوٹ: عبارت منقولہ بالا میں غیر منصف سخن پرور لامذہب حضرات کو عوام کو بہکانے کے لئے یہ بہانہ مل سکتا ہے کہ یہ حکم جاہلوں کے واسطے ہے ہم تو عالم ہیں، اس کے جواب میں علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میزان شعرانی میں حضرت امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری سے نقل فرماتے ہیں کہ بچاؤ تم اپنے آپ کو انکار کرنے اور خطا نکالنے سے کسی مجتہد میں مگر بعد احاطہ کر لینے کے کل دلیلوں پر، اور بعد جان لینے ان تمام عربی لغات کے جن کو شریعت حاوی ہو اور بعد جان لینے تمام معانی اور طرق استاد کے اور یہ بات تم کو کہاں میسر ہے۔

ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتھد اور تخطیۃ الا بعد احاطتکم بادلتہ الشرعیۃ کلھا ومعرفتکم بجمیع لغات العرب التی احتوت علیھا الشرعیۃ، ومعرفتکم بمعانیھا وطرقھا وانی لکم بذالك ☆

جس کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ محض عربی دان ہو جانا، اردو فارسی سمجھ لینا تمہیں اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ تم مجتہدین کے مقابلہ میں آ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بناؤ کیونکہ وہ معلومات جو مجتہدین کو حاصل تھیں میسر نہیں ہو سکتیں دلائل تو اس

کے علاوہ اور بہت کچھ ہیں جن کی تفصیلی بحث حضرت استاد العلماء مولانا مولوی حاجی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب قبلہ کی کتاب "ہدایۃ الطریق" میں دیکھئے، جواب بخیال طوالت ہم نقل نہیں کرتے دوسرے روز کے مناظرہ کی روئداد لکھنا مقصود ہے اور حقیقت روئداد مناظرہ کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن عوام میں غلط فہمی پھیلانے کے لئے چونکہ فریق مخالف نے حقیقت مناظرہ نام رکھ کر فرضی بحث کو شائع کر دیا، تو بدیں خیال کہ ہمارے سیدھے سادھے سُنی بھائی کہیں معتبر نائی کی دی ہوئی شہادت پر یقین نہ کر لیں لازمی ہوا کہ سچا واقعہ من وعن نذر ناظرین کر دیا جائے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حسب موقع معتبر نائی کی حکایت بھی نقل کر دی جائے جو کہ خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

حکایت

ایک سادہ لوح کے پاس اس کے وطن سے نائی آیا، اُس نے نہایت بے چینی سے گھر کی خیریت دریافت کی نائی نے جواب میں خیریت تام کا اظہار کر کے مطمئن کیا اور ظرافت سے کہا کہ مگر آپ کی بیوی بیوہ ہو گئی ہے سادہ لوح صاحب سن کر رونے لگے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو رونے سے فرصت نہ تھی بعد اصرار تمام کہا کہ بھائیو سخت جانکاہ واقعہ ہے میری بیوی بیوہ ہو گئی، لوگوں نے کہا میاں عقل سے کام لو، تم زندہ ہو پھر بیوی کا بیوہ ہونا کیسا، تو رو کر کہتے ہیں، یہ تو سب سچ ہے بھائی مگر گھر سے آیا ہے معتبر نائی۔

لہٰذا ہمارے مولانا موجود ہیں اگر ہمت ہو تو پھر دوبارہ اپنے کسی معتبر کے ذریعے تحریری مناظرہ کر سکتے ہیں، تا کہ سچ اور جھوٹ کا پتہ لگ جائے۔

آج دوسرا روز ہے

لاہور میں کل کے مناظرہ نے تہلکہ مچا رکھا تھا گھر گھر میں تذکرہ تھا یہی سبب تھا کہ آج کل سے بہت زیادہ تعداد حاضرین کی ہوگئی، مناظر غیر مقلدین حسب سابق وہی کتابوں کی پوٹ لے کر آموجود ہوا، اور ہمارے مولانا بھی ضروری ضروری بعض بعض کتابیں ہمراہ لے کر تشریف لے آئے۔ اوّل حسب سابق صدر صاحب نے فرمایا کہ تقلید کی بابت گفتگو کی یوں ضرورت نہیں ہے کہ ثالث حاضرین جلسہ تھے، قریب قریب تمام حاضرین جلسہ سمجھ چکے ہیں کہ مسئلہ تقلید پر کافی ووافی دلائل پیش ہو چکے ہیں نہ ماننے والے کے لئے ہزار نہیں دس ہزار بھی دلیلیں ناکافی ہیں۔ لہٰذا آج ندائے یارسول اللہ پر بحث ہوگی۔

چنانچہ نیم تسلیم تو مناظر غیر مقلدین نے بھی اپنی حقیقت مناظرہ میں کیا، لکھتا ہے: صفحہ ۳سطر ۱۶ ''دوسری شب جناب مولانا مولوی عبدالمجید صاحب سوہدری نے اپنا دعوی پیش کیا کہ نداء یارسول اللہ یعنی حاضروناظر جان کر یارسول اللہ کہہ کر پکارنا ناجائز ہے۔ جس طرح بعض اسلامی فرقے مثلاً فرقہ بریلویہ الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے ورد میں لفظاً یا سے غیر اللہ کو خطاب کرتے ہیں، یہ درست نہیں''

ناظرین کرام!

انصاف سے فرمائیں جبکہ پہلی بحث طے نہیں ہوئی تھی اور جماعت غیر مقلدین کا مناظر غائب تھا تو مبحث اوّل کو چھوڑ کر کیوں آگے بھاگا، عموماً قاعدہ ہے کہ جب تک ایک بحث پوری نہ ہو جائے دوسرے سوال کی بو بھی نہیں آنے دی جاتی، جو صاف ثابت کر رہا ہے کہ اگرچہ اعلانیہ نہیں مگر دل میں تقلید شخصی کے دلائل کا سکہ

مناظر غیر مقلدین کے دل پر جم چکا تھا، یہی باعث تھا کہ ہمارے محترم صدر صاحب کے کہتے ہی دوسری بحث جان چھڑانے کو شروع کردی گئی اور فوراً عدم جواز نداء یارسول اللہ کا دعوی پیش کر دیا اب اس میں بھی دروغ بافی ملاحظہ ہو۔

مولانا: کہئے مولانا مبحث تقلید سے سیری ہوگئی یا اور، وہ کتاب موجود ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت دیکھ لیجئے۔

لامذہب: اب جانے دیجئے، ندائے یارسول اللہ کے دعوے کی تردید کیجئے!

مولانا: یوں نہیں، اوّل آپ اپنے دعوی کو بدلائل بیان کیجئے!

لامذہب: بھائیو! ہمارے نزدیک سوائے خدا کے کسی کو پکارنا جائز ہے اور یارسول اللہ، یا غوث یا معین الدین کہنا جائز نہیں، قرآن شریف میں ہے:

اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝

اللہ صاحب فرماتے ہیں لوگو مسجدیں اللہ کے لئے ہیں اس کے سوا کسی کو مت پکارو پس آج کل جو مسجدوں میں یارسول اللہ اور الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ پکار کر کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اور صریح قرآن کے خلاف ہے۔

فَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝

اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہ دیں اور ان کی دعاؤں سے غافل ہوں۔

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کو پکارنا نہیں چاہئے۔

حدیث میں ہے:

وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاِذَا دَعَوْتَ فَادْعُ اللّٰهَ ۝

جب تو مدد مانگے تو اللہ سے مانگ اور جب تو پکارے تو اللہ کو پکار، بس یہی

ہمارا دعویٰ ہے۔

مولانا: (حاضرین سے) حضرات مولانا فرماتے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو پکارنا جائز نہیں، یہ دعویٰ ہے مولوی صاحب کا، اس کے اطلاق کو مدنظر رکھئے، اس میں مولانا نے کوئی قید نہیں لگائی ہے بلکہ عدمِ جوازِ نداء کا دعویٰ مطلق فرمایا ہے، صاف لفظ بتارہے ہیں کہ یہ دعویٰ مطلق ہے کہتے ہیں "خدا کے سوا کسی کو پکارنا نہیں چاہئے" لیکن یہ میری پیشین گوئی یاد رکھئے اب عنقریب مولوی صاحب قید بڑھائیں گے اب میں مولانا سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے دعویٰ کی فہرست کو پڑھ کر ذرا سنائیں ممکن ہے تحریری دعویٰ میں تقریری سے کچھ فرق ہو گیا ہو۔

لامذہب: میرا وقت نہیں ہے میں کس طرح پڑھ کر سنا سکتا ہوں۔

مولانا: میں اپنا وقت آپ کو دیتا ہوں پھر کیا عذر ہے میں ایثار کرتا ہوں کہ آپ کے تحریر کردہ دعاوی آپ کے ہی زبان سے ایک مرتبہ سُن لوں۔

لامذہب: کیا آپ کے پاس ہمارے دعاوی کی نقل نہیں ہے آپ کو خود پڑھ لینا چاہئے میرے پڑھ کر سنانے کی کیا ضرورت ہے؟

مولانا: میں جناب کی ہی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

لامذہب: مولوی صاحب افسوس ہے آپ کو میرے دعوے تک یاد نہیں پھر مناظرہ کیا خاک کریں گے؟

مولانا: معلوم ہوتا ہے، آپ سمجھ چکے ہیں کہ آپ کا تقریری دعویٰ تحریری دعوے کے خلاف ہے یہی سبب ہے کہ آپ ذرا سی بات میں اتنی ردّ و کد کر کے میرا وقت خراب کر رہے ہیں اچھا تشریف رکھئے تکلیف نہ کیجئے، میں نے آپ کے مافی الضمیر کو پالیا۔

برادرانِ ملت! مولانا کا تحریری دعویٰ تو یہ تھا کہ یارسول اللہ کہنے کا قرآن و

حدیث میں ثبوت نہیں لہذا ناجائز ہے، اور تقریری میں کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو پکارنا جائز نہیں اب میں آپ کو بتاتا ہوں اتنا بین فرق ہے کہ ہر کہ ومہ سمجھ سکتا ہے، پہلا دعویٰ تو سالبہ جزئیہ کا حکم رکھتا ہے، اور تقریری دعویٰ سالبہ کلیہ کے حکم میں ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سوائے خدا کے غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے اگر تحریری دعویٰ کو مدنظر رکھا جائے تو میں عرض کروں گا کہ عدمِ ثبوت مستلزمِ عدمِ جواز نہیں ہوتا، اگر یارسول اللہ کا ثبوت بموجب دعویٰ تحریری قرآن وحدیث سے آپ کو نہیں ملتا تو عدمِ جواز کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو گیا؟

اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جس چیز کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہ ملے وہ ناجائز ہے تو خود مولانا فرق اقدس سے لیکر ناخن پا تک ناجائز مجسم ہیں کیونکہ یہ ہیئت کذائی مولانا کے دستار کا قرآن وحدیث سے ثبوت اور نہ کوٹ کا اسی طرح گھڑی کی اصلیت نہ اس کے چین کی اور سلوار کا قرآن وحدیث میں ثبوت نہ ان کتابوں کی پوٹ کا نہیل وکرسی کا وجود قرآن وحدیث میں نہ بجلی کے پنکھے اور عینک کا غرضیکہ دنیا کی ہزارہا چیزیں ہیں، جن کا ثبوت مولانا قیامت تک قرآن وحدیث سے نہیں دے سکتے۔

اگر مولانا کا غصہ یا بے کلی اعتدال پر رہے تو میں ایک بات دریافت کرتا ہوں، کہ جناب کے باپ دادا نیز خود بدولت کے انعقادِ نکاح کا ثبوت قرآن وحدیث میں کس جگہ ہے؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو بموجب دعویٰ تحریری نہ صرف جناب بلکہ تمام خاندان سرے سے ناجائز اور نکاح وغیرہ سب بے ثبوت پائے جاتے ہیں، خیر یہ تو مولانا کے لئے جوابات تھے، مگر چونکہ مجھے عوام کی تفہیم منظور ہے لہذا مسئلہ صاف کر دینا ضروری سمجھتا ہوں مولانا اپنی سخن پروری سے مانیں یا نہ مانیں، مسئلہ تقلید شخصی کی طرح لوٹ پھیر کر نام بدل کر چاہے تسلیم کریں، سنئے مولانا کو تو نداء یارسول اللہ کا

ثبوت قرآن وحدیث میں ایک جگہ بھی نہ ملا، لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس کا ثبوت تو ایک جگہ نہیں سینکڑوں جگہ موجود ہے۔ کہیں یا ایھا النبی کہیں یا ایھا الرسول، کسی جگہ یا ایھا المزمل کہیں یا ایھا المدثر، اور نہ صرف حضور کو ندا بلکہ دیگر پیغمبران اولوالعزم کو بھی کہیں یایحیی خذ الکتاب بقوۃ، یا عیسیٰ، یاموسیٰ یاداؤد اور نہ صرف انبیاء کرام ہی کو ندا ہے بلکہ عام مومنین کو یا ایھاالذین آمنوا اور نہ صرف مومنین کو ندا فرماتا ہے، جملہ خلائق کو یابنی اسرائیل، یابنی آدم، یا ایھا الکافرون اور نہ صرف خود ندا فرماتا ہے۔ بلکہ اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ تم فرمادو، قل یا ایھا الناس، قل یاعبادی الذین اسرفوا تو ثابت ہوا کہ یارسول اللہ ہمارا ذاتی ایجاد نہیں ہے بلکہ اس کا منع کرنا کسی وجہ خاص سے اختراع وہابیہ ہے، صاحب قرآن خود اپنے بندوں کو جابجا ندا دے رہا ہے لیکن سخن پروری کا برا ہو کہ نظر سے نظر آنا بھی بند کردیتا ہے، اسی طرح احادیث میں بھی صحابہ کرام حضور سرور یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے یارسول اللہ کے ساتھ خطاب کرتے رہے ہیں، جو حدیث کی خدمت کرنے والے ہیں ان پر یہ امر مخفی نہیں کہ صحابہ حضور سے یا نبی اللہ یارسول اللہ کہہ کر سلام وسوال کیا کرتے تھے، پھر تعجب ہے کہ مولانا نے یہ بے تکی کہاں سے ہانک دی کہ یارسول اللہ کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں۔

حضرات آپ پر ثابت ہوگیا ہوگا کہ حضرت عزت جلت عظمتہٗ قرآن پاک میں کیسے کیسے پیارے الفاظ سے اپنے رسول کو مخاطب فرماتا ہے لیکن اب میری، پیش گوئی کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا کا جواب بھی سن لیجئے (حاضرین کی طرف سے شور) زندہ باش جزاک اللہ) (ماشاء اللہ)۔

لامذہب: (مبہوت سا ہوکر) بھائیو! ہم کب کہتے ہیں کہ یارسول اللہ کا ثبوت قرآن سے نہیں ہے، ہم ان آیات سے بے خبر نہیں ہیں جو مولوی صاحب

نے پڑھ سنائیں، ہمیں بھی معلوم ہے ہم بھی جانتے ہیں، ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کو یارسول اللہ کہنا جائز نہیں، کیونکہ وہ ہمارا مالک اور افسر ہے اسے اختیار ہے، جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے خطاب کرے ہم اس کے بندے اور مخلوق میں ہیں کیا حق ہے کہ ہم رسول کو پکاریں اللہ صاحب ہی پکار سکتے ہیں اور کسی کو پکارنے کی اجازت نہیں، یہی ہمارا دعویٰ ہے علاوہ ازیں رسول کی شان ہم سے بہت بڑی ہے ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم رسول کو پکاریں کیونکہ وہ سارے مسلمانوں کے سردار ہیں۔

مولانا: حضرات مبارک ہو مولانا نے نفس یارسول اللہ تو مان لیا، اور صاف فرمادیا کہ پکارنے میں تو جرم نہیں مگر خدا پکار سکتا ہے، کیونکہ وہ حاکم ہے' جس کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ محکوم حاکم کو اگر پکارے تو بے ادبی ہے تو بخیال ادب مولانا ندا یارسول اللہ کو ناجائز بتارہے ہیں مگر فی نفسہ ندا یارسول اللہ کو جائز تسلیم کرچکے، لیکن اس ندا کا حق خدا کو ہے ہمیں علم نہ تھا، یعنی خدا کو بھی اس کے بندے نہیں پکار سکتے، یا اللہ یا کریم یارحیم، یا عزیز، یہ سب ناجائز ہے، اس لئے کہ خدا احکم الحاکمین ہے، ہم اس کے ایک ادنیٰ محکوم بندے پھر ہمیں کیا حق کہ ہم ادنیٰ ہوکر خدا کو پکاریں، یہ بقول مولانا سراسر گستاخی وبے ادبی ہے (شور جلسہ، حاضرین کا جزاک اللہ کہنا) مگر یہ عقیدہ مولانا کا ہی ہوگا، مولانا کے بڑوں کے نزدیک تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے اور تعظیم بھی بڑے بھائی کی سی کرنا لکھی ہے تو جس طرح بڑے بھائی کو خطاب کرسکتے ہیں، رسول کو بھی مخاطب بنا سکتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ہمیں تو اب آیات واحادیث سے جواب دینے کی بھی حاجت نہ رہی مولانا نے خود ہی فیصلہ کردیا، مسئلہ بحمدہ تعالیٰ بالکل حل ہوگیا۔

اب مناظر صاحب سے ایک درخواست ہے کہ اب تک جناب نے متعدد

پہلو بدلے ایک بحث پر قائم نہ رہے اول سے آخر تک متخارج و مخالف تقریر و تحریر میں
پیدا ہوتا رہا، لیکن میں نے بالکل التفات اور اصلاً توجہ نہ کی، اوّل تو جناب یہی الاپ
رہے تھے کہ یا رسول اللہ! کہنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں جس پر میں پیشین گوئی
بھی کر چکا تھا کہ عنقریب قیودات بڑھیں گے، چنانچہ وہ صادق آئی کہ آپ نے
یا رسول اللہ کو تسلیم کر کے قید لایعنی لگائی اور فرمایا کہ خدا کی طرف سے رسول کو یا رسول
اللہ کہنا جائز ہے کیونکہ حاکم محکوم کو پکار سکتا ہے مگر ہم کو جبکہ ہم محکوم ہیں کیسے جائز ہو سکتا
ہے تو اب فرمایئے کس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے پہلی کو یا پچھلی کو۔

لامذہب: (غضبناک ہو کر غصہ کے بائیلر کو فل اسٹیم بنا کر) افسوس میں کس
کے سامنے کھڑا ہو گیا، حضرات ہمارا دعویٰ ہے کہ یا رسول اللہ کو حاضر و ناظر سمجھ کر
کہنا، ناجائز ہے علاوہ بریں جب رسول اللہ فوت ہو چکے (معاذ اللہ) اور سو من مٹی ان
پر ڈال دی گئی (استغفر اللہ) تو اب پکارنے کی کیا حاجت اور اس ندا سے کیا فائدہ اگر
کوئی سنے تو اس کو پکارا بھی جائے اللہ صاحب فرماتے ہیں:

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ○

تو جب وہ سنتے ہیں اور نہ حاضر ناظر تو پکارنے سے کیا فائدہ؟

نوٹ: اس دریدہ دہن لامذہب کی ان موشگافیوں سے جلسہ میں ایسی برہمی پھیل گئی کہ
یہ مولانا کا اثر تھا کہ جی ہی میں بل کھا کر رہ گئے، ورنہ لامذہب صاحب کے مناظر نے
تو اپنی حسب عادت بدامنی پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا خیر، مولانا خود
کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

مولانا: حضرات گستاخانہ جملے نہ صرف زبان سے ادا ہوئے ہیں بلکہ ان کی
تحریروں میں تو اس سے زائد ہیں، مگر اللہ معاملہ نہ بگاڑیئے اور حسب وعدہ خاموشی سے
سنئے! الکریم اذا وعد وفا، آپ لوگوں پر ظاہر ہو چکا کہ مولانا نے یا رسول اللہ کہنے

کو بڑی فراخدلی سے قبول فرما لیا، اب قید بموجب میری پیشین گوئی کے
اور بڑھا رہے ہیں کہ حضور کو فوت ہونے کے بعد نہ پکارا جائے، سو من مٹی ڈالی، پھر
پکارنے سے کیا فائدہ؟ تو معلوم ہوا کہ پکارنا جائز مگر بے فائدہ ضرور رہا، دعویٰ تو عام
اور مطلق تھا مگر اب حاضر و ناظر ہونے کی قید اور بڑھا دی گئی ہے۔

مگر اب میں کیسے اطمینان کروں کہ مولانا کا دعویٰ پورا ہو چکا ممکن ہے کہ
آئندہ اور کچھ قیود لگیں، دعویٰ لکھنے کے وقت سے اب تک پانچ چھ قیود بڑھ چکی ہیں
جس کا مطلب ظاہر ہے کہ جواب جبکہ مسکت دلائل سے ملا تو ایک قید اور بڑھا دی اس
کا جواب سر توڑ ہو گیا تو ایک قید اور سہی، اور سہی اُلٹا سر چڑھا اور سہی اس سے بھی منہ کی
کھائی تو اور ایک بڑھا دی۔

مجھے حیرت ہے کہ مولانا کو مناظر کس نے بنا دیا، اس سے بہتر تھا کہ روپڑی
صاحب ہی ہوتے کہ وہ کچھ سمجھ تو لیتے، اگرچہ نتیجہ یہی نکلتا جو نکل رہا ہے خیر...... کیوں
مولانا نداء یا رسول اللہ کی بحث تو ختم کیونکہ اسے آپ نے تسلیم کر لیا، اب میں حضور کا
حاضر و ناظر ہونا ثابت کروں اور بتاؤں کہ ہم جملہ مسلمان حضور کو حاضر و ناظر کیسا اور
کس طرح جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے ساتھ کیا عقیدہ رکھتے ہیں، اگرچہ یہ بحث سے
بالکل علیحدہ بات ہے کہ حضور سنتے دیکھتے ہیں یا نہیں لیکن ہم بتاتے ہیں دیکھتے بھی ہیں
اور سنتے بھی اور نہ صرف سنتے ہیں بلکہ پہچانتے بھی ہیں دوسری بات بحث سے خارج
کہ حضور زندہ ہیں یا بقول آپ کی یاوہ گوئی کے کہ فوت ہو گئے سو من مٹی ان پر ڈالی
گئی اور زندہ کیسے زندہ ہیں محض روح سے یا بجسد عنصری اگرچہ یہ تمام مسائل ایک
مستقل وقت چاہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر مسئلہ کو مختصر دلائل سے عرض
کردوں۔

نیز علم غیب کا مسئلہ بھی آج ہی طے کر دیا جائے خواہ صحیح ہو جائے آپ کو نہ

جانا ملے گا نہ آپ جانے کی اجازت لے سکیں گے، تاوقتیکہ تمام مسائل پر کافی روشنی نہ پڑ جائے، لیکن دو گذارش میں وہ بگوش ہوش سن لیجئے!

اوّل یہ کہ آپ اپنے موضوع اور بحث سے راہ فرار نہ اختیار کیا کریں، قائل ہو جانا منصف کے لئے باعث ذلت نہیں ہوتا۔

دوسرے: ذرا ہمارے پیشواؤں کی شان میں جو کچھ آپ کہیں وہ مہذب الفاظ میں ادا کریں کہ خوف فساد ہو جاتا ہے، اپنے دل کے حسد کو زبان سے ترجمانی کر کے نہ ظاہر کریں، کہ اُن کے شیداؤں کے دلوں پر زخم سا لگ جاتا ہے اور ایسی صورتوں میں وہ گستاخی کا جواب اور طرح دیا کرتے ہیں، فرمایئے! عرض کروں ذرا کھڑے ہو کر کہہ دیجئے۔

لامذہب: حضرات مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب وہی لایعنی باتیں بنا کر آپ صاحبوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور میری دلیل کے مقابلہ میں ایک آیت ایک قول بھی مفسر کا جواز یارسول اللہ میں پیش نہ کر سکے، ہم تو آیات واحادیث سے اپنے دعوے پیش کرتے ہیں، اور مولوی صاحب لسانی سے غالب آجاتے ہیں، یا تو مولانا مہربانی کر کے جواز یارسول اللہ کے دلائل بیان کریں یا ہمیں جانے دیں فضول مسلمانوں کو مغالطہ میں کیوں ڈال رہے ہیں؟

(حاضرین کی طرف سے ایک فرمائشی قہقہہ)

مولانا: (متبسم ہو کر) مولوی صاحب یہ تو آپ کا دل جانتا ہوگا، جو اس وقت آپ کے قلب مبارک پر گذر رہی ہے، تنہائی ہوتی تو آپ اب تک بگڑ بگڑ کر کب کے چل دیے ہوتے، مگر یہاں تو نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مضمون ہے اور آپ کر بھی کیا سکتے ہیں، بجز ان لغو باتوں کے جو آپ کے سینہ میں پر ہیں جو کچھ آپ کے معاونین نے بدلائل کا میٹیریل آپ کے لئے بہم پہنچایا تھا وہ کبھی کا ختم ہو گیا، اب تو

ایچ پیچ وتاب باقی ہے، لیکن یاد رکھئے ہمارے سنی حنفی بھائی آپ کی ایسی دریدہ دہنی موشگافی سے برہم نہیں ہو سکتے یہ باتیں آپ کو آپ کے متعلقین کو ہی مبارک رہیں، آپ نے اوّل سے اب تک کیسے کیسے سخت حملے، نا ملائم الفاظ، دل آزار باتوں سے عوام میں بدامنی پھیلانی چاہی مگر مولانا میری طرف سے ایک جملہ ایسا نہ ہوگا جو آپ کی شان کے خلاف ہو، خیر آپ سے تو مخاطبت فضول سی معلوم ہوتی ہے، اس لئے آپ کے غصہ کا بوائیلر بہت تیز ہو چکا ہے اور غصہ میں ہوش وحواس عقل وخرد سے رخصت ہو جاتے ہیں، ذرا دم لے لیجئے اب میں اپنے بھائیوں کو بتادوں کہ نداء یارسول اللہ کا ثبوت کیا ہے، اگرچہ آپ کے لئے پہلے ہی جواب کافی ووافی شافی نافی ہیں۔

حضرات: اوّل تفاسیر سے نداء یارسول اللہ کے دلائل عرض ہیں سنیئے!

یہ تفسیر بیضاوی شریف ہے، یہ وہ تفسیر ہے جس کو نہ صرف ہم اہل سنت مستند ومعتبر مانتے ہیں بلکہ حضرات غیر مقلدین ووہابیہ گنگوہیہ ونجدیہ سب تسلیم کرتے ہیں ہر مدرسہ میں اس کا کورس نصاب تعلیم میں داخل ہے، اس میں ماتحت درج ذیل آیت کریمہ کے ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

لاتقیسوا دعاءہ ایاکم علی دعاء بعضکم بعضا فی جواز الاعراض والمساھلة فی الاجابة والرجوع بغیر اذن، فان المبادرة الی اجابة واجبة والمراجعة بغیر اذنہ محرمة وقیل لا تجعوا نداءہ وتسمیتہ کنداء بعضکم بعضا باسمہ ورفع الصوت بہ والنداء وراء الحجرة ولکن بلقبہ الاعظم مثل یانبی اللہ ویارسول اللہ مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت۔ اولا تجعلوا دعاءہ ربہ کدعاء صغیر کم کبیر کم یجیبہ مرة

وبرده اخری فان دعاءه مستجابة☆(تفسیر بضاوی مع حاشیه الشیخ زاده جلد ٦ صفحه ٢٥٩/٢٦٠/دار الکتب بیروت لبنان)

جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ابتداء میں چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام وعوام نام مبارک یا کنیت شریف کے ساتھ مخاطب کیا کرتے تھے مثل یا محمد، یا ابا القاسم وغیرہ کے، یہ بات حضرت باری تعالیٰ کو ناپسند ہوئی اور غیرت الٰہی جوش میں آئی حکم ہوا خبردار ہمارے محبوب کو اس طرح نہ پکارو! جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اب قدرتاً یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یا محمد یا ابوالقاسم کہنے کی ممانعت ہوگئی، جس کو علماء نے حرام لکھا ہے تو پھر کس طرح حضور کو نداء کریں تو اس کا جواب اوّل تو قرآن پاک ہی عملی جامہ پہن کر دے رہا ہے، کہ تمام انبیاء کرام کو نام لے کر مخاطب کیا، مگر محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں یا محمد نہ فرمایا، سارے قرآن پاک میں ایک جگہ بھی یا محمد نہ ملے گا اگر ملے گا تو یاایھا المزمل، اے جھرمٹ مار کر چلنے والے محبوب، یاایھا المدثر، اے چادر پوش حبیب، یٰسین، اے پیارے سردار، طٰہٰ اے ماہ کامل، اے ماہ دوہفتہ، اے چودھویں رات کے چاند، یاایھا النبی، اے غیب بتانے والے پیارے وغیرہ القاب عالیہ اور الفاظ جدیدہ سے خطاب ملے گا چنانچہ ثابت ہوگیا کہ ویسے نداء حرام وممنوع ہے اور ایسے جائز۔

چنانچہ جب بیضاوی نے خود فیصلہ فرمایا:

"ولکن بلقبه المعظم مثل یا نبی اللّٰہ ویارسول اللّٰہ مع التوقیر والتواضع۔

مگر معظم القاب مثل یا نبی اللہ یارسول اللہ کیساتھ نداء دو اس میں بھی عظمت شان عالیہ ملحوظ رکھنا اور تعظیم نام پاک مقصود ہے۔

اب ترجمہ بھی سن لیجئے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تم کو پکارتے ہیں اس کو آپس میں قیاس مت کرو کیونکہ اگر حضور تمہیں پکاریں اور اعراض فرمائیں یا بغیر اجازت واپس تشریف لے جائیں، تو حضور کو جائز ہے لیکن تمہیں حضور کا جواب دینا واجب ہے، اور اجازت تمہیں تو حرام۔

وقیل لا تجعلوا نداءه وتسمیته کنداء بعضکم بعضاً باسمه یرفع الصوت به والنداء وراء الحجرة ولکن بلقبه المعظم مثل یا نبی اللہ یارسول اللہ مع التوقیر والتواضع خفض الصوت۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلند آواز سے اور حجروں کے پیچھے سے لیکن پکارو لقب معظم کے ساتھ جیسے یارسول اللہ یا نبی اللہ تواضع وتوقیر کے ساتھ دبی آواز سے۔

لیجئے! یہ جلالین شریف ہے علامہ جلال الملت والدین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بان تقولوا یامحمد بل قولوا یا نبی اللہ ویارسول اللہ فی لین وتواضع وخفض الصوت☆

یعنی یا محمد نام لے کر نداء نہ دو بلکہ یارسول اللہ یا نبی اللہ نرمی اور تواضع کے لہجہ میں پست آواز سے کہا کرو۔

یہ تفسیر خازن ہے اس میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

لاتدعوا باسمه کما تدعوا بعضکم بعضاً یامحمد یاعبد اللہ و لکن فخموه وعظموه وشرفوه وقولوا یا نبی اللہ یارسول اللہ فی لین و تواضع۔

یعنی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارو جس طرح آپس

میں ایک دوسرے کو یا محمد یا عبداللہ کہہ کر پکارتے ہو بلکہ ان کی تعظیم وتکریم کرو اور یوں کہو یا نبی اللہ یا رسول اللہ نرمی اور تواضع کے لہجے میں۔

یہ تفسیر معالم التنزیل ہے: اس میں فرماتے ہیں:

قال مجاهد وقتادة لاتدعوا باسمه كما يدعو بعضكم بعضا يامحمد يا عبد الله ولكن فخموه وشرفوه فقولوا يا نبی الله يا رسول الله فی لين وتواضع۔

یہ تفسیری حسینی ہے علامہ حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں:

ندا کردن شما او را خواندن مر رسول را باید کہ چوں مناجات بیک دیگر نباشد کہ بمجرد نام خوانند بلکہ باید از روئے تعظیم باشد چنانچہ یارسول اللہ یانبی اللہ چہ حضرت جل جلالہ انبیاء را بنداءِ علامت خطاب کردہ وحبیب خود را بندائے کرامت خطاب کردہ می فرماید۔

یا آدم است باپدر انبیاء خطاب
یا ایہا النبی خطاب محمد است

صاوے حاشیہ جلالین شریف میں ہے:

لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم ای نداءه بمعنى لاتنادوه باسمه فتقولوا يامحمد ولا بكنية فقولو يا ابا القاسم بل نادوه وخاطبوه بالتعظيم و التكريم والتوقير بان تقولوا يارسول الله يانبی الله ياامام المرسلين يا رسول رب العالمين يا خاتم النبيين وغيره ذالك واستفيد من الآية انه لا يجوز نداء النبی بغير ما لا يفيد التعظيم لا فی حياته ولا بعد وفاته فبهذا يعلم ان من استخف بجنابه صلى الله عليه وسلم فهو كافر ملعون فی الدنيا والآخرة۔

ترجمہ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر نہ پکارو جیسے یا محمد، کنیت سے جیسے یا ابا القاسم بلکہ حضور کو تعظیم وتوقیر وتکریم کے ساتھ پکارو مثل یارسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یارسول رب العالمین یا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان آیات سے یہ مستفاد ہوا کہ نداء حیات میں ہو یا بعد وفات اس لئے کہ جو استخفاف واہانت ذات اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے وہ کافر ہے دین ودنیا میں ملعون ہے انتہی اور لیجئے! امام جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر اکلیل فی استنباط التنزیل میں ارقام فرماتے ہیں:

لاتجعلوادعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا فيه تحريم ندائه صلى الله عليه وآله وسلم باسمه بل يقال يارسول الله يا نبی الله و الظاهر استمرار ذالك بعد وفاته الى الآن بلفظه۔

یہ تفسیرات احمدیہ میں ہے:

لا تجعلو نداءه كنداء بعضكم بعضاباسمه لايرفع الصوت مثل يا احمد يامحمد ولكن بلقبه المعظم مثل يا نبی الله ويارسول الله۔

یعنی حضور کو ایسے نہ پکارو جیسے آپس میں نام لے کر پکارتے ہو بلکہ مثل یا نبی اللہ یا رسول اللہ تعظیمی القاب کے ساتھ پکارو۔

یہ تفسیر درمنثور میں ہے:

عن ابن عباس قال كانوايقولون يا محمد يا اباالقاسم فنهاهم الله عن ذالك اعظامالنبيه صلى الله عليه وسلم فقولوايارسول اللهيانبی الله○

یعنی سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر بلایا کرتے تھے تو حضرت جلت عظمت نے اپنے حبیب کی عظمت وتوقیر بڑھانے کو منع

فرمادیا اور حکم دیا کہ نام لے کر ہرگز نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہا کرو۔

امام عبدالغنی عینی اور ابونعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی اپنی تفاسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تخریج فرماتے ہیں:

لاتصیحوابه من بعید یاابا القاسم ولکن کماقال اللہ فی الجواب: ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ۔

یعنی ہمارے محبوب کو دور سے یا ابا القاسم کہہ کر نہ پکارو بلکہ ایسے پکارو جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں فرمایا۔

تفسیر علامہ ابوسعود میں ہے:

لاتجعلوا نداءه کنداء بعضکم بعضاً باسمه ورفع الصوت والنداء من وراء الحجرات ولکن بلقبه المعظم مثل یا رسول اللہ یا نبی اللہ مع غایة التوقیر والتفخیم والتواضع مع خفض الصوت فلا یناسب المقام☆

یعنی سرکار کو اس طرح نہ پکارو جس طرح آپس میں پکارتے ہو بلکہ نہایت تعظیم وتوقیر وتفخیم کے ساتھ تواضع وارادت سے یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر آواز دو۔

تفسیر کبیر میں ہے، علامہ فخرالدین رازی فرماتے ہیں:

لاتنادوا کماینادی بعض بعضاًیامحمد یا ابالقاسم ولکن قولوا یارسول اللہ یانبی اللہ عن سعدبن جبیر۔

یعنی حضور کو ایسے ندا نہ دو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کے ساتھ مخاطب کرو یہ قول حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے:

امر ھم ان یدعوا یارسول اللہ فی لین وتواضع ولا یقولوا یامحمد

یا محمد الخ۔

اللہ نے حکم کیا ہے کہ ہمارے محبوب کو یا رسول اللہ کہہ کر نہایت تواضع اور نرم لہجہ میں پکارو اور یا محمد یا محمد نہ کہو اس میں بے ادبی ہے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

عن سعدبن جبیر لا تنادوا باسمه ولاتقولوا یامحمدلکن یا نبی اللہ یا رسول اللہ مع التوقیر والتعظیم والصوت المخفض○

یعنی سعد بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ نہ پکارو ہمارے حبیب کو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو آواز دیتے ہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ تعظیم وتوقیر کے ساتھ نہایت پست آواز سے پکارا کرو انتہی۔

علاوہ ازیں بہت سی تفاسیر ہیں کہاں تک بیان کروں اسی طرح سینکڑوں احادیث موجود ہیں لیکن میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور مولانا سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے غصہ کے بوالکر کو ذرا ٹھنڈا رکھ کر میری طرح مفصل جوابات دیں اگر ہمت ہے تو ورنہ حاضرین کے لطف کو کج مج بیانی سے برائے کرم ضائع نہ فرمائیں۔

مولانا دیکھا آپ نے معلومات اس کو کہتے ہیں اور کورانہ تقلید ناواقفی کے سنے سنائے دلائل تو وہی حقیقت رکھتے ہیں جو عوام پر ظاہر ہو چکے، اب میں انتظار جواب میں بیٹھا ہوں مہربانی فرما کر مہذب لب ولہجہ میں جواب عنایت کریں۔

لامذہب: صاحبو! مولوی صاحب وعظ کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے سوا خاک نہیں جانتے اس طرح ہر جگہ ان کی فتح ہماری شکست ہوئی ہوگی، ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے، جس طرح بعض اسلامی فرقے مثل فرقہ بریلویہ کے السلام علیک یا رسول اللہ کے ورد میں لفظ یا کے ساتھ غیر اللہ کو خطاب کرتے ہیں یہ درست نہیں صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ یا کا استعمال جائز ہے

اس کے سوا جس کو پکارا جاتا ہے چونکہ ہماری نظروں سے غائب ہے اس لئے یقیناً وہ
ہماری نداء نہیں سن سکتا پس یا کے ساتھ خطاب کرنا جائز نہ ہے، اللہ صاحب فرماتے
ہیں: کہ

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ
اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ
ضَلٰلٍ۝ (الرعد/۱۴)

اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی طرح بھی انہیں
جواب نہیں دیتے ہاں اس پکارنے والے کی مثال اس کی سی ہوگی جو پانی کی طرف
ہاتھ بڑھا کر کہتا ہے کہ آ تا کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ کبھی اس کے منہ
تک نہ آئے گا، ایسے ہی کافر غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور کافروں کی پکار بالکل رائیگاں
جاتی ہے۔

دوم) وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۝ (سورۃ جن/۱۸)
اے لوگوں مساجد صرف اللہ کے ذکر کیلئے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے
کو نہ پکارو!

اللہ صاحب تو فرمائیں کسی دوسرے کو مسجد میں نہ پکارو۔ اور آپ لوگ اور
بریلوی فرقہ والے حنفیوں کی مسجد مشہور کر کے ان مسجدوں میں یا غوث دستگیر یا رسول
اللہ یا محمد وغیرہ نہ صرف پکارتے ہیں بلکہ ان مسجدوں میں اس قسم کے طغرے بھی لکھتے
ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو پکارتا ہے جو

قیامت تک اسے جواب نہ دیں اور ان کی دعاؤں سے غافل ہوں۔

مولوی صاحب کو چاہئے کہ اس طرح جواب دیں، یوں لمبی چوڑی تقریر
سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

مولانا: حضرات میں نے جو کچھ اپنی تقریر میں عرض کیا تھا آپ کو یاد ہوگا
اب مولانا صاحب کی تردید بھی آپ سن چکے ہیں، انصاف سے فرمائیں کہ میری ایک
دلیل بھی مولانا غلط ثابت کر سکے مجھے حیرت ہے، سوال از آسماں جواب از ریسماں
میرا مقابل اس طرح پریشان و سراسیمہ کیوں ہے، کہ دعوے کچھ کرتا ہے دلائل کسی امر
کے پیش کرتا ہے میرے مناظر کو چاہئے کہ پہلے اپنے حواس درست کر لے اور سوچ
سمجھ کر جواب دے، دعویٰ تو یہ کہ یا رسول اللہ کہنا ناجائز اور آئتیں وہ جن کو نداء یا رسول
اللہ سے اصلاً کوئی تعلق نہیں اس بدحواسی کا کیا علاج قبل ازیں کہ ہم آیات کی طرف
توجہ کریں مولانا کی تقریر کا خلاصہ سمجھا دینا مناسب معلوم دیتا ہے (جلسہ کا شور، ضرور
ضرور) مولانا کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے اس لئے کہ وہ ہماری
نظر سے غائب ہیں اس لئے یقیناً وہ ہماری بات نہیں سنتے لہٰذا یا کے ساتھ خطاب
کرنا جائز نہیں، کیوں مولانا یہی خلاصہ ہے یا کچھ اور۔

لامذہب: جی ہاں آپ کہے جائیں!

مولانا: تو اس خلاصہ سے یہ کلیہ برآمد ہوا کہ جو ہماری نظر کے سامنے ہے وہ
سنتا ہے اور جو غائب ہے وہ یقیناً نہیں سنتا، تو اب میں مولانا سے دریافت کرتا ہوں
کہ میاں میر شاہدرہ وغیرہ اگر ٹیلیفون میں بات کی جائے تو اس کلیہ کے لحاظ سے وہ
علما یقیناً نہیں پہنچنا چاہئے مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں کوس
کی آواز بذریعہ ٹیلیفون ہم سن لیتے اور سنا دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ بڑے بڑے
اہم کام پورے ہوتے ہیں علاوہ بریں خدا ہمیں نظر نہیں آتا لہٰذا خدا بھی بزعم سامی

یقیناً نہیں سن سکتا (معاذ اللہ) لہٰذا آپ کو جائز نہیں کہ خدائے قدوس کو بلفظ یا کے ساتھ ندا دیں، اگر مولانا کو نظر آتا ہے تو بتائیں، ہمارے عقیدہ میں تو ان ظاہری آنکھوں سے اس کا نظر نہ آنا ہی اس کے کمال صمدیت کی دلیل ہے نظر وہ آئے جو جسم رکھتا ہو اور جسم وہ رکھے جو مخلوق ہو، اور خدا کا مخلوق ہونا عقلاً نقلاً محال۔

پھر فرشتے جو کراماً کاتبین ہیں وہ بھی نہیں سنتے بزعم مولانا یونہی جو چاہے لکھ لیتے ہوں گے اس لئے کہ وہ کسی کو آج تک ان آنکھوں سے نظر نہ آئے نہ آئیں گے تو ان ایرادات نے مولانا کا کلیہ باطل کر دیا اور یوں ہی ہے تو مولانا جواب دیں، یہ تو آپ کی تقریر دلپذیر از سرتا پا دل گیر کا جواب تھا، اب میں آپ کی تلاوت کردہ آیات کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا آپ نے جو آیات تلاوت فرمائیں یہ بلاشک وشبہ آیات قرآنی تھیں مگر جناب نے اپنے دعوی کی دلیل ان کو کیسے بنایا یہ آیات تو بت پرستوں کی پرستش پر نازل ہوئیں لایئے مولانا فضل الدین جلالین شریف یہ دیکھئے یہ جلالین شریف ہے آپ کی آیت متلوہ کے ماتحت لکھتے ہیں لہ دعوۃ الحق والذین یدعون بالیاء والتاء یعبدون من دونہ ای غیرہ وہم الا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگ خدا کے سوا بتوں کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

یدعوا کے معنی آپ نے کئے پکارنے کے اور صاحب جلالین یعبدوا کرتے ہیں یعنی پوجنے کے من دونہ کے ماتحت ہے غیرہ وہم الاصنام فرما رہے ہیں یعنی غیر خدا کے پرستش اور وہ بتوں کی پوجا ہے مولانا اس طرح دھوکہ بازی سے کام چلنا مشکل ہے آخر آپ کے مقابل آپ سے کم نہیں تو زیادہ معلومات والا آپ کا خصم ہے عوام پر یہ دھوکہ کیونکر چلنے دے گا یہ تو خیال کر لینا تھا یا یوں کہیئے کہ آپ کے نزدیک بت

اور انبیاء کرام برابر ہیں، دوسری آیت آپ نے پڑھی وہ بھی بتوں کی مذمت میں ہے چنانچہ اسی تفسیر جلالین میں ملاحظہ ہو۔

ومن اضل ای لا احد اضل ممن یدعو یعبد ومن دون اللہ ای غیرہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وھم الاصنام لا یجیبون عابد یھم الی شیء یسالونہ ابداوھم عن دعائھم عبادتھم غافلون لانھم جماد لا یعقلون واذا حشر الناس کانوا ای لاصنام لعابدھم اعداء وکانوا بعبادۃ عابدیھم کفرین جاحدین ☆

کون گمراہ تر ہے یعنی نہیں زیادہ گمراہ اس شخص سے جو پرستش کرے غیر خدا کے یدعوا کے معنی صاحب جلالین یعبدوا لکھ رہے ہیں الی آخرت وہم عن دعائہم اے عبادتہم یعنی وہ بت ان کی عبادت سے بے خبر ہیں، فرماتے ہیں، لانہم جماد اس لئے کہ وہ پتھر ہیں، سبحان اللہ دعوی کو وہ کا دلیل گنگوہ کی آیت عبادت اصنام کی مذمت کر رہی ہے لیکن اس جراءت وجسارت کے قربان کہ دھوتے دھوپ دن دہاڑے آنکھوں میں خاک ڈالنے کی ٹھانی سخن پروری تیرا بھلا ہو، ہاں ایک دلیل اور رہ گئی۔

تیسری یہ تھی: ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۝ (الجن/۱۸)

یہی صاحب جلالین فرماتے ہیں:

ان المساجد مواضع الصلوۃ للہ فلا تدعوا فیھا مع اللہ احدا بان تشرکوا کما کانت الیھود والنصاری اذا دخلوا کنائسھم وبیعھم اشرکوا۔

یعنی مساجد نماز پڑھنے کی جگہ اللہ کے واسطے ہیں سوا اللہ کے کسی کی پرستش نہ کی جائے جیسے یہود ونصاری کہ اپنے گرجا وغیرہ میں جا کر شرک کرتے ہیں، اور بھی تفسیر اور مفسرین کر رہے ہیں۔

آپ کی تین دلیلیں تھیں جس سے آپ خود جی میں ذلیل ہو چکے ہوں گے

مولانا! خوف خدا کیجئے ذرا علم کی شرم بھی مرکوزِ خاطر رکھئے، توبہ توبہ یہ کیا دینی بددیانت
ہے، کہ بلا دلیل ذلیل ہونے کو ادھر اُدھر سے لاکر من مانگی تھوپ رہے ہو، یا ذرا صاف
لفظوں میں کہہ دیجئے! کہ ہمارے نزدیک اولیاء وانبیاء (معاذ اللہ) سب بت ہیں،
اور ہم سب کو جماد سمجھتے ہیں مثل بتوں کے۔ حضرات یہ وہی آیات ہیں جن سے یہ
لوگ عوام کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں اس لئے کہ اس قسم کی آیات میں جہاں کہیں بھی
ذکر ہے یدعوا ندعوا کے لفظ کے ساتھ ہے اس لئے کہ بمعنی صرف پکارنے کے
لگا کر ناواقف کو پھانس لیتے ہیں مرنے کا خوف ایمان کا خیال ہو تو یہ جراءت نہ
ہو، اور اس میں شک نہیں کہ غیر خدا کی پرستش مثل بت پرستوں کے کرنا شرک ہے
لیکن جو اولیاء وانبیاء کو مظہر عونِ الٰہی سمجھ کر پکارتے ہیں ان سے استمداد واستعانت
کرنے والے مسلمان کیونکر زبردستی مشرک بنا دیئے جائیں، یہ ہمارا کام نہیں کہ اچھے
خاصے مسلمانوں کو مشرک بنا دیں۔ علاوہ ازیں دعا کے الفاظ تو قرآن کریم میں کہیں
دعا کہیں یدعوا، کہیں ندعوا کہیں تدعوا وغیرہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں اس کے چھ
معنی وارد ہیں:

اوّل ﴿ بمعنی عبادت چنانچہ سورۂ قصص رکوع ۹ میں ارشاد ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(سورۂ یونس/۱۰۶)

دوم ﴿ بمعنی استعانت چنانچہ سورۂ بقرہ رکوع ۳ میں ارشاد ہے:

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (بقرہ/۲۳)

سوم ﴿ بمعنی سوال سورۂ مومن رکوع ۶ میں ہے:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن/۶۰)

چہارم ﴿ بمعنی قول وکلام سورۂ یونس رکوع ۱ میں ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (سورۂ یونس/۱۰)

پنجم ﴿ بمعنی ندا سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۸ میں ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل/۷۱)

ششم ﴿ بمعنی تسمیہ یعنی نام لے کر پکارنا سورۂ فرقان میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ (نور/۶۳)

اب اگر مولانا ہر جگہ ان آیات میں پکارنے کے معنی کرتے ہیں اور اقسام
ستہ کا لحاظ نہیں کرتے تو براہ کرم ان آیات کا بھی ذرا ترجمہ فرمائیں!

يٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَى النَّارِ ○

(سورۂ مومن/آیت ۴۱)

اور سورۂ نوح رکوع ۳/ آیت ۵، ۶ میں ہے:

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ○ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ○

سورۂ یونس رکوع ۳ میں ہے:

وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (سورۂ یونس/۲۵)

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (سورۂ احزاب/۵)

فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ○ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ○ سورۂ علق/۱۷، ۱۸)

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ (سورۂ رعد/۱۴)

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ (سورۂ کہف رکوع ۷/۵۲)

وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ○ (کہف/۵۷)

سورۂ کہف ملاحظہ ہو مولانا تو کیا ترجمہ کریں گے لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں
آیات متذکرہ بالا میں اسی دعا کے مختلف معنی موجود ہیں۔

حضرت مولانا ذرا کتابوں کا مطالعہ کیا کیجئے یوں میدان میں آ کودنا باعث

ذلت ہو جاتا ہے۔

جلالین، مدارک، شریف وغیرہ معتبر کتب تفاسیر میں یدعوا کے معنی یعبدوا اور دعائہم کے معنی عبادتہم لکھے ہیں جیسا کہ میں ثابت کر چکا۔

مولانا: سخن پروری تا کجے آخر مرنا ہے دربار الٰہی اور حضور رسالت پناہی میں پیش ہونا ہے، خوف خدا شرم نبی علیہ التحیۃ والثناء کر کے انصاف پر آئیں اور یہ فرمائیں کہ دعا کے معنی پکارنا کہاں تک صحیح ہیں اگر خدانہ خواستہ یہ صحیح ہو جائے تو دنیا بھر کے عامۃ المسلمین بلا استثناء وہابیہ وغیر مقلدین سب مشرک قرار پاتے ہیں اس لئے کہ غیر اللہ کو نداء کسی نہ کسی صورت میں ہر کس و ناکس دیتا ہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے معنی عبادت فرمائے کیا آپ نے یہ حدیث نہیں سنی؟ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔

اب میں بغرض تفہیم عوام اور بخیال تفہیم جناب سامی تمام مفسرین کرام کے ارشاد و کلام سنا دیئے اُن آیات کے صحیح معنی بتا دئے جو جناب نے اہل سنت کے سر تھوپی تھیں جن سے آپ نے عدم جواز کا استدلال کیا تھا، تمام مفسرین عظام جب لکھ رہے ہیں کہ بت پرست اپنے بتوں کو معبود سمجھ کر پکارتے ان کی عبادت کرتے تھے تب ان آیات سے اس فعل قبیح کی مذمت فرمائی گئی۔

لہٰذا ہم بھی کہتے ہیں کہ جو غیر خدا جل وعلا تبارک وتعالیٰ کو معبود سمجھ کر پکارے اس کی ذات واحد کے سوا کسی کی پرستش کرے وہ علما یقیناً مشرک ہے لیکن انبیاء، اولیاء کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر پکارتے ہیں اور معبود ہرگز نہیں جانتے انہیں مشرک بنانے میں کتنے رکعت کا ثواب ملتا ہے؟ جو ضد کی جاتی ہے۔

لامذہب: مولوی صاحب یہ جو کچھ بھی تفاسیر آپ نے پیش کی ہیں ہم کو معلوم ہیں، ہم بھی ان سے بے خبر نہیں ہیں، لیکن یہ سب متعلق حیات ہیں زندگی میں

جائز تھی اور رسول اللہ جبکہ فوت ہو چکے اب ان کے مرنے کے بعد نداء کسی کو جائز نہیں، جیسا کہ اللہ صاحب فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِہِمْ غٰفِلُوْنَ○ (احقاف/۵)/

اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو سوائے خدا کے کسی کو پکارے جو قیامت تک جواب نہ دے سکے اور وہ اس کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔

ہم تو صاف صاف اپنے دعوے کو بدلائل بیان کر چکے ہیں لیکن آپ اسے الجھن میں ڈال کر عوام میں غلط فہمی بڑھاتے ہیں۔

مولانا: جناب والا! اول تو آیات کریمہ میں عموم واطلاق ہے اور یہ اصولی قاعدہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے جب تک اس کے ہم مرتبہ نص تفسیر نہ کرے، چنانچہ مقلدین نے بھی حسب قاعدہ تفسیر میں عموم واطلاق رکھا پھر آپ کو کیا حق ہے کہ بلا دلیل قید حیات وممات لگا کر مطلق کو مقید بہ حیات کرتے ہیں۔

لیکن خیر جانے دیجئے! یہ حاشیہ صاوی ہے۔ آپ کو یاد نہیں رہا میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں، خیر پھر سن لیجئے، جو تحت آیت کریمہ لاتجعلوا دعاء الرسول کے فرماتے ہیں:

وخاطبوہ بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یارسول اللہ یانبی اللہ یاامام المرسلین (الی) واستفید من الآیۃ انہ لایجوز نداء النبی بغیر مایفید التعظیم لافی حیاتہ ولا بعد وفاتہ ،فبھذا یعلم ان من استخف بجنابہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو کافر الی آخرہ۔

یعنی ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بجز ان صیغوں کے جس میں تعظیم وتکریم ہے کسی اور صیغہ کے ساتھ پکارنا حرام ہے عام ازیں کہ یہ نداء حیات میں ہو یا

بعدوفات اس لئے کہ استخفاف واہانت ذاتِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والا کافر ہے۔

یہ شرح شفا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہے، اس میں حضرت مولانا علامہ یگانہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ماتحت آیہ کریمہ لاتجعلوادعاء الرسول کے ارشاد فرماتے ہیں:

(لاتنادوا باسمه نداء بعضكم لبعض) اے باسمه الذى سماه ابواه (ولكن عظموه) اے باطنا (ووقروه) اے ظاهرا (ونادوه باشرف مايحب) اے مايعجبه (ان ينادى به) اے من وصف رسالته اونبوته بان تقولوا (يارسول الله يانبى الله) اے وامثالهما فى نحو ياحبيب الله ياخليل الله وهذا فى حياته وكذا بعد وفاته فى جميع مخاطباته۔

اور اسی میں ماتحت آیہ کریمہ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحریر فرماتے ہیں:

قال اے ابن دينار وهو من كبار التابعين المكيين وفقهائهم ان لم يكن فى البيت احد فقل السلام على النبى ورحمة اللّٰه وبركاته اے لان روحه عليه السلام حاضر فى بيوت اهل الاسلام۔

عبارت اول کا خلاصہ تو یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ایسے ندا نہ دو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ یارسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ، وغیرہ القاب تعظیم وتکریم کے ساتھ پکارو اور یہ حکم جیسا زندگی میں ہے اسی طرح بعد وفات کے۔

اور عبارت دوم، کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن دینار رضی اللہ عنہ جو کل مکہ والوں کے مسلمہ بڑے زبردست تابعی عالم ہیں فرماتے ہیں کہ اگر تم ایسے گھر میں جاؤ جہاں

کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس لئے کہ روح مطہر سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر جلوہ گر رہتی ہے۔

کہئے مولانا اب بھی کچھ تسلیم کرنے میں عار باقی ہے جانے دیجئے آپ کے ہی امام حافظ ابن القیم الجوزیہ کتاب الروح میں لکھتے ہیں:

ابن عبدالبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُرُّ عَلٰى قَبْرِ اَخِيْهِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِى الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رُوْحَهُ حَتّٰى يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ○

کوئی مسلمان نہیں کہ گذرے اپنے اس بھائی کی قبر پر جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور سلام کرے مگر اللہ اس کی روح اس کی طرف لوٹاتا ہے یہاں تک کہ وہ سلام کا جواب دے۔

لکھتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

اِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ قَرْعَ نعال (الماشين) له اذا تفرقوا عنه ○

میت جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے جبکہ وہ لوٹتے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں:

وقد شرع النبى صلى الله عليه وسلم لامته اذاسلموا على اهل القبور ان تسلموا عليهم بسلام من يخاطبونه فيقول السلام عليكم دار قوم مومنين وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل، ولو لاذالك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب العدوم، والجماد والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الاثار منهم بان المیت يعرف زيارت الحى له ويستبشر به ☆

مختصر یہ کہ فرماتے ہیں السلام علیکم دار قوم مؤمنین کا خطاب اس کے لئے ہے جو سنتا ہے اور سمجھتا ہو، اور اگر وہ نہیں سنتا تو فرماتے ہیں پھر یہ خطاب معدوم کو ہو جائے

گا جادی کے لئے۔

مولانا اب تو راہ راس پر آئیے انکار اصرار کو بالائے طاق فرمائیے آپ کے
ہی امام فرما رہے ہیں کہ حضور تو حضور عام مسلمان سنتے اور سمجھتے ہیں یہی مضمون تفسیر
کبیر، تفسیر در منثور، تفسیر ابن عباس، تفسیر ابن جریر، تفسیر خازن، تفسیر معالم التنزیل،
تفسیر احمدی، تفسیر نیشاپوری، تفسیر حسینی، تفسیر معانی وغیرہ میں مفصل موجود ہے اور ایک
روایت ابن قیم کی علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

وقال ابن القیم الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء
علم به المزور سمع کلامه وانس به ورده سلامه علیه وهذا عام فی حق
الشهداء وغیرهم۔

ابن قیم نے لکھا کہ احادیث اور آیات اس امر پر دال ہیں کہ زائر جب جاتا
ہے صاحب مزار کے پاس تو اسے معلوم ہوتا ہے اور وہ اس کا کلام سنتا ہے موانست
اختیار کرتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ عام ہے حق شہداء اور غیر شہدا میں۔

اور انبیاء کرام کے متعلق خاص حدیث موجود ہے (مولانا ذرا مشکوۃ دیکھئے)
یہ خطاب مولوی فضل الدین صاحب سے تھا جو کتابیں ہمراہ لے کر تشریف لائے
تھے) ملاحظہ ہو!

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ
یُرْزَقُ○

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ اجساد انبیاء کو کھائے۔ اللہ کے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں رزق دئے جاتے ہیں۔

شفاء السقام میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ

بیشک انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

اور عمل نماز کا تعلق جوارح سے، اور جوارح بغیر جسم متحقق نہیں ہوسکتی ہیں۔

اور سب جانے دیجئے آپ کے پیشوا اور امام حافظ ابن قیم منتقی الاخبار میں
لکھتے ہیں بتائیے مولانا (یعنی مولانا فضل الدین صاحب)

یہ لیجئے منتقی الاخبار ہے:

عن اوس ابن اوس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من
افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة
فاکثروا علیّ من الصلاۃ فیه قال صلوتکم معروضة علیّ قالوا یا رسول الله
وکیف تعرض علیك صلوتنا وقد ارمت یعنی وقد ...... فقال ان الله
عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء رواہ الخمسة الا
الترمذی○

اور لیجئے شوکانی جو آپ کے مشہور پیشوا ہیں شرح منتقی الاخبار میں لکھتے ہیں:

قوله وقد ارمت بهمزه مفتوحه وراء مکسورة ومیم ساکنة
بعدها تاء المخاطب المفتوحة (یہ تو وارمت) کا حلیہ بتا رہا ہے آگے کہتے ہیں:

والاحادیث فیها شرعیة للاکثار من الصلوة علی النبی یوم
الجمعة وتعرض علیه وانه فی قبره وقد اخرج ابن ماجه باسناد جید انه
صلی الله علیه وسلم قال ...... ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد
الانبیاء 'وفی روایة للطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغتنی صلوة قلنا
وبعد وفاتك قال وبعد وفاتی ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد
الانبیاء۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم حی بعد وفاته وانه يسر بطاعات المقربين وان الانبياء لايبلون
مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابتة لسائر الموتى۔

مختصر یہ کہ ابن تیمیہ اور شوکانی بھی ان احادیث کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام کا
جسم زمین پر حرام ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ انبیاء کرام بعد وفات بھی زندہ ہیں
اور وہ اعمال امت سے خوش ہوتے ہیں، اور نہ صرف انبیاء بلکہ ادراک میں مثل علم
اور سماعت وغیرہ کے تمام اموات مساوی ہیں یعنی سب سنتی اور جانتی ہیں۔

مولانا اب تو مانو گے یا مزید براں تسکین کے لئے شوکانی کی روح منگواؤں
اور شوکانی تو زور دیکر لکھتے ہیں کہ محققین کی جماعت اس پر غالب ہے۔

حضرات اب تو آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ نہ صرف حضور پر نور سید یوم
النشور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ بجسد عنصری ہیں بلکہ عام خلائق کو اللہ نے یہ مرتبہ عنایت
فرمایا ہے کہ وہ زائر کو جانتے اور اس کے قول کو پہچانتے ہیں۔

جلسہ: کا شور جزاک اللہ!

آہا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا اسکے متعلق قبل اس کے کہ
میں دلائل نقلیہ پیش کروں، پہلے دلائل عقلی سے فیصلہ کیجئے کیوں مولانا ساری دنیا میں
ایک آفتاب ایک ماہتاب ہے اور زمین سے آسمان تک پانچ سو برس کی راہ، آفتاب
فلک چہارم پر اور ماہتاب فلک اول پر فرمایئے یا ایک آن ایک لحظہ میں ہر ایک ملک ہر
ایک گھر ہر ایک شہر میں حاضر و ناظر ہے یا نہیں، شرق سے غرب تک جنوب سے شمال
تک ایک آفتاب ایک ماہتاب کو تمام عالم دیکھتا ہے اور تمام عالم میں حاضر رہتا ہے یا
نہ اسی کی روشنی سے تمام خلق خدا فائدہ اٹھاتی ہے یا نہیں باوجودیکہ وہ ایک ذرہ ہے نور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

اور نور اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی علت ہے اور تمام
مخلوقات اس کی معلول حضور باعث ایجاد عالم سبب تخلیق آدم ہیں آپ کے نور
کرامت ظہور سے تمام اشیاء عالم پیدا ہوئیں حدیث میں ہے حضرت جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حضور سے عرض کی کہ تمام مخلوق سے پہلے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کس چیز کو
پیدا فرمایا، ارشاد ہوا:

یا جابر ان اللہ خلق نور نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبل
الاشیاء ○

اے جابر تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو اللہ نے پیدا فرمایا۔

تو جب آفتاب ایک ذرہ ہے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور پھر تمام
عالم میں حاضر و ناظر ہو تو حضور کے حاضر ناظر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

ہاں اتنا فرق ہے کہ حضرت عزت عظمت تبارک وتعالیٰ کے پیدا کرنے سے
ذات اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئی اسی طرح اس کے بنانے سے حاضر
و ناظر ہوئے بالذات حاضر و ناظر ذات الٰہی اور بالعطا ذات رسالت پناہی اور اس
فرق کو تمام اہل جہاں خوب سمجھتے ہیں بالذات ذات اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی
مسلمان حاضر و ناظر نہیں جانتا۔

جلسہ کا شور بیشک

ایک کمال بھی ذات اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بالذات جاننے کو ہر
مسلمان کفر جانتا ہے، لیکن مسلمان کو مشرک کافر زبردستی بنانے کا تو ذکر ہی کیا خدا
توفیق انصاف عطا فرمائے۔

علاوہ بریں یوں سمجھئے کہ جب حق تعالیٰ ہر وقت ہر آن ہر لحظہ ہر دقیقہ حاضر وناظر بالذات ہے تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہ مظہر صفات الٰہی ہیں، کیونکر بالعطا حاضر وناظر نہ ہوں گے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ بالذات چاند میں نور نہیں جو کچھ ہے وہ سورج کا عطیہ ہے تو جس طرح آفتاب کے مقابل جب قمر آتا ہے تو روشن ومنور ہو جاتا ہے، اسی طرح آفتاب الوہیت کے مقابل ماہتاب رسالت آ کر مستنیر ہو گیا خود بالذات کچھ نہ تھا، بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ جب آئینہ کو آفتاب کے مقابل کریں تو وہ عکس آفتاب سے آفتاب کے جلوے ظاہر کرنے لگتا ہے، اسی طرح آئینہ رسالت جب آفتاب الوہیت کے مقابل آیا، تو جلوہ الوہیت کے چمکارے مارنے لگا، پھر بوساطت قمر نبوت تمام عالم انوار آفتاب الوہیت سے مستنیر ہو گیا، یہی سبب ہے کہ فرمایا:

والله هو المعطی وانا القاسم ○

اللہ عطا فرماتا ہے ہم دیتے ہیں۔

یعنی آفتاب احدیت ماہتاب رسالت کے اندر جلوہ ڈال کر عالم کو مستنیر کرتا ہے۔

تعجب اور سخت تعجب ہے کہ آفتاب تو عالم میں روشن وجلوہ افروز ہو اور منبع انوار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے نور کا آفتاب پرتو اور ایک ذرہ ہے عالم میں جلوہ افروز ہو کر حاضر وناظر نہ ہوں حق یہ ہے کہ کور چشم تیرہ قلب کو عظمت ذات رسالت نظر ہی نہیں آتی، لیکن ان کو نظر نہ آنے سے وجود آفتاب معدوم نہیں ہو سکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اس آفتاب رسالت کا اس میں کیا قصور ان خفاش چشموں کی آنکھوں کا قصور ہے، یہ جو منکر ہیں اپنے دل کی آنکھ کا علاج کرائیں ان کے انکار سے حضرت

مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا حاضر وناظر ہونا غلط نہیں ہو سکتا، لیجئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُّوْرِیْ ○

میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

اور قرآن پاک سے بھی اس ذات منور کا نور مجسم ہونا ثابت ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور مجسم اور کتاب روشن آ گئی۔

مسلمانو! جب حضور کا مجسم ہونا قرآن سے ثابت ہے تو فرمائیں نور کو کون چیز حاجب ہو سکتی ہے، خیر عقلی دلائل کا ہی اس قدر ہجوم ہے کہ نقل کی طرف جانے کی مہلت ہی نہیں دیتیں، لیکن منصف کو ایک معقول بات کافی ہوتی ہے اور ہٹ دھرمی کو عمر بھر سمجھاؤ، تو وہی مرغے کی ایک ٹانگ رہتی ہے، لہٰذا اسی پر اکتفاء کر کے دلائل نقلیہ پیش کرتا ہوں، قرآن شریف میں ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○

اس آیت کریمہ میں مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب دانائے کل غیوب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرماتا ہے، اور ارشاد فرماتا ہے کہ بیشک اے نبی بھیجا ہم نے تم کو شاہد یعنی گواہی دینے والا تمام امم اور تمام انبیاء علیہ الصلاۃ و السلام پر۔

تفسیر خازن میں ماتحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

شاهدا للرسل بالتبليغ وقيل شاهدا على الخلق كلهم يوم القيمة

اور ملاحظہ ہو تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

ای شاهدا للرسل بالتبليغ ومبشرا لمن آمن بالجنة ونذيرا لمن

كذب باياتنامن الكفار۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ○

تفسیر معالم التنزیل میں ماتحت آیہ کریمہ مذکور ہے:

وماهو يعنى محمد صلى الله عليه وسلم على الغيب (اى الوحى وخبر السماء وما اطلع عليه مما كان غائباعنه من الانباء والقصص بضنين قرء اهل مكة والبصرة والكسائى بالظاء اى بمتهم، يقال...... وقراء الآخرون بالضاد اى ببخل يقول انه ياتيه علم الغيب فلايبخل به عليكم بل يعلمكم ويخبر كم به ولا يكتمه كمايكتم الكاهن ماعنده حتى ياخذ عليه حلوانا۔

اور ایسا ہی خازن میں ہے:

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہیں اور تمہیں علم غیب بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ سکھاتے اور خبر دیتے ہیں وہ نہیں چھپاتے جیسے کاہن حلوے کے لالچ میں چھپاتے ہیں۔

اور آیہ کریمہ فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا کے ماتحت تفسیر مظہری میں ہے:

وجئناك يا محمد على هؤلاء يعنى امتك امة الدعوة شهيدا، يشهد النبى صلى الله عليه وسلم على جميع الامة من راه ومن لم يره۔

یعنی گواہی دیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت ہر اس شخص کی جس نے آپ کو دیکھا اور جس نے نہ دیکھا۔

پھر ایک حدیث حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمائی:

...... قَالَ لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَتُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أُمَّتُهُ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَأَعْمَالِهِمْ فَلِذَٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ○

کوئی دن ایسا نہیں مگر پیش آپ کی امت کو صبح شام آپ پر پیش کیا جاتا ہے اور آپ ان کو ان کی نشانی اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں اسی وجہ سے حضور ان پر گواہ ہوں گے۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں ماتحت آیت کریمہ ويكون الرسول عليكم شهيدا تحریر فرماتے ہیں:

یعنی باشد رسول شما بر شماہ گواہ زیرا کہ او مطلع است بہ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام رتبہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از طرق محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمارا ودرجات ایمانِ شمارا واعمالِ نیک وبد شمارا واخلاص ونفاق شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حقِ امت مقبول وواجب العمل است۔

اور ظاہر ہے کہ شہادت کے لئے مشاہدہ لازمی ہے ورنہ شاہد کی شہادت غیر معتبر اور شرعاً ناجائز۔ تمام فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی کہ جو شخص بلا دیکھے کسی کی گواہی دے تو اس کی گواہی عند الشرع مردود و نامقبول ہے اور علامہ محقق شیخ مدقق مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جامع البرکات میں تحریر فرماتے ہیں: (مولانا فضل الدین صاحب سے لائیے جناب)

ہاں صاحب یہ جامع البرکات ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

وے صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال واعمال امتاں مطلع است وبر مقربان و

خاصانِ خود مدد و مفیض است، و حاضر و ناظر۔

کچھ سمجھے مولانا یا اب بھی مرغی کی ایک ہی ٹانگ ہے، اور لیجئے طبری کی حدیث ملاحظہ ہو لکھتے ہیں: جب آیت کریمہ انا ارسلناک شاھدا نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے رب تو نے میرے واسطے یہ شروع فرمایا کہ بغیر دیکھے کسی کی شہادت نہ دوں پھر میں کیسے گواہی بروز قیامت دے سکوں گا؟

فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ایھا الھسد نحن نسری بك الیھا ملکوۃ الاعلی○

جناب عزت جل مجدہ نے وحی فرمادی کہ اے سرور عالم ہم آپ کو اپنی طرف بلائیں گے تاکہ تمام ملکوت اعلی کا مشاہدہ کرو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ شب معراج عرش عظیم سے میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا

فَعَلِمْتُ بِھَا مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ○

پس بہ سبب اس کے جان لیا میں نے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا۔

ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب العزت نے ملکوت السموت والارض کا شاہد بنادیا، علم اولین وآخرین عطا فرمایا، رب العزت نے ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا جو کچھ ہوگا جو کچھ ہو رہا ہے، سب ظاہر کردیا کوئی ذرہ زمین میں ایسا نہیں جس کے حضور ناظر نہ ہوں ہمارے تمہارے سب کے اقوال وافعال اور موجودہ گفتگو سب ان پر ظاہر و عیاں ہے۔

اور طبرانی میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ○

بیشک اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا و مافیہا اٹھائی اور میں اس کی طرف اور اس میں قیامت تک جو ہونے والا ہے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی۔

دوسری حدیث میں ہے جس کو ترمذی وغیرہ اکابر محدثین حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رَاَیْتُہٗ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ○

اور بخاری شریف میں بجائے عرفت کے فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے یعنی میں نے رب عزوجل کو دیکھا کہ اس نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھا پس میں نے اس کے پوروں کی برودت اپنے سینے کے درمیان محسوس فرمائی پھر مجھ پر ہر شئے روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیں یا جو کچھ زمین وآسمان میں ہے سب جان لیا۔

پھر بخاری شریف میں ہے، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ○

ہم میں ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ابتداء خلق سے بیان فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل کردئے گئے۔

مسلم شریف میں عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے:

ایک دن رسول اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز فجر کے بعد سے طلوع

آفتاب تک خطبہ فرمایا درمیان کی نمازوں کیلئے وقفہ فرمایا:

فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ○

خبر دی ہم کو ہر اس بات جو قیامت تک ہونے والی ہے۔

یہاں تک حدیثیں دکھائی ہیں اب قرآن سے بیان ہوتا ہے:

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما☆

یعنی احکام وامور الدین...... من علم الغیب مالم تکن............ شرع سے امور دین سے تم کو سکھادیا اور فرمایا علم غیب سے جس غیب کو آپ نہ جانتے تھے، اور فرمایا سکھادیا ہم نے اے حبیب تم کو ہم نے خفیہ امور پر مطلع کیا خطرات قلوب عالم اور احوال منافقین اور ان کی مکاریوں پر جن کو تم نہیں جانتے تھے ان پر مطلع کیا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ○ صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

قال السدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عُرِضَتْ عَلَيَّ اُمَّتِيْ فِيْ صُوَرِهَا فِي الطِّيْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰى اٰدَمَ وَ عَلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِيْ وَ مَنْ يَّكْفُرُ بِيْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالُوْا اسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مَنْ يَّكْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ يُخْلَقْ بَعْدُ وَ نَحْنُ مَعَهٗ وَ مَا يَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِيْ عِلْمِيْ لَا تَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّاْتُكُمْ بِهٖ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ حُذَافَةُ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِالْقُرْاٰنِ وَ اِمَامًا وَ بِكَ نَبِيًّا وَ اعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ثُمَّ نَزَلَ

عَنِ الْمِنْبَرِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ○

جس کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا مجھ پر میری امت اپنی اپنی صورت پر ایسے حالت میں پیش کی گئی کہ ابھی وہ مٹی میں تھی جیسے کہ آدم علیہ الصلاۃ و السلام پر پیش ہوئی تھی، اور میں جانتا ہوں جو مجھ پر ایمان لائے گا، اور جو کفر کرے گا، جب یہ خبر منافقین کو پہنچی وہ استہزاء کرنے لگے تو حضور نے وعظ فرمایا اور کہا کہ قوم کے لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ میرے علم میں طعن کرتے ہیں نہ پوچھو گے تم مجھ سے قیامت تک کے حالات مگر میں بیان کروں گا۔ چنانچہ عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: حضور میرا باپ کون تھا؟

فرمایا: حذافہ تھا۔

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: حضور ہم معافی چاہتے ہیں اور اسلام پر راضی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا اب تو باز رہو گے اب تو باز رہو گے، یعنی ایسی یاوہ گوئی سے اب تو عہد کرتے ہو پھر آپ منبر سے اتر آئے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ○

یعنی اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

ان آیات واحادیث سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ماکان ومایکون عطا فرمایا ملکوت السموت والارض کا شاہد بنایا جس کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ۔

دیکھا آپ نے علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن نے کتنی صاف اور روشن حدیث دلیل میں ذلیلوں کو ذلیل کرنے کے لئے پیش کی فرماتے ہیں اس پر منافقین نے استہزاء کیا اور کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب تو یہ دعوے کرتے ہیں کہ مجھے ان کا بھی علم ہے جو مجھ پر ایمان لائیں گے اور ان کا بھی جو کفر کریں گے، اور وہ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے۔

الحمد للہ کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا مولانا ان دلائل کا جواب دیں یا مناظرے سے فرار، لیکن میرے پاس بحمدہ تعالیٰ اس سے زیادہ دلائل ہیں چونکہ مثل مولانا کے میں زیادہ پوٹ کتابوں کی نہیں لایا ہوں اس وجہ سے موجودہ کتابوں سے جو دلائل پیش کئے وہ منصف کے لئے کم نہیں اور نہ سمجھنے والے کو خدا سمجھے ہاں مولانا انصاف سے جواب دیجئے اب میں جواب سننے کے لئے بیٹھتا ہوں۔ (نعرہ حاضرین جلسہ کی طرف سے، اللہ اکبر، جزاک اللہ۔

لامذہب: صاحبو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم نے کس خوش اسلوبی سے مولانا پر دلائل کے ساتھ اپنے دعوے کو ثابت کیا لیکن افسوس مولانا سوائے وعظ کہنے کے کچھ نہیں جانتے، ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم نے یارسول اللہ کو ناجائز نہیں کہا مگر مولوی صاحب نے جس طرح دلائل پیش کر کے آپ کو یہ سمجھایا در اصل حق کو چھپایا، بیضاوی کو ہم بھی دیکھے ہوئے ہیں مجھے تعجب ہے کہ میرے مدمقابل کیوں اس نداء کو مرنے کے بعد بھی جائز قرار دے رہے ہیں، زندگی میں جائز تھا اب وہ فوت ہو چکے ہیں اب جائز نہیں۔ صاحبو! آپ لوگ جو یہ درود پڑھتے ہیں صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ اس کا ثبوت نہ صحابہ سے بلکہ حدیث سے جو درود ثابت ہے وہ ہم اہل حدیث پڑھتے ہیں:

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد

یا نماز والا درود جو آپ کے ارشاد کے مطابق ہے، اور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

کا درود یزید کے متبعین نے ایجاد کیا تھا کیونکہ ان کو آل کے ساتھ بغض تھا، لامذہبوں کا مولوی اتنا کہنے پایا تھا کہ اس دل آزار جملے نے تمام حاضرین کو برہم کر دیا اور جناب حاجی شمس الدین صاحب تو ڑے والے سے نہ رہا گیا تو غضبناک آواز میں للکارے کہ او مردک خاموش بک بک مت کر کچھ ہمت ہے تو جواب دے، گالی دینے سے تیرا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا، قریب تھا کہ جلسہ میں فساد ہو جائے، لیکن صدر صاحب نے کھڑے ہو کر تمام اہل جلسہ کی برہمی کو روکا اور فرمایا کہ حضرات اللہ صبر کیجئے میں اس کا ذمہ دار ہوں فساد اچھا نہیں ان موذیوں کو سوائے اس کے کچھ نہیں آتا حق و باطل کا امتیاز ہو گیا، پھر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کھڑے ہو کر لامذہب مولوی سے کہا کہ مولوی صاحب جب آپ کو بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تو آپ مناظرہ کی جراءت کر کے کیوں آ گئے آپ نے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کی ہے آپ کو اپنے جملے واپس لینے چاہئیں۔

لامذہب: صاحبو میں نے اپنی دانست میں کوئی گستاخانہ جملہ نہیں کہا اگر آپ کو ناگوار گزرا ہو تو معاف کیجئے!

سپرنٹنڈنٹ صاحب: تم بھی عجیب آدمی ہو علانیہ گالی دیتے ہو اور پھر کہتے ہو میں نے کوئی گستاخی نہیں کی یا تو آپ اپنے جملے واپس لیں ورنہ میں قانونی عمل درآمد کرتا ہوں لامذہب مولوی کے ہوش اُڑ گئے اور فوراً پر آواز بلند کہنے لگا۔

صاحبو! میں اپنے جملے واپس لیتا ہوں اور آپ صاحبوں سے معافی چاہتا ہوں، حق تو یہ ہے کہ مولانا کے سکون بخش اشارے سے اور صدر صاحب کی تقریر نے جلسے کے فساد کو روکنے میں جادو کا سا اثر کیا ورنہ فریق مخالف کی جمعیت معہ مناظر کے

بری طرح لوٹتے، الغرض مولانا نے کھڑے ہو کر آخر میں فرمایا:

حضرات: مولوی عبدالمجید صاحب نے تو اس درود کو یزیدیہ ہی فرمایا جس سے آپ کو یہ جوش ہوا لیکن ان کے بڑے تو اس سے بھی بڑھ کر نہ صرف ہمیں آپ کو سب وشتم کر چکے ہیں، بلکہ ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کر چکے ہیں، لیکن میں مناسب نہیں سمجھتا کہ اس کے ظاہر کرنے میں خود فساد ہے مولوی صاحب کو اختیار ہے مجھے چاہے جتنی گالیاں دیں لیں، میں گالیاں سننے کو تیار ہوں چڑھا ہوا آدمی تو سنا ہے کہ پتھر مارا کرتا ہے، اس کی پرواہ نہیں مگر میرے دلائل کا جواب دیں یا لاجواب ہونا تسلیم کریں اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ یہ فرض محال اگر یزیدیوں کا ایجاد کردہ ہے تو اس کا ثبوت دیجئے۔

آپ کے پیشوا مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدث دہلوی اپنے رسالہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اور اوفتحیہ کے پڑھنے کے واسطے یوں ارقام فرماتے ہیں:

فریضہ نماز بامداد گذاردو چوں سلام دھد بہ آواز اور اوفتحیہ خوا[illegible] مشغول شود کہ از برکات انفاس ہزار وچھار صدر ولی کامل شدہ است۔

حضرات اورادفتحیہ کے پڑھنے سے مولانا دہلوی فرماتے ہیں کہ چودہ سو ولی کامل ہو گئے، یہ اورادفتحیہ ہے اس میں منقول ہے:

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ الصلاۃ والسلام علیک یاخلیل اللہ ...... الخ۔

تو حضرات خود سمجھ لیں کہ جن کو یہ پیشوا مانتے ہیں وہ بھی اس درود شریف کی برکت ورد سے چودہ سو ولی بن جانا تحریر فرماتے ہیں، خدا ہدایت دے اور توفیق ادب

عنایت فرمائے، اور مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب مأۃ مسائل کے چوبیسویں سوال کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اگر درود وسلام پہنچانے کے لئے یارسول اللہ کہہ کر نداء دے تو جائز ہے۔

مولانا فضل الرحمن صاحب ذرا مأۃ مسائل تو دیجئے!

لیجئے! یہ مأۃ مسائل ہے، لکھتے ہیں:

اگر کسے یارسول اللہ بگوید برائے رسانیدن درود وسلام جائز است۔

اس جواب کی اگرچہ چنداں ضرورت نہ تھی لیکن اس وجہ سے مناسب سمجھا کہ مبادا گھر پہنچ کر مولانا یوں نہ کہہ دیں کہ ہمارے آخری سوال کا جواب تو دیا ہی نہیں، اب مولانا کیا کہئے گا۔

لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا

اب تو ذرا سوچ کر مولانا کچھ کہیں گے شاہ محمد اسحاق صاحب ہی اگر یزید درود کے بتانے والے ہیں تو اللہ رحم کرے! آپ بچ کر کہاں جائیں گے؟

لامذہب: مولوی صاحب آپ شاہ صاحب کے تو مقلد نہیں ہیں پھر ان کی تقلید سے آپ کیسے کہتے ہیں؟

مولانا: یہ تو جواب میرے دلائل کا نہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ہم شاہ صاحب کو نہیں مانتے تاکہ میں آپ کے پیشواؤں کی تحریر سے ثابت کروں کہ آپ سچ کہتے ہیں

لامذہب: حضرت آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ ہمارے سوالات کا جواب کیا دیا اور ہم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کیسے واضح دلائل بیان کئے اب چونکہ رات بہت گذر گئی ہے، لہٰذا مناظرہ ختم کیجئے! السلام علیکم ○ جلسہ کا شور لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ○

منہ پر جھوٹ بولنا تیرا ہی کام ہے، جاتا کہاں ہے؟ جواب دے یا لاجواب ہونا تسلیم کر۔ صدر صاحب نے عوام میں جب کھل بل پائی تو کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی، ادھر صدر صاحب نے تقریر شروع کی ادھر مناظر اور لامذہبوں نے کتابوں کی پوٹ کھسکائی خیر یہ ہوئی کہ کسی نے اس سے تعارض نہ کیا، ورنہ خوف فساد تھا۔

تقریر صدر

آخر الامر صدر صاحب نے فرمایا:

حضرات میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ بطفیل سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم مخالف کو شکست اور سخت شکست فاش ہوئی حتیٰ کہ حیاء انسانی نے اُسے یہاں میری اختتامی تقریر تک جمنے اور ٹھہرنے کی بھی اجازت نہ دی۔

اہل جلسہ نے نظر اٹھا کر سٹیج کی طرف دیکھا تو مولوی عبدالمجید بھی غائب غلہ تھے۔

شور ہوا یہ کب گیا کدھر گیا؟

صدر صاحب نے فرمایا کہ آپ میری تقریر سننے میں مشغول ہو جایئے وہ اپنے کام میں، میں نے دیکھا کہ اول تو ایک دو صاحب کے ذریعے شروع تقریر پر انہوں نے کتابوں کی پوٹ چلتی کی تھی اسی اثناء میں مجمع میں سے یہ جادہ جا ہو گئے۔

خیر جانے دیجئے، اب میں چند رائیں پیش کرتا ہوں سب سے اوّل تو یہ کہ لاہور میں یہ پہلا مناظرہ ہے جس میں اس طرح حق و باطل کا روشن انکشاف ہوا، کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی فتح پر ایک جلسہ نہ کریں جلسہ کی طرف سے شور۔

ضرور کرنا چاہئے!

میری رائے ہے کہ جلسہ میں حضرات غیر مقلدین کا تیجہ ہو اور باہر سے بھی عالم بلائے جائیں جلسہ کا شور ضرور، ایک صاحب نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ اس جلسہ کے لئے مولانا محمد یار صاحب سلمہٗ بہاولپوری اور جناب مولانا صاحب کے بڑے بھائی سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب الوری کا انتخاب مناسب ہے جلسہ کا شور، بہت مبارک رائے ہے، چنانچہ خاتمہ بخیر ہوا اور حرمین طیبین کا قدم ابن سعود نامسعود سے پاک ہونے کی دعا کر کے بخیر وخوبی جلسہ ختم ہوا۔

اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ

مولانا سید احمد صاحب کا جلوس ان کے دولت کدہ پر پہنچا۔ والحمدللہ رب العالمین○

اطلاع ضروری!

حضرات حقیقت مناظرہ یہ تھی جس کو ساڑے تین ورق میں جھوٹوں کے سچے امام نے چھاپا اور اخیر میں لکھ کر کہ جناب مولانا مولوی سید احمد صاحب نے مناظرہ کے اثناء میں اپنی اخیر تقریر میں کہہ دیا تھا کہ چونکہ میری طبیعت ناساز ہے اور پبلک بھی بوجہ مشغولیت مناظرہ تھکی ہوئی ہے اس لئے میں آج ہی مناظرہ کو ختم کرتا ہوں الی آخرہ لکھ کر آگے چل کر چودھری عبدالکریم صاحب منبر علاقہ وسب انسپکٹر علاقہ جو صدر جلسہ تھے ان پر الزام رکھ کر لکھا کہ اہل حدیث کی طرف سے، اصرار ہوا کہ ابھی باقی مسائل پر مناظرہ نہیں ہوا، مگر صدر چودھری عبدالکریم منبر علاقہ وسب انسپکٹر علاقہ نے کہا کہ آئندہ مناظرہ نہیں ہوگا، تمام شد کر کے اہل سنت والجماعت کے نام سے چھ سات تصدیقی دستخط کروادئے حالانکہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مصدقین

میں سے سوائے ایک شخص کے کوئی اہل سنت والجماعت نہیں کوئی شیعہ کوئی مرزائی
پھر شیعہ صاحبان سے جو دریافت کیا تو انہوں نے کہا شکست علانیہ لامذہبوں کو ہوئی
ہم کو دھوکہ دے کر ہم سے دستخط لئے چنانچہ ان کا تحریری ثبوت نظر ناظرین ہے۔

مگر

قطع نظر امور بالا کے لامذہبوں کا ایک نیا عقیدہ اور معلوم ہو گیا کہ ان کے
زعم میں مرزائی، چکڑالوی، شیعہ وغیرہ سب اہلسنت والجماعت ہیں شیعہ حقیقی اہل
سنت والجماعت اس جماعت کو بھی دل میں ضرور سمجھتے ہوں گے جنہیں جماعت
بریلویہ لکھا ہے۔

جی تو یہ چاہتا ہے کہ بقیہ دعاوے غیر مقلدین کے جواب بھی اسی مناظرہ
میں بغرض افہام عوام نذر کر دیے جائیں لیکن اصلی مناظرہ نے ہی پورا حجم اختیار کر لیا
لہذا انشاء اللہ العزیز بطفیل سرور انام کسی دوسرے موقعہ پر مفصل بحث پوری تحقیق کے
ساتھ پیش کی جائے گی، اب ان عمائدین قلعہ گوجر سنگھ کی تصدیق پیش ناظرین ہے،
جو اس مناظرہ میں اول سے آخر تک شریک رہے اور ان کے سامنے مناظر فریق
مخالف کا وہ حشر ہوا جو جناب کو مطالعہ کتاب سے ظاہر ہوا ہوگا۔

تصدیق اہل قلعہ گوجر سنگ شہر لاہور

مندرجہ مناظرہ جو مابین مقلدین و غیر مقلدین قلعہ گوجر سنگھ میں ہوا تھا ہم
تصدیق کرتے ہیں کہ اصل مناظرہ یہی ہے اور غیر مقلدین نے جوشش ورقی حقیقت
مناظرہ چھاپ کر عوام کو دھوکہ دیا ہے کہ "وہ ہے"، وہ سراسر طومار کذب کا پہاڑ ہے، اللہ
راست گوئی کی توفیق دے۔

دستخط مصدقین

ملک محمد الدین	بابو جان محمد
ملک بدرالدین نمبردار سابقہ رئیس اعظم	بابو چراغ دین
حاجی بدرالدین عطار	چودھری مولا بخش سوداگر چرم
سید محمد علی شاہ امام مسجد	سید رءوف احمد امام مسجد
بابو عبدالرحیم سکہ دار	چودھری عبدالکریم میونسپل کمشنر
منشی رحیم بخش ہیڈ کانسٹیبل	مولوی نظام الدین
سید مظفر حسین ٹیچر اسکول گوالمنڈی	مولوی نور محمد نقشہ نویس

شکریہ از جانب مسلمان قلعہ گوجر سنگھ

ہم حضرت مولانا مولوی سید ابوالبرکات سید احمد صاحب کے تہ دل سے
مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری ناچیز استدعاء کو منظور فرما کر غیر مقلدین کو شکست دی
اور ہم مذبذبین کو وادی ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم پر قائم فرمایا دعا کرتے ہیں کہ
خدا مولانا ممدوح کو مع ان کے پدر بزرگوار حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حاجی
سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب مد اللہ تعالیٰ ظلہ العالی ہمارے سروں پر تادیر قائم
رکھے اور ان کے فیوضات و برکات سے ہم جملہ مسلمانوں کو مستفید فرمائے، آمین ثم
آمین بحرمتہ النبی الامین علیہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم والحمد للہ
رب العلمین۔

خادمان قوم
حاجی بدرالدین عطار مولوی نظام الدین محمد ابراہیم
از قلعہ گوجر سنگھ

دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

میں جملہ مذاہب باطلہ وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ غیر مقلدین وغیرہ کی تردید میں علماء اہل سنت والجماعت کثرہم اللہ تعالیٰ کی تصانیف وتالیف کا ذخیرہ موجود ہے، جن صاحبان کو اپنے مذہب کی حفاظت اور اغیار کی چالوں اور دھوکہ فریبیوں سے دین و ایمان کو بچانا ہو وہ مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب الوری سے پتہ ذیل پر خط وکتابت کریں اور قیمتاً رسائل بذریعہ وی پی طلب فرمائیں۔

مسجد وزیر خان لاہور

شجرہ شریف خاندان نقشبندیہ

خداوندا بحق سرور ما — محمد مصطفیٰ پیغمبر ما

بحق حضرت صدیق اکبر — وفا پرورده ضمن پیمبر

بحق بحر علم وکانِ احساں — چراغ محفلِ اصحاب سلماں

بحق قاسم انوار صدیق — حقیقت محرم اسرار صدیق

بحق وارثِ صدیق و حیدر — خطابش صادق و نامت جعفر

بحق بایزید آن غوث بسطام — ز انوارش منور روم تا شام

بحق بوالحسن آں قطب عالم — سخی مرتضی شیخ مکرم

بحق بوعلی پیر طریقت — بہار فقر و عرفان و حقیقت

بحق شیخ ابو یعقوب یوسف — جمال افزائے ارباب تصوف

بحق خواجہ عبد الخالق ما — کلیدِ گنج حکمت کانِ معنی

بحق خواجۂ کو عارف آمد — ز سر کنت کنزاً واقف آمد

بحق خواجہ محمود نامی — ولایت منصبی والا مقامی

بحق کاشفِ انوار عرفاں — علی رامیتنی خواجہ عزیزاں

بحق خواجۂ بابا محمد — مشیخت پایۂ ارشاد مسند

بحق آں کہ نامِ او امیر است — مکمل عارف و کامل فقیر است

بحق خواجۂ حق آشنائی — بہاؤ الدین طریقت پیشوائی

بحق قطب ارشادِ زمانہ — علاؤ الدین حقیقت آشیانہ

بحق آں کہ یعقوب است نامش — فروغ دیدۂ عرفاں مقامش

بحق ناصر الدین خواجہ احرار — عبید اللہ نور چشم اخیار

بحق آں کہ زاہد نام دارد — شراب معرفت درجام دارد
بحق شاہ معنی خواجہ درویش — بحق پیوستہ آراستہ از خویش
بحق خواجگی کو حق نشاں بود — بعالم یادگار خواجگاں بود
بحق خواجہ عبد الباقی ما — نگاہ حق نمایش نور آسا
بحق حضرت شیخ مجدد — بحق مصطفی عالی محامد
بحق خواجہ محمد الدین معصوم — کہ شہرت یافتہ از ہند تا روم
بحق نقشبنداں حجۃ اللہ — ابو القاسم علیہ رحمۃ اللہ
بحق آبروئے فقر و ارشاد — زبیر آں قبلۂ اقطاب و افراد
بحق مشرق صبح ولایت — ضیاء اللہ پیر با ہدایت
بحق خواجۂ ما شاہ آفاق — بفقر اندر علم در معرفت طاق
بحق فضل رحماں قبلۂ جاں — کہ نامش می فزاید نور ایماں
بحق پیر و مرشد شاہ دیدار — کہ آمد وارث سلطان ابرار
بحق جملہ پیران طریقت — بکن ما را بحق وصلت
بامداد خود او را شاد گرداں — گرفتار خود آزاد گرداں
شہود خویش کن ما را کرامت — بحال ما بکن چشم عنایت

الٰہی بحق ہمہ اولیاء
نگہدار مارا از رنج وبلاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

فضائلِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

(وعظ)

فضائل مصطفےٰ ﷺ

الحمد اللہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سئیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا وسندنا ونبینا وکریمنا ورحیمنا ورئوفنا وما وانا وملجانا محمداً عبدہ ورسولہ بالھدیٰ و دین الحق ارسلہ والصلوٰة والسلام علیٰ سید الوریٰ محمدِ المصطفےٰ وعلیٰ آلہ المجتبیٰ واصحابہ البررة التقی؛ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم فان تولو فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

خداوند کریم جل و علا تبارک وتعالیٰ ان آیات کریمہ میں حضور پُرنُور سیّدِ عالم نُورِ مُجسّم محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خبرِ فرحت اثر سناتا ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے ''لقد'' یعنی البتہ تحقیق یعنی اس میں کوئی شک نہیں ''جاء کم'' یعنی وُہ رسُولِ معظّم ومکرّم تم میں تشریف لائے۔

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ پیدا ہوئے بلکہ فرمایا تشریف لائے یعنی حضور پُرنُور ﷺ کسی مقام پر تشریف فرما ہیں اور ان کی تشریف آوری اور آمد آمد کی خبرِ فرحت اثر تمام پیغمبروں نے دی اور ہر پیغمبر کا اُمّتی ان کی تشریف آوری کا منتظر تھا لیکن اس انتظار میں وہ لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ یہ کرم اسی اُمّتِ مرحومہ پر فرمایا کہ ان کی تشریف آوری کی خبرِ عام پیغمبروں از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السّلام نے دی کہ وہ رسولِ معظّم و مکرّم جو رسولوں کے رسول' نبیوں کے نبی' عرشیوں اور فرشیوں کے رسول ہیں تشریف لا رہے ہیں چُنانچہ اس امت مرحومہ کو فرمایا ''لقد جاء کم'' کہ وہ تم میں تشریف لے آئے اور فرمایا ''من انفسکم'' یعنی تمہاری ہی جانوں میں سے یعنی وہ کوئی جن اور ملائکہ میں سے نہیں۔ ہم نے اس رسولِ معظّم کو اسی لباس میں بھیجا تاکہ تم ان کے حرکات و سکنات' افعال و اقوال اور ان کی تمام باتوں سے نفع حاصل کرو۔ تم ان کو دیکھو ان سے باتیں کرو اور فائدہ اٹھاؤ۔ اگر وہ اپنی اصل شکل میں آئے تو تمہیں کیا نفع ہوتا۔ ویسے تو ملائکہ اور کراماً کاتبین بھی تمہارے ساتھ ہیں' جن کی صفت ''یعلمون ما تفعلون'' ہے۔ لیکن تم کو ان سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ سرورِ انبیاء' حبیبِ کبریا ﷺ بھی اپنی اصلی حالت اور اصلی صورت میں

تشریف لاتے تو تمہیں نفع نہ ہوتا۔ ربُّ العزّت نے بڑا کرم کیا کہ اپنے محبوب' رسولِ مُعظّم' سرورِ آدم و بنی آدم ﷺ کو اس لباس میں مَبعوث فرمایا یعنی ''من انفسکم'' یعنی تمہاری ہی جانوں میں سے تاکہ تم ان سے نفع حاصل کرو۔ تم کو ان کا قُرب حاصل ہوگا تو تم ان کی باتیں بھی سُنو گے۔ اور تم ان کی طرف نظر بھی اُٹھا کر دیکھو گے اور سب کچھ تم کو نفع ہوگا اُن کا چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا' یہ سب کچھ تمہارے لئے موعظ ہے۔ ارشادِ خُداوندی ہے ''قدجاء کم موعظة من ربکم'' یعنی تمہارے رب کی طرف سے موعظ مجسمہ تشریف لائے کہ جن کا دیکھنا' جن کے پاس بیٹھنا' جن کے ساتھ چلنا وہ بھی تمہارے لئے نصیحت ہے۔ ہمارے افعال اور اقوال میں تو تنقید ہوتی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ ہمارا فعل شریعت کے مُطابِق بھی ہے کہ نہیں لیکن وہاں اس کی ضرورت نہیں کتابِ ناطق وُہ خُود ہیں۔ ان کا فعل' ان کا قول حُجّت ہے' قیامت تک کے لئے لہٰذا اس بات کی تکلیف ہی نہیں کہ تم جانچو کہ ان کا فعل شریعت کے مُطابِق ہے یا نہیں۔ بلکہ ان پر تنقید کرنیوالا بے ایمان ہو جاتا ہے۔ حضُور کے اقوال ہمارے لئے حُجّت ہیں جب تک کہ تخصیص نہ ہو بعض افعال ایسے ہیں جو حضور کے ساتھ خاص ہیں جیسے کثرتِ ازدواج وغیرہ۔ عام طَور پر حضُور نے نماز پڑھ

کر بتلایا کہ کس طرح قیام و رکوع کرتے ہیں۔ روزہ رکھ کر بتلایا، حج
کرکے بتلایا کہ حج کے کیا مناسک ہیں۔ فرائض، سنن، واجبات ہم کو
کر کے بتلایا۔ ان کا ہر فعل ہمارے لئے حُجّت ہے خواہ اس کی حکمت
ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ مثلاً جب حضرت اسماعیل علیہ السّلام
پیدا ہوئے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں صفا سے
مَروہ تک اور مَروہ سے صفا تک جو دَوڑ لگائیں ان کے سامنے ایک
مقصد تھا یعنی پانی کا حاصل کرنا لیکن حج کے دوران ہم جو دوڑ لگاتے
ہیں ہمارے سامنے کیا مقصد ہے؟ صرف ایک مقصد ہے کہ اللہ کی
برگزیدہ بندی حضرت ہاجرہ علیہا السّلام نے پانی کی تلاش میں جو دوڑ
لگائی اس کی نقل کریں۔ کیونکہ اللہ کے محبوب بندوں کے افعال اور
اعمال جو انہوں نے خود کسی غرض سے کئے ہوں پسندیدہ ہیں۔ یہ نہیں
دیکھنا چاہیے کہ اس فعل میں ان کی غرض کیا ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے
کہ یہ ان کا فعل ہے یا نہیں۔ انہوں نے پتھر مارا تو شیطان کو دیکھ کر
مارا تھا، ہم کیا دیکھ رہے ہیں سوائے اس کے کہ ایک پتھر کھڑا ہوا ہے۔
کوئی کہے کہ یہ فعلِ لغو ہے تو وہ گنہگار ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے جب
رمی جمار کیا تھا تو ہمارے اُوپر واجِب ہوگیا۔ جمرۂ اولیٰ ہو وُسطیٰ ہو یا
عقبیٰ۔ چونکہ حضور ﷺ نے فرمایا یہاں کنکر مارو۔ کیونکہ حضرت

ابراہیمؑ اسماعیل اور ہاجرہ علیہما السلام نے مارے تھے۔ اس لئے
قیامت تک یہ فعل اُمّت پر واجِب ہوگیا۔ اگر کسی نے تَصَوُّر کیا کہ یہ
فعل بے کار ہے تو اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ سرکار کے کسی فعل
کی تنقیص کرے یا حقارت سے دیکھے تو اِیمان جاتا رہتا ہے۔ حضور
نے جو کچھ بھی کیا وُہ یا تو ہم پر فرض ہوگیا یا واجِب یا سُنّت۔ فرض بھی
تو حضور کا طریقہ ہے۔ سنت بھی ہمارے لئے واجب ہے۔ فرض ہو یا
سنت، واجب ہو یا نفل، سب حضور ہی کی سُنّت ہے۔ فرمایا ''علیکم
بسنتی'' میری سنت کو لازم پکڑو۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ تو سنت ہے۔ سنت
تو ہے مگر کس کی، یہ تو حضُور کا کرم ہے کہ آپ نے اپنے فعل کو فرض
نہیں کیا۔ سُنّت کا درجہ رکھا تا کہ کسی وجہ سے ضرورتاً رہ جائے تو اس کی
قضا نہیں۔ سُنّت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا کُفر ہے۔ حضور ﷺ کے
تمام افعال و ادائیں اللہ کو محبوب ہیں۔ ہمارے لئے کچھ فرض ہیں،
کچھ سنتیں، کچھ مستحب اور بعض میں رُخصت دی گئی ہے کہ کرو تو ثواب
ہے نہ کرو تو ثواب نہیں۔ مثلاً نوافل۔ اللہ تعالیٰ نے سرورِ انبیاء صلی
اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی اور فرمایا ''لقد جاء کم''
یعنی یقیناً تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول، جو رسولوں کے رسول،
وہ رسول جس کی تشریف آوری کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے کعبہ کی تعمیر کے بعد جنابِ باری میں عرض کیا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ''واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم'' کہ جب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر کر چکے تو عرض کیا کہ اے ہمارے رب اے ہم سے قبول فرما لے جیسا کہ تُو سنتا اور جانتا ہے۔ دیکھو کتنا اخلاص ہے کہ نہ وہاں کوئی پروپگینڈہ ہے نہ کوئی دیکھنے والا ہے نہ کوئی اخبار ہے۔ صرف باپ بیٹے بنا رہے ہیں۔ اس لئے مسجد کی تعمیر میں خُلُوص ہونا چاہیے' صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے۔ جب باپ بیٹا لَق و دَق میدان' جنگل بیابان میں خانہ کعبہ کی تعمیر کر چکے تو فرمایا کہ اے اللہ اس کو قبول فرما لے تُو ہی سنتا اور جانتا ہے' خالص تیری ذاتِ گرامی کے لئے کیا ہے۔ اِلٰہی ہم نے گھر تو بنا لیا لیکن گھر بے چراغ ہے۔ اس میں اس چراغ کی ضرورت ہے' جو سراج منیر ہے' فرمایا ''ربنا وبعث فیھم رسولا'' اے ہمارے رب اس رسول کو بھیج جس کی تابشیں اور انوار و برکات گھر گھر پہنچ جائیں اور عالَم و عالمیان کو روشن و مُنَوَّر کر دے۔ بھیج اس رسولِ مطلق و معظم اور وہ رسولِ مُعَظَّم کو جن کی رسالت محدود نہیں' بلکہ وہ شرقیوں کے بھی رسول' غربیوں کے بھی رسول ہیں۔ جس طرح خانہ کعبہ دُنیا میں ایک ہی عمارت ہے' لہٰذا

ایسے یکتا کے لئے ایسی ہی یکتائی ہو۔ وہ رسولِ معظّم تشریف لے آئے جو وہ نہ ہوتے تو نہ آسمان ہوتا نہ زمین نہ عرش نہ کرسی نہ لوح نہ قلم نہ جنّت نہ دوزخ۔ ربُّ العزت فرماتا ہے' حدیثِ قُدسی ہے کہ ''لولاک لما خلقت الجنه'' اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو جنت بھی پیدا نہ کرتا۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وُہ نہ تھے عالَم نہ تھا گر وُہ نہ ہوں عالم نہ ہو

جب تک جسم میں رُوح ہوتی ہے جسم زندہ رہتا ہے۔ اگر روح نہ ہو تو سارا انظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

وُہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وُہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

حضور پُرنُور ﷺ سارے عالَم کی رُوح ہیں۔ حضور کی بہاریں کون سی ہیں۔ حضور کی بہاریں اولیاء اللہ' عُلَماء صُلَحَاء جیسے غوثِ اعظم' قطب العالم اور خواجہ غریب نواز' بابا صاحب اور تاج الاولیاء داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔ معاذ اللہ حضُور نہ ہوں' خدانخواستہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ جیسے مخالِف کہتے ہیں تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے' جب تک حضور بقعہ عدم سے عرفاتِ وجُود میں تشریف نہیں لائے۔ مقام

کنت کنزاً مخفیا میں تھے۔ اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا کوئی تھا ہی نہیں جانے گا کون۔ عالمِ صفات نے تقاضا کیا کہ آپ خالق ہیں تو مخلوق بھی ہو۔ رازق ہیں تو مرزوق بھی ہو۔ مالک ہیں تو مملوک بھی ہو۔ تمام صفتوں نے تقاضا کیا کہ آپ خالق و رازق سبھی کچھ ہیں لیکن اس کے مظاہر نہیں تو فرمایا فخلقت الخلق یعنی خلق کو پیدا کیا۔ عالمِ وجود میں جس کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ نورِ پاکِ مصطفےٰ ہے۔ ثانیاً بالعرض سب سے پہلے اللہ نے اپنے نور سے نُورِ پاک مصطفےٰ کو پیدا کیا۔ اس کا نُور تو نُورِ حقیقی ہے۔ جس کی تجزی بھی نہیں تقسیم بھی نہیں۔ لیکن جیسے پَرتو پڑتا ہے۔ مثلاً ایک شمع سے دوسری شمع روشن کی اور دوسری سے تیسری یہاں تک کہ لاکھوں شمعیں روشن کیں تو پہلی میں سے کیا گھٹا۔ رب تبارک و تعالیٰ جو موجود حقیقی ہے اس نے اپنے وجودِ حقیقی کے پَرتَو سے محمد مصطفےٰ ﷺ کو موجود کیا۔ یعنی عالمِ ایجاد میں سب سے پہلے موجود محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ وہ تو موجودِ حقیقی ہے اور یہ مخلوقِ موجود۔ یعنی مَوجودات کی ایک ابتدا بھی ہے۔ کائنات محصور ہے، متناہی ہے اس کی ابتدا بھی ہے انتہا بھی۔ حضور ﷺ نے خود فرمایا: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی" سب سے پہلے اللہ نے میرا نُورِ کرامت ظہور پیدا فرمایا جو پَرتو ہے نورِ

الٰہی کا۔ اس نور کا پَرتو جس کی تجزی ہے نہ تقسیم اور نہ دوئی۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔

گمانِ امکاں کے جھوٹے نُکتو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
مُحیط کی چال سے تو پُوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

شیخ محقق شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوۃ" میں فرماتے ہیں کہ "هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیم" جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اسی طرح حضور ﷺ کی نعت بھی ہے۔ "ھو الاول" یعنی اللہ اول ہے۔ یہ اول ایک دو تین کا اول نہیں بلکہ جو اکائی دہائی سے پاک اور مُنزّہ ہے۔ وہ اول کہ "لاشئی قبله ولا بعده" وہ اولِ حقیقی ہے جو تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے۔ یہ جو ہم اول کہتے ہیں یہ ہمارے الفاظ ہیں، ہم حادث ہیں اور ہمارے منہ سے جو لفظ نکلے گا حادث ہوگا۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں اللہ یہ لفظ حادث اور اس کا مصداق قدیم ہے۔ جیسی مشین ہوگی ویسے ہی پرزے ڈھل ڈھل کر نکلیں گے وہ بھی حادث ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ ہم حادث ہیں ہمارا لکھنا، پڑھنا، سننا سب حادث ہے۔ لیکن جو لکھا گیا، پڑھا گیا اور سنا گیا وہ قدیم ہے۔ رب العزت فرماتا ہے

''ھوالآخر'' یعنی وہی آخر ہے۔ یہاں تک کہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور وہ باقی رہ جائے گا۔ فنا سب پر طاری ہوگی۔ یہاں تک کہ عزرائیل جو سب کی رُوح قبض کرتے ہیں اُن سے یہ فرمایا جائے گا کہ اب کون باقی رہ گیا ہے۔ کہیں گے کہ الٰہی تُو اور مَیں۔ حکم ہوگا ''مت'' یعنی تُو بھی مر جا۔ حضرت عزرائیل کو موت آ جائے گی۔ پھر رب العزت فرمائے گا۔ ''لمن الملک الیوم'' یعنی آج مُلک کس کا ہے۔ جو دعویٰ کرتے تھے کہ پاکستان ہمارا ہے۔ ہندوستان' ایران ہمارا ہے۔ کوئی ہو تو جواب دے۔ خُود ہی فرمائے گا۔ ''للّٰہ الواحد القھار'' یعنی اللہ واحد وقہار کے لئے۔ پھر اسی تجلّیات سے مخلوقات کو پیدا فرمائے گا۔ اور فرماتا ہے ''الظاھر والباطن'' وہ ظاہر ہے تو ایسا ظاہر کہ۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورق دفتر یست معرفت کردگار

عارفانہ نظر سے دیکھو تو درخت کا ہر پتہ معرفتِ کردگار کا دفتر ہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

جو سبزہ اگاتا ہے وُہ توحید کا سبق دیتا ہے۔ انسان زمین میں دانے بچھاتا ہے۔ اور پانی ڈالتا ہے گویا جو اپنے پاس تھا۔ وہ زمین میں ڈال کر گلا دیتا اور سڑا دیتا ہے۔ پھر وہ حی وقیوم کی قدرت سے اس دانے سے جو بالکُل بوسیدہ ہوگیا تھا' سڑ گل گیا تھا کہ پُھوٹتا ہے اور سبق توحید پڑھتا ہوا نکلتا ہے کہ اے غافل تُو نے اپنی دانست میں مجھے سڑا گلا دیا تھا۔ لیکن اس حیی وقیوم نے پھر مجھے پیدا کر دیا۔ پھر وحدت کثرت کی طرف آتا ہے۔ پہلے ایک سنبلہ پھر ہر سنبلہ سے سات سو دانے ''فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ'' یہ اس کی شان ہے کہ ظاہر ہے تو اتنا ظاہر کہ ذرّہ ذرّہ سے عیاں ہے۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرّے سے جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صُورت آج تک نادیدہ ہے

رب تعالیٰ شکل وصُورت سے پاک ہے۔ گھونگھٹ سے مراد حجاب ہے۔ رب تعالیٰ کا حجاب نُور ہے۔

ہے شدت وضوع سے آنکھوں سے مختفی
بے پردگی حجاب ہے اُس بے حجاب کی

یعنی اس کی بے حجابی جو ہے وہی اُس کا حجاب ہے

رب تعالیٰ فرماتا ہے ''لقد جاء کم'' یعنی آیا تمہارے پاس وہ

رسولِ مطلق جن کی رسالت محدود نہیں بلکہ جو تمام اقوامِ عالم کے لئے
تمام کائنات تمام وحوش وطیور تمام چرندوں پرندوں کے لئے ذرّہ ذرّہ
کے لئے رسول ہیں۔ وہ صرف رسولِ بشر ہی نہیں بلکہ جنّات کے اور
ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے ہر ایک کو ان کے مناسب
احکام سے آگاہ فرمایا۔ حضور ان کے لئے نذیر اور بشیر ہیں۔ یہاں آنا
کون پسند کرتا تھا جب عالمِ ارواح میں اشتباہ پیش کئے گئے۔ اور
فرمان ہوا کہ ہر روح اپنی شبیہ میں داخل ہو۔ انبیاء علیہم السلام جن کا
مقام بلند و بالا ہے اس عالمِ شبیہ میں آنا کیسے پسند کرتے۔ حضور نے
ترغیب دی کہ جاؤ تاکہ تمہارے کمالات کا اظہار ہو۔ تم کو تبلیغ و
اشاعت کا ثواب ملے۔ اور تمہارے مراتب بڑھیں۔ اگر فرشتوں کی
طرح رہو گے تو ترقی نہ کرسکو گے کیونکہ فرشتے ترقی نہیں کرتے۔
حضور کی ترغیب پر انبیاء علیہم السلام نے اس عالمِ شبیہ میں آنا گوارا
کیا۔ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی
دعا کا نتیجہ ہوں اور میں حضرت آمنہؓ کے خواب کی تعبیر ہوں۔ کعبہ
معظّمہ قلب ہے یعنی کہ مرکزِ عالم ہے۔ قاعدہ ہے کہ مرکز سے جتنے
خطوط جاتے ہیں مساوی ہوتے ہیں۔ مرکز میں حضور کو اس لئے بھیجا
کہ حضور کی تعلیم ساری کائنات میں یکساں پہنچے۔ حضور نے خود فرمایا

ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے رسول نہیں جانتی۔ ما من شئی الا
یعلم انی رسول اللہ الامردت الجن والانس او کمال قال"
یعنی سوائے سرکش جن وانس کے کوئی شے ایسی نہیں جو نہ جانتی ہو کہ
آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (جو کلمہ پڑھ کر حضور ﷺ کو کوستے ہیں۔
آپ کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے علم کو شیطان
کے علم سے کم بتاتے ہیں، وہ انہیں کیا جانیں)۔

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

جو حضور کی توہین کر رہا ہے اور کلمہ پڑھ رہا ہے سمجھو کہ یہ کلمہ اس
کو دھوکہ دے رہا ہے۔ کلمہ اُس کا معتبر ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد کلمے
والے کو جانے اور یہ سمجھے

سر تا بہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

غرض حضور بے عیب ہیں جہاں عیب کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ لوگ
ان میں عیب نکالتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم
نہیں۔ رب فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے خود
چاہا کہ پہچانا جاؤں "فاحببت ان اعرف" میں نے چاہا کوئی مجھے

کہے یا کریم' یا اللہ' یارزاق تو جب میں نے خود پسند کیا کہ اظہار ہو تو
فخلقت الخلق یعنی میں نے خلق کو پیدا کیا۔ یعنی نورِ پاکِ مصطفےٰ
سب سے پہلے عدم سے وجود میں آیا۔ اس نور کو متصف کیا نبوت
سے جو جامع جمیع کمالات ہے۔ اسی لئے ترمذی میں ایک حدیث ہے
کہ حضور سے عرض کیا گیا کہ نبوت آپ کو کب عطا ہوئی ''متیٰ
وجبت لک النبوۃ'' آپ چالیس سال مکہ معظمہ میں تشریف فرما
رہے لیکن کسی نے نہیں جانا کہ آپ نبی و رسول ہیں۔ فرمایا جتنے انبیاء
ہیں وہ پیدائشی نبی ہوتے ہیں۔ البتہ اظہار اس وقت ہوتا ہے جب حکم
ہوتا ہے کسی نے مہد پرورش میں اعلان کیا ''قال انی عبداللہ'' اور
کسی نے کسی زمانے میں۔ حضور کا دائرہ تبلیغ بڑا وسیع تھا۔ اس لئے
حضور چالیس سال تک جائزہ لیتے رہے کہ کس میں کیا خامی ہے۔
کون حجر و شجر کا پجاری ہے۔ کون سود خور ہے' شرابی ہے' پھر سارے
نقائص کا جائزہ لیا اور کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر فرمایا ''یا ایھا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعا'' الناس میں علماء فرماتے ہیں کہ آدم علیہ
السلام بھی شامل ہیں۔ فرمایا اے لوگو! میں تم سب کی طرف بھیجا گیا
ہوں۔ میں سب کے لئے معلم ہوں' مبشر ہوں' میں ہی ابراہیم علیہ
السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ آدم سے عیسیٰ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار

انبیاء نفسِ نبوت میں مساوی ہیں۔ ''لا نفرق بین احد من رسلہ''
کہ ایمان لانے میں ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ جو رسول ہیں
ان میں سے کچھ سارے عالم کے لئے کوئی قریہ کے لئے بھیجا گیا۔
اور بعض کو بعض پر فضیلت دی ''تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ
بعض'' کسی کو کلیم اللہ کا لقب عنایت کیا ''منھم من کلمہ اللہ''
جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اور کسی کو درجوں بلندی عطا کی۔ ''ورفع
بعضھم درجات'' جیسے حضور ﷺ کو کہ آپ کی رفعت و بلندی کو
کون جانے۔ بعضھم سے مراد سبز گنبد کے بادشاہ ہیں جو بعد از خدا
بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق ہیں۔ الوہیت اور لوازمِ الوہیت کے
سواء جتنے کمالات ہیں حضور ﷺ اس کے جامع ہیں۔ علامہ بوصیریؒ
فرماتے ہیں ''فانصب الیٰ ذاتہ ماشئت من شرف'' یعنی جو بھی
کمال تیرے تصور میں کمال ہو اُسے حضور کی طرف منسوب کر۔ کھلی
اجازت دے رہے ہیں۔ ماشئت یعنی ہر وہ کمال جو تیرا ایمان بتائے
ان کی طرف منسوب کر۔ کمال وہی ہے جو حضور کے ہاں سے نکل کر
آئے۔ حضور کو کسی سے شرف حاصل نہیں سوائے رب تعالیٰ کے۔ تمام
عالَم و عالمیان کو حضور سے شرف حاصل ہے۔ بلکہ نبوت و رسالت
حضور سے مشرف ہوئی۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ

فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور کو جو کمالات حاصل ہیں اس میں کوئی شریک نہیں۔ جو ہر فرد ہیں۔ ان کی کوئی مثال نہیں' کوئی نظیر نہیں۔

پھرے زمانے میں چار جانب نگار یکتا تمہیں کو دیکھا
حسین دیکھے جمیل دیکھے پر ایک تم سا تمہیں کو دیکھا

جبرئیل علیہ السلام نے تمام انبیاء و ملائکہ کو دیکھا

آفاقہا گردیدہ ام
مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام
لیکن تو چیزے دیگری

حضور ابوالارواح ہیں۔ آدم علیہ السلام تو چہرے مُہرے کے باپ ہیں۔ بشر کہتے چہرے مُہرے کو۔ ظاہر نقشہ آدم علیہ السلام سے چلا ہے۔ لیکن تمام عالم و عالمیان کی روح کون ہے۔ روح الارواح یعنی حضور ﷺ ہیں۔ یہ روح الارواح اور وہ ابوُالاجساد ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری رُوح کو سب سے پہلے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''انی خالق بشرا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی

فقعو لہ ساجدین'' بشر تو اب پیدا ہو رہا ہے۔ حضور تو بشر سے بھی پہلے کے ہیں۔ بشر تو حضور کے سامنے بن رہا ہے۔ جیسے گھر پہلے بناتے ہیں۔ پھر گھر میں آتے ہیں۔ پھر فرشتوں سے کہا جب میں ٹھیک بنا لوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنا۔ اور اس خاص روح کی تعظیم بجا لانا۔ ملائکہ کے جو شایان شان سجدہ تھا وہ کیا تھا۔ شیطان بھی فرشتوں سے ملا جلا تھا اس لئے سب کو حکم ہوا۔ اگرچہ ہم جنس نہیں اور جنات میں سے تھا لیکن فرشتوں کی صفت اس میں تھی۔ ''فسجد الملئکۃ کلھم اجمعون'' تمام ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے اِبلیس کے جو شقی اَزلی مَردُود لَم یَزَلی تھا۔ اس نے سجدہ نہیں کیا۔ سجدہ عبادت تو ہر دین میں حرام رہا لیکن سجدۂ تعظیمی بھی جائز نہ تھا۔ یُوسُف علیہ السّلام کے واقعہ میں بھی برادرانِ یوسف نے بھی سجدہ کیا۔ ''خرولہ سجداً'' وہ خواب کی تعبیر تھا۔ ''ھذا تاویل الرّویا'' حضور نے فرمایا اگر غیرِ خُدا کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ سجدۂ عبادت تو شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی حرام ہے لیکن:

بے خُودی میں سجدہ دُر یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

ایک شخص بے خُود ہے آپے سے باہر ہے اور داتا صاحبؒ کے در

سے لپٹ جائے اور بوسہ دیکر طواف کرے تو تمہیں کیا۔ تمہیں ہوش ہے کہ نہیں۔ اگر ہے تو مت کرو۔ تم تو پیکرِ خُود داری بنے ہوئے ہو تو جب قصداً کرو گے تو تمہیں حکم سُنایا جائے گا۔ جو بے خُود ہوں' بے خُودی میں سجدہ کریں تو انہیں کچھ نہ کہا جائے گا۔ اگر ہوش میں رہ کر ضابطۂ شریعت کے خلاف کوئی حرکت کرو گے تو منع کیا جائے گا۔ یہ دیکھا جائے گا کہ بے خُود ہو یا باخُود۔ اگر باخُود ہوئے تو تازیانے لگیں گے۔ اور بے خُود صاحبِ حال ہے۔

نے زتا رو نے زچوب و نے زپوست
او کجا می آید زآواز دوست

ارشاد ہوتا ہے ''عزیز علیه ما عنتم'' یہ وہ رسول ہیں جس رسول پر شاق گزرتا ہے تمہارا تکلیف ومُشقّت میں پڑنا۔

ما اُوذِیَ نبی '' کَمَا اُوذِیتُ

حضور ﷺ رُوحِ عالَم ہیں اور جسم کے اعضا کو تکلیف ہوتی ہے تو رُوح کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا۔ جتنی ایذا مجھے دی گئی ہے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔

ایک جان بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

کوئی کہے کہ زکریا علیہ السّلام پر آرا چلایا گیا' ایّوبؑ کو تکلیف پہنچی

باوجود اس کے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں دی گئی جتنی کہ مجھ کو۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت تک حضور کی اُمّت ہے' شریعت ہے۔ جتنے گناہ ہم کرتے ہیں تو حضور کو اس کی اذیت ہوتی ہے۔ اگر بیٹا پکڑا گیا تو باپ کو اذیت ہوتی ہے۔ تو نماز ہم چھوڑتے ہیں' روزہ ہم چھوڑتے ہیں' زکوٰۃ ہم نہیں دیتے تو سزا ہم کو ہوگی لیکن حضور کو بھی اذیت ہوگی کہ اُن کا ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتا' حج کو نہیں جاتا۔ باپ دیکھے کہ بیٹا نقشِ قدم پر نہیں چلتا تو اُسے رنج ہوتا ہے۔ حضور ابُوالارواح ہیں یعنی تمام عالَم و عالمیان کی رُوح۔ اور روح کو اذیت ہوتی ہے۔ اگر پاؤں میں کانٹا چُبھ جائے تو نیند نہیں آتی۔ حضور نے فرمایا میں تمہارے لئے روزانہ ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ عُرفاء فرماتے ہیں کہ استغفار اس طرح ہے کہ عارف کی تین حالتیں ہیں۔ عُروج' وُقُوف اور نُزول۔ عروج کے بعد وقوف ہوتا ہے یعنی ذرا ٹھہرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ مُنتہائے کمال ہے۔ پھر آگے ترقی ہوتی ہے تو فرماتے ہیں استغفر اللہ میں نے اِس کو کمال سمجھا تھا پھر ترقی ہوتی ہے' روزانہ ترقی ہوتی ہے اور درجوں ترقی ہوتی ہے۔ اور حضور ﷺ کا نزولِ تام ہے۔ ''ورفع بعضهم درجت'' عرفاء فرماتے ہیں کہ حضور ہر آن عرفان کے ستّر ہزار دریا طے فرماتے

ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ''ولا الآخرۃ خیر لک من الاولیٰ''
کسی نے کہا اس سے مراد قبل ہجرت اور بعد ہجرت ہے۔ کسی نے قبل
بعثت اور بعد بعثت کہا۔ نہیں بلکہ وہ کیفیت جو حضور کی اس وقت ہے
اگلی آن میں ستر ہزار دریائے عرفان طے کر چکے ہوں گے۔ پھر
فرماتے ہیں ''حریص علیکم'' تم پر حریص ہیں۔ کسی کو حرص ہے۔
مال کی اور کسی کو عہدہ کی۔ یہ وہ محبوب ہیں جن کو حرص ہے تمہاری ترقی
مراتب کی یعنی تم فرش نشین ہو عرش نشین بن جاؤ۔

فرشتہ فرد معنی در طیر او
اگر ملک معنی بود سیر او

کہ فرشتے بھی نیچے رہ جائیں۔ اور حضور کی یہ تمنا ہے کہ ایک
ایک اُمتی کو جنّت کا مالک بنا دیں۔

عام ہیں ان کے تو الطاف شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

رب فرماتا ہے ''ان الذین یوذون رسول اللہ لعنھم اللہ فی
الدنیا والآخرۃ'' خبردار کبھی ایسا کام نہ کرنا جس سے حضور کو اذیت
ہو۔ جو لوگ حضور کو اذیت دیتے ہیں وُہ اللہ کی رحمت سے دُور ہیں۔
دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہر ذرّہ کا رب حق تعالیٰ ہے تو ہر ذرہ

کے لئے حضور رحمت ہیں۔

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین''

رحمت پہلے ہوتی ہے۔

چوں نہ گرید ابر کے خندد چمن
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن

جب تک بچہ نہ روئے ماں کی رحمت جوش میں نہیں آتی۔ اسی
طرح حضور ﷺ رحمت ہیں اور بتقاضائے رحمت ربُوبیت کا اظہار
ہے۔ ''لولاک لما اظھرت الربوبیۃ'' کہ اے حبیب تم نہ ہوتے
تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔

مقصود ذات تست دگر جملگی طفیل
مقصود نور تست دگر جملگی ظلام

اے حبیب ہمارا مقصود تو تمہارا پیدا کرنا تھا۔ باقی سب طفیلی
ہیں۔ اور تم نور ذات پر تو قدرت سے پیدا ہوئے ہو۔ اور دوسرے نور
صفات سے پیدا ہوئے۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ پر تو آں
ہر کجا می نگری انجمن ساختہ اند

حضور کی رونق افروزی بڑی رحمت ہے کہ ''لقد من اللہ علی

المومنین" فرمایا یعنی ہم نے تم پر احسان کیا تو اے مومنو! کافر لائق خطاب نہیں۔ اے مومنو ہم نے تم پر احسان رکھا کیونکہ تم ان کی تعلیم سے منتفع ہوتے ہو۔ نماز پڑھتے ہو، روزہ رکھتے ہو، حج پر جاتے ہو، زکوٰۃ دیتے ہو۔ یوں تو حضور ﷺ کی تشریف آوری سارے عالم کے لئے باعثِ امتنان ہے۔ بارش تو سب پر ہوتی ہے لیکن باغبان اور کاشتکار پر زیادہ احسان ہے تو حضور رحمۃ اللعالمین ہیں لیکن احسان تم پر زیادہ ہے۔ وہ احسان کیا ہے۔ "اذ بعث فیھم رسولا" یہاں بھی "رسولا" فرمایا یعنی ہر جگہ وہی رسولِ معظّم مراد ہے۔

فرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ عرش پہ تازہ دھوم دھام
کان جدھر لگائے تیری ہی داستان ہے

قرآن پاک میں جو تبت یدا کی سورۃ ہے وہ بھی حضور ﷺ کی شان ظاہر کرتی ہے کیونکہ دوست کے کمالات کبھی دشمن کا ذکر کرکے بیان کیے جاتے ہیں۔ ابوجہل اور ابولہب کا ذکر بھی حضور کی شان کے لئے ہے۔ فرمایا "تبت یدا" دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے خبیث کے کیونکہ ایک گالی دی تھی حضور کو' حالانکہ چچا تھا۔ لیکن یہاں چچا بھتیجے کا ذکر نہیں۔ یہ تو محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس نے ذرا توہین کی تو اس کے دونوں بازو ٹوٹ گئے' قوتِ علمی بھی گئی قوتِ عملی بھی برباد

ہوئی۔ دُنیا بھی برباد' آخرت بھی برباد۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اُمِّ جمیل' جو خبیثہ چچی کہلاتی تھی اور کانٹے بچھاتی تھی حضور کے راستے میں "فی جیدھا حبل من مسد" پھر فرمایا "بالمومنین روف الرحیم" مومنوں پر بہت مہربان اور رحم دل۔ "فان تولو" اے محبوب یہ اگر اب بھی میرے احسانات کو نہ مانیں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے تمہاری نبُوّت' تمہاری رِسالت اور محبوبیت میں کیا فرق آئے گا۔ آپ کو محبوب ہونا ان پر تو مَوقُوف نہیں کہ وہ مانیں تو آپ محبوب ہوں۔ آپ تو مانے ہوئے چُنے ہوئے مُصطفےٰ ہو مُجتبیٰ ہو پہلے ہم نے چُن لیا۔ تو آپ فرما دیجئے "حسبی اللہ" میرا رب مجھے کافی ہے ہر بات کے لئے' میری تعریف کے لئے بھی۔ "لا الہ الا ھو" اس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں۔ "علیہ توکلت" میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں تم پر تھوڑا ہی کرتا ہوں۔ "وھو رب العرش العظیم" اس رب پر بھروسہ کرتا ہوں جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

——— تمت بالخیر ———

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذِ مکرم

مُفتیٔ اعظم سیّد

ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ

اپنے مکاتیب کے آئینے میں

صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری

انتساب

مکتوب نگار --- اور --- مکتوب الیہ

------ یعنی ------

سید المفسرین، سند المحدثین، امام اہل سنت، حضرت

علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب قادری

------ اور ------

حجۃ الاسلام، علامہ زماں، محدث دوراں، فقیہ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری

قدس سرہما کے حضور

جن کے انوار و برکات سے ہزاروں سینے علم و معرفت کے گنجینے بنے

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

محتاج کرم

محمد محب اللہ نوری

تقدیم

پیر زادہ اقبال احمد فاروقی

انسانی زندگی میں باہمی رابطے کا قدیم ترین ذریعہ خط و کتابت رہا ہے۔ انسانی زندگی کے آغاز سے دوریوں کو قریب تر کرنے کے لئے خط و کتابت نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور اس کی اہمیت کسی زمانہ' کسی دور یا کسی قوم میں کم نہیں ہوئی۔ ہمیں قرآن کریم کے بیان کردہ قدیم دور میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکہ سبا کو خط لکھنا اور اس میں پیغام رسانی اور دعوت ایمانی کی جو مثال ملتی ہے' وہ خط و کتابت کی اہمیت اور افادیت پر بڑی عمدہ مثال ہے۔ جہاں زبان و بیان کی حدود ختم ہو جاتی ہیں' وہاں خط و کتابت کا آغاز ہوتا ہے اور خط و کتابت ہی انسان کے کھوئے ہوئے رابطوں کو بحال کرتی ہے-----

تاریخ کے مختلف ادوار میں خط و کتابت کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں' جہاں جنگ و جدال' صلح و آشتی' مہر و محبت' وعظ و نصیحت اور دوسرے ہزاروں معاملات کے سلجھانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے-----

اسلام کے آفتاب قدس کی ضیاء باریوں کا آغاز ہوا تو سرکار دوعالم ﷺ نے

بادشاہان وقت اور سربراہان ممالک کو اسلامی دعوت کے لئے جو خطوط لکھے' وہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ حضور سید الانبیاء ﷺ کے فرامین مکتوبات کی شکل میں ہی مختلف اقوام عالم کو ارسال کیے گئے اور ان مکتوبات کے اثرات تاریخ عالم پر مرتب ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اس تربیت کی روشنی میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسانوں کو ہی نہیں' دریائے نیل کو جو خط لکھا' وہ مکتوبات کی تاریخ میں ایک منفرد اور اہم مثال ہے-----

ہم اقوام عالم اور دوسرے مذاہب سے ہٹ کر اسلامی تاریخ کے ان خطوط اور مکاتیب پر نظر ڈالتے ہیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے انسانی اصلاح و فلاح کے لئے جنگ و قتال اور شمشیر و سناں سے اتنا کام نہیں لیا' جتنا مکتوبات اور خطوط سے لیا ہے-----

اسلام کے نامور اہل علم و فضل نے خط و کتابت کے ذریعہ چار دانگ عالم میں دینی اور اخلاقی روشنیوں کو پھیلایا اور اگر ہم اپنے دینی ادب پر نگاہ ڈالیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے علماء و مشائخ نے مکتوبات کا ایک بے شمار ذخیرہ چھوڑا ہے' جس سے وہ انسانی معاشرہ کی ترتیب میں کام کرتے رہے ہیں-----

برصغیر پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مکتوبات سے اکبری الحاد کی تاریکیوں کو روشنیوں میں تبدیل کر دیا۔ آپ کے مکتوبات کے تین ضخیم دفتر آج بھی اصلاح احوال امت کی تاریخ میں ایک مرقع دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے اپنے مکتوبات سے امرائے سلطنت اور اعیان مملکت ہی کی سوچ کا رخ نہیں بدلا بلکہ وقت کے علماء و مشائخ کے علمی اور روحانی مسائل کو بھی حل کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے اس انداز تبلیغ کو

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نے اپنایا اور ہم دیکھتے ہیں کہ مکتوبات معصومیہ' مکتوبات شامیہ' مکتوبات شاہ ولی اللہ اور مکتوبات شاہ غلام علی قدس سرہم علم و روحانیت کے قبالے بن کر اصلاح احوال میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں اور اس طریق کار کو صدیاں گزرنے کے باوجود اہل علم و فضل کے ہاں رواج ہے-----

علمائے کرام اور مشائخ عظام ذاتی مکتوبات میں بھی اپنے شاگردوں اور مریدوں کی علمی اور روحانی تربیت کرتے ہیں۔ ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں' جہاں اساتذہ اور مشائخ نے اپنے روحانی اور علمی شاگردوں اور مریدوں کو اپنے خطوط سے روحانی اور علمی مشکلات حل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی راہنمائی فرمائی ہے-----

لاہور میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف ایک اہم دینی ادارہ ہے' جہاں سے سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء کرام دینی تربیت پاکر فارغ ہوئے اور ملک کے مختلف مدارس اور مساجد میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کی بنیاد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۲۶ء میں رکھی اور ایک عرصہ تک دینی تعلیم کو فروغ دینے میں مصروف رہے۔ ان کے نامور فرزند علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس دارالعلوم کو ملک کی ایک بلند پایہ درس گاہ بنا دیا اور ایسی علمی بساط بچھائی' جہاں سے ہزاروں طلباء دولت علم و فضل سے مالا مال ہو کر نکلے۔ انھیں ایام میں حضرت علامہ مفتی محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ العزیز ایک عرصہ تک اسی خرمن علم و فضل سے اپنا دامن طلب بھرتے رہے ہیں-----

فقیہ اعظم علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ قدس سرہ العزیز' حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری کے نامور شاگرد تھے' استاذ گرامی کی وفات کے بعد آپ نے علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہمیشہ علمی رابطہ قائم رکھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس نامور شاگرد نے اس خرمن علم و فضل سے اپنا دامن بھر لیا۔ علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے بھیر پور میں ایک دارالعلوم جامعہ حنفیہ فریدیہ کی بنیاد رکھی اور اسے ترقی دے کر بام عروج تک پہنچا دیا' آپ کے شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ دینی خدمات کی بجا آوری کے لئے میدان عمل میں نکلا-----

فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذاتی ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ علمی اور روحانی راہنمائی حاصل کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آپ لاہور آتے تو اپنی مادر علمی کی زیارت کرتے' حضرت علامہ ابوالبرکات کی مجالس میں وقت گزارتے' آپ سے علمی اور تنظیمی معاملات میں ہدایات حاصل کرتے اور اپنے دارالعلوم کی سالانہ تقسیم اسناد کی تقاریب میں اپنے استاذ محترم علامہ ابوالبرکات کو بصد اعزاز و اکرام دعوت دیتے-----

حضرت علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس نامور شاگرد کو ہمیشہ قدر اور شفقت کی نگاہ سے دیکھا' آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو سراہا' آپ کی شبانہ روز محنت کو ہدیہ تحسین پیش کیا' پھر اپنے مکتوبات میں کئی معاملات اور مسائل کو حل کرنے میں بھرپور حصہ لیا-----

حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین اور

فرزند رشید صاجزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے اپنے والد مکرم کی وفات کے بعد جب دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے انتظامی اور علمی امور کو سنبھالا تو ریکارڈ سے حضرت علامہ سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض خطوط کو پایا۔ جناب صاجزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب نے اپنے والد مکرم کے نام ان کے استاذ مکرم کے بعض خطوط کو مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ صاجزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب معلم' مدرس اور ناظم دارالعلوم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہنامہ "نور الحبیب" کے چیف ایڈیٹر ہیں' انھیں مکتوبات کی اہمیت کا احساس ہے' وہ استاذ و شاگرد کی خط و کتابت کی افادیت کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔ اندریں حالات انھوں نے چند خطوط کو شائع کر کے اپنے قارئین کے لئے ایک دریچہ کھول دیا ہے کہ وہ اس دریچے سے جھانک کر استاذ مکرم کے ذاتی خطوط میں علم و فضل کی تربیت کے لئے وہ نقطے پا سکیں گے جو نہایت قیمتی ہیں۔ میں نے ان مکتوبات کو ایک نظر دیکھا ہے' بعض مقامات پر ایسے ایسے لطیف نکات سامنے آئے کہ لطف آگیا-----

صاجزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب کی یہ کوشش نہایت ہی قابل قدر ہے کہ انھوں نے ان خطوط کو شائع کر کے نہ صرف استاذ اور شاگرد کے باہمی روابط کو زندہ کیا بلکہ کئی مقامات پر ہماری راہنمائی بھی کی-----

اللہ تعالیٰ صاجزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب کے اس ذوق سلیم اور میری اس مختصر سی کوشش کو قبول فرمائے-----

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"خط نصف ملاقات" کا مقولہ زبان زد عام ہے' مگر اس کی حقانیت و صداقت کا اس وقت اور یقین بڑھ جاتا ہے جب کسی بزرگ' کسی عزیز یا کسی پیارے کا خط پڑھنے کو ملے-----

والد گرامی حضرت فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قدس سرہ العزیز (۱۰/ جون ۱۹۱۴ء --- ۱۵/ اپریل ۱۹۸۳ء) جب حج و زیارت کے لئے سفر مقدس پر روانہ ہوتے تو سرزمین حجاز سے ان کے عطوفت ناموں کا جس شدت سے انتظار رہتا اور پھر جب کوئی گرامی نامہ جلوہ افروز ہوتا تو اہل خانہ کے علاوہ طلباء دارالعلوم میں کس قدر مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی' اس کیفیت کو الفاظ و معانی میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے----- سیدی والد کے معارف و حقائق سے بھرپور پیار بھرے ہر ایک کرامت نامے کا لفظ لفظ باعث تسکین قلبی بنتا-----

خلوص سے مزین تحریریں بھی زندہ ہوتی ہیں' جس طرح اہل اللہ کے حضور حاضری سے سکون میسر آتا ہے' اسی طرح ان کی تحریروں سے بھی حلاوت ایمانی اور

ذوق قلبی نصیب ہوتا ہے---- جب بھی دل بہت اداس ہوتا ہے تو احقر اپنی قیمتی متاع---- مکاتیب اکابر---- کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مکاتیب کی دنیائے محبت و عقیدت میں گم ہو کر ایک نئی چاشنی اور نئی حلاوت ملتی ہے۔ ایک روز اسی گراں بہا "خزانے" کو دیکھ رہا تھا کہ سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے نام ان کے انتہائی مکرم استاذ امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری قدس سرہ العزیز کے خطوط کا ایک بنڈل ملا' جسے احقر نے فقیہ اعظم کی حیات ظاہری ہی میں محفوظ کر لیا تھا' آج جب ان خطوط کی زیارت کی' انہیں کھول کر پڑھا اور فائل بند کیا تو خیال گزرا کہ اس حوالے سے قارئین کو بھی ان سے مستفید کر دیا جائے----

حضرت سید ابوالبرکات قادری علیہ الرحمہ قبلہ کے خطوط جہاں علم و عرفان کا گنج ہائے گراں مایہ اور معارف و معانی کا سدابہار گلدستہ ہیں وہیں ان کے حضرت فقیہ اعظم سے تعلق خاطر پر بھی شاہد عادل ہیں---- گلشن مکاتیب کی سیر سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید صاحب قبلہ اور حضرت فقیہ اعظم کے تعلق پر تعارفی گفتگو کر لی جائے----

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو یوں تو کئی اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا' تاہم ان میں سے تین کے اسماء گرامی سر فہرست ہیں:

۱ استاذ المعقول والمنقول حضرت علامہ فتح محمد صاحب محدث بہاول نگری
(۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء---- ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء)

۲ امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری
(۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء---- ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء)

۳ مفتی اعظم پاکستان حضرت سید ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب
(۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء---- ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)

درس نظامی کی زیادہ تر کتب آپ نے حضرت محدث بہاول نگری سے پڑھیں' جنہیں علوم متداولہ میں ید طولیٰ حاصل تھا اور فن تدریس میں ایسی مہارت تھی کہ ان سے کسی بھی فن کی ایک کتاب کا درس لینے والے کو یہ ملکہ حاصل ہو جاتا تھا کہ اس فن کی دوسری کتب خود بخود حل ہو جاتیں اور گرہیں کھلتی چلی جاتیں---- حضرت فقیہ اعظم نے ان کی خدمت میں تین سال تک حاضر رہ کر استفادہ کیا' پھر ان کے ایماء پر علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے دیگر مدارس کا رخ کیا' تاہم حضرت محدث بہاول نگری کے وصال تک آپ نے ان سے رابطہ رکھا اور علمی استفادہ کرتے رہے---- جو علیحدہ مستقل مضمون کا متقاضی ہے۔

علوم اسلامیہ کی تکمیل آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ اور حضرت علامہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے شاگرد رشید امام اہل سنت حضرت محدث الوری سے کی---- چنانچہ آپ دورۂ حدیث شریف پڑھنے والے تلامذہ سے فرمایا کرتے:

"اس بار تم مولانا نور اللہ کی طفیل پڑھ رہے ہو"

دورۂ حدیث والے سال حضرت فقیہ اعظم نے سنن نسائی اور سراجی اپنے استاذ گرامی حضرت محدث الوری کے صاحبزادے حضرت مفتی ابوالبرکات سے پڑھیں----

دورۂ حدیث مکمل کرنے سے ٹھیک دو سال بعد حضرت محدث الوری کا وصال ہو گیا تھا اس لئے بعد میں زیادہ تر تعلق و ربط حضرت قبلہ ابوالبرکات سے رکھا' موصوف "سید صاحب" کے لقب سے مشہور تھے' اختصار کے پیش نظر اگلی سطور میں آپ کے لئے یہی لقب استعمال کیا جائے گا----

قدر و منزلت

حضرت سید صاحب قبلہ کا برصغیر کے مشہور علمی خانوادے سے تعلق ہے' آپ حسنی حسینی سید ہیں' سلسلہ نسب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے' آپ کے آباء و اجداد مشہد سے ہندوستان آئے تھے' پھر آپ کے والد ماجد نے لاہور آ کر مسجد وزیر خاں کو اپنی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا' مسجد وزیر خاں کے قریب ہی چنگڑ محلے میں دارالعلوم حزب الاحناف قائم کیا' اس ادارے کے قیام اور فروغ و استحکام میں حضرت سید صاحب قبلہ کی انتھک محنتوں اور تدریسی کاوشوں کا بڑا عمل دخل ہے----- حضرت سید صاحب کی فقہی بصیرت اور علمی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے اکابر علماء آپ کو وقت کا امام اور مفتی اعظم تسلیم کرتے----- آپ نے درس و تدریس' وعظ و تبلیغ اور افتاء کے ذریعے وہ خدمات انجام دیں کہ باید و شاید-----

بایں ہمہ قدر و منزلت حضرت سید صاحب قبلہ میں بڑا عجز و انکسار تھا' وہ مجسمہ علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر تقویٰ و طہارت بھی تھے کہ اکابر علماء نے آپ کو "سراج اہل تقویٰ" کا لقب دیا----- یوں تو آپ تمام اکابر و اصاغر اہل سنت پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے لیکن اپنے تلمیذ رشید حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ بے پناہ شفقت برتتے اور ان کی خداداد صلاحیتوں پر بڑا اعتماد فرماتے' فتویٰ نویسی اور تدریسی و علمی کاموں پر حضرت فقیہ اعظم کی حوصلہ افزائی فرماتے' دارالعلوم کے سالانہ اجلاسوں میں اکثر شرکت فرماتے اور کبھی کبھی طلبہ کے امتحان کے لئے بھی بصیر پور شریف کا دورہ فرماتے اور حضرت فقیہ اعظم کو بھی اپنے ہاں حزب الاحناف کے جلسوں کی دعوت دیتے' ایک تحریر میں فرمایا:

"فقیر کی دلی مسرت کا باعث ہو گا اگر جناب والا صعوبت سفر گوارا فرما کر اجلاس میں شرکت فرمائیں"

(مکتوب سید صاحب بنام سیدی فقیہ اعظم' محررہ ۳/ ذوالحجۃ الحرام ۱۳۸۶ھ)

ادب

سیدی فقیہ اعظم بھی اپنے استاذ گرامی کی رضا و خوشنودی کا بڑا لحاظ رکھتے' کسی ذاتی کام کے لئے بھی لاہور جانا ہوتا تو تمام تر مصروفیات کے باوجود سید صاحب قبلہ سے ملاقات اور نذرانہ پیش کیے بغیر واپس نہ لوٹتے----- حضرت سید صاحب قبلہ کے جانشین اور لخت جگر علامہ سید محمود احمد رضوی لکھتے ہیں:

"(فقیہ اعظم کا اپنے) اساتذہ سے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ جب بھی موصوف لاہور تشریف لاتے' حضرت والد گرامی سے ملاقات فرماتے اور نذر پیش کرتے----- حضرت فقیہ اعظم جب آپ کے پاس سے واپس پلٹتے تو حزب الاحناف کے مرکزی دروازے تک الٹے قدموں واپس ہوا کرتے"

(ماہنامہ نور الحبیب' فقیہ اعظم نمبر' صفحہ ۲۷۶)

اس سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم کے مرید خاص چوہدری محمد اسحاق نوری----- جن کے ہاں آپ لاہور میں قیام فرما ہوتے' اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

"آپ (حضرت فقیہ اعظم) جب بھی لاہور تشریف لاتے تو داتا صاحب علیہ الرحمہ کے مزار مقدس پر ضرور حاضری دیا کرتے' دوسری ضروری حاضری حضرت مولانا سید ابوالبرکات علیہ الرحمہ کے پاس ہوتی' گاڑی نکل جانے کا ڈر یا کسی اور نقصان کا اندیشہ آپ کے اس معمول میں

رکاوٹ نہ بن سکتا----- سید صاحب قبلہ کی حیات اقدس میں ان کے حضور نذرانہ بھی ضرور پیش فرمایا کرتے' اگرچہ دس روپے ہی کیوں نہ ہوں' بغیر نذرانہ پیش کیے آپ نے ایک بھی ملاقات نہیں کی تھی"

(ماہنامہ نور الحبیب' فقیہ اعظم نمبر' صفحہ ۱۱۲)

" اس ادب و احترام کا رنگ اس وقت دیدنی ہوتا جب حضرت سید صاحب قبلہ بصیر پور تشریف لاتے' تب ایک جشن کا سماں ہوتا' بالعموم ریل گاڑی کے ذریعے آپ کی تشریف آوری ہوتی۔ اسٹیشن سے دارالعلوم تک تمام راستہ چونے کی لکیروں سے آراستہ کیا جاتا' حضرت فقیہ اعظم' جامعہ کے اساتذہ اور تمام طلباء کے ہمراہ اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود رہتے' جونہی گاڑی سے سید صاحب قبلہ کی جھلک دکھائی دیتی' پوری فضا استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھتی' گاڑی رکتی تو بڑھ کر سید صاحب قبلہ کی دست بوسی کرتے' پھر تانگہ یا کسی اور سواری میں سوار کراتے اور طلبہ و اساتذہ بشکل جلوس ساتھ ساتھ نعرے بلند کرتے جامعہ میں پہنچتے' جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' سید صاحب قبلہ جب نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے اور جوتے اتارتے تو حضرت فقیہ اعظم انہیں اٹھا کر اندر لے جاتے اور تلامذہ و مریدین کے اصرار کے باوجود یہ خدمت خود انجام دیتے----- جب تک قیام رہتا ان کے خورد و نوش اور آرام و آسائش کا ذاتی طور پر خیال رکھتے' حضرت فقیہ اعظم اپنے اساتذہ سے جس ادب و تکریم سے پیش آتے' اس کی بعض جھلکیاں جو حافظہ میں محفوظ ہیں' جب یاد آتی ہیں تو ایک قیامت گزر جاتی ہے کیوں کہ اب مہر و محبت اور ادب و احترام کی یہ کیفیات ایک خواب دکھائی دیتی ہیں-----

بلاشبہ حضرت فقیہ اعظم اپنے روحانی باپ سے وہی معاملہ کرتے جو مطلوب قرآن ہے' والدین کی اطاعت کے بارے میں حکم ربانی ہے:

و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة-----(بنی اسرائیل ۱۷: ۲۴)

"اور نرم دلی کے ساتھ ان کے لئے عاجزی سے جھکے رہنا"-----

سید صاحب قبلہ کی شفقت

حضرت سید صاحب قبلہ بھی اپنے اس تلمیذ رشید سے بے حد محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے اور غایت درجہ تکریم فرماتے' چوہدری محمد اسحاق نوری بیان کرتے ہیں:

"حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی آپ (فقیہ اعظم) کا بے حد احترام فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ اٹھ کر آپ کے ساتھ بغل گیر ہوتے----- جب آخر عمر میں آپ بے حد نحیف اور کمزور ہو گئے تو دوسروں کی مدد سے اٹھ کر استقبال فرماتے----- میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے بیٹھے بٹھائے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیے ہوں"-----

(ماہنامہ نور الحبیب' فقیہ اعظم نمبر' صفحہ ۱۱۲)

احقر کو بھی والد گرامی کے ساتھ کئی بار حضرت کی زیارت اور دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی' میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ آپ حضرت فقیہ اعظم کا ہمیشہ کھڑے ہو کر استقبال کرتے اور ان کی آمد پر بے پایاں مسرت کا اظہار فرماتے' یونہی کھڑے ہو کر معانقہ کے بعد الوداع کرتے اور جب تک کمرے کے دروازے سے باہر نہ نکل جاتے تب تک کھڑے دعائیں دیتے رہتے----- غرض مدعا یہ کہ سید صاحب قبلہ حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ بے حد شفقت فرماتے اور مسائل فقہیہ اور دیگر معاملات میں ان پر بے حد اعتماد فرماتے----- یہی وجہ ہے کہ دونوں حضرات کے درمیان اکثر خط و کتابت رہتی-----

مکاتیب کے آئینے میں

قارئین کرام! تمہیدی گفتگو خاصی طویل ہو گئی ہے' غایت تحریر تھی' سید صاحب قبلہ کے مکاتیب کے حوالے سے کچھ عرض کرنا------

حضرت فقیہ اعظم کے نام سید صاحب قبلہ کے جو گرامی نامے دستیاب ہو سکے ہیں ان کی تعداد پچپن (۵۵) ہے' جن میں تقریباً ایک تہائی کارڈ ہیں' جب کہ باقی خطوط لفافہ بند------ بعض دستی اور بعض بذریعہ ڈاک------ چند خطوط پر تاریخ درج نہیں ہے' حوالہ کے لئے میں نے ڈاک سے ملنے والے خطوں پر وصولی کی مہر دیکھ کر تاریخ درج کی ہے------

یہ دعویٰ مشکل ہے کہ فقیہ اعظم کے نام سید صاحب قبلہ کے تمام خطوط محفوظ ہیں' اغلب یہ کہ اگر تفحص و تجسس سے کام لیا جائے تو بعض مزید خطوط دستیاب ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ بعض مفقود ہو گئے ہوں------ تاہم مکاتیب کی یہ تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے کیوں کہ حضرت فقیہ اعظم گاہے گاہے اپنے استاذ گرامی کی ملاقات کے لئے لاہور تشریف لے جایا کرتے تھے' مزید براں آنے جانے والوں کے ذریعے بھی دو طرفہ سلام و پیام کا سلسلہ رہتا۔ ان خطوط سے ہر دو حضرات کے تعلقات خاطر کا خوبی اندازہ ہو جاتا ہے------

ان میں سے بعض گرامی نامے ذاتی نوعیت کے ہیں جب کہ اکثر خطوط فقہی مسائل کے تبادلہ' علمائے اہل سنت کے حوالے سے اہم اطلاعات' مدارس اسلامیہ کی فلاح و بہبود کی فکر' ملت اسلامیہ کے مسائل اور مشکلات' اوراد و وظائف اور بعض امراض کے لئے نسخہ جات وغیرہ امور پر مشتمل ہیں------

نفاست و حسن تحریر

سید صاحب قبلہ کے خطوط باطنی حسن و نفاست کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی نفیس اور حسن تحریر سے آراستہ ہیں' لفظ کیا ہیں جیسے موتی پرو دیئے گئے ہوں' سیدھی سطریں اور نہایت خوب صورت اور پختہ انداز تحریر سے نور علیٰ نور کی کیفیت دکھائی دیتی ہے------ میرے پیش نظر پچپن (۵۵) مکاتیب ہیں' حیرت سی حیرت اور تعجب انگیز مسرت ہے کہ ان میں معدودے چند ایسے ہوں گے جن میں ایک آدھ لفظ کاٹنے کی نوبت آئی ہو' ورنہ اکثر و بیشتر خطوط میں اول تا آخر ایک حرف بھی کاٹ کر نہیں لکھا گیا' قوت تحریر پر ایسی قدرت شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے------

سادگی و بے تکلفی

سید صاحب قبلہ کے خطوط کی دوسری اہم بات سادگی و بے ساختگی ہے' عام طور پر مضمون نگاری میں تکلف و تصنع سے کام لیا جاتا ہے مگر خطوط میں آدمی کی سیرت کا اصل پہلو اجاگر ہو جاتا ہے' جب کہ اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ ان خطوط کی کبھی اشاعت بھی ہو گی------

اگرچہ مکاتیب نویسی بھی ایک رسم بنتی جا رہی ہے اور ان میں تکلف سے کام لیا جاتا ہے مگر انہیں خطوط کی بجائے مقالہ یا مضمون کہنا زیادہ مناسب ہو گا------

سید صاحب قبلہ کے خطوط میں سادگی اور بے تکلفی کا رنگ غالب ہے' آمد ہی آمد ہے' آورد کا نام و نشان تک نہیں------ خط پڑھ کر یوں گمان ہوتا ہے کہ سامنے بیٹھے ہم کلام ہوں------

سوانحی پہلو----- تدریسی مصروفیات

سیرت نگاری کے لئے خطوط کی اہمیت مسلمہ ہے' سید صاحب قبلہ کے خطوط میں بہت سا سوانحی مواد آگیا ہے' مثلاً:

ذاتی مصروفیات' احباب و متعلقین کا تذکرہ' مدرسہ حزب الاحناف کی تعلیمی صورت حال اور تبلیغی اسفار وغیرہ-----

ایک خط میں آپ نے درس قرآن اور دورۂ حدیث پڑھانے کے آغاز کا تذکرہ کیا ہے----- چنانچہ آپ نے حضرت محدث الوری کے وصال کی اطلاع دی اور اس میں یہ بھی لکھا:

"حضور اقدس کے وصال کے بعد سے درس قرآن فقیر نے شروع کر دیا ہے اور آئندہ سال دورہ بھی شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہوں' ایک مدرس کی ضرورت ہے' جو باخلاص ہو اور قلیل معاوضہ پر کام کر سکے کہ دورہ کے بعد دیگر اسباق کا انتظام نہیں کر سکتا"

(خط موصولہ' ۱۷/ نومبر ۱۹۳۵ء)

اغلب یہ ہے کہ آپ نے ۳۶ء میں دورہ حدیث کی تدریس کا آغاز فرمایا----- آپ کی تدریسی مصروفیات کے حوالے سے ایک گرامی نامہ کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے' رمضان المبارک میں اپنے معمولات کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"رمضان المبارک میں صبح کے بارہ بجے تک درس وغیرہ کی مصروفیت رہتی ہے' پھر قیلولہ کر کے نماز ظہر سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت اور استماع قرآن میں مشغول ہو جاتا ہوں' افطار کے بعد وظیفہ' پھر گیارہ

بجے تک تراویح وغیرہ سے فارغ ہو کر سو جاتا ہوں"-----

(خط موصولہ'۹/ مئی ۵۸ء)

ایک اور گرامی نامہ میں لکھتے ہیں:

"جواب میں غیر معمولی تعویق کثرت مشاغل کے باعث ہوئی' صبح سے تین چار گھنٹہ درس پھر شفا شریف اور طحاوی شریف' پھر قرآن حکیم کی تلاوت' پھر آئے گئے افراد سے بات چیت اور جواب سائلین وغیرہ' پھر نماز مغرب کے بعد وظیفہ' پھر تراویح اور پھر بعض دیگر مشاغل----- امید کہ اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے' یہ عریضہ بھی شب کے دو بجے لکھ رہا ہوں........ والسلام خیر الختام"

(شب ۱۰/ رمضان المبارک ۷۶ھ' ۱۹۵۷ء)

رمضان کے علاوہ مصروفیات کے حوالے سے ایک خط میں تحریر فرمایا:

"نامہ عنبر شمامہ شرف صدور لایا' فقیر بے حد عدیم الفرصت ہے' ایک مدرس رخصت پر چلے گئے' ان کے اسباق بھی فقیر نے لے لئے ہیں' بدیں وجہ درس کے بعد سے ظہر تک اور ظہر کے بعد سے مغرب تک مشغول درس و تدریس رہتا ہوں اور بعد مغرب وظیفہ پھر بعد نماز عشاء ایک سبق مسامرہ کا----- فتویٰ وغیرہ کے لئے بھی وقت کم ملتا ہے"-----

(تاریخ درج نہیں ہے)

ان اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید صاحب قبلہ کو درس و تدریس سے کس قدر شغف تھا' نیز یہ کہ آپ بے حد محنتی اور دین سے مخلص تھے----- وہ ادارہ

جس کے سربراہ صبح و شام تدریس میں منہمک رہتے' آج وہ دعاؤں کا طالب ہے-----

مدرس کے اوصاف

حزب الاحناف جب اندرون لاہور تھا تو اہل سنت کا بلند پایہ تعلیمی مرکز تھا' تب یہاں فنون کی اعلیٰ کتب کی تدریس کا انتظام تھا' ایک خط میں سید صاحب جامعہ کے لئے کسی مدرس کے بارے میں مشورہ طلب کرتے ہیں' نیز مدرس کے معیار اور ذمہ داریوں کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

"مدرس کے متعلق آپ صحیح فیصلہ فرما سکتے ہیں' آپ کو ان کے متعلق کافی تجربہ ہوگا۔ اگر وہ دارالعلوم حزب الاحناف میں خوبی کام کر سکتے ہیں' یعنی شرح جامی سے حمد اللہ قاضی وغیرہ تک تمام فنون اور منقولات کی تدریس باحسن وجوہ کر سکتے ہیں تو ان کو تجویز کر دیا جائے' تین ماہ کے لئے تشریف لائیں' اگر طلبہ کا اطمینان کر سکے تو پھر مستقل کر دیا جائے گا۔ نیز سبقوں کی کثرت سے نہ گھبرائیں' درس کے لئے پورا وقت دیں۔ رہائش کے لئے صرف ایک حجرہ مل سکتا ہے' کھانے کا انتظام خود وہ کریں گے' ہمارے یہاں مطبخ نہیں ہے' طلبہ کو یومیہ آٹھ (۸) آنے وظیفہ نقد دیا جاتا ہے' کتابیں مطالعہ کر کے محنت سے پڑھائیں اور طلبہ کو محنت کا عادی بنائیں اور سب سے مقدم یہ کہ دیوبند کا موقع بموقع رد کریں اور ہمارے مسلک کی تائید کریں' اگر یہ امور ان سے طے کر لئے جائیں اور یہ منظور کر لیں تو تنخواہ کا فیصلہ بھی آپ ہی فرما دیں' مولانا غلام رسول صاحب (جو اس تحریر سے کچھ عرصہ پہلے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں مدرس رہ چکے تھے' اب

فیصل آباد میں شیخ الحدیث ہیں۔ محب) کو سال گذشتہ (۱۲۰ روپے) مشاہرہ دیا جاتا تھا اور تین سال تک یک صد روپیہ ہی دیا جاتا رہا-----اگر کوئی مسجد مل گئی تو مسجد میں جا سکتے ہیں-----

۲۵/ شعبان کو رخصتیں ہوتی ہیں اور چھ شوال کو مدرسہ کی حاضری اور عیدین' ایام تشریق' محرم اور عید میلاد النبی ﷺ کی رخصت ہوتی ہے اور سال میں بارہ چھٹیاں اتفاقیہ ہوتی ہیں' چھ گھنٹہ کم از کم پڑھائی ہوتی ہے۔ یہ کل امور طے فرمائیں' عقائد کا خاص لحاظ رہے' مدرسہ کی فلاح و بہبود اور طلبہ کی اخلاقی اور مذہبی حالت کی درستی کا خاص لحاظ رکھیں' اگر مدرس صاحب بہمہ وجوہ دارالعلوم کے لئے موزوں ہوں تو چھ شوال تک دارالعلوم میں تشریف لے آئیں اور ان کی تشریف آوری سے قبل فقیر کو مطمئن فرماتے ہوئے مطلع فرمائیں"-----

(خط محررہ' ۲۶/ ماہ رمضان المبارک ۷۶ھ' ۱۹۵۷ء)

اس مکتوب گرامی سے جہاں حزب الاحناف کے نصاب تعلیم' اوقات تدریس اور ایام تعطیلات کا پتا چلتا ہے' مدرس کی ذمہ داریوں پر روشنی پڑتی ہے' وہاں سید صاحب قبلہ کی عقائد میں صلابت کا پتا چلتا ہے' نیز یہ بات بھی عیاں ہے کہ آپ کو حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر کس قدر اعتماد و بھروسہ تھا-----

دیگر باتوں کے علاوہ اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حزب الاحناف میں کھانے کی بجائے نقدی رقم دی جاتی تھی----- ظاہر ہے آج سے بیالیس سال قبل آٹھ آنے میں کفایت شعاری سے دو وقت کی روٹی کا اہتمام ہو جاتا ہوگا-----

مدارس اسلامیہ کی فلاح کی فکر

سید صاحب قبلہ کے مکتوبات میں اہل سنت کے مدارس کی تعلیمی زبوں حالی اور اس کی اصلاح کی فکر اور ملت اسلامیہ کا درد بھی ملتا ہے' دیکھئے کس دل سوزی سے رقم طراز ہیں:

"اس وقت دینی مدارس کا سرگرمی سے قائم رکھنا از بس اہم و ضروری ہے' اگر یہ بھی نیست و نابود ہو گئے تو پھر کلمہ سکھانے والا میسر نہ آئے گا' مسجدیں زیادہ ہوں گی۔ ابھی یہ حال ہے کہ فی صدی ایک نماز پڑھتا ہو گا' آئندہ کیا ہو گا' دیدہ باید---- و الی اللہ المشتکی یہ بات دل میں رکھیں اور سوچ کر کام کیجئے"-----

(محررہ' ۲۷/ اکتوبر ۴۸ء)

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"مدارس کا کفیل بجز ذات باری عز اسمہ اور کون ہو سکتا ہے' القائم علی الدین کالقابض علی الجمر او کما قال کا وقت ہے' مولا تعالیٰ کارساز ہے"-----

(تاریخ درج نہیں ہے)

ایک خط میں قابل مدرس نہ ملنے پر افسوس کا اظہار فرماتے ہیں:

"قاری صاحب کی ضرورت ہر جگہ محسوس کی جا رہی ہے مگر سنی صحیح العقیدہ خاطر خواہ میسر نہیں ہوتا بلکہ تجربہ کار مدرس جامع معقول و منقول اور محقق' بہی خواہ' ہمدرد بھی دستیاب نہیں ہوتا' انا للہ و انا الیہ راجعون---- اگر آپ کی نظر میں ان اوصاف کا جامع مدرس ہو تو فوراً

اطلاع دیجئے' دو تین مدرسین کی ضرورت ہے' تنخواہ حسب حیثیت دی جائے گی"-----

(۱۰/ رمضان المبارک ۷۶ھ' ۵۷ء)

بعض مکاتیب میں علماء کرام کی بے اتفاقی کا شکوہ بھی ہے' مثلاً:

"یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ کسی معاملہ میں چار عالم متفق العقیدہ یک جا نہیں ملتے"------

(تاریخ ندارد)

قیام پاکستان اور ہندوستانی مسلمان

بعض خطوط میں ملت اسلامیہ خصوصاً مسلمانان ہندوستان کی حالت زار کا تذکرہ ہے' نیز قیام پاکستان کے بعد کے حالات کی منظر کشی کی گئی ہے:

"الور سے تمام رشتہ دار لاہور آ گئے اور اب وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں رہا' سینکڑوں مساجد اور ہزاروں مقابر شہید ہو چکیں۔ لاکھوں مسلمان خانماں برباد ہو کر بسلسلہ پناہ گزینی لاہور سکونت پذیر ہیں اور جو باقی ماندہ ہیں وہ بھی موقع پا کر پاکستان آ رہے ہیں۔ مراد آباد' بریلی' کچھوچھہ شریف اور یوپی کے اکثر اضلاع ابھی تک بحرمہ تعالیٰ مصئون و محفوظ ہیں لیکن خطرہ ہر وقت ہے۔ صدر الافاضل مدظلہ ہنوز مراد آباد میں فروکش ہیں' بریلی کا بھی یہی حال ہے' اقلیت مضطرب ہے۔ یہاں بظاہر بفضلہ تعالیٰ امن ہے لیکن پریشان کن خبریں سن کر دل دہل جاتا ہے اور ہر وقت پریشان حال رہتا ہوں۔ اپنی بے بسی اور ناداری و ناکاری و مجبوری کو دیکھ کر افسوس و ملال ہوتا ہے۔ پناہ گزیں خستہ حالت میں ہیں' رشوت ستانی کا بازار گرم ہے'

باوجود اس قدر تباہی وبربادی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔ قمار بازی، حرام کاری، فریب دہی و عیاری کی زیادتی ہے، مراد آباد وبریلی وغیرہ یوپی کے حضرات اگر پاکستان آئے تو کیا کیفیت ہو گی، لاہور میں دہلی، جالندھر، امرتسر، فرید کوٹ، کپور تھلہ، رہتک اور لدھیانہ وغیرہ کے وہابیہ اور تمام قادیانی آگئے ہیں۔ پناہ گزینوں کو سعی بسیار و کوشش لگاتار کے بعد جگہ مکان یا دوکان مل جاتی ہے۔ وہابیہ نے مدرسہ کے لئے جگہ لی ہے، خیر محمد جالندھری نے ملتان میں مدرسہ جاری کیا ہے----- و الی اللہ المشتکی و ھو المستعان و علیہ التکلان و ھو حسبی و نعم الوکیل.............. والسلام-----ابوالبرکات سید احمد غفرلہ"-----

(موصولہ، ۲۵/ نومبر ۱۹۴۷ء)

قول و عمل میں یکسانیت

قول و فعل میں یکسانیت ایک ایسا وصف ہے جو سیرت و کردار میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ دو عملی اور قول و فعل میں تضاد پر اہل ایمان کو سخت تنبیہہ کی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون-----(الصف: ۲،۳)

"اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات، جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں"-----

قائدین اور تنظیمی و جماعتی زندگی میں تو اس صفت کی اور زیادہ ضرورت ہے اور

بغیر اس کے کھوکھلا پن کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہتا----- سید صاحب قبلہ کے مکاتیب میں اس پہلو سے بھی تبصرے ملتے ہیں، جہاں قائدین و علماء کے کردار میں تساہل و تغافل پایا، اس سے برہمی کا اظہار فرمایا، دیکھیں کس دردمندی و دل سوزی سے تحریر فرماتے ہیں:

"نامہ نامی تشریف لایا۔

عجب دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم اندر کہ مغز استخواں سوزد

"اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ"----- فقیر نے جب دیکھا کہ جمعیت العلماء "برعکس نام نہند زنگی کافور" کا مصداق ہے اور دین کی خدمت نہیں صرف نام و نمود و شہرت اور خوش نودی عوام و حکام مقصود ہے، جانا ترک کر دیا اور بالکل علیحدہ ہے۔ علیحدگی کا اعلان مصلحتاً نہیں کیا۔ بے بصر لوگوں سے بصیرت کا گماں گمانِ بے جا ہے۔ موقع ملا تو زبانی گفتگو کی جائے۔ مدارس و مساجد کا خدا حافظ.......... پھر مدارس کا کفیل بجز ذات باری عزاسمہ اور کون ہو سکتا ہے۔ القائم علی الدین کالقابض علی الجمر او کما قال کا وقت ہے، نام نہاد علماء جو کچھ کر رہے ہیں، غالباً آپ سے مخفی نہیں۔ میں تنہا کیا کروں؟

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

سوائے اخباری پروپیگنڈہ کے اور دین کا کام نظر نہیں آیا۔ زمانہ سازی حکام نوازی ہو رہی ہے، اپنی نیک نامی سے غرض، دین پروری، شریعت نوازی سے کیا مطلب؟ فتدبر و تأمل-----

حق بات کہنا اور شریعت کا مطالبہ بغاوت کے مترادف تصور کیا جاتا
ہے' والی اللہ المشتکی"-----

(غالباً ۱۹۴۸ء)

"(جمعیۃ میں) فقیر کی سرپرستی برائے نام ہے' وہ خود لکھتے رہتے ہیں
ورنہ فقیر کی سرپرستی و نگرانی کچھ نہیں۔ مجھے کسی میٹنگ میں دعوت شرکت
نہیں دی جاتی' نہ فقیر کو اتنی فرصت کہ ان میٹنگوں میں شریک ہو کر
تضیع اوقات کروں اور بددل ہو کر وہاں سے لوٹوں۔ فقیر ان کی اس قسم کی
کاروائیوں سے بری و بے زار ہے۔ عزیزم الحاج مولوی سید محمود احمد سلمہ
بفضلہ تعالیٰ حاضری دربار رحمت مدار ﷺ سے مشرف ہو کر مع الخیر آگئے
ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک"-----

(۱۱/ ستمبر ۱۹۵۷ء)

حکومت کی زیر سرپرستی منعقد ہونے والے اتحاد بین المسلمین کے اجلاس محض
رسمی کاروائی کی صورت اختیار کر گئے ہیں' ان اجلاسوں میں قول و عمل کی دورنگی اور
اضاعت وقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی کسی اجلاس کے حوالے سے تحریر
فرمایا:

"اتحاد المسلمین کی مفصل روئداد تو محمود صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔ یہ
رسمی اتحاد المسلمین کے اجلاس ہمیشہ دراز کیا کرتے ہیں' حکومت نواز نام
نہاد مولویوں نے ہاں میں ہاں ملانے کی کوشش کی' بقول محمود صاحب!
انہوں نے اچھے انداز میں بتا دیا کہ یہ محض دل خوش کن جملے ہیں ورنہ
وحدت نظر و فکر مفقود ہے۔ ہاں ہر مکتبہ فکر کے افراد اعتدال سے تجاوز نہ

کریں۔ تفصیل محمود صاحب لکھ کر حاضر کریں گے"-----

(۳/ ذی الحجہ الحرام ۱۳۸۶ھ)

قول و عمل کے حوالے سے افراد جماعتوں اور قائدین کا کردار آج بھی وہی ہے'
جس کا سید صاحب قبلہ نے اظہار فرمایا ہے----- اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم
فرمائے-----

تبلیغی اسفار

حضرت سید صاحب قبلہ کا اصل میدان درس و تدریس تھا تاہم حسب ضرورت
و اہمیت بعض جلسوں اور تبلیغی پروگراموں میں بھی شمولیت فرماتے۔ دارالعلوم حنفیہ
فریدیہ بصیر پور شریف کے سالانہ اجلاس کو اکثر رونق بخشتے' مگر کبھی کسی پروگرام
میں شرکت نہ ہو سکتی تو معذرت نامہ تحریر فرماتے' چند اقتباسات درج ہیں۔ حضرت
فقیہ اعظم نے کسی پروگرام کی دعوت دی' جس کے جواب میں تحریر فرمایا:

"۷۸۶/۹۲

محترم ذوالمجد والکرم فاضل جلیل مولانا مولوی نور اللہ نعیمی

نوّر اللہ قلوب المؤمنین بنور علمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ----- مزاج گرامی؟

عزیزی مولوی محمد شریف صاحب سلمہ (غالباً خطیب پاکستان علامہ
نوری قصوری کے ذریعے سے---مرتب) دستی نامہ نامی موصول ہوا' فقیر
بھی طویل زمانہ فرقت کے باعث متمنی زیارت تھا' اب یہ حسب اتفاق پیدا ہو
گیا ہے اور اس وقت اگر فقیر نے کوتاہی کی تو مجرم ہے' لہٰذا حسب الارشاد
۱۵/ جنوری بروز منگل صبح کی ٹرین سے سوار ہو کر تقریباً دس گیارہ بجے

بھیر پور پہنچے گا ------ والسلام

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد عفااللہ عنہ

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور"

(محررہ '۱۱/ جنوری ۵۲ء)

"فقیر بارادہ حصول سعادت و شرکت جلسہ مبارکہ دفتر سے روانہ ہوا' مولانا السید منور علی شاہ صاحب قبلہ بھی ہمراہ تھے۔ دہلی دروازہ سے ٹکٹ لیا' اسٹیشن پر جب کہ ڈبہ میں آرام سے بیٹھ گئے' چند احباب ملے' ان سے معلوم ہوا کہ یہ ڈبہ قصور تک جاتا ہے' لاہور سے ۲ بجے گاڑی روانہ ہو (کر) چار پانچ بجے قصور پہنچے گی' پھر وہاں سے بھیر پور شام تک پہنچائے گی۔ ڈبہ سے اتر کر لاری کے اڈے پر گھومتے رہے' کوئی لاری بھیر پور براہ راست جانے والی نہ ملی۔ سب نے یہی کہا کہ شام تک پہنچنا ہو گا' پھر خیال کیا کہ دستار بندی کا وقت تو گذر جائے گا (ان دنوں ظہر تا عصر کی نشست میں دستار بندی ہوتی تھی ----- محب) اب جانا بے کار ہے' بادل ناخواستہ واپس ہو گیا۔ عدم شرکت جلسہ کا بے حد قلق ہوا" -----

(۲۲/ فروری ۱۹۶۰ء)

"فقیر کا پروگرام یہ تھا کہ ہفتہ کو اوکاڑہ اور پھر بھیر پور حاضری دوں مگر اچانک حضرت سجادہ نشین صاحب کچھوچھہ شریف (شیخ المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف الجیلانی ----- محب) کا تار پھر خط موصول ہوا کہ فقیر محض ملاقات کے لئے جمعرات کو لاہور پہنچ رہا ہوں' چنانچہ حضرت معہ صاحبزادہ مولانا اظہار اشرف صاحب رونق افروز لاہور ہو گئے اور چند اشد ضروری وجوہ کے باعث بدھ کو کراچی روانہ ہونا طے ہو گیا ہے۔ فقیر نے

اپنے خیال سے پروگرام بنایا تھا کہ حضرت کو اوکاڑہ' بھیر پور اور پاک پتن شریف لے جائیں گے' مگر افسوس کہ ویزا میں یہ جگہ نہیں ہیں اس لئے فقیر بھی مجبور ہے اور حاضریٔ جلسہ سے قاصر۔ اوکاڑہ بھی جانا ملتوی کر دیا ہے کہ حضرت صاحب یہاں تنہا رہیں گے اور یہ نہایت معیوب و مذموم بات ہے۔ امید کہ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں گے اور فقیر کی معقول معذوری کو شرف قبول بخشیں گے" -----

(۳/ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۰ھ' ۱۲/ مئی ۱۹۶۱ء)

حضرت سید صاحب قبلہ آفتاب اشرفیت شبیہ غوث الثقلین حضرت ابواحمد سید علی حسین اشرفی قدس سرہ سے بیعت تھے' اس بنا پر ان کے پوتے اور جانشین حضرت سید مختار اشرف صاحب قبلہ کا بے حد احترام کرتے۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم کے شیخ و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بھی حضرت علی حسین اشرفی کے خلیفہ مجاز تھے۔ سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ حضرت سید مختار اشرف جب قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ ۱۹۵۸ء میں پاکستان آئے تو سید صاحب قبلہ کی معیت میں بھیر پور تشریف لائے تھے۔ پھر سیدی فقیہ اعظم کے وصال کے بعد بھی تین مرتبہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیر پور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا' موصوف کا ۹/ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ میں وصال ہوا -----

سید صاحب قبلہ تبلیغی دورہ پر سندھ میں بھی تشریف لے جاتے' ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

"محترم المقام مخلصی و مکرمی حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب انار اللہ بانوار فیضانہ المسلمین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ----- مزاج مبارک؟

سلام مسنون کے بعد مدعا نگارش کہ آپ جس دن لاہور تشریف لائے اسی دن فقیر ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کے لئے سندھ روانہ ہو گیا تھا۔ کندھ کوٹ جو جیکب آباد سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ واقع ہے' وہاں وزیر اعظم سندھ اور ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام کی موجودگی میں حضرت پیر عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف کی صدارت و سرپرستی میں مدرسہ کا افتتاح ہوا اور کچھ چندہ بھی کیا گیا۔ حزب الاحناف کے فارغ شدہ مولوی سید شمس الضحیٰ صاحب کو مدرس مقرر کر دیا ہے' وہاں سے ۲۸/ نومبر کو لاہور پہنچا' آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر اور پھر بلا ملاقات کے واپس ہونے کا بے حد افسوس ہوا------والسلام"------

(تاریخ درج نہیں ہے)

"فقیر ۲۵/ فروری شب کو سندھ ایکسپریس سے روانہ ہو کر ۲۶ کو حیدر آباد سندھ پہنچنے کا قصد کر رہا ہے' وہاں تین یوم جلسہ ہے' اسٹیشن (غالباً اوکاڑہ' ساہیوال---محب) پر معلوم نہیں یہ گاڑی کس وقت پہنچتی ہے' اگر تکلیف نہ ہو تو اسٹیشن پر ملاقات کریں"------

(مرقوم' ۱۶/ فروری ۵۱ء)

تبلیغی اسفار کی طرح آپ نے سفر حجاز مقدس بھی کیا' چنانچہ ۶۴-۱۹۶۳ء کو اپنے شیخ و مرشد حضرت سید علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ کچھوچھہ شریف اور اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوئے تھے (حوالہ سیدی ابوالبرکات' صفحہ ۳۶)' اس موقع پر حتمی تاریخ سفر طے ہونے سے پہلے سیدی فقیہ اعظم کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

"۲۰/ جنوری کے بعد سفر دور دراز کا شوق دامن گیر ہے' دعا فرمائیں مولا تعالیٰ کامیاب فرمائے' اور عوائق و موانع مرتفع فرما دے آمین"------

(موصولہ جنوری ۱۹۳۶ء)

ہمدردی و غم خواری

ایک حقیقی مؤمن و مسلم کے ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کے دل میں دوسروں کے لئے اخوت و محبت اور ہمدردی و غم خواری کے جذبات پائے جائیں' سید صاحب قبلہ کی سیرت طیبہ اس پہلو کے اعتبار سے بھی روشن دکھائی دیتی ہے' ایک مکتوب میں تمام مسلمانوں کے لئے یہ دعائیہ کلمات تحریر کئے:

"مولیٰ تعالیٰ سے اوقات خاصہ میں درس و وظائف کے بعد فقیر بھی عرض و معروض کرتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے علماء و طلبہ و احبا کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ و مامون رکھے"------

(محررہ' ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)

ایک اور خط میں جملہ اہل سنت و جماعت کے لئے دعاگو رہنے کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

"مولیٰ تعالیٰ ہر بلا و مصیبت سے دین و دنیا میں ہر سنی العقیدہ مسلمان کو محفوظ و مصئون رکھے------آمین"-----

(محررہ' ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۷۷ھ)

انہیں علمائے اہل سنت کے وصال پر سخت رنج ہوتا' فقیہ اعظم کے نام کی مکاتیب میں ایسی غم واندوہ کی خبریں ہیں' خصوصاً آپ کے استاذ گرامی حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب الوری اور آپ کے شیخ و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے وصال پر تعزیت نامے تحریر کیے-----

حضرت محدث الوری کا وصال

حضرت سید صاحب قبلہ کے والد گرامی اور حضرت فقیہ اعظم کے استاذ مکرم حضرت محدث الوری مولانا سید محمد دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز جید عالم دین اور مرجع الفقہاء والمحدثین تھے' آپ نے کتب فقہ و منطق مولانا ارشاد حسین رام پوری سے پڑھیں اور سند حدیث مولانا احمد علی سہارن پوری اور سند المحدثین حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے حاصل کی۔ محدث اعظم حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہم درس تھے-----

آپ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے' مزید براں آپ کو حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی----- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے آپ کو تمام کتب فقہ حنفی اور اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی-----

۱۹۲۲ء میں الور سے لاہور تشریف لائے' مسجد وزیر خاں کی خطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی' جہاں سے سینکڑوں علماء' فضلاء اور مبلغین پیدا ہوئے-----

حضرت جید عالم دین اور مفتی اعظم تھے' زہد و تقویٰ اور اتباع سنت میں اپنی

مثال آپ تھے' عربی' اردو اور فارسی میں شعر کا عمدہ ذوق رکھتے تھے----- کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو گھنٹوں علم و فضل کے موتی بکھیرتے رہتے' سورۃ فاتحہ کا درس شروع کیا تو طبع رسا نے وہ جولانیاں دکھائیں کہ پورا ایک سال صرف ہو گیا-----

آپ کے تلامذہ میں صاحب رسالہ رکن دین حضرت مولانا رکن الدین الوری نقشبندی' مولانا ارشاد علی الوری' مولانا محمد مہر الدین (شارح مختصر المعانی)' حضرت فقیہ اعظم پاکستان مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری اور مولانا ابوالحمید محمد عبدالعزیز بانی مدرسہ احیاء العلوم بورے والا ایسے اساطین علم و فن کے اسماء گرامی شامل ہیں-----

آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں' جن میں تفسیر میزان الادیان نہایت معرکۃ الآراء ہے' جس میں تقابل ادیان پر بڑی مبسوط علمی و تحقیقی بحث کی گئی ہے-----

آپ کے دو صاحبزادے غازئ کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور مفتئ اعظم حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری جید عالم دین اور مرجع علماء و فضلاء تھے----- حضرت سید صاحب قبلہ آپ کے وصال کی اطلاع دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "مخلصی و محبی اخی فی اللہ مولانا مولوی محمد نور اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ
>
> السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ----- اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شیخ الحدیث قبلہ عالم والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلفت کدۂ عالم دنیا سے متنفر ہو کر ۲۲/ رجب المرجب ۵۴ھ کو رخصت فرمائے جنت الفردوس ہو گئے اور ہم حرماں نصیبوں کی چشم ظاہری سے ہمیشہ کے لئے خلوت خانہ عقبیٰ میں جاگزیں ہو گئے----- انا للہ و انا الیہ راجعون-----

مولانا! والد ماجد قبلہ کی وفات حسرت آیات سے جس قدر صدمہ بہ رنج و الم ہے بیان نہیں کر سکتا۔ جلسہ سالانہ ماہ شوال میں ہو گا اور فاتحہ چہلم بھی انہیں ایام میں ہو گی----- حضور اقدس کے وصال کے بعد سے درس قرآن کریم فقیر نے شروع کر دیا ہے اور آئندہ سال دورہ بھی شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہوں' ایک مدرس کی ضرورت ہے جو با اخلاص ہو' قلیل معاوضہ پر کام کر سکے' اس لئے کہ دورہ کے بعد دیگر اسباق کا انتظام نہیں کر سکتا----- اخبارات کے ذریعہ وفات حسرت آیات کی خبر تمام ملک میں مشتہر ہو گئی تھی' فرداً فرداً کسی کو اطلاع نہیں دے سکا' بلکہ تعزیت نامے تو اس قدر افزوں وارد ہوئے ہیں کہ ایک کا جواب بھی نہیں دیا گیا' آپ اور آپ کے والد ماجد اور جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون معروض----- والسلام"-----

حزین و غمگین ابو البرکات سید احمد غفرلہ

(موصولہ' ۱۷/ نومبر ۱۹۳۵ء)

صدر الافاضل و صدر الشریعہ کا وصال

نازش اہل سنت محسن ملت حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نور اللہ مرقدہ (۱۳۰۰ھ---۱۳۶۷ھ) اہل سنت کے اکابر زعماء میں سے تھے' آپ علم و فضل' تقویٰ و طہارت اور تنظیم و سیاست میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ سادات خاندان سے تعلق تھا' آپ کے آباء و اجداد شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد حکم رانی میں مشہد (ایران) سے ہندوستان تشریف لائے۔ آپ کے والد گرامی مولانا معین الدین نزہت جید عالم دین اور قادر الکلام شاعر تھے۔ حضرت صدر

الافاضل نہایت ذکی اور صاحب بصیرت تھے' آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور ۱۹ سال کی عمر میں طب و حکمت کے علاوہ درس نظامی کے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر کے سند فراغت پائی۔ شیخ الکل مولانا شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے سند حدیث حاصل کی اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے----- بعد ازاں شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی سے جملہ سلاسل طریقت میں خلافت و اجازت سے بہرہ یاب ہوئے-----

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو آپ پر بے پناہ اعتماد تھا اور آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے' صدر الافاضل کا لقب بھی اعلیٰ حضرت ہی نے آپ کے لئے تجویز فرمایا تھا-----

آپ بہترین مناظر' بلند پایہ مدرس' فصیح البیان خطیب' بے مثل ادیب' جید عالم دین اور عظیم شیخ طریقت تھے۔ قیام پاکستان کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اہل سنت کو متحد کر کے ان کی عروق مردہ میں نئی روح پھونک دی----- متحدہ ہندوستان کے طول و عرض میں دورے کیے اور تحریک پاکستان کو آگے بڑھایا----- بنارس میں سنی کانفرنس منعقد کی' جس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی تھی----- اس کانفرنس میں مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کی گئی جس سے تحریک پاکستان کو زبردست تقویت ملی-----

آپ نے متعدد بلند پایہ کتابیں تصنیف فرمائیں' جن میں تفسیر خزائن العرفان' الکلمۃ العلیا' دیوان نعیم' اطیب البیان اور سوانح کربلا وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ کی زیر سرپرستی ماہنامہ سواد اعظم شائع ہوتا تھا' آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے اسماء

گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات قادری، غازیٔ کشمیر مولانا ابوالحسنات قادری، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی، فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری اور حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمہم اللہ تعالیٰ-----

اہل سنت کے اس عظیم رہنما کے وصال پر ملال کے موقع پر سید صاحب قبلہ نے تحریر فرمایا:

"۲۲/ اکتوبر ۱۹۴۸ء (۱۸/ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ) بروز جمعہ مبارکہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ اس دار فانی سے راہیٔ ملک بقا ہوئے اور ہمیشہ کے لئے ہم بے کسوں کو داغ مفارقت دے گئے----- حضرت کے وصال سے دنیائے اہل سنت میں زبردست کمی واقع ہو گئی----- ایسی مقدس و مقتدر ہستیاں اب کہاں دیکھنے میں آئیں گی، قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کر دیا گیا ہے، اشک باری اور دل فگاری سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون----- اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منھا-----

دنیا دار کے مرنے پر آسمان تک شور مچایا جائے اور عالم دین قدوۃ السلمین کی وفات پر نام نہاد جمعیۃ العلماء کو اتنا بھی احساس (نہ) ہو جتنا معمولی آدمی کے مرنے کا ہوتا ہے----- اغراض و مقاصد کچھ بتائے جاتے تھے، عمل برعکس ہو رہا ہے۔ مدارس اسلامیہ کا دار و مدار مختلف رقوم سے چلتا ہے، تمام مطالبات کو چھوڑ کر صدقات، چرم قربانی اور زکوٰۃ کی فراہمی پر زور دیا جاتا ہے اور تمام رقوم حکومت کے سپرد کر دی جاتی ہیں

تاکہ حکومت خوش ہو اور دنیا میں نام مشہور ہو جائے اور مدارس وغیرہ طلبہ علماء فضول اور درس و تدریس لغو و بے کار ہے، ان کو ختم کر دیا جائے----- انا للہ و انا الیہ راجعون و حسبنا اللہ لدیننا و حسبنا اللہ لدنیانا و حسبنا اللہ لجمیع امورنا و ھو المستعان و علیہ التکلان-----

اس وقت دل و دماغ پر صدمات کا کافی اثر ہے----- دو ذیقعد کو بمبئی میں مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے----- حج کے ارادہ سے آئے تھے، راستہ میں بیمار ہوئے، بمبئی میں انتقال فرمایا----- فوقع اجرہ علی اللہ"-----

(محررہ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز اہل سنت کے اکابر علماء میں سے تھے، آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مرید اور خلیفہ تھے، محدث سورتی حضرت شاہ وصی احمد سے درس حدیث لیا، دارالعلوم بریلی شریف میں ایک عرصہ تک مدرس رہے اور اعلیٰ حضرت کی صحبت میں رہ کر افتاء نویسی کا کام سرانجام دیتے رہے----- درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بڑی دسترس تھی، آپ کی تصنیف بہار شریعت (۱۷ جلدیں) فقہ حنفی کا بیش بہا خزینہ ہے۔ علاوہ ازیں فتاویٰ امجدیہ اور طحاوی شریف کا عربی حاشیہ بھی آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ معروف عالم دین علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ (سابق ایم این اے) اور مولانا رضاء المصطفیٰ خطیب میمن مسجد کراچی آپ کے صاحبزادے ہیں-----

۲/ ذی قعد ۱۳۶۷ھ، ۶/ ستمبر ۱۹۴۸ء کو وصال فرمایا-----

علامہ بہاری اور دیگر علماء کا وصال

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری قادری رضوی (۱۸۸۰ء تا ۱۹۶۲ء) اہل سنت کے مشہور عالم دین، محقق، مناظر، مصنف اور مبلغ تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضرت محدث سورتی اور مولانا احمد حسین کان پوری ایسے جلیل القدر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کو ان کی علمی قابلیت اور مہارت پر بڑا اعتماد تھا۔ آپ نے صحیح بہاری کے نام سے فقہ حنفی کی مؤید احادیث کا قابل قدر ذخیرہ جمع کیا، یہ کتاب کم و بیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے، جس میں دس ہزار کے لگ بھگ احادیث مبارکہ درج ہیں۔ آپ کو علم توقیت میں خاص ملکہ تھا۔ ستر سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ وعظ و خطابت میں بھی کمال حاصل تھا، ہر سال ۲۷/ رجب کو معراج النبی ﷺ کے حوالے سے دو اڑھائی گھنٹہ خاص خطاب ہوتا، یہ سلسلہ تیرہ سال تک جاری رہا، پہلے سال تسمیہ پر اور بقیہ بارہ سال آیت مبارکہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا ---- الخ میں لفظ سبحن سے من تک خطاب ہوا، جو تیرہ (۱۳) کتابچوں کی صورت میں محفوظ اور آپ کی علمیت پر شاہد عادل ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے-----

حضرت ملک العلماء علامہ بہاری کے وصال پر سید صاحب قبلہ نے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے نام ارقام فرمایا:

"حضرت فاضل جلیل ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے، ان کا ۱۹/ نومبر ۶۲ء کو بروز پیر مکان پر انتقال ہو گیا ہے، بے حد صدمہ

ہے----- موت العالم موت العالم----- مولانا کا وجود اس پر فتن زمانہ میں غنیمت تھا، اہل سنت کی بد نصیبی ہے کہ ایسے علماء ہم سے اٹھتے جا رہے ہیں۔ محدث صاحب (سید کچھوچھوی) علیہ الرحمہ، بھیا صاحب (مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری) اور مولانا حشمت علی خاں صاحب جیسے خادمان دین کی کمی اس قحط الرجال زمانہ میں ناقابل تلافی نقصان ہے----- مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان حضرات کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے"-----

(محررہ، ۱۰/ رجب المرجب ۸۲ھ)

مفتی آگرہ کا وصال

"ہاں یہ خبر سن کر بے حد رنج ہو گا کہ حضرت مولانا مولوی عبد الحفیظ صاحب محدث انوار العلوم ملتان ایک روز علیل رہ کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر داغ مفارقت دے گئے اور اہل سنت کے لئے ان کا انتقال فرما جانا اس نازک دور میں سخت رنج و ملال کا باعث ہے، اپنے یہاں قرآن خوانی کرا کے مولانا کو ایصال ثواب کرا دیا جائے"-----

(مکتوب پر تاریخ درج نہیں مگر چونکہ مفتی آگرہ مولانا عبد الحفیظ حقانی کا انتقال ۵/ ذوالحجہ ۱۳۷۷ھ، ۲۳/ جون ۱۹۵۸ء کو ہوا لہذا اسی کے قریب کسی تاریخ کا تحریر کردہ ہے)------(مجبؔ)

مفتی آگرہ حضرت علامہ عبد الحفیظ حقانی (۱۹۰۰ء تا ۱۹۵۸ء) اہل سنت کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ اہل حدیث کے معروف عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری سے مناظرہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی، ۱۹۴۵ء میں جامع مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر

ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں انوار العلوم ملتان میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے متعین ہوئے-----

آپ کو تحریر و تقریر اور درس و تدریس پر مکمل عبور حاصل تھا' ایک درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں-----

ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد حسن حقانی مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی (سابق ایم پی اے سندھ) آپ کے فرزند ارجمند ہیں-----

دل داری و دل جوئی

سید صاحب قبلہ کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عجز و انکسار کے پیکر تھے' تلامذہ و محبین و معتقدین پر شفقت و دل داری ان کا شیوہ تھا' وہ باصلاحیت افراد کی حوصلہ افزائی فرماتے' خصوصاً سیدی فقیہ اعظم سے بہت زیادہ شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے' ان کی علمی خدمات پر اظہار مسرت کرتے' مشکلات میں دل جوئی اور مشورہ طلب امور میں رہنمائی فرماتے' چند خطوط ملاحظہ ہوں-----

سیدی فقیہ اعظم نے آپ کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے لئے غالباً دورۂ حدیث کی سندوں کی کتابت و طباعت کے بارے میں عرض کیا ہو گا' جس کی ذمہ داری آپ نے قبول فرمائی' اس سلسلے میں ایک اقتباس پیش ہے:

"سندات ہنوز نہیں لکھی گئیں' لاہور میں خط نسخ لکھنے والا فی الحال موجود نہیں' سنا ہے کہ عادل گڑھ اور گجرات سے کچھ کاتب آنے والے ہیں' جب انتظام ہو جائے گا' ان شاء اللہ طبع بھی کرائی جائیں گی"-----

(موصولہ' ۲/ جولائی ۸۳ء)

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"سند کا کاغذ ابھی دستیاب نہیں ہے' امید ہے کہ عنقریب ہفتہ عشرہ میں مکمل ہو جائے"-----

(تاریخ درج نہیں ہے)

ایک خط میں ارقام فرمایا:

"آپ کی سند چھپ کر تیار رکھی ہے' کوئی آنے والا ہو تو بھیج دی جائیں گی"-----

(محررہ' ۲۷/ اکتوبر ۸۳ء)

حضرت فقیہ اعظم کبھی کبھی دیہات کا عمدہ دیسی گھی اپنے استاذ گرامی کو نذر پیش کرتے تو اس پر شکریہ ادا کرتے اور کبھی حسب ضرورت خود منگوانے کا حکم دیتے' چند اقتباسات درج ہیں:

"روغن زرد (دیسی گھی) (محب) اگر ملتا ہے تو ایک کنستر کسی کے ہاتھ بھیج دیا جائے"-----

(موصولہ' ۲/ جنوری ۸۳ء)

"آپ کا مرسلہ تحفہ روغن زرد ایک کنستر وصول ہوا' اس تکلیف فرمائی اور کرم نوازی کا تہہ دل سے متشکر و ممنون ہے"-----

(۲۲/ جون ۱۹۵۹ء)

"روغن زرد ایک کنستر صوفی صاحب سے موصول ہوا' بہت بہت شکریہ----- جزاك الله عنا خير الجزا"-----

(۱۲/ رمضان المبارک ۷۷ھ)

ہے اور کتب خانہ تعمیر ہو گیا ہے (قدیم عمارت جو موجودہ صحن دارالعلوم کے درمیان تھی) مبارک ہو----- مولیٰ تعالیٰ یوماً فیوماً ترقی عطا فرمائے اور صحت جسمانی و ایمانی کے ساتھ بر سر افاضہ و افادہ قائم و دائم رکھے-----

(محررہ' ۱۶/ فروری ۱۹۵۱ء)

ایک اور مکتوب میں یہ دعائیہ کلمات لکھے:

"مولیٰ سبحانہ تعالیٰ دارالعلوم کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حوادثات سے محفوظ رکھے"-----

(۱۴/ اکتوبر ۵۸ء)

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے ابتدائی دور میں حضرت فقیہ اعظم کے پاس ذخیرۂ کتب محدود تھا' کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ آپ حضرت سید صاحب قبلہ کی طرف رجوع کرتے' اسی طرح دارالعلوم کے لئے درسی کتب کی ضرورت ہوتی' تو سید صاحب کو لکھ بھیجتے' آپ بازار سے خرید کر بھجوا دیتے' اس سلسلے میں کچھ اقتباسات درج ہیں:

"رسائل ارکان اربعہ چند روز سے مفقود ہے' ایک ہی نسخہ تھا' کتابوں کی نقل و حرکت میں ایسا گم ہوا کہ اور کتابوں کی طرح وہ بھی دستیاب نہیں ہو رہا"-----

(محررہ' ۳/ جنوری ۵۹ء)

ایک خط میں رقم فرماتے ہیں:

"صوفی صاحب اور یہ فقیر ارشاد الساری کو تلاش کرتے رہے' لیکن

المسلك المتقسط کے نام سے اور کاتب نے ارشاد الساری نام لکھ دیا تھا' اسی مغالطہ میں پہلی مرتبہ ہی کتاب نہیں ملتی تھی----- آخر صوفی صاحب کو بے نیل مرام واپس کر دیا' پھر فقیر کتاب ہی تلاش کر رہا تھا کہ مولوی غلام دستگیر صاحب سلمہ دفتر میں تشریف لائے اور کتاب کا تذکرہ کیا' فقیر اظہار افسوس کر رہا تھا کہ پھر مکرر سہ کرر نظر غائر ڈال کر دیکھا تو اسی حجم کی کتاب ہاتھ آئی' کھول کر دیکھا تو وہی کتاب تھی' جس کی تلاش تھی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور مولوی غلام دستگیر صاحب کے ہاتھ خدمت سامی میں بھیج رہا ہوں-----

اس سے فائدہ اٹھائیں اور سفر حج میں لے جانے کی ضرورت ہو تو لے جائیں' جب بفضلہ تعالیٰ سفر حج و زیارت سے مراجعت فرمائے بھرپور ہوں تو فقیر کو یہ کتاب واپس بھیج دی جائے"-----

(۱۲/ رمضان المبارک ۷۷ھ)

حج کے موقع پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ سے اس کتاب کا ایک نسخہ لائبریری کے لئے خرید لیا' جو تمام اسفار حج و زیارت میں پاس رہتا۔ افسوس کہ ۱۹۹۷ء کے حج میں یہ کتاب اور بہار شریعت حصہ ششم مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری اپنے ساتھ لے گئے' منیٰ میں آتش زدگی کا سانحہ پیش آیا' حافظ صاحب حمد اللہ بچ گئے' مگر افسوس کہ یہ یادگار کتابیں نذر آتش ہو گئیں----- ان دونوں کتابوں پر سیدی فقیہ اعظم کے حواشی تھے' جنہیں الگ نقل بھی نہیں کیا جا سکا تھا' افسوس اس علمی سرمایہ سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے----- انا للہ و انا الیہ راجعون-----

ایک اور خط میں تحریر فرمایا:

"حسب الارشاد درسیات بازار سے کمیشن منہا کر کے خرید لی ہیں' قیمت ادا کر دی ہے' (پھر کتب کی تفصیل اور قیمت و کمیشن کے بعد لکھا) واجب الوصول کل اکیاسی (۸۱) روپے ہیں"-----

(۸/ مارچ ۱۹۵۱ء)

سید صاحب قبلہ آپ کے ذوق مطالعہ سے واقف تھے' ایک بار سالانہ اجلاس کی دعوت بھی اور ساتھ ہی تحریر فرمایا:

"دوران جلسوں میں کثرت کار کی وجہ سے کتابوں کا معائنہ و مطالعہ مشکل و غیر متوقع ہوتا ہے"-----

(محررہ' مئی ۱۹۵۶ء)

فقیہ اعظم اور ان کے اعزہ کی عافیت طلبی

حضرت سید صاحب قبلہ حضرت فقیہ اعظم اور ان کے اعزہ و اقارب کی خیریت معلوم کرتے رہتے' موصوف آپ کے مکتوب اور صحت و عافیت کی خبر سے غایت درجہ مسرور ہوتے:

"حامیٔ سنن سنیه ماحیٔ بدعات شنیعه عمدۃ الاحبا زبدۃ الاخلا مولانا و بالفضل اولنا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب قادری نعیمی اشرفی صانہ المولیٰ القوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-----

نامی نامہ مسرت شامہ شرف صدور لایا' مسرور الوقت و مرہون احسان

فرمایا----- جزاک اللہ عنا خیر الجزاء فی الدین والدنیا و الآخرہ----- آپ کی مبارک اور پر خلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اب بفضلہ و کرمہ سب خورد و کلاں مع الخیر و العافیہ ہیں----- آپ کی صحت و عافیت کی خبر فرحت اثر سے دل حزیں کو راحت و فرحت حاصل ہوئی-----

مولیٰ تعالیٰ سے اوقات خاصہ میں درس و وظائف کے بعد فقیر یہی عرض و معروض کرتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے علماء و طلبہ و احباء کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ و مصئون رکھے' آمین----- جملہ لواحقین و متوسلین و طلبہ اہل سنت کی خدمت میں سلام مسنون' نیاز مشحون' معروض----- والسلام خیر الختام-----"

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ

(۲۸/ جمادی الاولیٰ ۷۷ھ)

ایک مکتوب میں لکھا ہے:

"مکتوب دل نواز نے مسرور الوقت کیا' ناسازیٔ طبع کی خبر نے نہایت مغموم کیا' مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب دردمندان محبت کے طبیب روحی فداہ ﷺ کے صدقہ میں شفاء کاملہ عاجلہ تامہ شاملہ مرحمت فرمائے' فقیر

حضرت فقیہ اعظم کے اعزہ کی بھی خبر گیری فرماتے' ایک خط میں آپ کے والد ماجد کی علالت کے دوران طبی مشورہ تحریر فرمایا:

"ڈاکٹر محمد افضل صاحب سلمہ سے آپ کے والد ماجد مدظلہ کے متعلق مشورہ کیا تھا' ابھی اپریشن نامناسب ہے' موسم خوش گوار ہونا چاہیے----- ڈبل اپریشن ہوتا ہے' لہذا مستقبل میں ان شاء اللہ آپریشن کی تجویز کی جائے گی' فقیر کی طرف سے سلام عرض کریں اور ان کی صحت

تامہ اور شفاء عاجلہ کے لئے دعا کرتا ہوں، مولی تعالی قبول فرمائے"-----

(موصولہ، جون ۱۹۵۹ء)

ڈاکٹر صاحب موصوف نے جب آپریشن کے لئے وقت دیا تو ان ایام میں رمضان المبارک تھا، چنانچہ آپ نے ڈاکٹر صاحب کا پیغام نقل کرنے کے بعد اپنا مشورہ بایں الفاظ دیا:

"فقیر کی رائے یہ ہے کہ رمضان المبارک میں شاید آپ حضرات و خدمت گزاروں کو تکلیف ہو تو اگر رمضان تک توقف کیا جائے تو اس میں آپ کو آسانی ہو گی----- رمضان کے بعد آپریشن کیا جائے اور اگر اتنے عرصہ تک توقف کا موقع نہیں تو پھر جمعہ کی شام کو لاہور پہنچ جانا چاہیے تا کہ ہفتہ کی صبح ساڑھے آٹھ بجے ہسپتال پہنچ کر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کر کے داخلہ کرا دیا جائے"-----

(۲۲/ فروری ۱۹۶۰ء)

ایک بار حضرت صاحبزادہ مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ نو عمری میں علیل ہو گئے، اس موقع پر گرامی نامہ تحریر فرمایا:

"عزیزی مولوی محمد نصر اللہ سلمہ اللہ تعالی کے لئے دعا کرتا ہوں، مولی تعالی جلد از جلد شفا کاملہ تامہ عطا فرمائے، اگر وہاں علاج اطمینان بخش ہو رہا ہے تو خیر ورنہ موصوف کو یہاں ایک دن کے لئے ہی بھیج دیا جائے تو حاجی غلام محمد صاحب جراح جو دیرینہ تجربہ رکھتے ہیں، کو دکھا دیا جائے اور ان کی تجویز سے علاج ہو"-----

(۲۶/ ماہ رمضان المبارک ۷۶ھ، ۱۹۵۷ء)

حقیر پنج گانہ اور بعد درس خصوصی دعا کرتا ہے----- مولی تعالی خار اور جملہ عوارض و حوادث سے نجات عطا فرمائے"-----

(تاریخ درج نہیں ہے، غالباً ۶۲ء کی تحریر ہے)

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

"فاضل جلیل عالم نبیل فقیہ العصر مولانا الحاج شیخ الحدیث

مولانا نور اللہ صاحب نور اللہ سرہ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ-----

نامی نامہ دل نواز نے مسرور الوقت فرمایا۔ مولی تعالی جملہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و مصئون فرمائے اور صحت کاملہ و شفائے عاجلہ مرحمت کرے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ درخواست حاضری دربار ذربار سید الابرار صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ و صحبہ منظور ہو جائے----- والسلام"-----

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ

(۹/ شعبان المعظم ۸۳ھ، ۲۶/ دسمبر ۱۹۶۳ء)

ایک اور مکتوب میں ارقام فرمایا:

"کشتہ گاؤ دنتی حاضر ہے، مناسب بدرقہ کے ساتھ استعمال فرمائیں، خار کے لئے تو نہایت مفید ثابت ہوا ہے، ہزاروں مریضوں کو یہی دیا گیا ہے، مولی تعالی بطفیل شافع یوم النشور شافی الامراض دافع البلیات علیہ التحیۃ والتسلیمات آپ کو صحت کاملہ و شفاء عاجلہ تامہ مرحمت فرمائے"-----

(۱۰/ نومبر ۶۲ء)

اولاد کی دینی تربیت

حضرت قبلہ سید صاحب کی خواہش تھی کہ ان کے خاندان کی علمی روایات برقرار رہیں' وہ اپنے پوتوں اور عزیزوں کو عالم دین بنانا چاہتے تھے' چنانچہ انہوں نے اپنے تین پوتوں کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں داخل کروایا' اس سلسلے میں ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"آپ کی نوازشات و احسانات کا ممنون و متشکر ہوں۔ عزیزان حسنات احمد' برکات احمد اور ظفر احمد کو آپ کے سایہ عاطفت میں چھوڑا ہے' قوی امید ہے کہ فارسی اور عربی میں ظفر کو اس قابل کر دیا جائے کہ اس کو عربی کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے----- حسنات و برکات تو ابھی نماز وغیرہ سے بھی بے خبر ہیں"-----

(محررہ' ۱۳/ رجب المرجب ۱۳۸۷' ۱۷/ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

صاحبزادوں نے جب تعلیم میں سستی دکھائی تو حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے آپ کو لکھ بھیجا ہو گا' جس پر تحریر فرمایا:

"ظفر وغیرہ کی بد قسمتی ہے کہ آپ کے زیر سایہ رہ کر بھی پڑھنے میں کوشش و محنت نہ کریں' آپ جیسا شفیق و مہربان سرپرست کہاں میسر ہو سکتا ہے----- تعطیلات میں جب یہاں آئیں گے تو فہمائش کی جائے گی"-----

(محررہ' ۱۹/ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ' ۱۹۶۸ء)

عجز و انکسار

حضور قبلہ سید صاحب کے کئی گرامی ناموں میں عجز و انکسار اور بھرپور شفقت کا رنگ دکھائی دیتا ہے' ایک خط میں کس عاجزی سے اپنی عافیت کی اطلاع دیتے ہیں:

"فقیر حقیر درماندہ نفس شریر بفضلہ القدیر تادم تحریر مقرون بعافیت ہے"-----

(تاریخ ندارد)

ایک مرتبہ سالانہ اجلاس میں عدم شمولیت پر بڑی بے ساختگی اور خلوص و محبت سے معذرت نامہ لکھا:

"خدا گواہ ہے کہ بصیر پور حسب وعدہ نہ پہنچنے کا بے حد قلق ہے' ملتان سے بصد اصرار رخصت ہو کر اسٹیشن آیا' آتے ہی گاڑی چھوٹ گئی' اس وقت جس قدر رنج و افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر فوری کسی اور گاڑی کے متعلق دریافت کیا' معلوم ہوا کہ اب کوئی گاڑی بصیر پور جانے والی نہیں ہے' مجبور ہو گیا---- میں سچ عرض کرتا ہوں کہ سخت مجبور تھا---- امید ہے کہ مقتضائے کرم معاف فرمائیں گے اور خاطر اقدس میں میری جانب سے جو تکدر پیدا ہوا ہے وہ دور کر دیں گے-----

و العذر عند کرام الناس مقبول

جلسہ کی کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں' مولیٰ تعالیٰ دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اعداء اسلام پر ہمیشہ مظفر و منصور رکھے----- آمین"-----

(۶/ اپریل ۱۹۵۲ء)

فکر عقبیٰ

تقاضائے بندگی یہ ہے کہ بندہ ہمہ وقت یاد الٰہی میں مگن رہے' وہ کاروبار حیات میں منہمک ہو تو مولیٰ کی یاد اور فکر آخرت سے غافل نہ ہو' حضرت سید صاحب قبلہ کے اوقات دین کے فروغ اور اشاعت کے لئے وقف تھے' ان کا زیادہ وقت درس و تدریس' فتویٰ نویسی اور اوراد و وظائف میں بسر ہوتا' آپ کے بعض مکاتیب میں بھی فکر آخرت کی جھلک دکھائی دیتی ہے' مثلاً:

"فقیر حقیر پنجگانہ اور بعد درس خصوصی دعا کرتا ہے اور یہی درخواست آپ سے ہے کہ حسن خاتمہ اور ثبات و استقامت علی الدین کے لئے دعا فرمائیں"-----

(غالباً ۱۹۶۶ء)

نومبر ۱۹۶۶ء میں حضرت فقیہ اعظم نے آپ کو درجہ حدیث کے امتحان کی دعوت بھجوائی اور زاد راہ مبلغ بیس روپے بھجوایا' (تب یہ بہت معقول رقم سمجھی جاتی تھی' ان دنوں سونا ایک سو روپے فی تولہ تھا---محبؔ) آپ نے وعدہ فرمالیا اور اس دینی کام کے لئے کرایہ لینا بھی مناسب نہ سمجھا اور جواباً جو گرامی نامہ تحریر فرمایا' اس میں بھی فکر عقبیٰ صاف دکھائی دیتی ہے:

"حسب الارشاد پنج شنبہ (جمعرات) کو صبح روانہ ہو کر شام کو ہی لاہور واپس آجاؤں گا' دورہ ابھی کچھ باقی ہے' اس لئے صبح اور شام اسباق ہوتے ہیں----- نیز گھٹنوں میں درد ہے' دعا فرمائیں مولیٰ تعالیٰ دینی خدمات انجام دینے کی ہر وقت توفیق عطا فرماتا رہے اور استقامت علی الدین' ذوق طاعت و شوق عبادت اور سجدوں کی لذت مرحمت فرمائے اور

خاتمہ بالخیر والعافیہ ہو-----معہ (۲۰) روپیہ بعد شکریہ واپس کیے جاتے ہیں' فقیر کے لئے دعا فرمائیں' پنجشنبہ کو کوئی عائق و مانع پیش نہ آئے"-----

(۱۰/ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ' ۲۴/ نومبر ۱۹۶۶ء)

دارالعلوم کے ریکارڈ سے پتا چلتا ہے کہ آپ ۱۷/ شعبان المعظم' یکم دسمبر ۱۹۶۶ء کو امتحان کے لئے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تشریف لائے تھے' اس موقع پر آپ نے درج ذیل تاثرات ارقام فرمائے:

"آج مورخہ یکم دسمبر ۶۶ء بروز پنج شنبہ حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مولانا الحاج مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت فیوضہم کی دعوت پر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے طلبہ دورۂ حدیث کے امتحان کے لئے حاضر ہوا اور عالی شان جامع مسجد' جو دارالعلوم سے ملحق ہے' میں نماز ادا کی۔ بعدہ دارالفرقان جو ایک وسیع عمارت میں ہے' تقریباً دو صد طلبہ قرآن کریم کی تعلیم میں مشغول تھے۔ بعدہ دارالعلوم کے نو تعمیر شدہ کمروں کو دیکھا' پھر کتب خانہ کی زیارت کی' ماشاء اللہ کتب درسیہ اور نیز نادر الوجود کتابوں کی' جو ہر قسم کے علوم و فنون کی ہیں' معائنہ کیا۔ بے حد مسرت ہوئی اور دل سے دعا نکلی کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا محمد نور اللہ صاحب کو طویل عمر عطا فرمائے' صحت و تندرستی کے ساتھ خدمت دین اور تعلیم و تدریس علم سید المرسلین ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائے اور یہ چمنستان رسالت یوماً فیوماً علی الدوام پھولتا پھلتا رہے اور حضرت مولانا موصوف کے لواحقین و معاونین کو اسی طرح سرگرمی سے خدمات دینی انجام دینے کی مزید توفیق دے۔ فقیر نے دورہ حدیث کے پندرہ طلبا کا بخاری و مسلم میں سے متعدد

مقامات سے امتحان لیا ہے' بحمدہ تعالیٰ جملہ طلبا کو ہونہار پایا اور مولانا موصوف کی محنت و عرق ریزی کا نمونہ پایا۔ مولیٰ تعالیٰ جملہ طلبا کو کامیاب کرے اور دین کی خدمت کا موقع عطا فرمائے----- آمین

معاونین و مخیر حضرات کو چاہیے کہ اس خالص ادارے کی بیش از بیش دامے درمے قدمے اعانت و امداد کر کے ثواب دارین حاصل کریں"-----

فقیر قادری غفرلہ

سید صاحب قبلہ کے دورۂ بھیر پور شریف کا تذکرہ آیا ہے تو یہ بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ احقر کی عمر اس وقت سات سال کے لگ بھگ تھی' مگر بعض جزئیات بلکہ مقام امتحان تک یاد ہے' آپ نے مسلم شریف کا امتحان کتاب الزکوٰۃ سے لیا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید کے سلسلے میں حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک فاضل دوست سخت مشکل میں پڑے' ترجمہ انہیں معلوم تھا مگر اسے اردو میں منتقل کرتے ہوئے اردو اور پنجابی کو باہم ملا کر "گھر دو" سا بنا دیا' جس سے محظوظ ہونا مجھے ابھی تک یاد ہے-----

سید صاحب قبلہ کا پان کھانے کا معمول تھا' دارالعلوم کے مرکزی دروازہ میں داخل ہوں تو دہنی جانب بالائی منزل پر دارالکتب تھا' وہیں حضرت فقیہ اعظم درس حدیث دیا کرتے اور یہی مدرسہ کا دفتر تھا' سید صاحب قبلہ دفتر میں تشریف فرما ہوئے تو اگال دان طلب فرمایا' ظاہر ہے اگال دان یہاں کہاں؟ آخر یہ مسئلہ یوں حل ہوا کہ والد صاحب قبلہ نے احقر کے ذریعے گھر سے چینی کا برتن منگوا کر بطور اگال دان پیش کر دیا-----

اوراد و وظائف

سید صاحب قبلہ کو عملیات اور اوراد و وظائف میں بھی بڑا عبور حاصل تھا' وہ خود بھی عامل تھے' خاندانی وظائف کے علاوہ اساتذہ و مشائخ' خصوصاً اعلیٰ حضرت بریلوی سے بھی عملیات اور اوراد کی اجازت حاصل تھی' آپ کے مکاتیب میں بھی کئی عمل ملتے ہیں' مثلاً:

"استخارہ

اول دو رکعت نفل پڑھیں' بعد فاتحہ سورۂ والضحیٰ والم نشرح-----
اول رکعت میں والضحیٰ دوسری رکعت میں الم نشرح' پھر (نماز سے فراغت کے بعد (محب)) یہ کلمات سو سو مرتبہ پڑھیں:

يا عليمُ علِّمْنِي يا خَبِيْرُ أَخْبِرْنِي يَا رشيدُ أَرشِدْنِي يَا هَادِيْ إِهْدِنِي يَا بَشِيْرُ بَشِّرْنِي يَا مُعِيْنُ أَعِنِّي-----

پھر داہنی کروٹ اسی جگہ سو جائے' کسی سے کلام نہ کریں' دل میں پڑھتے وقت اپنی حاجت کا تصور رکھیں"-----

(محررہ ۲۰/ رجب المرجب ۸۶ھ)

تحریک ختم نبوت کے ایام میں یہ وظیفہ تحریر فرمایا:

"مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو جلد از جلد اس بلائے ناگہانی سے نجات دے----- اس عمل کو روزانہ اکسٹھ (۶۱) بار بعد نماز مغرب پڑھا کریں' اول و آخر درود شریف:

يا اللهُ يا رحمنُ يا رحيمُ يا مالكُ يا قُدُّوسُ يا سلامُ يا مؤمنُ يا مهيمنُ يا عزيزُ يا عزيزُ يا عزيزُ عَزِّزْنِي بِعِزَّتِكَ فِي الدَّارَيْنِ يَا

عزیزٌ یا خلاصَ المستجُوْبِیْنَ اَغِثْنِیْ یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ بِحُرْمَةِ سیدِ المرسلین ﷺ"-----

(محررہ' ۱۳/ اگست ۵۳ء)

طب و حکمت

قدیم علمائے کرام معقولات و منقولات میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ طب سے بھی لگاؤ رکھتے' طب باقاعدہ درس نظامی کے نصاب کا حصہ تھی' طب نبوی کے حوالے سے احادیث مبارکہ کا ذخیرہ بھی موجود ہے----- حضرت سید صاحب قبلہ کے برادر گرامی مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمہ حکیم حاذق تھے اور ان کا باقاعدہ مطب تھا----- جسے بعد میں ان کے اکلوتے فرزند امین الحسنات سید خلیل احمد قادری علیہ الرحمہ بڑی کامیابی سے چلاتے رہے----- خود سید صاحب قبلہ کو بھی اس فن پر مکمل دسترس تھی' لوگ آپ سے مستفید ہو کر شفایاب ہوتے' جیسا کہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"مشتہ گودنتی----- بخار کے لئے تو نہایت مفید ثابت ہوا ہے' ہزاروں مریضوں کو یہی دیا گیا ہے"-----

(محررہ' ۱۰/ نومبر ۶۶ء)

آپ کے مکاتیب میں بعض نسخہ جات بھی درج ہیں' مثلاً:

"ایک نسخہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جو اکثر استعمال فرمایا کرتے تھے' حاضر ہے:

قہوہ مقوی معدہ و جگر و دماغ و مشتہی (بھوک آور)

پودینہ خشک پانچ ماشہ' دار چینی ڈیڑھ ماشہ' قرنفل پانچ عدد' الائچی

سفید جوکوب دو ماشہ' انیسوں تین ماشہ' گاؤ زبان گیلانی تین ماشہ' بادرنجبویہ تین ماشہ' مویز منقی دس دانہ' عود غرقی تین سرخ' نبات سفید دو تولہ' مشک تین برنج' گلاب عمدہ تین تولہ

مجموعہ خوراک چائے کی طرح جوش دے کر روزانہ پئیں' حسب مزاج دواؤں میں کمی بیشی کر سکتے ہیں"-----

(محررہ' ۲۰/ رجب المرجب ۸۶ھ)

لال کوٹھی

جس جگہ اب حزب الاحناف کی موجودہ عمارت ہے' یہ جگہ لال کوٹھی کے نام سے مشہور تھی' جب گنج بخش روڈ کی توسیع ہوئی تو اس کی کافی جگہ منصوبہ بندی میں آ گئی' جس کا معاوضہ نہ ہونے کے برابر تھا' اس وقت میاں محمد شمس خاں وٹو' صدر محمد ایوب خاں صاحب کی کابینہ میں وزیر بلدیات تھے اور یہ انہیں کے محکمے کے متعلق معاملہ تھا' وٹو صاحب حضرت فقیہ اعظم کے معتقد اور حلقہ نیاز کے تھے' اس لئے سید صاحب قبلہ نے آپ کو سفارش کے لئے حکم فرمایا' حضرت فقیہ اعظم نے وزیروں مشیروں سے کبھی کوئی کام نہ لیا تھا' بڑے بڑے لوگ آپ کے ہاں حاضری دیتے مگر کبھی اپنی ذات یا دارالعلوم کے لئے مفاد حاصل نہ کیا تھا' اپنے استاذ گرامی کے ایماء پر آپ نے سفارش کی' محکمانہ کارروائیوں میں جس طرح تاخیری حربے استعمال کیے جاتے ہیں' لال کوٹھی کے سلسلہ میں بھی ان سے سابقہ پڑا----- علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب کی بعض اوقات وٹو صاحب سے ملاقات ہی نہ ہو پاتی' بالآخر سید صاحب قبلہ نے حضرت کو صورت حال سے آگاہ فرمایا تو آپ نے اپنے ایک عقیدت مند ماسٹر محمد شمس صاحب (مقیم نئی آبادی بصیر پور) جو میاں محمد شمس صاحب کے بھی

دوست تھے' کی ڈیوٹی لگائی' انہوں نے پے در پے لاہور کے چکر لگائے' بالآخر حضرت فقیہ اعظم کی ذاتی کوششوں سے سید صاحب قبلہ اور رضوی صاحب کے حسب منشا تصفیہ ہوا اور کروڑوں روپے کی یہ جائیداد محفوظ ہو گئی-----

اس عرصہ میں سید صاحب قبلہ نے کئی خطوط تحریر فرمائے' جن میں سے بعض محفوظ ہیں' چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :

"وٹو صاحب نے جس کے سپرد کیا ہے' وہ اس قدر معروف ہیں کہ ان سے آج تک ملاقات میسر نہیں ہو سکی۔ کئی بار محمود صاحب جا چکے ہیں اور ماسٹر (محمد یٰس) صاحب بھی بے حد دلچسپی لے رہے ہیں اور آپ کی توجہ سے وہ بہت ہی کوشاں ہیں........ وٹو صاحب سے بھی یہی کہنا ہے کہ آپ اپنی خصوصی توجہ فرمائیں تو یہ کام ہو سکتا ہے----- اگر مناسب متصور ہو تو پھر دوبارہ ان کے دادا (غالباً والد حافظ فتح محمد (محب) سے کہلوا دیا جائے تو شاید وہ توجہ کریں"-----

(تاریخ درج نہیں ہے)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

"لال کوٹھی کا معاملہ لاآن کما کان ہے' ۲۶/ اکتوبر ۶۶ء بروز بدھ مقدمہ کی تاریخ ہے' جتنی زمین ان کو لینی ہے' اس پر نشان لگا گئے اور ملبہ کے چودہ ہزار لگائے ہیں اور زمین کی قیمت نہایت کم لگائی ہے' یعنی سترہ سو روپے فی مرلہ۔ لہذا اشد ضروری ہے کہ محمد یٰس صاحب وزیر بلدیات سے فوراً ملا جائے اور ان سے کہا جائے کہ قیمت نہایت کم ہے' اس علاقہ میں پانچ ہزار روپے فی مرلہ تک زمین فروخت ہوتی ہے' یہ خالص مذہبی ادارہ

ہے' اس کی مدد لازمی ہے اور محمد یٰس صاحب کے اختیار میں ہے' وہ چاہیں تو ان شاء اللہ خاطر خواہ قیمت دلوا سکتے ہیں' مگر آپ کے اثر و رسوخ کے بغیر یہ کام مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے عزیزم سید محمود سلمہ اور فقیر نے ضروری سمجھا کہ اس وقت آپ کو تکلیف دی جائے۔ خط ارسال کرنے میں تاریخ نکل جاتی اور موقع ہاتھ سے نکل جانے کا خیال تھا' اس لئے عزیزی مولوی محمد علی (برکاتی' حال خطیب ٹھینگ موڑ---محب) کو خدمت عالیہ میں روانہ کیا جاتا ہے کہ آپ پہلی ٹرین سے جو چھ سات بجے بھیر پور سے روانہ ہوتی ہے' تشریف لائیں' براہ راست لال کوٹھی پہنچیں' فقیر بھی وہیں حاضر ملے گا----- امید کہ اس معروضہ کو شرف قبولیت سے نوازا جائے گا"-----

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ
ناظم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور
(۲۴/ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

ایک خط میں لکھا:

"وٹو صاحب سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے' آپ کی مساعی جمیلہ ان شاء اللہ بارآور اور نتیجہ خیز ہوں گی"-----

(۲۴/ نومبر ۱۹۶۶ء)

فقاہت و ثقاہت

حضرت سید صاحب قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فیاضی کے ساتھ علوم ظاہری و باطنی سے نواز رکھا تھا' یوں تو آپ کو تمام علوم و فنون میں دستگاہ تھی مگر فقہ آپ کا

خاص موضوع تھا' فقہ میں آپ کی ثقاہت مسلم تھی' اور یہ مہارت اسی وقت ممکن ہے جب کہ قرآن و سنت کی باریکیوں پر مکمل عبور حاصل ہو' گویا آپ شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الفقہ بھی تھے۔ آپ کے معاصر اکابر و اصاغر آپ کو امام اہل سنت اور مفتی اعظم تسلیم کرتے------ آپ ہمہ وقت دینی خدمات میں معروف رہتے' آپ کے پاس بڑی کثرت سے استفتاء آتے' حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ بھی بعض مسائل میں آپ کی جانب رجوع کرتے۔ بعض دفعہ سید صاحب جواب عنایت فرماتے اور خاص نوعیت کے فتووں کے لئے خود انہیں کو تحقیق مسائل کا حکم دیتے' چنانچہ حضرت فقیہ اعظم کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

"فقیر کی عدیم الفرصتی جناب کو معلوم ہے' معرکۃ الآراء افتاء کے لئے فرصت درکار ہے' معمولی فتاووں سے ہی فرصت نہیں ملتی' محتاج تتبع فتاویٰ لکھنے میں سخت مشکل پیش آتی ہے' میں ان شاء اللہ فتویٰ مرتب کر دوں گا' لیکن اگر آپ عند الفرصت یہ کام انجام دیں کہ کتب معتبرہ متداولہ کے جزئیات فراہم کر کے بھیج دیں تو فقیر ترتیب دے کر فتویٰ کی شکل دے دے گا' جس سے بے حد آسانی ہو جائے گی------ آپ کے استفتاء کا جواب جو سمجھ میں آیا ہے' لکھ دیا ہے' اگر حق ہو فبہا ورنہ ضرور مطلع فرمائیں' اس مسئلہ میں بھی کتب بینی کا وقت نہیں ملا"------

(۸ / مارچ ۱۹۵۱ء)

حضرت سید صاحب قبلہ تحقیق مسائل میں کافی محنت اور جستجو فرماتے' بایں ہمہ اگر جزئیہ نہ ملتا تو اظہار حقیقت میں عار نہ سمجھتے اور تلاش مسئلہ میں سیدی فقیہ اعظم کی طرف رجوع فرماتے۔ چنانچہ سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ایک بار غالباً اس بارے میں جزئیہ طلب کیا کہ اگر بکرے کا دودھ اتر آئے تو اس کا شرعی حکم کیا

ہے' اس پر آپ نے تحریر فرمایا:

"عالم یلمعی فاضل لوزعی مولنا ذوالمجد و الکرم العلامہ ابوالخیر محمد نور اللہ زیدت مکارمکم

فقیر سراپا تقصیر گوناں گوں مشاغل کے باعث مطالعہ کتب سے قاصر ہے۔ عالم گیری' باب الرضاعۃ' باب الانجاس' باب الذبائح و الضحیہ اور باب الکراہیہ و الاستحسان دیکھا' اس میں یہ جزئیہ نظر نہیں آیا' دیگر کتب میں بھی غالباً انہیں ابواب میں تلاش چاہیے۔ بظاہر پاک و حلال معلوم ہوتا ہے کہ دودھ متولد من اللحم ہے' تو جس طرح پسینہ' لعاب اور آنسو وغیرہ پاک ہیں اسی طرح یہ بھی ہونا چاہیے------

اگر کوئی جزئیہ نکل آئے تو فقیر کو بھی مطلع فرمائیں اور مہلت ملی تو فقیر بھی مطالعہ کرے گا------ نیز مرغ انڈا دے تو اس کا جزئیہ بھی درکار ہے"

فقیر قادری ابوالبرکات

(تاریخ درج نہیں ہے)

بالآخر سیدی فقیہ اعظم نے جزئیہ تلاش کر لیا' چنانچہ فتاویٰ نوریہ جلد ۱' صفحہ ۵۹۳ میں فتاویٰ خیریہ جلد ۱' صفحہ ۴ کے حوالے سے ہے:

"اگر بکرے یا مینڈھے کے دودھ اتر آئے تو وہ بھی ظاہر یہی ہے کہ حلال ہے"------ اس فتویٰ پر ۳۰ / جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ' ۲۶ / اکتوبر ۶۵ء کی تاریخ درج ہے' فتاویٰ خیریہ کی عربی عبارت اس طرح ہے:

سئل فی ما لو نزل لفحل الغنم هل هو طاهر یحل شربه ام لا؟ اجاب لا شك فی طهارته لما فی الجوهرة من ان سور ماکول اللحم طاهر کلبنه و الظاهر منه حل شربه و لم ار من صرح به

واللہ تعالیٰ اعلم"-----

مسائل فقہیہ کی تحقیق کے سلسلے میں باہمی مشاورت کا سلسلہ اکثر رہتا تھا' ایک مکتوب میں مسئلہ تصویر پر روشنی ڈالی گئی ہے' سید صاحب قبلہ نے اولاً تصویر کی حرمت بیان کی' بعدہ دور حاضر میں تصویر کی حاجت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دعوت غور فکر دیتے ہوئے فرمایا:

"حج کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہو گیا ہے' الضرورات تبیح المحظورات کے سوا کوئی قاعدہ جواز کا معلوم نہیں ہوتا----- فقیر بھی اس مسئلہ میں متردد ہے' اگر یہ حیلہ کیا جائے تو شاید جواز ہو جائے کہ فوٹو گرافر آپ کی بغیر مرضی و حکم کے آپ کی تصویر لے لے اور آپ آمر و راضی و مباشر کچھ نہ بنیں' اگر یہ صورت اختیار کی جائے تو حرج نہیں ہونا چاہیے۔ بہر حال مسئلہ تحقیق طلب ہے اور غور و خوض کی بہت ضرورت ہے۔ بالفرض اگر حکومت حجاج کے لئے یہ شرط کر دے کہ داڑھی منڈا کر جانا ہو گا تو کیا داڑھی منڈانا جائز ہو گا----- اس وقت ذہن کام نہیں دیتا اور اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے"-----

(تاریخ ندارد)

حضرت فقیہ اعظم نے جب ۱۹۵۶ء میں لاؤڈ اسپیکر میں نماز کے جواز پر ایک معرکۃ الآراء کتاب "مکبر الصوت" تحریر فرمائی تو اس موقع پر بعض متعصبین نے اس علمی و اجتہادی کاوش کو ان کے استاذ گرامی حضرت سید ابوالبرکات کی مخالفت قرار دیتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت سید صاحب قبلہ ناراض ہیں' اس پر حضرت سید صاحب ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں:

"گرامی نامہ تشریف لایا' بوجہ سخت عدیم الفرصتی جواب سے قاصر

رہا' رسالہ مبارکہ (مکبر الصوت) بھی ایک طالب علم کے ذریعہ پہنچا' سچ یہ ہے کہ میں بالاستیعاب نہیں پڑھ سکا اور نہ پڑھ سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک صاحب بڑے اصرار سے اس کو پڑھنے کے لئے لے گئے ہیں اور ابھی تک مطالبہ کے باوجود واپس نہیں کیا----- میں خود شرمندہ ہوں کہ آپ نے بفضلہ تعالیٰ اتنی محنت کی اور اب تک میں اس کو بالاستیعاب پڑھ بھی نہ سکا-----

علاوہ ازیں فوق کل ذی علم علیم ہو سکتا ہے' ایک مسئلہ کا انکشاف زید پر ہو اور بکر پر نہ ہو' ناراضگی وغیرہ کا اب خیال ہرگز نہ فرمایا کریں"-----

(مکتوب موصولہ' ۸/ نومبر ۱۹۵۶ء)

انہی ایام میں حضرت فقیہ اعظم نے مسئلہ لاؤڈ اسپیکر کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی تحقیق معلوم کرنے کے لئے سید صاحب قبلہ کی طرف رجوع کیا' جس پر آپ نے لکھا:

"لاؤڈ سپیکر کے متعلق بالتخصیص کوئی فتویٰ مطبوعہ یا غیر مطبوعہ فقیر کے پاس موجود نہیں اور نہ اس خصوص میں اعلیٰ حضرت کا کوئی فتویٰ نظر سے گزرا' آپ بریلی شریف حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ اور بمبئی جامع مسجد کے مولوی محبوب علی صاحب فاضل حزب الاحناف کو خط لکھ کر دریافت کریں' ان کے علم میں شاید کوئی رسالہ ہو۔ میرے خیال میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حین حیات ظاہری میں لاؤڈ سپیکر کا ہندوستان میں رواج نہیں ہوا تھا"-----

(محررہ' ۲۶/ رمضان المبارک ۷۶ھ' ۱۹۵۷ء)

حضرت فقیہ اعظم نے ایک ایسے ماحول میں یہ فتویٰ تحریر فرمایا تھا' جب بہت سے اکابر لاؤڈ سپیکر میں نماز کو مکروہ تحریمی سمجھتے تھے اور خود سید صاحب قبلہ بھی اس کے استعمال کے حق میں نہ تھے' مگر بالآخر فقیہ اعظم کی تحقیق کی قدر کرتے ہوئے اپنے سابقہ موقف کے برعکس اس میں نماز کو مکروہ تحریمی نہ سمجھتے' البتہ برہنائے تقویٰ احتیاطاً اس کے استعمال سے گریز فرماتے------

آج بحمد اللہ تعالیٰ اکثر علماء اس فتویٰ سے متفق نظر آتے ہیں اور یوں حضرت سید صاحب قبلہ کے برادر گرامی حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ بصیرت افروز پیش گوئی پوری ہو گئی' جو آپ نے فقیہ اعظم کو دی تھی:

"مولانا آپ کی تحقیق انیق (مکبر الصوت) لائق تحسین ہے-----
ایک وقت آئے گا کہ تمام علماء کرام لاؤڈ سپیکر لگا کر نمازیں پڑھائیں گے اور آپ کا فتویٰ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا"-----

(فتاویٰ نوریہ' جلد ا' صفحہ ۳۶۵)

۹-۱۹۵۸ء میں جب بغض اہل بیت کرام پر مبنی رسوائے زمانہ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" منظر عام پر آئی اور اس متعصبانہ تحریر سے علمی حلقوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا' ان دنوں سید صاحب قبلہ نے ایک مکتوب گرامی میں فرمایا:

"اس کا رد بلاتامل ضروری ہے لیکن فقیر کو نہ تو فرصت ہے اور (نہ) کتب تواریخ موجود----- تاریخ طبری اور مقدمہ ابن خلدون دفتر میں ہیں۔ اگر آپ وقت نکال کر اس کے رد کی ہمت کریں تو اس فتنہ کی روک تھام ہو سکتی ہے"------

(تاریخ ندارد)

تقویٰ و طہارت

سراج اہل تقویٰ حضرت سید صاحب قبلہ ایک عالم باعمل تھے' تقویٰ و طہارت کا یہ عالم کہ وہ ضرورت اور احتیاج کے باوجود بھی رخصت پر عمل کرنے کی بجائے راہ عزیمت اختیار فرماتے۔ اس سلسلے میں کسی مصلحت یا نصیحت کو آڑے نہ آنے دیتے' البتہ انہیں اپنے تلمیذ رشید حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی فقاہت اور ان کے تقویٰ و طہارت پر بے پناہ اعتماد تھا' جس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے حضرت فقیہ اعظم کے فتویٰ پر آنکھوں کا آپریشن کرایا' علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہم رقم طراز ہیں:

"(سید صاحب قبلہ) شریعت کا پاس لحاظ اس درجہ فرماتے کہ رخصت پر عمل گوارا نہ کرتے۔ آپ کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا تھا' برادرم محمد اعظم صاحب ایڈکو لاہور نے عرض کی' ڈاکٹر یقین الدین صاحب ماہر امراض چشم ہیں' میں نے انتظام کر دیا ہے' وہ آپریشن کر دیں گے۔ فرمایا! علاج کے دوران تیمم کرنا ہو گا اور نماز مسنون طریقہ پر ادا نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ آپ آپریشن سے گریز فرماتے رہے----- ایک دن حضرت مولانا (محمد) نور اللہ صاحب شیخ الحدیث بصیر پوری مدظلہ العالی' جو والد قبلہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور نہایت متقی و پرہیزگار ہیں' مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ میں نے ان سے کہا کہ والد صاحب قبلہ آپریشن نہیں کروا رہے' آپ کچھ کہیے' انہوں نے عرض کی' عذر شرعی کی صورت میں تیمم جائز ہے۔ ابھی وہ یہ ہی کہہ پائے تھے کہ والد صاحب قبلہ نے فرمایا' آپ فتویٰ دیتے ہیں؟ مولانا نے عرض کی' مسئلہ تو یہی ہے' فقہاء احناف

نے صاف تصریح کی ہے۔ تب جا کر آپریشن کے لئے تیار ہوئے"-----

(سیدی ابوالبرکات' صفحہ ۷۸)

فقیہ اعظم

حقیقت یہ ہے کہ حضرت سید صاحب قبلہ شروع ہی سے حضرت فقیہ اعظم کی ذہانت و فطانت' علمی قابلیت' فقہی بصیرت اور تقویٰ و طہارت کے معترف تھے' مزید برآں اپنے والد گرامی حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ان پر خصوصی شفقتوں سے بھی واقف تھے' اسی بنا پر فارغ التحصیل ہونے کے جلد ہی بعد انہیں فقیہ اعظم کے لقب سے نواز دیا تھا-----

حضرت سید صاحب قبلہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی فقاہت و ثقاہت سے کس قدر متاثر تھے' اس کا اظہار آپ کے متعدد مکاتیب گرامی سے ہوتا ہے' بطور نمونہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"مولانا المعظم فقیہ الاعظم مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب زید مجدہ"

(محررہ ۲۳/ مئی ۱۹۵۶ء)

"بعالی خدمت فقیہ زماں محدث دوراں مولانا مولوی علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی صاحب"

(۲۳/دسمبر ۱۹۵۷ء)

"فاضل جلیل عالم نبیل فقیہ العصر مولانا الحاج شیخ الحدیث مولانا نور اللہ صاحب نور اللہ سرہ"

(۲۶/دسمبر ۱۹۶۳ء)

"مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مفتی اعظم زید مجدہم"

(۲۸/ اگست ۱۹۶۴ء)

"عمدۃ الاخلاء زبدۃ الاحباء فقیہ النفس مولانا الحاج مولوی مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث والتفسیر"

(۱۳۷۷ھ)

فقہ سے ممارست رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ فقہاء کرام میں فقیہ النفس کا لقب فقہ حنفی کے مستند ماخذ فتاویٰ قاضی خاں کے مصنف حضرت امام قاضی خاں کے لئے مخصوص ہے اور فقہ میں ان کا جو درجہ ہے اس سے ارباب علم و فضل بخوبی واقف ہیں-----

فقیہ النفس (مجسمہ فقہ' جس کا مزاج فقہ کے سانچے میں ڈھل چکا ہو) فقیہ اعظم اور مفتی اعظم ایسے القاب اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت سید صاحب قبلہ کی نظر میں حضرت فقیہ اعظم کا بڑا مقام و مرتبہ تھا-----

مسائل شرعیہ میں حزم واحتیاط

حضرت سید صاحب قبلہ مسائل شرعیہ میں بڑی حزم واحتیاط سے کام لیتے' ان کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ بلا تحقیق و تفحص شرعی حکم نہ لگاتے' یہاں تک کہ بغیر دیکھے پڑھے کسی فتویٰ پر دستخط ثبت نہ فرماتے' چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فقیہ اعظم نے فتویٰ تحریر کیا' سائل تصدیق کے لئے سید صاحب قبلہ کی خدمت میں لاہور میں لے کر حاضر ہوا' آپ نے مصروفیت کی بنا پر تصدیق نہ فرمائی' البتہ فقیہ اعظم کی فقہی بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے سائل کو ان کے فتویٰ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی' اس سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم کے نام تحریر فرمایا:

"فتویٰ مبارکہ طویل و عریض تھا اور فقیر فوری طور پر پڑھنے سے معذور تھا اور بغیر پڑھے اور سمجھے دستخط کرنے کی عادت نہیں اور حامل فتویٰ کو عجلت تھی' فقیر (نے) یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ مولانا نے جو کچھ لکھ دیا ہے' اس پر عمل کیجئے اور مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس کو اس وقت پڑھوں"-----

(تاریخ درج نہیں ہے' غالباً ۱۹۵۸ء ہے کیوں کہ اسی مکتوب میں مفتی اعظم آگرہ مولانا حفیظ حقانی کے وصال کی خبر ہے)

سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی بھی یہی عادت مبارکہ تھی کہ وہ پڑھے بغیر فتویٰ کی تصدیق نہ فرماتے' اس سلسلہ میں حضرت خواجہ غلام حسین سدیدی علیہ الرحمہ ایک واقعہ لکھتے ہیں:

"کہیں سے نکاح کا ایک فتویٰ دارالعلوم حزب الاحناف میں آیا اور سائلین نے فوری جواب کا تقاضا کیا' دارالعلوم کے کسی مدرس نے حضرت سید صاحب قبلہ کے حکم سے فتویٰ تحریر کیا اور (حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس میں شمولیت کے لئے) مختلف مقامات سے تشریف لائے ہوئے علماء سے تصدیقی دستخط کرا لئے۔ جب فتویٰ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے پاس تصدیق کے لئے پہنچا تو آپ نے فتویٰ پڑھ کر فرمایا' کیا کسی نے تصدیق سے انکار بھی کیا ہے یا نہیں؟ تصدیق کروانے والے صاحب نے عرض کی' حضور! پنجاب کے ایک نوجوان عالم مولانا محمد نور اللہ صاحب نے فتویٰ پڑھے بغیر تصدیقی دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور جب فتویٰ دیکھا تو کہا کہ اس میں سقم ہے؛----- حضرت صدر الافاضل نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس لائیں۔ آپ حاضر ہوئے تو صدر الافاضل نے فرمایا' مولانا! یہ

فتویٰ آپ تحریر کریں۔ چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے اسی وقت تحقیقی فتویٰ تحریر کر کے جواب کی صحیح صورت بیان کر دی' جس پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے بھی تصدیقی دستخط ثبت فرمائے اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا"-----

(ماہنامہ نور الحبیب' نومبر' دسمبر ۱۹۹۳ء' صفحہ ۸۲'۸۳)

رویت ہلال

رمضان المبارک' عیدین وغیرہ عبادات کا دارو مدار رویت ہلال پر ہے' اس سلسلے میں قدیم عہد میں حکومت اسلامیہ کی طرف سے ڈھنڈورہ یا توپوں کے فائر کے ذریعے اعلان کیا جاتا تھا' جسے فقہاء نے معتبر قرار دیا' انگریزوں کی حکومت اور قیام پاکستان کے ابتدائی ایام میں اس فتویٰ پر عمل رہا کہ غیر اسلامی حکومت کا اعلان معتبر نہیں' چنانچہ علمائے کرام از خود لوگوں سے شرعی شہادت لینے کا اہتمام کرتے اور ان کے فتویٰ پر اعتماد کر کے لوگ روزہ و عید کے احکام بجا لاتے۔ غالباً ۱۹۵۰ء میں پہلی مرتبہ رویت ہلال کمیٹی بنی تو یہ مسئلہ سامنے آیا کہ آیا ریڈیو کے ذریعے رویت ہلال کا اعلان معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت سید صاحب اور دیگر علماء اسے معتبر نہیں سمجھتے تھے' حضرت سید صاحب قبلہ رویت ہلال کے لئے خاص اہتمام فرماتے اور اگر کسی جگہ چاند نظر آنے کا پتا چلتا تو وہاں سے باقاعدہ شرعی شہادت حاصل کرنے میں انتہائی کوشش و کاوش سے کام لیتے۔ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"گزارش ہے کہ بروز شنبہ (پیر) بعد نماز مغرب ۲۹/ ذیقعد ۷۳ھ کو ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کی کوشش بلیغ کی گئی لیکن ابر و غبار کی وجہ سے رویت نہ ہو سکی۔ آج گرامی نامہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں چاند نظر آگیا ہے' اس

لئے التماس ہے کہ جمعہ سے قبل دو شاہد عدل اگر تشریف لا کر شہادت دے جائیں تو فقیر بھی جمعہ کے دن اعلان کر دے' شاہدین کا کرایہ آمد و رفت فقیر پیش کر دے گا۔ اس میں تساہل و تغافل نہ فرمائیں ورنہ پھر جمعہ کے بعد فقیر کو حاضر ہونا پڑے گا' اگر یہاں کسی نے شہادت نہ دی اور مدرسہ کا حرج بھی ہو گا"-----

(محررہ' بروز منگل' ۱۱/ اگست ۱۹۵۳ء)

حضرت فقیہ اعظم نے گواہان کو آپ کی خدمت میں بھجوایا' آپ نے انہیں محدث اعظم حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کے ہاں بھجوایا اور پھر تمام صورت حال خط میں تحریر فرمائی:

"یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ کسی معاملہ میں چار عالم متفق العقیدہ یک جا نہیں ملتے' رویت ہلال کی گڑبڑ سالہا سال سے ہو رہی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو مولوی صاحبان کو لائل پور (فیصل آباد) مولانا سردار احمد صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا' انہوں نے جو وجوہات بیان کی ہیں وہ آپ کو ہر دو عزیزان بتائیں گے۔ اب میرے لئے بھی بڑی مشکل یہ آ گئی ہے کہ سوائے آپ کے ہاں کی شہادتوں کے اور کسی جگہ سے شہادت موصول نہیں ہوئی' اس لئے آج ایک جماعت علماء کی بعد نماز ظہر طلب کر کے فیصلہ کریں گے----- جمعہ کی عید ہر جگہ مانی جا رہی ہے تو ایسی صورت میں اگر عید میں موافقت کریں اور قربانی میں احتیاط کریں تو ایک وجہ معلوم ہوتی ہے۔ دس روپیہ حزب الاحناف نے زاد راہ پیش کر دیا ہے اور عہ (دس) روپیہ مولانا سردار احمد صاحب نے زاد راہ دے دیا

ہے"-----

(تاریخ ندارد)

اس کے بعد کے خط میں اس سلسلہ میں حتمی فیصلہ سے مطلع فرمایا:

"بفضلہ تعالیٰ تیس چالیس مقامی علماء و خطباء نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور تمام شہر میں اعلان کرا دیا گیا اور امید کہ ان شاء اللہ عید الاضحیٰ پنج شنبہ (جمعرات) کی ہو گی۔ مولانا سردار احمد صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے ماحول کے اعتبار سے فرمایا ہے----- عید الاضحیٰ پنج شنبہ (جمعرات) کی ہے"-----

(۶/ ذوالحجہ ۲ ۷ ھ' ۱۷/ اگست ۵۳ء)

گمان غالب یہ ہے کہ بعد میں حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ نے بھی اس فیصلہ سے اتفاق کرتے ہوئے جمعرات کو عید کی تھی----- اس سلسلے میں حضرت محدث اعظم کے سوانح نگار مولانا جلال الدین قادری رقم طراز ہیں:

"۱۰/ اگست ۱۹۵۳ء بروز پیر' ۲۹/ ذی قعدہ کو بصیر پور ضلع ساہیوال میں چند متدین لوگوں اور مدرسہ کے طلباء نے چاند دیکھا' ان شہادتوں کی بنا پر حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی (۱۴۰۳ھ' ۱۹۸۳ء) نے فتویٰ دیا کہ عید الاضحیٰ جمعرات کو ہو گی' مگر بعض لوگوں نے محض اخبار اور ریڈیو کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے جمعہ کو ہی قربانی دی' اس صورت حال کو پیش کر کے ان لوگوں کے طرز عمل پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے استفتاء کیا گیا۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ شرعی شہادت کی موجودگی میں بصیر پور میں عید الاضحیٰ جمعرات کو تھی' مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری کا فتویٰ درست تھا' مگر بناء

بر حسد جن لوگوں نے مولانا کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا وہ گنہگار ہوئے' اس
فتویٰ کے یہ الفاظ کتنی دل سوزی کا اظہار کرتے ہیں----- "حسد بری بلا
ہے" حسد کی وجہ سے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے میں ہرگز تساہل نہ
چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حسد سے محفوظ رکھے"-----

(محدث اعظم پاکستان' جلد ا' صفحہ ۹-۳۳۸)

حضرت سید صاحب قبلہ نے ایک مکتوب میں رمضان المبارک کے چاند کی
تلاش اور تفحص و جستجو کے بارے میں تفصیل لکھ بھیجی:

"مخلصی و محبی مولانا مولوی نور اللہ صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مولیٰ تعالیٰ صحت کاملہ و شفاء عاجلہ
مرحمت فرمائے' تنت بماز طبیباں نیاز مند مباد-----

بروز دو شنبہ ابر غلیظ تھا' اور شعبان کی لاہور کے حساب سے انتیس
تاریخ تھی۔ فقیر نے بمعیت چند رفقاء کے مسجد وزیر خاں کے منارہ پر چڑھ
کر چاند دیکھنے کی سعی بلیغ کی' لیکن نظر نہ آیا' ناچار دفتر میں چلا آیا' آدھ گھنٹہ
کے بعد جوق در جوق آدمی آنے شروع ہو گئے کہ کل منگل کو روزہ ہو گا یا
نہیں؟ فقیر نے جواب دیا کہ ابھی تک رؤیت یا شہادت شرعی موصول نہیں
ہوئی پھر ایک جماعت نے آکر کہا کہ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ پشاور لکھنو
وغیرہ میں چاند ہو گیا ہے اور کل روزہ ہے۔ فقیر نے کہا شریعت میں ابر و
غبار والے دن ایک مسلمان غیر فاسق کی شہادت سے چاند کا ثبوت ہو سکتا
ہے' اور ریڈیو وغیرہ ٹیلی فون' تار' اخبار' جنتری وغیرہ افواہ بازار شریعت میں
معتبر نہیں----- اسی اثناء میں گڑھی شاہو سے مولوی معراج الدین
صاحب متشرع سنی صحیح العقیدہ انسان ہیں' نے آکر شہادت دی کہ میں

گواہی دیتا ہوں آج انتیس (۲۹) شعبان کو بعد نماز مغرب گڑھی شاہو میں
میں (نے) چاند دیکھا اور کل بروز منگل رمضان کی پہلی تاریخ ہے' روزہ ہونا
چاہیے----- نیز ایک عورت نے بھی چاند دیکھا۔ جب ثبوت شرعی ہو
گیا' فقیر نے خاص احباب کو بذریعہ تحریر اطلاع دے دی اور اکثر نے بذریعہ
اعلان علم حاصل کیا----- والسلام"-----

(تاریخ ندارد)

چونکہ بصیر پور میں ۲۹/ شعبان ۱۳۶۸ھ کی شام کو چاند نظر نہیں آیا تھا' اس
لئے جب یہ والا نامہ حضرت فقیہ اعظم کو ملا تو آپ نے مولانا ابوالظفر منظور احمد علیہ
الرحمہ سابق صدر مدرس جامعہ فریدیہ ساہیوال اور مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری
مدظلہ مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (جو اس وقت آپ کے ہاں زیر
تعلیم تھے) کو شہادت لینے کے لئے حضرت سید صاحب کی خدمت میں لاہور بھجوایا تو
آپ نے درج ذیل بیان تحریر فرمایا:

"نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد----- مجھ فقیر ابوالبرکات سید احمد غفرلہٗ ناظم و مفتی
دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور کے سامنے صوفی
معراج الدین اور ایک ان کے ساتھی نے شہادت دی کہ ہم گواہی دیتے
ہیں کہ آج بروز دو شنبہ بعد نماز مغرب ۲۹/ شعبان ۶۸ھ رمضان مبارک
کا چاند دیکھا اور اس روز ابر و غبار شدید تھا' بدیں وجہ عام رؤیت نہ ہوئی'
لیکن دو ثقہ آدمیوں نے جو مسلمان غیر فاسق تھے' شہادت دی بنا علیہ فقیر
نے اعلان کر دیا کہ کل بروز منگل یکم رمضان ہے----- روزہ رکھنا فرض
ہے' اور چونکہ ہمارے نزدیک رمضان شریف کا ثبوت بشہادت شرعی یعنی

عدد و عدل کے لحاظ سے کامل رمضانیت ثابت ہے' اس لئے بدھ کو تیس روزہ ہوتے ہیں اور پنج شنبہ کی عید یقینی ہے' یہی میرا فتویٰ ہے اور یہی شہادت شرعی کا مفاد و مقتضی ہے' یہ فتویٰ لکھ کر اور سنا کر مولوی منظور احمد صاحب ولد عبد الرحمن صاحب اور مولوی ہاشم علی ولد رحم الدین کو گواہ کرتا ہوں اور مولوی نور اللہ صاحب مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کو روانہ کرتا ہوں----- واللہ علی ما نقول وکیل"-----

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ
ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور
(۲۶/ رمضان ۶۸ھ)

آپ کو ہمیشہ خاص چاندوں کی فکر رہتی' ایک گرامی نامہ لکھتے ہیں:

"لاہور میں رؤیت و شہادت ہونے سے بدھ اور جمعرات کی (درمیانی شب) شب برات ہوئی۔ از روئے قواعد شعبان کی یکم چہار شنبہ (بدھ) اور رمضان کی یکم پنج شنبہ (جمعرات) ہے۔ بد قسمتی سے جن چاندوں کا دیکھنا واجب ہے' اس میں ہمیشہ گڑبڑ رہتی ہے' اللہ رحم فرمائے"-----

(محررہ ۲/ جولائی ۴۸ء)

ان تمام اقتباسات سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سید صاحب قبلہ مسائل شرعیہ میں کس باریک بینی اور حزم و احتیاط سے کام لیا کرتے تھے-----
۱۳۷۰ھ / ۵۱-۱۹۵۰ء میں رؤیت ہلال کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے سیدی فقیہ اعظم نے ایک تحقیقی فتویٰ تحریر کیا جو "افادة النشر اوكد الامر" کے تاریخی نام سے رسالہ کی صورت اختیار کر گیا۔ آپ نے اسے حضرت سید صاحب قبلہ کی خدمت

میں بھجوایا' آپ نے یہ فتویٰ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور تلمیذ خاص ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری کی خدمت میں روانہ کیا' چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"آپ کا فتویٰ تو جلسہ مولانا ظفر الدین صاحب کو بہار روانہ کر دیا گیا تھا' وہ ان کو بھی نہیں ملا اور واپس بھی نہیں آیا' اب میرے پاس اس کی نقل بھی نہیں----- اگر آپ دوبارہ مرتب کر کے بھیج دیں تو اس کو شائع کر دیا جائے اور دیگر علمائے پاکستان سے بذریعہ اخبار استصواب رائے بھی کر لیا جائے"-----

(تاریخ درج نہیں ہے)

حضرت فقیہ اعظم نے فتویٰ بھجوایا' جسے آپ نے ہفت روزہ رضوان لاہور میں "فتویٰ دربارۂ رؤیت ہلال" کے عنوان سے شائع کرایا۔ ابتداء میں خود سید صاحب قبلہ نے ایک تفصیلی نوٹ تحریر فرمایا اور پاک و ہند کے مرکزی علمی مقامات اور جلیل القدر مفتی صاحبان کے اسماء گرامی درج کر کے انہیں دعوت غور و فکر دی----- یہ نوٹ بجائے خود ایک علمی یادگار اور حضرت فقیہ اعظم پر آپ کے اعتماد کا آئینہ دار ہے----- سید صاحب قبلہ کے اس نوٹ سے قبل مدیر رضوان علامہ سید محمود احمد رضوی نے توضیحی نوٹ میں لکھا:

"یہ نوٹ حضرت قبلہ سیدی مولانا ابوالبرکات صاحب مدظلہ العالی نے مضمون ذیل کے لئے تحریر فرمایا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مضمون سے قبل درج کیا جاتا ہے۔ علماء کرام توجہ فرمائیں"

اس کے بعد حضرت سید صاحب قبلہ نے ارقام فرمایا:

"یہ فتویٰ حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی فاضل حزب الاحناف و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور پاک

پنجاب نے بغرض استصواب آرائے علمائے اہل سنت بذریعہ رضوان شائع فرمایا ہے' ناظرین کرام سے التجا ہے کہ جن علمائے کرام کے پاس رضوان نہیں پہنچتا ان کی خدمت میں یہ فتویٰ پیش کیا جاوے اور ان کو بنظر تعمق ملاحظہ فرما کر کتب معتبرہ فقہ سے تائید فرمائیں یا رد فرمائیں اور صواب و خطا پر دلائل ارقام فرماویں۔ اہل علم و صاحب قلم حضرات کے مضامین رضوان میں شائع کیے جائیں گے۔ اور جب تک علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ میں اتفاق نہ ہوگا اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ علمائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کافی روشنی ڈالیں۔ اگر کسی ایک جگہ رویت ہلال طریق معتبرہ ثابت ہو جائے تو ہلال کمیٹی کا بذریعہ ریڈیو اعلان تمام پاکستان و ہندوستان و ایران و توران و افغانستان و بلوچستان غرضیکہ تمام وہ شہر و قریٰ جہاں جہاں اس وقت میں ہلال کمیٹی کے اعلان کو بذریعہ ریڈیو سنیں تو اس اعلان پر مشرق و مغرب و جنوب و شمال کے باشندوں کو عمل کرنا یعنی عید الفطر' عید الاضحیٰ اور قیام رمضان ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور ان تصریحات کے باوجود عدم جواز پر کون سی دلیل ہے۔ بینوا توجروا-----

تمام اہل السنت بالعموم اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی و حضرت مولانا الحاج سردار احمد صاحب لائل پوری و حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الحاج مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی و مولانا الحاج ملک العلماء مفتی محمد ظفر الدین صاحب بہاری و حضرت مولانا الحاج مفتی احمد سعید شاہ صاحب ملتانی و علمائے بدایوں و علماء رام پور و حضرت مولانا الحاج مفتی محمد مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتح پوری و حضرت مولانا الحاج مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی وغیرہم بالخصوص توجہ مبذول فرما کر اہل سنت کی عقدہ کشائی

فرمائیں----ابو البرکات سید احمد غفرلہ"-----

(ہفت روزہ رضوان' جلد ۴' شمارہ ۱۲' ۲۸ / مارچ ۱۹۵۲ء' صفحہ ۵'
حوالہ مقالہ رویت ہلال---ایک جائزہ' از پروفیسر خلیل احمد نوری)

حضرت سید صاحب قبلہ کے اس نوٹ سے سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے فتویٰ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے----- مزید براں رضوان کے دستیاب فائلوں میں اس فتویٰ کے جواب میں کوئی تردیدی تحریر نہیں ملتی-----

(رویت ہلال---ایک جائزہ' از پروفیسر خلیل احمد نوری)

یوں تو رویت ہلال کے سلسلہ میں تقریباً ہمیشہ بدمزگی رہی' مگر ۱۹۶۶ء میں عید الفطر کے موقع پر بہت زیادہ گڑبڑ پیدا ہوئی تو رویت ہلال کے حوالے سے حضرت فقیہ اعظم کے فتویٰ کی افادیت کھل کر سامنے آئی' چنانچہ سید صاحب قبلہ نے آپ کی طرف رجوع فرمایا اور تمام پس منظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"ضرورت یہ پیش آئی کہ اس دفعہ عید الفطر میں تمام پاکستان میں شدید اختلاف و انتشار رہا اور ریڈیو کے اعلان اول سے سب کو یقین تھا کہ پیر کو (عید) ہو گی۔ دوبارہ اعلان اتوار کا ہوا' اس اعلان سے عوام (میں) بدظنی پیدا ہو گئی اور حکومت کی بدنیتی پر محمول کیا گیا۔ میں نے بدیں وجہ کہ مجرد اعلان مشتبہ ہے' ڈی سی سے معلوم کیا' انہوں نے کہا کہ وزیر داخلہ سے دریافت کیا جائے۔ وزیر داخلہ نے ہلال کمیٹی کا حوالہ دیا' ہلال کمیٹی میں فیض احمد فیضی جو سنی ہیں اور بھی کئی سنی ممبر ہیں' ان سے دریافت کیا' انہوں نے ٹیلی فون میں بتایا کہ یہاں اٹھارہ شہادتیں گزر چکی ہیں' ان شہادتوں کے حاصل کرنے میں دیر ہو گئی۔ طریق معتبر سے شہادتوں کے بعد حکم صدر مملکت عام اعلان کیا ہے۔ اتوار کو یقینی عید ہے-----

آپ نے جن فتاووں کے حوالے دیے ہیں' ان میں' میرے پاس ایک بھی موجود نہیں اور اسی مقصد کے لئے علماء کو مدعو کیا ہے کہ فیصلہ کریں کہ آئندہ عید الاضحیٰ سر پر ہے' پھر یہی مصیبت نظر آتی ہے۔ صدر مملکت کے حکم سے بعد ثبوت رؤیت ہلال جو اعلان کیا جائے جب کہ ظن غالب ہو کہ یہ شہادت شرعیہ کے بعد اعلان ہو رہا ہے۔ ملک میں جہاں جہاں اعلان سنا جائے' اس پر عمل کیا جائے یا نہیں؟ اس کے متعلق حوالہ جات و جزئیات فقہیہ کی ضرورت ہے۔ اگر اس کے متعلق کچھ لکھ بھیجیں تو اشد ضرورت ہے"-----

(۹/ فروری ۱۹۶۶ء)

حضرت فقیہ اعظم نے تعمیل حکم کرتے ہوئے اپنے تلمیذ مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب زید مجدہ (مرید کے) کے ذریعے حوالہ جات بھجوائے تو جواباً آپ نے تحریر فرمایا:

"والا نامہ بعین انتظار دستی مولانا محمد منشاء صاحب سلمہ موصول ہوا۔ میٹنگ میں جا رہا ہوں' جو کچھ ہو گا اور جو مقامی حضرات سے متوقع ہے' ظاہر ہے----- گوجرانوالا سے مولانا محمد صادق صاحب نے وہی پرانا جواب دیا ہے' جو کاکا خیلی صاحب کے ہم نوا ہے۔ باقی دیدہ باید-----

جناب والا اس غرض سے فی الحال زحمت سفر گوارا نہ فرمائیں' جو کچھ ہو گا' نتیجہ سے آگاہ کر دیا جائے گا"-----

(۱۴/ فروری ۱۹۶۶ء)

اس میٹنگ کا نتیجہ تو پتہ نہیں کیا نکلا' لیکن رفتہ رفتہ علماء کرام کے موقف میں وہ پہلی سی شدت نہ رہی' بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ حضرت سید صاحب قبلہ کے جانشین

مدیر رضوان شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مقرر ہوئے اور اب کئی سالوں سے تمام مکاتب فکر کے علماء (الا ماشاء اللہ) عملاً اس موقف کے قائل ہیں' جس کی طرف حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے ۱۳۷۰ھ' ۱۹۵۰ء میں رہنمائی فرمائی تھی-----

القاب اور دعائیہ کلمات میں تنوع

آخر میں مکاتیب سید صاحب قبلہ کے ایک نہایت اہم پہلو کی جانب توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے مخاطب اور مکتوب الیہ کو مختلف اور متنوع القاب سے یاد فرماتے----- یہ پہلو آپ کی علمیت' علوم و فنون میں مہارت اور عربی ادب پر کامل دسترس پر دلالت کرتا ہے----- مکاتیب ابوالکلام کا بڑا شہرہ ہے مگر "غبار خاطر" میں صرف صدیق مکرم کے لقب پر اقتصار کیا گیا ہے' جب کہ سید صاحب قبلہ کے ہاں القاب میں تنوع' بے ساختگی اور روانی ہے----- پیش نظر پچپن مکاتیب میں دو تہائی مکاتیب کے القاب میں تنوع ہے' اگرچہ بعض خطوں کے القاب میں قدرے یکسانیت دکھائی دیتی ہے لیکن ان میں دعائیہ کلمات کے اندر تنوع نظر آئے گا-----

قارئین کے ذوق طبع اور افادیت عامہ کے پیش نظر متنوع القاب کی فہرست پیش خدمت ہے:

۱ مخلصی و محبی اخی فی اللہ مولانا مولوی محمد نور اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

(موصولہ ۱۷/ نومبر ۱۹۳۵ء)

۲ مخلصی و محبی مولانا محمد نور اللہ صاحب زید مجدہ و عزہ و علمہ و شوقہ الی اللہ

(موصولہ ۲۵/ نومبر ۱۹۴۷ء)

۳ مخلصی و محبی مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب نور اللہ تعالیٰ صدرکم

(موصولہ ۲/ جولائی ۱۹۴۸ء)

۴ مخلصی و محبی مولانا بالفضل اولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

نور اللہ قلبہ بالایقان

(محررہ ۸/ مارچ ۱۹۵۱ء)

۵ حامیٔ سنن ماحیٔ فتن مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

نور اللہ قلوب المؤمنین بانوار علومکم

(محررہ ۶/ اپریل ۱۹۵۲ء)

۶ محترم ذوالمجد والکرم فاضل جلیل مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب نور اللہ

قلوب المؤمنین بنور علمہ

(۱۱/ جنوری ۱۹۵۲ء)

۷ محترمی و مکرمی حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب انار اللہ بنورہ قلوب

المؤمنین

(تاریخ درج نہیں ہے)

۸ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم دامت برکاتہم العالیہ

(محررہ ۱۱/ اگست ۱۹۵۳ء)

۹ مولانا المحترم ذوالمجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ

(۶/ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ، ۱۷/ اگست ۱۹۵۳ء)

۱۰ حامیٔ سنن ماحیٔ فتن مولانا مولوی صوفی نور اللہ صاحب دامت فیوضکم

(موصولہ ۱۴/ مارچ ۱۹۵۵ء)

۱۱ مولانا المعظم الفقیہ الاعظم مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب زید مجدہ

(موصولہ مئی ۱۹۵۶ء)

۱۲ مخلصی و محبی ناصر دین کاسر شر مفسدین مولانا مولوی محمد نور اللہ زید مجدہ

(۹/ محرم ۱۳۷۵ھ)

۱۳ عمدۃ الاخلاء زبدۃ الاحباء مخلصی و محبی مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

زید مجدہ

(محررہ ۱۱/ ستمبر ۱۹۵۷ء)

۱۴ حضرت والا برکت حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت فیض درجت مولانا الحاج

شیخ الحدیث والتفسیر والفقہ مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب زید مجدہ

(تاریخ درج نہیں ہے)

۱۵ حامیٔ سنن ماحیٔ فتن مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری

اشرفی سلمہ ربہ العلی القوی

(۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)

۱۶ (لفافہ پر) بگرامی خدمت مولانا المحقق مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ

صاحب زید مجدہ

(۱۶/ دسمبر ۱۹۵۷ء)

۱۷ بعالی خدمت فقیہ زماں محدث دوراں مولانا مولوی علامہ ابوالخیر

محمد نور اللہ نعیمی صاحب

(۲۳/ دسمبر ۱۹۵۷ء)

۱۸ محترم ذوالمجد والکرم مولانا وبالفضل والعلم والعمل اولانا ابوالخیر

محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث والتفسیر والفقہ و مہتمم و بانی دار العلوم
حنفیہ فریدیہ بصیر پور

(۱۱/ ستمبر ۱۹۵۷ء) ----- (دستی لفافہ)

۱۹ حامیٔ سنن سنیہ ماحیٔ بدعات شنیعہ عمدۃ الاحباء زبدۃ الاخلاء مولانا
وبالفضل اولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ قادری نعیمی اشرفی
صانہ المولی القوی

(۲۸/ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۷ء)

۲۰ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا و مکرمنا مولوی ابو الخیر محمد نور اللہ
صاحب نور اللہ ظاہرہ و باطنہ بنور جمال حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و آلہ و بارک وسلم

(شب ۱۰/ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ، ۱۹۵۷ء)

۲۱ مخلصی و محبی مولانا و بالفضل اولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب
نور اللہ قلبہ بالایقان

(تاریخ درج نہیں ہے)

۲۲ محترم المقام مخلصی و مکرمی حامیٔ السنن ماحیٔ الفتن مولانا مولوی محمد نور اللہ
صاحب انار اللہ بانوار فیضانہ المسلمین ..... آمین

(تاریخ ندارد)

۲۳ مخلصی و محبی مولانا و بالفضل والمجد اولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی اشرفی
لازالت شموس فیضانہ طالعۃ

(۱۹۵۸ء)

۲۴ عمدۃ الاخلاء زبدۃ الاحباء عالم یلمعی فاضل لوذعی مولانا الحاج مفتی ابو الخیر

محمد نور اللہ صاحب نور اللہ قلوب الخلائق بنور شمس علومکم

(۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ)

۲۵ عمدۃ الاخلاء زبدۃ الاحباء فقیہ النفس مولانا الحاج مولوی مفتی ابو الخیر
محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث والتفسیر (لفافہ پر پتا)

(۱۳۷۷ھ)

۲۶ فاضل جلیل عالم نبیل حامیٔ سنن ماحیٔ فتن مولانا مولوی محمد نور اللہ
صاحب صانہ الرحمٰن عن نوائب الزمن

(تاریخ ندارد)

۲۷ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا المحترم ذوالمجد والکرم علامہ ابو الخیر محمد نور اللہ
صاحب نعیمی قادری اشرفی زید مجدہ السامی

(تاریخ درج نہیں ہے)

۲۸ عمدۃ الاخلاء زبدۃ الاحباء محترمی و مکرمی مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب
نور اللہ قلوب المؤمنین بنور افاضاتکم

(تاریخ ندارد)

۲۹ محترم ذوالمجد والکرم حضرت مولانا مفتی نور اللہ صاحب زیدت مکارمکم

(۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

۳۰ محترم ذوالمجد والکرم حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب زید مجدہ

(جنوری ۱۹۵۹ء)

۳۱ محترم مولانا المکرم مفتی اعظم مولوی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب
زید مجدہ (لفافہ پر پتا)

(۳/ جنوری ۱۹۵۹ء)

۳۲ عمدۃ الاعلاء زبدۃ الاحباء مولانا الحاج شیخ الحدیث مفتی محمد نور اللہ صاحب لازالت شموس فیضانہ بازغۃ

(۲/ اپریل ۱۹۶۲ء)

۳۳ فاضل جلیل عالم نبیل فقیہ العصر مولانا الحاج شیخ الحدیث مولانا نور اللہ صاحب نور اللہ سرہ

(محررہ ۹/ شعبان المعظم ۸۳ھ' ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء)

۳۴ مولانا اولانا سلام علی مولانا الحاج محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

(۳۰/ اپریل ۱۹۶۴ء)

۳۵ مولانا المحترم ذوالمجد والکرم مفتی اعظم زید مجدکم

(۲۸/ اگست ۱۹۶۴ء)

۳۶ حامیٔ سنن ماحیٔ فتن مولانا مولوی مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری اشرفی سلمہ العلی القوی

(تاریخ ندارد)

۳۷ بجرای خدمت فیض درجت فاضل جلیل عالم نبیل مولانا الحاج مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب انار اللہ بانوار علومہ قلوب المستنیرین

(۳/ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۶ھ)

۳۷ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا الحاج مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب مدظلہ و عم فیضہ

(۲۴/ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

۳۸ عالم یلمعی فاضل لوذعی مولانا ذوالمجد والکرم العلامہ ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب زیدت مکارمھم

(تاریخ درج نہیں ہے)

۳۹ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا الحاج مفتی محمد نور اللہ صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم

(۱۰/ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ)

۴۰ محترمی و مکرمی مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نور اللہ المسترشدین بنور علمہ و عملہ

(تاریخ درج نہیں ہے)

القاب اور دعائیہ کلمات کی طرح سلام و پیام میں بھی تنوع ہے' مثلاً:

۱ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۲۲/ فروری ۱۹۶۰ء)

۲ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ

(۱۱/ ستمبر ۱۹۵۷ء)

۳ وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ

(۲۰/ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ)

۴ ہدیہ سلام مسنون معروض

(۲۲/ جون ۱۹۵۹ء)

۵ السلام علیکم وعلی من لدیکم

(۳/ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۸۶ھ)

۶ سلام مسنون نیاز مشحون

(۲۷/ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

قارئین گرامی قدر! ان القاب اور دعائیہ کلمات کے تنوع سے جہاں سید صاحب قبلہ کی قادر الکلامی کا پتا چلتا ہے' وہیں ان کی نظر میں ان کے تلمیذ رشید حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کے مقام و مرتبہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ سید

صاحب قبلہ نے جس زمانے میں یہ القاب تحریر فرمائے' تب شخصیات اور ان کے علمی قد کاٹھ کو سامنے رکھتے ہوئے نہایت محتاط انداز میں ان کے لئے القاب لکھے اور بولے جاتے تھے' جب کہ آج کل القاب کے ذریعے شخصیت سازی کی جاتی ہے----- اور یوں القاب کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے' علامہ فہامہ تو ادنیٰ سے ادنیٰ لقب ہے----- مگر جس دور میں سید صاحب قبلہ نے القاب تحریر کیے' ان دنوں مولوی اور مولانا بھی بہت بڑا خطاب سمجھا جاتا' چہ جائیکہ سید صاحب قبلہ آپ کو فقیہ اعظم' فقیہ النفس' فقیہ العصر' فقیہ زماں' محدث دوراں' مفتی اعظم اور دیگر گراں قدر القاب سے نواز رہے تھے-----

اختتامیہ

قارئین محترم! مکاتیب سید صاحب قبلہ کے چند تابناک پہلو آپ نے ملاحظہ فرمائے' اگر حضرت کے تمام گرامی نامے جمع کر دیے جائیں تو یقیناً یہ ایک بہت بڑا علمی' ادبی اور فقہی ذخیرہ ہو گا۔ نیز آپ کی حیات طیبہ کے مزید کئی گوشے اجاگر ہوں گے-----

مختصر یہ کہ سید صاحب قبلہ علم و عمل کے کوہ وقار--- دنیائے اہل سنت کے گوہر آب دار--- چمنستان رضویت و اشرفیت کی بہار----- خادم دین احمد مختار ﷺ--- اور مقتدائے غلامان سید الابرار تھے----- بلاشبہ آپ کا وجود باجود نعمت الٰہیہ اور فیضان مصطفویہ کا امین تھا----- راہ نوردان علم و معرفت کے لئے آپ کی ذات گرامی مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

عکسِ مکتوبات

[illegible]

دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان (رجسٹرڈ)
لال کوٹھی بیرون بھاٹی دروازہ
لاہور

MARKAZI ANJUMAN-I-
HIZB-UL-AHNAF
DAR-UL-ULOOM
and DAR-UL-IFTA
LAHORE
(PAKISTAN)

جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری کی ایمان افروز تصانیف

۱ گستاخ رسول کا شرعی حکم
۲ رحمۃ للعالمین ﷺ کا پیغام امن
۳ افضلیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء عقل ونقل کے پیمانے میں
۴ ظہور نور
۵ میلاد النبی .... صاحب میلاد کی کرم نوازیاں
۶ افضلیت مدینہ منورہ
۷ اسلام اور تصوف
۸ فتاویٰ نوریہ (ترتیب وتبویب)
۹ میلاد النبی ﷺ (ترتیب وتدوین)
۱۰ قرعہ مبارکہ (فال نامہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اردو ترجمہ
۱۱ بشائر الخیرات (اردو ترجمہ)
۱۲ مخزن صدق وصفا --- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۳ باب مدینۃ العلم --- مرتضیٰ مشکل کشا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ
۱۴ ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر (غوث الوریٰ حیثیت مظہر مصطفیٰ)
۱۵ سلطان الہند خواجہ خواجگاں معین الدین چشتی اجمیری
۱۶ وقت کی قدر کیجئے
۱۷ فقیہ اعظم --- پیکر شفقت
۱۸ چند روز مصر میں
۱۹ سفر محبت (قسط وار)
۲۰ حضرت فقیہ اعظم کے استاذ مکرم مفتی اعظم سید ابو البرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام ربانی، قیوم دورانی، قطب زمانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی، مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی کے عقائد وفرامین حقانی

مسمیٰ بنام تاریخی

چالیس (۴۰)

ارشاداتِ امام ربانی

۱۳۵۶ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط،

(١) نجات آخرت کا حاصل ہونا صرف اسی پر موقوف ہے۔ کہ تمام افعال واقوال واصول وفروع میں اہلسنت وجماعت کثرھم اللہ تعالیٰ کا اتباع کیا جائے اور صرف یہی ایک فرقہ جنتی ہے۔ اہلسنت وجماعت کے سوا جس قدر فرقے ہیں سب جہنمی ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے دن ہر ایک شخص اس بات کو جان لیگا مگر اس وقت کا جاننا کچھ نفع نہ دیگا۔

مکتوب ۶۹ جلد اول مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ صفحہ ۸۶

(٢) محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفر وکفار کے ساتھ نفرت وبیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اول صفحہ ۳۲۳

(٣) جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے۔ لیکن کفر وکفار کے ساتھ نفرت وبیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے۔ اس کا حکم منافق کا حکم ہے۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اول صفحہ ۳۲۵

(۴) جب تک خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا و رسول کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی۔ جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم یہیں پر یہ کہنا ٹھیک ہے ع تولّی بے تبرّی نیست ممکن

مکتوب ۲۶۶ جلد اوّل ص ۳۲۵

(۵) میری نظر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ نفرت و عداوت رکھنے کے برابر اس کو راضی کرنے والا کوئی عمل نہیں۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اوّل ص ۳۲۶

(۶) جو علمِ غیب اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس پر وہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرما دیتا ہے۔ **مکتوب ۳۱۰ جلد اوّل ص ۴۴۶**

(۷) حدیث قدسی میں ہے کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالےٰ سے عرض کی۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ یعنی اے اللہ تو ہی ہے اور میں نہیں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیئے چھوڑ دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے فرمایا یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَ اَنْتَ وَمَا سِوَاکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ یعنی اے محبوب میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی

لیئے پیدا کیا۔ **مکتوب ۸ جلد دوم ص ۱۸**

(۸) اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ۔ یعنی اے محبوب اکرم تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر تمہارا پیدا کرنا مجھے مقصود نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔ **مکتوب ۱۲۲ جلد سوم ص ۲۳۲**

(۹) تمام اُمتی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے خادم اور مملوک و غلام ہیں۔ **مکتوب ۶۴ جلد سوم ص ۱۶۹**

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خِلقت کسی بشر کی خلقت کی طرح نہیں بلکہ عالم ممکنات کی کوئی چیز بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ **مکتوب ۱۰۰ جلد سوم ص ۱۸۷**

(۱۱) عالم امکان کو (جو تحت الثریٰ سے عرش تک کی جملہ موجودات و کائنات کا محیط ہے) جس قدر بھی دقتِ نظر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجودِ پاک اس کے اندر نظر نہیں آتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس بزمِ امکان سے بالاتر ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

مکتوب ۱۰۰ جلد سوم ص ۱۸۸

(۱۲) مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد مصطفےٰ کا رب ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مکتوب ۲۲۱ جلد سوم ص ۲۲۴

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کا فرض ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی دعوت الی الحق وتبلیغ اسلام کی اُجرت اُمت پر یہی قرار دی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ محبت کی جائے۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

مکتوب ۲۶۶ جلد اول ص ۳۲۶

(۱۴) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عنہم کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی وجہ سے اُن کے ساتھ محبت رکھنی چاہیئے۔ اُن کے ساتھ محبت حضور ہی کے ساتھ محبت ہے۔ اُن کے ساتھ عداوت حضور ہی کے ساتھ عداوت ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

مکتوب ۲۲۶ جلد اول ص ۳۲۶

(۱۵) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے افضل واعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر ان کے بعد سب سے افضل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اِن دونوں باتوں پر اجماعِ اُمت ہے اور چاروں ائمہ مجتہدین امام اعظم ابوحنیفہ وامام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر علمائے اہل سُنّت کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر اُن کے بعد تمام اُمت میں سب سے افضل سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اول ص ۳۳۰

(۱۶) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر و سیدنا معاویہ و سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لڑائیاں ہوئیں۔ اُن سب میں

مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے۔ اور یہ حضرات خطا پر۔ لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ خطائے اجتہادی تھی۔ مجتہد کو اس کی خطائے اجتہادی پر بھی ایک ثواب ملتا ہے ہم کو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے ان سب کی تعظیم کرنے کا حکم ہے۔ جو کسی صحابی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے وہ بدمذہب ہے۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اول صـ ۲۳۲

(۱۷) جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ان کو کافر کہا ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

مکتوب ۵۴ جلد اول صـ ۱۷

(۱۸) انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے۔ کوئی چیز اُن سے نزدیک و دور نہیں۔

مکتوب ۲۸۹ جلد اول صـ ۳۰

(۱۹) اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

مکتوب ۵۸ جلد دوم صـ ۱۵

(۲۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے اولیائے کرام کا طواف کرنے کے لئے کعبہ معظمہ حاضر ہوتا اور ان سے برکتیں حاصل کرتا ہے۔

مکتوب ۲۰۹ جلد اول صـ ۲۱۱

(۲۱) عارف ایسے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ عرض ہو یا جوہر، آفاق ہوں انفس تمام مخلوقات اور موجودات کے ذروں میں سے ہر ایک ذرہ اس کے لئے غیب الغیب کا دروازہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک ذرہ بارگاہ الٰہی کی طرف اُس کے لئے ایک سڑک بن جاتا ہے۔

مکتوب ۱۱۰ جلد سوم صـ ۲۱۰

(۲۲) حضور پر نور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے۔ کہ جو قضا لوح محفوظ میں بشکل مبرم لکھی ہوئی ہو۔ اور اس کی تعلیق صرف علم خداوندی میں ہو۔ ایسی قضا میں بھی باذن اللہ تصرف فرما سکتے ہیں۔

مکتوب ۲۱۷ جلد اول صـ ۲۲۳

(۲۳) حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک سے قیامت تک جتنے اولیاء، ابدال، اقطاب، اوتاد، نقباء، نجباء، غوث یا مجدد ہوں گے۔ سب فیضان ولایت و برکات طریقت حاصل

کرنے میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محتاج ہوں گے۔ بغیر اُن کے واسطے اور وسیلے کے قیامت تک کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتا۔

مکتوب ۱۲۳ جلد سوم ص ۲۴۸

(۲۴) مجدد الف ثانی بھی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب ہے۔ جس طرح سورج کا پرتو پڑنے سے چاند منور ہوتا ہے۔ اسی طرح مجدد الف ثانی پر بھی تمام فیوض و برکات حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے فائز ہو رہے ہیں۔ مکتوب ۱۲۳ جلد سوم ص ۲۴۸

(۲۵) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے (بدءِ خلق) و عرش و کرسی و لوحِ محفوظ و جنت و دوزخ و ملائکہ و مرسلین سابقین و امم سابقہ و قیامت و نفخِ صور و حساب و کتاب و میزان و حوضِ کوثر وغیرہا حوادثِ گذشتہ و وقائعِ آئندہ کی جو خبریں دی ہیں ان میں تاویلیں کر کے اُن کو اپنی عقل کے مطابق کر لینا شانِ نبوت کا انکار ہے۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اول ص ۳۲۳

(۲۶) مقلد کو یہ جائز نہیں کہ اپنے امام کی رائے کے خلاف قرآن عظیم و حدیث شریف سے احکامِ شرعیہ خود نکال کر اُن پر عمل کرنے لگے۔ مقلدوں کے لئے یہی ضروری ہے۔ کہ جس امام کی تقلید کر رہے ہیں

اسی کے مذہب کا مفتی بہ قول معلوم کر کے اُسی پر عمل کریں۔

مکتوب ۲۸۶ جلد اول ص ۳۶۵

(۲۷) جس قدر مسائل میں علمائے کرام اہلِ سُنت و صوفیائے عظام اہلِ طریقت کے درمیان اختلاف ہے۔ جب بغور دیکھا جاتا ہے۔ تو اُن تمام مسئلوں میں علمائے کرام ہی کی طرف حق نظر آتا ہے۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اول ص ۳۲۵

(۲۸) جو شخص حرام فعل کو (جس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہو) اچھا سمجھے وُہ مسلمان نہیں رہتا۔ بلکہ مرتد ہو جاتا ہے۔

مکتوب ۲۶۶ جلد اول ص ۳۲۵

(۲۹) کفّار و منافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریاتِ دین سے ہے۔ کافروں منافقوں کی جس قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہو گی۔

مکتوب ۱۹۳ جلد اول ص ۱۹۳

(۳۰) مسلمان کہلانے والے بدمذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی

صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ | مکتوب ۵۴ جلد اول ص۷۱ |

(۳۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں، کافروں اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی فرمانے کا حکم دیا۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ تو ثابت ہوا کہ کفار اور منافقین پر سختی کرنا بھی خلق عظیم ہے۔

| مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص۱۶۵ |

(۳۲) اسلام کی عزت کفر کی ذلت پر اور مسلمانوں کی عزت کافروں کی ذلت پر موقوف ہے۔ جس نے کافروں کی عزت کی۔ اُس نے مسلمانوں کو ذلیل کیا۔ کافروں اور منافقوں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیئے

| مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص۱۶۵ |

(۳۳) خدا و رسول کے دشمنوں کے ساتھ میل جول بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا و رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی و اُلفت خدا و رسول کی دشمنی و عداوت تک پہنچا دیتی ہے۔ جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

| مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص۱۶۶ |

(۳۴) ایک شخص اسی گمان میں رہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے بُرے عمال (یعنی خدا و رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستانے یارانے) اُس کے اسلام و ایمان کو بالکل فنا کر دیتے ہیں۔ | مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص۱۶۶ |

(۳۵) گائے ذبح کرنا ہندوستان میں اسلام کا بہت بڑا شعار ہے۔

| مکتوب ۸۱ جلد اول ص۱۰۶ |

(۳۶) ہندوؤں کے دیوتا مثل رام و کرشن وغیرہا کافر و بیدین تھے کہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دیتے تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ خدا ان کے اندر حلول کئے ہوئے ہے | مکتوب ۱۶۷ جلد اول ص۱۷۱ |

(۳۷) مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام و اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعام کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے۔ اور قصیدے پڑھنے میں راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور

تالیاں بجائی جائیں جس مجلس میلادِ مبارک میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں۔ اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ہاں جب تک راگنی اور تال سُر کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے گا بوالہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے گی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب نکلے گا

مکتوب ۷۲ جلد سوم ص ۱۱۶

(۳۸) اہلِ کفر کے ساتھ بُغض و عناد رکھنا دولتِ اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔

مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص ۱۶۳

حضور اقدس علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کمالِ محبت کی علامت یہ ہے۔ کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمال بُغض رکھیں۔ اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔

مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۸

محبّت کے اندر پالیسی اور چاپلوسی جائز نہیں۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اُس کے محبوب کی مخالفت کی جائے۔ وہ اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا۔

مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۸

(۳۹) دو محبتیں جو آپس میں ایک دُوسرے کی ضد ہوں ایک قلب میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ کفّار کے ساتھ جو خدا و رسُول جلّ جلالہٗ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دشمن ہیں دشمن ہونا چاہیئے اور ان کی ذلّت و خواری میں کوشش کرنا چاہیئے اور کسی طرح بھی اُن کو عزّت نہیں دینا چاہیئے۔ اور اُن بدبختوں کو اپنی مجلس میں آنے نہیں دینا چاہیئے۔ اور ان سے اُنس و محبت نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اُن کے ساتھ سختی و شدّت کا طریقہ برتنا چاہیئے۔

مکتوب ۱۶۵ جلد اوّل ص ۱۶۶

اور جہاں تک ہو سکے کسی بات میں اُن کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے اور اگر بالفرض ان سے کوئی ضرورت پڑ جائے تو جس طرح انسان ناگواری اور مجبوری سے بیت الخلا جاتا ہے اسی طرح ان سے اپنی ضرورت پوری کرنا چاہیئے۔

مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۹

(۴۰) حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ یہی ہے۔ اگر اس راستہ کو چھوڑ دیا جائے تو اس پاک جناب تک پہنچنا دشوار ہے۔ ہائے افسوس ؎

مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۹

ہائے پہنچوں کس طرح تا کوئے یار — راہ میں ہیں پُرخطر کوہ اور غار

لاکھوں سلام

مُصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درُود — نوشۂ بزمِ جنّت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر — نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا — اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں — اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

اصلِ ہر بود و بہبود تخمِ وجود — قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

کنزِ ہر بے کس و بے نوا پر درُود — حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درُود — حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درُود — ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

فرحتِ جانِ مومن پہ بے حد درُود — غیظِ قلبِ ضلالت پہ لاکھوں سلام

ان کے مولےٰ کے ان پر کروڑوں درُود — ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

شافعی، مالک، احمد، امام حنیف — چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

غوثِ اعظم امام التقےٰ والنقےٰ — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب — تا ابد اہلِ سُنّت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ

مُصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

صلی اللہ بالف الف حبیب اللہ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

اہلسنت وجماعت کیلئے نہایت خوشی کا مقام ہے کہ

عزیزم محمد نعیم اللہ خان قادری زید مجدہ عرصہ دراز سے

اہلسنت وجماعت کے اکابر علماء مشائخ کی نایاب کتابوں کو

نہایت اہتمام کے ساتھ اشاعت فرمارہے ہیں۔ اب وہ میرے

جد امجد مفتی اعظم حضرت سیدنا ابو البرکات سید احمد رضوی قادری

مشہدی قدس سرہ العزیز کے ۱۳ رسائل کو ایک جلد میں شائع فرمارہے

ہیں۔ ان کی اس کاوش کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں مقبول منظور

فرمائے اور ہم سب کے لیے توشہ آخرت بنائے آمین

سید مصطفٰی اشرف رضوی مشہدی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

یکم محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک ۱۴۴۲ھ